

بمقام سرقرآن پاک



تفسیر

① سورة الرعد

② سورة ابراهيم

③ سورة الحجر

④ سورة النحل



جلد : ۱۱

حضرت مولانا صفی محمد سواتی دام مجسم
خطیب جامع مسجد لہور، گوجرانوالہ، پاکستان

فہرست مضامین مع عالم القرآن و دہس القرآن جلد

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۲	زمین کا پھیلاؤ	۱۹	سورۃ الرعد
۲۳	سلسلہ ہائے کوہ	۲۰	دری اول (آیت ۲ تا ۱۲)
۲۴	پہاڑوں کے غائبے	۲۱	آیات و ترجمہ
۲۵	تخلیف الارواح پھل	۲۲	نام اور کوٹ
۲۶	شب و روز کا تغیر	۲۳	مضامین سورۃ
۲۷	زمینی خطے	۲۴	ملکات قنابا اور مقطعات
۲۸	بانگت اور کھیتیاں	۲۵	بہشت ہائے قریب فہم
۲۹	تخلیف الارواح و درخت	۲۶	القدر کی بہشت
۳۰	دری سوم ۲ (آیت ۵ تا ۷)	۲۷	شہادۃ الیوم کی توجیہ
۳۱	آیات و ترجمہ	۲۸	الکتاب
۳۲	ربط آیات	۲۹	قرآن برحق
۳۳	قیامت کا انکار	۳۰	آسمان کی حقیقت
۳۴	منکوب کے لیے سزا	۳۱	استری علی العرش
۳۵	سجداتی سے پہلے برائی	۳۲	تسخیر شمس و قمر
۳۶	سجائی اور سزا	۳۳	بہشت بعد الموت
۳۷	سمونے کی فرمائش	۳۴	دری سوم ۲ (آیت ۲ تا ۳)
۳۸	ہر قوم کے لیے لڑی	۳۵	آیات و ترجمہ
۳۹	دری چہارم ۴ آیت ۸ تا ۱۱	۳۶	ربط آیات
۴۰	آیات و ترجمہ		

۸۳	سیوہ کی جہاں	۸۱	دیجات
۸۴	سعدت کی جہاں	۸۲	شکوہ اور غم کی کیفیت
۸۵	حق و باطل کی کشمکش	۸۳	علم و غیب و انوار
۸۶	حق و باطل کی مثال	۸۴	انوارِ حق کا صفائی کلام
۸۷	شکوہ کی انوار کا فلسفہ	۸۵	وہابی دعوت کی تہذیب
۸۸	مستحق اور کفار	۸۶	حق کی شہادت آیت (۱۳ تا ۱۴)
۸۹	سورۃ الحجاب	۸۷	آیات و روایہ
۹۰	حق کی شہادت آیت (۱۵ تا ۲۴)	۸۸	دیجات
۹۱	آیات و روایہ	۸۹	خود اور امیر کا اتصال
۹۲	دیجات	۹۰	گم شدہ اور گم
۹۳	علم اور دنیا کی مثال	۹۱	خالی حالات
۹۴	حق و باطل کی کشمکش	۹۲	وہابی حق
۹۵	وہابی کے علم	۹۳	حق کی شہادت آیت (۱۵ تا ۱۶)
۹۶	۱۔ باہمی غلطی	۹۴	آیات و روایہ
۹۷	۲۔ غیبت و باطل	۹۵	دیجات اور گم شدہ
۹۸	۳۔ سبب	۹۶	سورۃ الحجاب
۹۹	۴۔ اقامت و سقوط	۹۷	سورۃ الحجاب
۱۰۰	۵۔ خالی کی مثال	۹۸	آیات و روایہ کا سبب
۱۰۱	۶۔ ہوائی کار و کار کی مثال	۹۹	سورۃ الحجاب کا تعلق
۱۰۲	۷۔ غیبت و باطل	۱۰۰	سورۃ الحجاب
۱۰۳	۸۔ غیبت و باطل	۱۰۱	حق کی شہادت آیت (۱۵ تا ۱۶)
۱۰۴	۹۔ غیبت و باطل	۱۰۲	آیات و روایہ
۱۰۵	۱۰۔ غیبت و باطل	۱۰۳	دیجات اور گم شدہ

۱۲۷	اجتماعی ہدایت	۱۰۲	رابطہ آیات
۱۲۸	یامیں کے مختلف معانی	۱۰۳	عہد شکنی
۱۲۹	کھار کے پے دیہی مشکلات	۱۰۳	خار فی الارض
۱۳۱	مسلمانوں کے لیے عبرت	۱۰۵	عنّت کا طوق
۱۳۳	درس فوازِ رحیم ۳ (آیت ۲۲-۲۵)	۱۰۶	رزق کی کشادگی اور تنگی
۰	آیت و ترجمہ	۱۰۷	دنیا کا حقیر سامان
۱۳۴	رابطہ آیات	۱۱۰	درس دہم ۱ (آیت ۲۷-۳۰)
۱۳۵	استہزائے رسل	۰	آیات و ترجمہ
۱۳۶	خدا کے شریک	۱۱۱	رابطہ آیات
۱۳۸	بے حیثیت باتیں	۰	نثاری کا مطالبہ
۱۴۰	تکذیبِ اعمال	۱۱۳	امینان قلب
۱۴۲	مستحقین کے لیے نعمات	۱۱۳	ذکر الہی کے طریقے
۱۴۵	درس سیرِ رحیم ۱۲ (آیت ۲۳-۲۷)	۱۱۶	ایک اشکال
۰	آیت و ترجمہ	۱۱۷	اہل ایمان کے لیے بشارت
۱۴۶	رابطہ آیات	۱۱۸	تلاوتِ قرآن پاک
۰	تشریحِ کتاب پر غوثی	۱۲۰	اسانے پاک
۱۴۷	اہل کتاب کا کردار	۱۲۲	درس یازدہم ۱۱ (آیت ۳۱)
۱۴۸	حق پرست اہل کتاب	۰	آیات و ترجمہ
۱۵۱	قرآن کا اعلیٰ انکار	۱۲۳	رابطہ آیات
۰	شرک سے برأت	۰	شانِ نزول
۱۵۳	دعوت الی اللہ	۱۲۴	قرآنِ فدیہ ہدایت
۱۵۴	قرآن اور عربی زبان	۱۲۵	قرآن کا مضمون
۱۵۶	وہیبتِ عامہ	۱۲۶	قرآن کی برکات

عمر بن الخطاب (آیت ۳۶)

آیت ۳۷

آیت ۳۸

آیت ۳۹

آیت ۴۰

آیت ۴۱

آیت ۴۲

آیت ۴۳

عمر بن الخطاب (آیت ۴۴)

آیت ۴۵

آیت ۴۶

آیت ۴۷

آیت ۴۸

آیت ۴۹

آیت ۵۰

آیت ۵۱

آیت ۵۲

آیت ۵۳

آیت ۵۴

آیت ۵۵

آیت ۵۶

آیت ۵۷

آیت ۵۸

آیت ۵۹

عمر بن الخطاب (آیت ۶۰)

آیت ۶۱

آیت ۶۲

آیت ۶۳

آیت ۶۴

آیت ۶۵

آیت ۶۶

آیت ۶۷

آیت ۶۸

آیت ۶۹

آیت ۷۰

آیت ۷۱

آیت ۷۲

آیت ۷۳

آیت ۷۴

آیت ۷۵

آیت ۷۶

آیت ۷۷

آیت ۷۸

آیت ۷۹

آیت ۸۰

آیت ۸۱

آیت ۸۲

آیت ۸۳

۲۳۷	اللہ کی مگرہ	۲۱۸	سابقہ اقوام کا عشر
•	مخلوق کی تبدیلی	۲۱۹	انبیاء سے کفر
۲۳۸	درس ختم ۷ (آیت ۲۱)	•	خدا کی پروگرام کا اظہار
•	آیات و ترجمہ	۲۱۲	درس چہارم ۴ (آیت ۱۲ تا ۱۴)
•	رابطہ آیات	•	آیات و ترجمہ
۲۳۹	خدا کے حضور پیشی	۲۱۳	رابطہ آیات
•	معنی کاموں کا ظہور	۲۱۴	دعوت الی اللہ
۲۴۰	اتباع اللہ متبع	۲۱۵	بشری رسالت کا انکار
۲۴۱	خطاب میں تخفیف کی تدبیر	۲۱۶	بشری رسالت کی تصدیق
۲۴۲	بے قراری یا صبر	۲۱۷	توکل بر خدا
۲۴۳	درس ختم ۸ (آیت ۲۲ تا ۲۳)	۲۲۰	اسباب کی تین قسمیں
۲۴۴	رابطہ آیات	۲۲۱	صبر کی دولت
•	جہنمی اور شیطان آنے والے	۲۲۲	درس ختم ۵ (آیت ۱۲ تا ۱۷)
۲۴۵	اللہ شہید	•	آیات و ترجمہ
۲۴۶	شیطان کی تخریب	۲۲۳	رابطہ آیات
۲۴۷	محنت کے قابل کرن	•	کنہ کی دہکی
•	اہل ایمان کی کامیابی	۲۲۴	ایک اشکال
۲۴۸	سلاح کی دعائیں	۲۲۵	اللہ کی طرف سے ملتی
۲۴۹	درس ختم ۹ (آیت ۲۴ تا ۲۶)	۲۲۶	فیصلے کا مطالبہ
•	آیات و ترجمہ	۲۲۷	مکرمین کے لیے سزا
•	رابطہ آیات	۲۲۸	درس ختم ۶ (آیت ۱۸ تا ۲۰)
۲۵۰	مکرمین کی مثال	۲۲۹	کنہ کے احوال کی مثال
۲۵۱	درخت اور مسلم مرد	۲۳۰	ایمان شرط قبولیت ہے

[illegible]

۳۲۵	اسٹر کے حضور پیشی	۳۲	خط عرب میں سبزہ زار
۳۲۸	دوسرے چار دھیم ۱۰ (آیت ۵۲)	۳۳	ہنرمند گھر
۳۲۹	آیات و ترجمہ	۳۴	دل کی کشش
۳۳۰	خلاصہ مضامین	۳۵	دوسرے چار دھیم ۱۱ (آیت ۳۸ تا ۴۱)
۳۳۱	۱۔ پیغام خداوندی	۳۶	آیات و ترجمہ
۳۳۲	۲۔ اقرار پذیر یوحنا قرآن	۳۷	رابطہ آیات
۳۳۳	۳۔ دعوتِ توحید	۳۸	اسٹر کا علم محیط
۳۳۴	۴۔ نصیحت برائے اہل حق	۳۹	عطلے اور لاد پرشگری
۳۳۵	خلاصہ کلام	۴۰	اقامتِ صلاۃ کی دعا
۳۳۶	سورۃ الحج	۴۱	مشرک کے لیے دعا منقذت
۳۳۸	دوسرے اہل ۱ (آیت ۵۱)	۴۲	دوسرے پانزویں ۱۲ (آیت ۴۲ تا ۴۶)
۳۳۹	آیات و ترجمہ	۴۳	آیات و ترجمہ
۳۴۰	تلم اور کوائف	۴۴	رابطہ آیات
۳۴۱	مضامین سورۃ	۴۵	ظالموں کے لیے ملت
۳۴۲	سورۃ مقطعات	۴۶	دنیا میں دلی کی خواہش
۳۴۳	قرآن کی حقانیت	۴۷	خدا تعالیٰ کا جواب
۳۴۴	کفار کی آرزو	۴۸	کفار کی غنئی تدبیریں
۳۴۵	کفار کے لیے ملت	۴۹	مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ
۳۴۶	حضور علیہ السلام کی تشویش	۵۰	دوسرے پانزویں ۱۳ (آیت ۴۷ تا ۵۱)
۳۴۷	مقررہ وقت پر جلوت	۵۱	آیات و ترجمہ
۳۴۸	دوسرے سوم ۲ (آیت ۱۵ تا ۱۶)	۵۲	رابطہ آیات
۳۴۹	آیات و ترجمہ	۵۳	اسٹر تعالیٰ کا وعدہ
۳۵۰	رابطہ آیات	۵۴	زمین و آسمان کی تبدیلی

۲۴۹	دری نظم (آیت ۲۶ تا ۲۵)	۲۴۹	دری نظم (آیت ۲۶ تا ۲۵)
۲۵۰	آیت ۲۶	۲۵۰	آیت ۲۶
۲۵۱	آیت ۲۷	۲۵۱	آیت ۲۷
۲۵۲	آیت ۲۸	۲۵۲	آیت ۲۸
۲۵۳	آیت ۲۹	۲۵۳	آیت ۲۹
۲۵۴	آیت ۳۰	۲۵۴	آیت ۳۰
۲۵۵	آیت ۳۱	۲۵۵	آیت ۳۱
۲۵۶	آیت ۳۲	۲۵۶	آیت ۳۲
۲۵۷	آیت ۳۳	۲۵۷	آیت ۳۳
۲۵۸	آیت ۳۴	۲۵۸	آیت ۳۴
۲۵۹	آیت ۳۵	۲۵۹	آیت ۳۵
۲۶۰	آیت ۳۶	۲۶۰	آیت ۳۶
۲۶۱	آیت ۳۷	۲۶۱	آیت ۳۷
۲۶۲	آیت ۳۸	۲۶۲	آیت ۳۸
۲۶۳	آیت ۳۹	۲۶۳	آیت ۳۹
۲۶۴	آیت ۴۰	۲۶۴	آیت ۴۰
۲۶۵	آیت ۴۱	۲۶۵	آیت ۴۱
۲۶۶	آیت ۴۲	۲۶۶	آیت ۴۲
۲۶۷	آیت ۴۳	۲۶۷	آیت ۴۳
۲۶۸	آیت ۴۴	۲۶۸	آیت ۴۴
۲۶۹	آیت ۴۵	۲۶۹	آیت ۴۵
۲۷۰	آیت ۴۶	۲۷۰	آیت ۴۶
۲۷۱	آیت ۴۷	۲۷۱	آیت ۴۷
۲۷۲	آیت ۴۸	۲۷۲	آیت ۴۸
۲۷۳	آیت ۴۹	۲۷۳	آیت ۴۹
۲۷۴	آیت ۵۰	۲۷۴	آیت ۵۰
۲۷۵	آیت ۵۱	۲۷۵	آیت ۵۱
۲۷۶	آیت ۵۲	۲۷۶	آیت ۵۲
۲۷۷	آیت ۵۳	۲۷۷	آیت ۵۳
۲۷۸	آیت ۵۴	۲۷۸	آیت ۵۴
۲۷۹	آیت ۵۵	۲۷۹	آیت ۵۵
۲۸۰	آیت ۵۶	۲۸۰	آیت ۵۶
۲۸۱	آیت ۵۷	۲۸۱	آیت ۵۷
۲۸۲	آیت ۵۸	۲۸۲	آیت ۵۸
۲۸۳	آیت ۵۹	۲۸۳	آیت ۵۹
۲۸۴	آیت ۶۰	۲۸۴	آیت ۶۰
۲۸۵	آیت ۶۱	۲۸۵	آیت ۶۱
۲۸۶	آیت ۶۲	۲۸۶	آیت ۶۲
۲۸۷	آیت ۶۳	۲۸۷	آیت ۶۳
۲۸۸	آیت ۶۴	۲۸۸	آیت ۶۴
۲۸۹	آیت ۶۵	۲۸۹	آیت ۶۵
۲۹۰	آیت ۶۶	۲۹۰	آیت ۶۶
۲۹۱	آیت ۶۷	۲۹۱	آیت ۶۷
۲۹۲	آیت ۶۸	۲۹۲	آیت ۶۸
۲۹۳	آیت ۶۹	۲۹۳	آیت ۶۹
۲۹۴	آیت ۷۰	۲۹۴	آیت ۷۰
۲۹۵	آیت ۷۱	۲۹۵	آیت ۷۱
۲۹۶	آیت ۷۲	۲۹۶	آیت ۷۲
۲۹۷	آیت ۷۳	۲۹۷	آیت ۷۳
۲۹۸	آیت ۷۴	۲۹۸	آیت ۷۴
۲۹۹	آیت ۷۵	۲۹۹	آیت ۷۵
۳۰۰	آیت ۷۶	۳۰۰	آیت ۷۶
۳۰۱	آیت ۷۷	۳۰۱	آیت ۷۷
۳۰۲	آیت ۷۸	۳۰۲	آیت ۷۸
۳۰۳	آیت ۷۹	۳۰۳	آیت ۷۹
۳۰۴	آیت ۸۰	۳۰۴	آیت ۸۰
۳۰۵	آیت ۸۱	۳۰۵	آیت ۸۱
۳۰۶	آیت ۸۲	۳۰۶	آیت ۸۲
۳۰۷	آیت ۸۳	۳۰۷	آیت ۸۳
۳۰۸	آیت ۸۴	۳۰۸	آیت ۸۴
۳۰۹	آیت ۸۵	۳۰۹	آیت ۸۵
۳۱۰	آیت ۸۶	۳۱۰	آیت ۸۶
۳۱۱	آیت ۸۷	۳۱۱	آیت ۸۷
۳۱۲	آیت ۸۸	۳۱۲	آیت ۸۸
۳۱۳	آیت ۸۹	۳۱۳	آیت ۸۹
۳۱۴	آیت ۹۰	۳۱۴	آیت ۹۰
۳۱۵	آیت ۹۱	۳۱۵	آیت ۹۱
۳۱۶	آیت ۹۲	۳۱۶	آیت ۹۲
۳۱۷	آیت ۹۳	۳۱۷	آیت ۹۳
۳۱۸	آیت ۹۴	۳۱۸	آیت ۹۴
۳۱۹	آیت ۹۵	۳۱۹	آیت ۹۵
۳۲۰	آیت ۹۶	۳۲۰	آیت ۹۶

۳۹۱	رابط آیات	۳۹۱	قوم پر عذاب	۳۹۲
۳۹۲	متقین کے لیے بہشت	۳۹۲	سنگد فراست	۳۹۳
۳۹۳	کہ دوست سے پاک دل	۳۹۳	نکات عبرت	۳۹۴
۳۹۴	خوف اور امید	۳۹۴	درس حکم ۱۰ (آیت ۸۰ تا ۸۹)	۳۹۵
۳۹۵	ابراہیم علیہ السلام کے لیے خوشخبری	۳۹۵	آیات و ترجمہ	۳۹۶
۳۹۶	ابراہیم علیہ السلام کی حیرانگی	۳۹۶	رابط آیات	۳۹۷
۳۹۷	قوم لوط پر عذاب	۳۹۷	اہل جبرک و تکذیب	۳۹۸
۳۹۸	درس حکم ۸ (آیت ۶ تا ۱۰)	۳۹۸	نکات نیر سے اعراض	۳۹۹
۳۹۹	آیات و ترجمہ	۳۹۹	پرانی تہذیبوں کے آثار	۴۰۰
۴۰۰	رابط آیات	۴۰۰	عذاب کی آمد	۴۰۱
۴۰۱	فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس	۴۰۱	حضور علیہ السلام کے لیے تسلی	۴۰۲
۴۰۲	اہل بستی کی اخلاقی پستی	۴۰۲	بیع شامی کا نزول	۴۰۳
۴۰۳	لوط علیہ السلام کی طرف سے دفاع	۴۰۳	اہل ودولت سے بے رشتگی	۴۰۴
۴۰۴	فرشتوں کی مداخلت	۴۰۴	اہل ایمان کے لیے شفقت	۴۰۵
۴۰۵	بستی سے خروج کا حکم	۴۰۵	درس یا زوہم ۱۱ (آیت ۹۰ تا ۹۹)	۴۰۶
۴۰۶	عذاب کا فیصلہ	۴۰۶	آیات و ترجمہ	۴۰۷
۴۰۷	درس پنجم (آیت ۱ تا ۱۹)	۴۰۷	رابط آیات	۴۰۸
۴۰۸	آیات و ترجمہ	۴۰۸	کتاب المیزان کی تقسیم	۴۰۹
۴۰۹	رابط آیات	۴۰۹	لاذی بائز پرس	۴۱۰
۴۱۰	لوط علیہ السلام کی مشکاش	۴۱۰	حضور علیہ السلام کے لیے تسلی	۴۱۱
۴۱۱	ہم جنسی کی سزا	۴۱۱	تبیح و تحمید	۴۱۲
۴۱۲	قوم کا اصرار	۴۱۲	آخر دم تک عبادت	۴۱۳
۴۱۳	سنگد قسم	۴۱۳	سورة النحل	۴۱۴

۳۶۱	پانی کی ضرورت	۳۶۱	مصری اہل (آیت ۵)
۳۶۲	نہا تہ کے پانی	-	آیات و ترجمہ
۳۶۳	خمر، قمری، پھیاں	۳۶۳	علم اور کائنات
۳۶۴	پھل، پھل، آند، گڑھ	-	مضامین صحت
۳۶۵	غفری، مانی، مانی	۳۶۵	غلاب الہی کی آمد
۳۶۶	مندی، مندی، مندی	-	غلاب و مندی کی پیش گوئی
۳۶۷	مندی، مندی، مندی (آیت ۱۵ تا ۲۰)	۳۶۷	غلاب کی
۳۶۸	مندی، مندی، مندی	۳۶۸	مندی کا انتخاب
۳۶۹	مندی، مندی، مندی	-	مندی کی توجہ
۳۷۰	مندی، مندی، مندی	۳۷۰	مندی کی مندی
۳۷۱	مندی، مندی، مندی	۳۷۱	مندی کی مندی
۳۷۲	مندی، مندی، مندی	۳۷۲	مندی کی مندی
۳۷۳	مندی، مندی، مندی (آیت ۲۵ تا ۳۰)	۳۷۳	مندی کی مندی
۳۷۴	مندی، مندی، مندی	-	مندی کی مندی
۳۷۵	مندی، مندی، مندی	۳۷۵	مندی کی مندی
۳۷۶	مندی، مندی، مندی	۳۷۶	مندی کی مندی
۳۷۷	مندی، مندی، مندی	-	مندی کی مندی
۳۷۸	مندی، مندی، مندی	۳۷۸	مندی کی مندی
۳۷۹	مندی، مندی، مندی	۳۷۹	مندی کی مندی
۳۸۰	مندی، مندی، مندی	-	مندی کی مندی
۳۸۱	مندی، مندی، مندی (آیت ۳۵ تا ۴۰)	۳۸۱	مندی کی مندی
۳۸۲	مندی، مندی، مندی	۳۸۲	مندی کی مندی

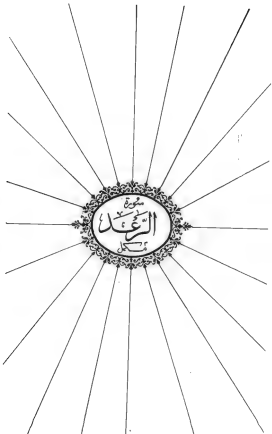
۵۰۹	۴۸۲	ہدایت اور نگرانی	آیات و ترجمہ
۵۰۹	۴۸۳	درس تہم (آیت ۳۷ تا ۴۰)	رابطہ آیات
۵۱۱	۴۸۴	آیات و ترجمہ	مخالفین کی چال بازی
۵۱۲	۴۸۵	رابطہ آیات	نہود اور فرعون کی کارگزاری
۵	۴۸۶	ہدایت سے محرومی	مسئلہ سازشیں
۵۱۵	۴۸۹	تسلیم و صغیر	کالموں کی رسوائی
۵	۴۹۰	پہلی اور ثانی عرض	جہنم میں داخلہ
۵۱۷	۴۹۱	بعث بعد الموت کا انکار	درس ششم (آیت ۳۰ تا ۳۳)
۵۱۹	۴۹۲	قیامت کی ضرورت	آیات و ترجمہ
۵۲۰	۴۹۳	نار کا اہل فیصلہ	رابطہ آیات
۵۲۳	۴۹۴	درس دہم ۱۰ (آیت ۴۱ تا ۴۴)	متعین سے سوال و جواب
۵	۴۹۵	آیات و ترجمہ	متعین کے لیے بہتر گھر
۵۲۳	۴۹۶	رابطہ آیات	پاکیزہ موت
۵	۴۹۷	مہاجرین کی حوصلہ افزائی	جنت میں داخلہ
۵۲۳	۴۹۸	ہجرت کے دیکھ سہانی	عذاب کا انتظار
۵۲۵	۵۰۱	ہجرت کی اقام اور مہاجر	درس ششم ۸ (آیت ۳۵ تا ۳۶)
۵۲۷	۵۰۲	مہاجرین کے لیے اجر	آیات و ترجمہ
۵۲۹	۵۰۳	رسول مرد ہوتے ہیں	رابطہ آیات
۵۳۱	۵۰۴	تقلید کی ضرورت	شرک پرانی بیماری ہے
۵۳۲	۵۰۵	فتی اختلاف کی حیثیت	مشکوکین کی دلیل
۵۳۴	۵۰۶	تشریح بخاری و سنن	انسان کی فصل بخاری؟
۵۳۶	۵۰۷	درس یازدہم ۱۱ (آیت ۴۵ تا ۵۰)	رواں کی ذمہ داری
۵	۵۰۸	آیات و ترجمہ	کی غیبت کیا ہے؟

۵۵۸	ایمان آیت	۵۵۸	ایمان آیت
۵۵۹	مکرمین کے لیے نجات دہیہ	۵۵۹	مکرمین کے لیے نجات دہیہ
۵۶۰	ان زمین میں دھنوں جانا	۵۶۰	ان زمین میں دھنوں جانا
۵۶۱	۴۔ ہر وہی ذرا شے سے حساب	۵۶۱	۴۔ ہر وہی ذرا شے سے حساب
۵۶۲	۳۔ پتے پھرنے کی گرفت	۵۶۲	۳۔ پتے پھرنے کی گرفت
۵۶۳	۵۔ حساب بعد از موت	۵۶۳	۵۔ حساب بعد از موت
۵۶۴	ان ذرا باریت کے احکام	۵۶۴	ان ذرا باریت کے احکام
۵۶۵	مسلک کا مجاہد	۵۶۵	مسلک کا مجاہد
۵۶۶	ہر چیز کو دین ہے	۵۶۶	ہر چیز کو دین ہے
۵۶۷	فرشتوں کا کھیل حکم	۵۶۷	فرشتوں کا کھیل حکم
۵۶۸	۵۔ ہر جو ان کا نام آیت ۵۵۸	۵۶۸	۵۔ ہر جو ان کا نام آیت ۵۵۸
۵۶۹	آیت در ترجمہ	۵۶۹	آیت در ترجمہ
۵۷۰	ایمان آیت	۵۷۰	ایمان آیت
۵۷۱	ظلمت کی گداز	۵۷۱	ظلمت کی گداز
۵۷۲	ظلم کا اثر	۵۷۲	ظلم کا اثر
۵۷۳	مقررہ وقت تک صحت	۵۷۳	مقررہ وقت تک صحت
۵۷۴	پانی سے بھری کی گداز	۵۷۴	پانی سے بھری کی گداز
۵۷۵	نور کی آگ	۵۷۵	نور کی آگ
۵۷۶	توڑیں احوال	۵۷۶	توڑیں احوال
۵۷۷	توڑیں کتاب کا طریقہ	۵۷۷	توڑیں کتاب کا طریقہ
۵۷۸	پارہت اور صحت	۵۷۸	پارہت اور صحت
۵۷۹	ان کی صحت کا حال	۵۷۹	ان کی صحت کا حال
۵۸۰	۵۔ ہر جو ان کا نام آیت ۵۵۸	۵۸۰	۵۔ ہر جو ان کا نام آیت ۵۵۸
۵۸۱	ایمان آیت	۵۸۱	ایمان آیت

۶۰۰	حافظہ کی کمزوری	۵۷۵	رابط آیات
۶۰۲	درس شہدہم ۱۸ (آیت ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲)	۵۷۶	مومنین میں سلامی عبرت
۶۰۳	آیات و ترجمہ	۵۷۷	درد و غم کی نعمت
۶۰۴	رابط آیات	۵۸۰	درد و غم کا علاج
۶۰۵	رزق میں تفاوت	۵۸۱	مشروب اور اچھی زندگی
۶۰۶	حقوق کی ادائیگی	۵۸۲	نظام سکس کی تحقیق
۶۰۷	مختلف نظام ہائے معیشت	۵۸۳	درجہ شہدہم ۱۶ (آیت ۶۸، ۶۹، ۷۰)
۶۰۸	فطری اور غیر فطری مساوات	۵۸۴	آیات و ترجمہ
۶۰۹	نوعی اور شخصی بقا	۵۸۵	رابط آیات
۶۱۰	شرک کی تردید	۵۸۶	سکھوں کی طرف دہی
۶۱۱	اللہ سے براہ راست تعلق	۵۸۷	سکھوں کا چہرہ
۶۱۲	درس نزدہم ۱۹ (آیت ۷۵، ۷۶، ۷۷)	۵۸۸	پھلوں سے استفادہ
۶۱۳	آیات و ترجمہ	۵۸۹	شہد میں شفا ہے
۶۱۴	رابط آیات	۵۹۰	شہد کی پیداوار
۶۱۵	غلام اور آزاد کی مثال	۵۹۱	سکھوں کی فضیلت
۶۱۶	رزقِ حلال	۵۹۲	سکھوں کی تسلیم
۶۱۷	باطنی اور ظاہری خرچ	۵۹۳	غور و فکر کا مقام
۶۱۸	گونا گویا غلام اور عادل آزاد	۵۹۴	درس ہفتم ۱۷ (آیت ۷۸، ۷۹)
۶۱۹	غلامی کی تاریخ	۵۹۵	رابط آیات
۶۲۰	غلاموں سے حسن سلوک	۵۹۶	زندگی اور موت
۶۲۱	قومی غلامی	۵۹۷	زندگی کا عروج و زوال
۶۲۲	غلام و غلام	۵۹۸	افضل العمر
۶۲۳	فصل ہفتم ۲۰ (آیت ۷۹، ۸۰)	۵۹۹	پیری شعراء کی نظر میں

۱۶۱	آیت و ترجمہ	۱۶۱	دری بچھاؤ (آیت و ترجمہ)	۱۶۱
۱۶۲	بچہ آیت	۱۶۲	آیت و ترجمہ	۱۶۲
۱۶۳	استاذ کل اور مرید	۱۶۳	بچہ آیت	۱۶۳
۱۶۴	عالم خیریت الشریعہ	۱۶۴	اسلام کے فلسفہ میں رکاوٹ	۱۶۴
۱۶۵	وفاقت کی اپناک آمد	۱۶۵	مغلوں کے بے سزا	۱۶۵
۱۶۶	قبر کی منزل	۱۶۶	نیزہ کی گواہی	۱۶۶
۱۶۷	دہلی کے دفاعی علم	۱۶۷	قرآن مجید میں	۱۶۷
۱۶۸	عسکری مسائل	۱۶۸	پاکستان اور مغربی	۱۶۸
۱۶۹	آخری بچھاؤ (آیت و ترجمہ)	۱۶۹	دری بچھاؤ (آیت و ترجمہ)	۱۶۹
۱۷۰	آیت و ترجمہ	۱۷۰	آیت و ترجمہ	۱۷۰
۱۷۱	وفاقت	۱۷۱	بچہ آیت	۱۷۱
۱۷۲	گھر فریج کوئی	۱۷۲	اسلام کی آیت	۱۷۲
۱۷۳	ان کی بیوی عزیمات	۱۷۳	اسلام کا عالمی ہنگام	۱۷۳
۱۷۴	چشمہ کے بے	۱۷۴	تین مشیت چیزیں (۱) عدل	۱۷۴
۱۷۵	سید کی خدمت	۱۷۵	۲ - احسان	۱۷۵
۱۷۶	میراؤ کی قیصر	۱۷۶	۳ - قرآن میں کامن	۱۷۶
۱۷۷	بہنات اعلیٰ کا شک	۱۷۷	تین مشیت چیزیں (۱) عدل	۱۷۷
۱۷۸	دری بچھاؤ (آیت و ترجمہ)	۱۷۸	۲ - سکر	۱۷۸
۱۷۹	آیت و ترجمہ	۱۷۹	۳ - سکر	۱۷۹
۱۸۰	ہنر کے حکمت گواہی	۱۸۰	دری بچھاؤ (آیت و ترجمہ)	۱۸۰
۱۸۱	گھر کے بے	۱۸۱	آیت	۱۸۱
۱۸۲	شریک کا نام	۱۸۲	بچہ آیت	۱۸۲
۱۸۳	میراؤ کی وارث	۱۸۳	قرآن مجید کی عبادت	۱۸۳

۶۹۰	رابطہ آیات	۶۶۸	عہد کی پابندی
۶۹۱	وقت کی طرف رجوعیت	۶۶۹	عہد شکنی کی ممانعت
۶۹۲	دین کی خاطر قربانیاں	۶۷۰	اخیار کی عہد شکنی
۶۹۳	عبداللہؐ بن خدیجہؓ کا ایمان	۶۷۱	گمراہی اور ہدایت کا راستہ
۶۹۴	اصططاری حالت کے مسائل	۶۷۲	بدعہدی ذریعہ فساد ہے
۶۹۵	عزیمت اور رجوعیت	۶۷۳ (آیت ۱۶-۱۷)	درس سبب ششم ۲۶
۶۹۶	درس سبب نہد ۲۹ (آیت ۱۱۳ تا ۱۱۴)	۶۷۴	آیات و ترجمہ
۶۹۷	آیات و ترجمہ	۶۷۵	فانی اور باقی مال
۶۹۸	رابطہ آیات	۶۷۶	حیات طیبہ
۶۹۹	ذاتی طور پر جواب دہی	۶۷۷	مقاومت سے پہلے تعاون
۷۰۰	پرہیز اور بدہلہ	۶۷۸	شیطان کی غلبہ
۷۰۱	غرضاتِ مبعی کی مثال	۶۷۹	درس سبب نہد ۲ (آیت ۱۱ تا ۱۵)
۷۰۲	تہذیب کی سزا	۶۸۰	آیات و ترجمہ
۷۰۳	انکار رسالت پر عذاب	۶۸۱	رابطہ آیات
۷۰۴	امن و امان کی ضرورت	۶۸۲	نسخ آیات کی حکمت
۷۰۵	حلال اور طیب ہدوی	۶۸۳	نسخ آیات کی غرض
۷۰۶	شکر گزاری	۶۸۴	نزل قرآن کی غرض
۷۰۷	درس سبب نہد ۱۱۵ (آیت ۱۱۹ تا ۱۲۰)	۶۸۵	مدح القدس
۷۰۸	آیات و ترجمہ	۶۸۶	نزل قرآن پر اعتراض
۷۰۹	چار عالم چیزیں	۶۸۷	اس کا جواب
۷۱۰	۱۔ مردار	۶۸۸	مشرکین قرآن کے لیے سزا
۷۱۱	۲۔ خون	۶۸۹	درس سبب نہد ۲ (آیت ۱۶۹ تا ۱۷۰)
۷۱۲	۳۔ خنزیر کا گوشت	۶۹۰	آیات و ترجمہ



اپنے رب کی عبادت کے ساتھ یقین رکھو ۲

۴۴
کرات

اس سورۃ کا نام سورۃ الرعد ہے۔ رعد بادل کی گرج کو کہتا ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں بادلوں اور اگلی گرج کا ذکر ہے، اس لیے اس سورۃ کو رعد کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ گذشتہ سورۃ یوسف کی طرح یہ سورۃ بھی مکی ہے جو کہ مکی دور کے آخری حصے میں نازل ہوئی۔ یہ وہی دور ہے جب حضور علیہ السلام اور آپ کے پیروکار سخت مصائب کا شکار ہو رہے تھے۔ اس سورۃ کی تینتالیس آیات، ۸۵۵ کلمات اور ۲۰۵۹ حروف ہیں۔ یہ زیادہ لمبی سورۃ یہاں تک چھ رکوع کی درمیانی سورۃ ہے۔

۴۵
مضامین سورۃ

سورۃ یوسف اور سورۃ رعد کے زمانہ نزول کی طرح ان کے مضامین بھی آپس میں مل جاتے ہیں۔ مکی سورتوں میں عام طور پر بنیادی عقائد توحید، رسالت، قیامت وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت کو بھی مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ توحید کے ساتھ ساتھ شرک کی تمام اقسام کی تردید کی گئی ہے اور ایمان کی ہر نشانیات کو بیان کیا گیا ہے۔ تو اس سورۃ رعد میں بھی بالعموم اپنی چیزوں کا ذکر ہوا۔ اور ساتھ ساتھ منہی باتیں بھی آئیں گی۔ مکی سورتوں میں اصول و عقیدہ کے موضوع کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس کے بغیر انسان کی فکر پاک نہیں ہو سکتی اور نہ ہی عبادات، معاملات اور اخلاق درست ہو سکتے ہیں۔ اس سورۃ کا ایک خصوصی موضوع حق و باطل کی کشمکش ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے واضح فرمایا ہے۔

قرآن پاک میں تین قسم کی آیات آئی ہیں۔ احکامات وہ آیات ہیں جن کا مطلب واضح اور حقیقت روشن ہو۔ ایسی آیات پر عمل کرنا سب کو ہی ہوتا ہے دوسری قسم مشابہات کی ہے ان آیات کا معنی تو سمجھ میں آتا ہے مگر ان کی حقیقت انسانی سمجھ سے باہر ہوتی ہے۔ جیسے اگلی آیت میں ہے

۴۶
تکذیبات
الکفار

فَسَقَاتُوا لِي عَلَى الْعَرْشِ مِثْرًا قَالُوا عَرِشُكَ يَسْتَوِي بِمِثْرِهِ
 حَسَابَتُكَ أَوْ سَعَىٰ لَوْ سَعَىٰ مِثْرًا وَنَقِصَتْ أَمَّا لِي مِثْرًا فَيَسْتَوِي
 كَرَامَتُكَ عَرِشُكَ يَسْتَوِي بِمِثْرِهِ كَرَامَتُكَ يَسْتَوِي بِمِثْرِهِ
 يَسْتَوِي بِمِثْرِهِ أَوْ سَعَىٰ لَوْ سَعَىٰ مِثْرًا وَنَقِصَتْ أَمَّا لِي مِثْرًا
 فَيَسْتَوِي كَرَامَتُكَ عَرِشُكَ يَسْتَوِي بِمِثْرِهِ كَرَامَتُكَ يَسْتَوِي بِمِثْرِهِ

آیات یہ الفاظ کی تیسری اہم خطرات کی ہے۔ ایسے الفاظ کا مطلب
 تو معلوم نہیں ہوتا۔ مگر ان پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ اہم جملہ انہی
 سی طرحی اور دیگر محضریں ہوتے ہیں اللہ اَعْلَمُ بِمَعْنَاهُمْ وَبِذَوَاتِ
 عِزِّهِ اَعْلَمُ بِمَعْنَاهُمْ تاسے کہ ان الفاظ سے کیا مراد ہے۔ جانا ان معنی
 یہ ہے کہ ہم عقیدہ رکھیں کہ ان الفاظ سے اللہ کے جو بھی مرادوں سے
 وہ ہر حق ہے۔ اور جہاں اس پر ایمان ہے۔ جہاں عقل نفس اور ذہن
 گزرتا ہے۔ اس لیے ہم ہر چیز کی حقیقت کہ معلوم نہیں کہ کتنے
 بعض چیزوں کا اثبات اس دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کا علم آخرت
 میں ملے گا۔ اس کی مثال کے طور پر محمدی کلام فرماتے ہیں کہ
 تقدیر کا اندازہ ہے کہ اگر ان حقیقت جنت میں جا کر گئے ہیں، اسی
 طرح عروج و غروب کے معانی ہیں۔ جنہیں ہم نہیں جانتے اور
 اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ جس صورت میں یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ یہ
 برحق ہیں۔ ایسی چیزوں کو زیادہ کر دے کہ ان باتوں میں کوئی شک
 کرنے سے انہیں گمراہ ہو نہ سکے۔ لہذا غیر میں یہ طریقہ بہتر سمجھا جاتا
 ہے کہ انہیں ایسی چیزوں میں زیادہ کر دے کہ نہ

بعض محضریں اور کھلیں کتابیات اور قطعہات میں محض
 اس لیے بہت کرتے ہیں کہ انہوں کے انہوں قرآن کلام کے
 قریب رہی اور لوگ اللہ کی کتاب سے دیکھ نہ سکیں۔ دیکھ نہ سکتے

بہت کئے
 تقریباً

یہی ہے کہ خود حضرت علیہ السلام نے بھی حروف مقطعات کے متعلق کوئی بحث نہیں کی ہے۔ حافظ ابن حجر فتح البدی میں ذکر کرتے ہیں کہ ان حروف میں نہ تو آنحضرت نے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے کلام کیا ہے بلکہ آپ ان حروف کو اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح یہ نازل ہوئے ہیں، البتہ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ان حروف کو من معنی قیسم کرو اور ان کی حقیقت دریافت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ پھر صحابہ کرامؓ کے آخری دور میں جب عجم کے اکثر لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے ان حروف کے تعلق کریمہ کی قرآن کے بعض معانی حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہوئے مگر یہ محض تقریب فہم کے لیے ہے، بعض سے پھر بھی کچھ نہیں کہا جاتا جب حضرت علیؓ سے تقدیر کے مسئلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ فَلَ تَفْهَمُوْا یہ اللہ تعالیٰ کے وارث ہیں، ان میں تحقیق نہ کرو، اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ ان خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ بعض مفسرین اور محدثین آگے لڑنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اجتماع کی مختلف صورتیں بیان ہوئی ہیں اور ان حروف مقطعات کا اشارہ رحمت خداوندی کے اکٹھا ہونے کے مقام کی طرف ہے۔ بعض ان حروف سے جلدی کا جھنڈا اُڑا دیتے ہیں اور یہ اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا۔ جو قرآن کریم کی تعلیمات کو اپناتے گا۔ بعض فرماتے ہیں کہ علوم الیہ یا معارف باقی کی چمک ان حقائق سے ہے جو اس سورۃ میں بیان کیے گئے ہیں اور آگے سے وہ حقائق مراد ہیں۔ علی ہاشمیؒ نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ اس سورۃ میں اللہ نے ہدایت اور رشد کی پریشانی باتیں اور لطائف واسرار کو بیان کیا ہے اور ان حروف سے یہی چیز مراد ہے

ہے جس سے حق واضح ہوتا ہے اور باطل مٹتا ہے ۔

الکتاب

ارشاد ہوتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ایہ آیات ہیں الکتاب کی تفسیر میں لکھا
شاہ شرف علی تھانی فرماتے ہیں کہ الکتاب سے عظیم کتاب مراد ہے قرآن کریم
ہی وہ عظیم کتاب ہے جو صحیح معنوں میں کتاب کہلانے کی مستحق ہے اس
کے علاوہ باقی تمام کتابیں مجازاً الکتاب کہلاتی ہیں۔ حقیقی کتاب یہی ہے یہ
خدا تعالیٰ کے علم اور کسفت کا طور ہے ۔

امام سیوطی در سہ صدی عمری کے امام ہیں۔ ایک موقع پر استاد
کے سامنے عبارت پڑھتے ہوئے تخطی کی قراستاء صاحب نے فرمایا
کہ تم دین کی تعلیم حاصل کیسے ہو مگر تمہارا تخطی ہی درست نہیں امام صاحب
یہ سن کر مسرت اظہر ہوئے اور اٹھ کر چلے گئے۔ انہوں نے پختہ
ارادہ کیا کہ عربی قواعد کی تعلیم حاصل کیے بغیر آگے نہیں بڑھوں گا۔ چنانچہ
انہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ علم نحو کی تحقیق و جستجو میں گزار دیا جب آپ نے
اس علم میں کمال حاصل کر لیا تو استاد کے پاس آئے۔ بہر حال امام صاحب
نے علم نحو کی تحقیق میں دو ضخیم طبعوں میں الکتاب نامی کتاب بھی لکھی۔ اگرچہ
یہ کتاب آجکل نہیں پڑھائی جاتی مگر اس سے اخذ ضرور کیا جاتا ہے اس
کتاب کو بھی اس کی عظمت کی بنا پر الکتاب کہا جاتا ہے۔ تاہم سب سے
عظیم الشان کتاب قرآن حکیم ہے اور اس کے متعلق یہاں ارشاد است کریم
الکتاب کی آیتیں ہیں ۔

قرآن برحق

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمٍ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَرْضِ يَوْمَ لَا تَكُنُ لَهُمْ دَارٌ وَلَا مَقَرٌ
وہاں آیت ہے اور برحق ہے۔ حق کا حق ثابت چیرتا ہے جس میں شک
شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ قرآن پاک کو حق کہا گیا ہے۔ جس کے تمام علوم و
معارف واقع کے مطابق ثابت ہیں اور اس میں کوئی غلط یا غلوک چیز

شامل نہیں ہے۔ پھر اسی کتاب کے ضمن میں وہی کے عوام کی شریعت
میں ہے۔ وہ بھی واضح ہے۔ وَلَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانُ اس
لہذا يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ کے وجود کو ضرور یہی نہیں دے گا۔ لیکن
عام گناہ ہے کہ ہرگز نے اندر ہر دور میں اکثر یہ غلط تفسیر ہے یہی
ہے۔ وَلَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ اس میں ہے کہ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ کی یہ غلط فہمی
قرآن اور اسی دھرم و دین کے لیے چلتے ہیں۔ وَلَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ کی
کے اصول و حکام کو بنانے کے لیے یہی نہیں دے گا۔ وَلَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ
یہی یہ بات بیان کر رہے ہیں کہ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ ہے یہی یہی ہے
ہر دور میں قرآن پاک کی حقیقت اور حقیقت کا بیان بھی ہے۔

اس کی
حقیقت

اب اگلی آیت میں یہ شعر يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ کے
لہذا یہ کہا ہے وَلَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ کہ یہی یہی ہے۔ وَلَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ
میں وَلَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ کا لہذا یہی ہے۔ وَلَا يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ
يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ
ہے میں نے آسمان کی غیر مخلوق کے یہ کیا ہیں کہ تم دیکھتے ہو۔
یہی نہیں کہ آسمان میں ہر دور میں ہے۔ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ کے لیے
خضر، یمن، سبزی، اہل کاغذ میں استعمال ہوا ہے۔ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ
يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ
يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ
یمن، سبزی، اہل آسمان، درخت، درخت، درخت کے درخت، درخت
ہر دور میں ہے۔ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ ہے یہی یہی ہے۔ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ
میں کے يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ ہے۔ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ کے لیے يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ
ہے۔ اگرچہ اس کی حقیقت کی حقیقت کے قابل نہیں ہے۔

بعض لوگ آسمان کی حقیقت کے قابل نہیں ہے۔

ہو نگاہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ درمطبی فرماتے ہیں کہ آسمانی کائنات کی قطع قطع جیسی زمین جیسی ہی ہے۔ درگجہ آسمانی کروں کی طرح زمین بھی ایک کمرہ ہے اور فضا میں معلق ہے۔ تیز ترین لاکٹ کے ذریعے جو لوگ زمین سے بہت دور فضا میں ملے جاتے ہیں انہیں زمین بھی چاند، سورج اور دیگر سیاروں کی طرح ایک گول مٹول سیارہ ہی نظر آتی ہے مگر انہیں چاند روشن اور زمین تاریک نظر آتی ہے کیونکہ چاند کے عناصر زمین کی نسبت لطیف ہیں۔ سہر حال شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آسمان محض ایک مدنگاہ کا نام نہیں بلکہ یہ ایک شے کی حقیقت ہے۔ سورۃ بقرہ میں اللہ کا ارشاد موجود ہے کہ اُس نے تمہارے لیے زمین کو فرش و السَّمَاء بِنَاءً اور آسمان کو چھت بنایا۔ ظاہر ہے کہ چھت ایک شے چید ہوتی ہے جو دیواروں اور ستونوں پر کھڑی کی جاتی ہے مگر آسمان کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ چھت ضرور ہے مگر بغیر دیواروں اور ستونوں کے ہے بلکہ اللہ نے اُسے اپنی کمال قدرت کے سامنے کھڑا کیا ہے۔

سائنس دانوں کی تحقیق یہ ہے کہ تمام آسمانی کوسے قانون کشش کے ذریعے اپنے اپنے دائر میں محو گردش ہیں اور یہ آپس میں ٹکرات نہیں کرتے قانون کشش بھی تو خدا تعالیٰ ہی کا پیدا کردہ ہے جس نے تمام کروں کو مربوط بنا رکھا ہے جب تک یہ قانون موجود ہے۔ موجودہ نظام شمسی اسی طرح برقرار ہے۔ پھر جب اس قانون کو ختم کر دیا جائے گا تو سارا نظام درجہم بہ جم ہو کر کراست آپس میں ٹکرا جائیگا اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ اس دن آسمان بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ مگر اس وقت تک یہ آسمان ایک حقیقت کے طور پر قائم ہے جس کے متعلق یہاں فرمایا ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں کے

یہ کہی ہے چھ ہر شخص کو جو خدا کا ہے۔

فرمایا اللہ نے بغیر رسول کے آسمانوں کو کھڑا کیا تھا اسکوئی

حق العرشوں پر جو عرش پر عرش ہے۔ آیت اس کا ہے

عشاءات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر عرش ہے کہ کوئی

کسی کو معلوم نہیں۔ چنانچہ انھیں اس کی قریب تین طریقوں سے کرتے ہیں

جہن عرشات اس کو عرش عرش میں پہنچتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش ہے

قلم ہوا اس طرح نہیں ہر طرح ہر طرف پائی پائی ہے۔ پہلے ہی کہ اس

کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کا کنٹرول ہے۔ عرش ہی

کہتے ہیں: اسکوئی پیشانی علیٰ العرشوں میں۔ علیٰ عرشوں

میں بغیر عرش کا ارشاد نہیں کیا بغیر عرش کا قلم ہوا ہے۔ کوئی پائی پائی

کا عملی قلم ہوا ہے۔ اس کے لیے عرش پر کنٹرول حاصل ہو گیا۔

بعض لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش ہی اس کے لیے

ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر عرش ہے۔ عرش ہی اس کے لیے

ہے۔ تاہم یہ۔ ہم خدا کے پہلے کہ اس طرح گول نہیں کہتے۔ عرش

ہم کسی چیز پہ پہنچتے ہیں۔ چھوٹی دنیا میں کہتے ہیں۔ ہم جہاں ہی نہیں

ہوئی جہاں سے دائیں بائیں آگے پیچھے ہوتے ہیں۔ جہاں ہی ہے۔

اس کے پر عرشوں اللہ تعالیٰ کی عرشوں، عرشوں اور عرش

ہے پاک ہے۔ لہذا اس کے عرش پر عرش ہی ہے کہ کوئی عرش

زمین میں نہیں ہو سکتا۔ ہم ہی چیز پر بیان دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش

پر عرش ہے جہاں اس کی شان کے ہوتے ہیں۔ ہم اس کے

عرش پر پہنچنے کا کیفیت کہتے ہیں کہ کہتے ہیں۔

تمام شاعری اللہ تعالیٰ کی عرش پر عرش اس کے لیے کہ اس کے لیے عرش

ہیں کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے عرش اور تمام

مخلوق اللہ تعالیٰ کی پیدا کر دے۔ اسی طرح عرش بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور عرش سے نیچے کی تمام اشیاء مخلوق میں داخل ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات دروازہ اور دروازے، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عرش پرستوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی تجلی جب عرش پر پڑتی ہے تو سارے عرش رنگین ہو جاتا ہے، پھر اس تجلی کے اثرات نیچے تمام کائنات پر پڑتے ہیں اور پھر عرش کی طرف لوٹتے ہیں۔ تو عرش پر پڑنے والی تجلی کو تجلی اعظم کہا جاتا ہے اور اسی تجلی کے لیے ہم اپنی زبان میں اللہ کا لفظ بولتے ہیں اسی کے لیے دھان کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ انسانی ذہن خدا تعالیٰ کی اس تجلی اعظم تک ہی رسائی حاصل کر سکتا ہے جب کہ خدا تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند ہے جو انسانی ذہن میں نہیں آ سکتی۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حظیرہ القدس میں پہنچ جائے تو وہ تجلی اعظم کو نمایاں طور پر محسوس کر سکے گا۔ کیونکہ یہ دلوں پر براہ راست پڑ رہی ہے مگر اس مادی دنیا میں بہتے ہوئے دلوں تک رسائی ممکن نہیں، البتہ مرنے کے بعد آخرت میں جا کر ان ان تجلی اعظم تک ترقی کر سکتا ہے اور اس کو واضح طور پر سمجھ سکتا ہے۔

تفسیر شریعت

فرمایا اللہ عرش پر نشی ہوا وَصَحَّ السَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور اس نے سورج اور چاند کو صاف کر دیا ہے یعنی کام میں لگا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کل یخسب عنہ لا جگہ ٹھنڈی ان میں سے ہر ایک مقررہ وقت کے لیے چلتا ہے۔ سورج اور چاند اپنے اپنے راستے پر محو سفر ہیں سورج مکمل بارہ ماہ تک ایک ہی مدار میں چلتا ہے۔ جب کہ چاند ہر ماہ اپنا مدار تبدیل کرتا رہتا ہے۔ ہر حال اللہ نے ان کے لیے اپنی اپنی منازل مقرر کر دی ہیں جس میں وہ چلتے سہتے ہیں اور انسان

کی خدمت کرتے تھے ہیں، جس سے انکی ضروریات کے لئے بھی کچھ اور
 عزت و احترام پہنچا رہا ہے، اس کے اثرات سے انکی اصلاح چلتی
 رہی، چاند کی روشنی کو دشمن سے پہلوں میں دس ہوا ہوا ہے، جند کے
 پانیوں میں مدد پر کافور پیدا ہوا ہے اور میریں کافر ہفت پر بھی ہوا
 ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نظام شمس کی ایک ضرورت اس کے
 لئے جاری فرما رہا ہے۔ یہی نظام اپنی مقربہ دست کو پہنچا رہا ہے
 کافر اور نظام مدیم پر ہم پہنچا رہا ہے اور پھر دوسرے نظام شروع ہو جائیگا۔
 لڑیہ کی طرح لڑا کافر اور نظام پر پہنچا رہا ہے کی خدمت پر کافر ہے لڑ
 کافر لڑیہ صفت دوسروں میں تعلیم کر کے شریک کے شریک رہتے ہیں۔
 وہ خیریت کہ کبھی تیر کر کے اپنے میں جلا کر یہ لڑیہ تعالیٰ کی صفت دوسر
 ہے۔ پھر فرما کہ تعالیٰ الایمان اللہ تعالیٰ انہوں کو کھول کر بیان
 کہ اس قدر صحت کے لئے اس کا اشارہ نہیں رہتے وہاں اور اس کے لئے کہ
 ہے۔ کہ لڑیہ صفت دوسرے کے لئے کہ لڑیہ صفت دوسرے کے لئے کہ لڑیہ
 کی صفت پر انہیں دوسرے صفت ہے کہ لڑیہ صفت دوسرے کے لئے کہ لڑیہ
 مرے کے لئے لڑیہ کے لئے دوسرے ہے۔ وہاں صفت دوسرے کے لئے کہ لڑیہ
 کی لڑیہ کے لئے لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ
 تو خدا کا لڑیہ میں لڑیہ ہے کہ لڑیہ خدا کا لڑیہ ہے کہ لڑیہ
 کہ لڑیہ کے لئے لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ
 ہے کہ لڑیہ کے لئے لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ
 نے اپنی کیا ہے میں کھول کر بیان کر رہا ہے کہ لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ
 وہاں لڑیہ اور لڑیہ ہے کہ لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ کے لئے کہ لڑیہ

Figure 1

وما آتٰہم ۱۳

الحد ۱۳

دس دوشم ۲

آیت ۲، ۴

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ
وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الشَّجَرِ جَعَلَ فِيهَا
زُوجَيْنِ آسَيْنِ يُفْثِي اللَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي
ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ② وَفِي الْأَرْضِ
قِطْعٌ مُتَجَاوِرٌ وَجَعَلْنَا مِنْ أَغْنَابٍ وَزُرْعٌ
وَنَخِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَيْرُ صِنَوَانٍ يُسْقَى بِعَذْوَانِ
وَنَفْضٍ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ③

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے پہلیا
ہے زمین کو اور نیکے ہیں اس میں پھیل پہاڑ اور پانی کی نری
اور ہر قسم کے پھلوں سے بنایا ہے اس (زمین) میں جوڑا جوڑا۔
وہ اڑھایا ہے رات کو دن پر۔ بجک اس میں البستر
نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں ②
اور زمین میں مختلف خطے ہیں ایک درخت کے ساتھ
سے ہونے، اور باغات ہیں انگوڑوں کے اور کھیتیاں ہیں
اور کھجوریں ہیں ایک تنے سے نیکے ہونے اور لگ لگ
بھی۔ ان کو سیراب کیا جاتا ہے ایک ہی پانی سے، اور صم
فضیلت جیتے ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر کھانے

اور بعض موشگرم پتھر پختیسیں اُپر اُڑتے ہیں۔ یہاں کے چھوٹے
 پتھر سے نکلنے والا پتھر بھی پختی ہو سکتا ہے۔ پانی یا آبی واسے سکتے ہی کہ
 سطح اُچھی پر تھیس ہزار ہفت ہزار پانی کا ٹال میں ہی ہے۔ جیسے ایک
 گڑبڑ کی چیز پر تھ کے سر میں تھ کے کی ایک حیثیت ہے۔ اس طرح زمین
 کے چھوٹا اور وسعت کے ساتھ میں تھ کے سے ڈا پڑ بھی کوئی
 حیثیت نہیں رکھتا۔ لہذا یہاں کی موشگرم زمین کے چھوٹا پر کچھ
 پتھر اُڑا دیں ہوتی۔ بہت پانی تھ کے کچھ اُچھرتے ہوئے نظر آتے ہیں
 جبکہ اگر اُچی زمین ہو تو ہی نظر آتے ہیں۔ یہی زمین کے بے حد
 کا نظریہ استعمال کیا گیا ہے مگر حقیقت میں زمین کی تھ کا پتھر اُڑا
 شکل کی ہے۔

سوائے اجزاء میں زمین پر پانی یا آبی تھ کے کی تھ کے پانی کی گئی
 ہے۔ آگ۔ آبی تھ کے پتھر اُڑا کر زمین حرکت کر کے زمین میں
 دھیر دھیر ہی تھ کے تھ کے تھ کے پانی کے ہی۔ پتھر اُڑا کر
 عام تھ کے کر زمین پر پانی پتھر اُڑا کر تھ کے پانی کا آواز ہی تھ کے
 ہے اور یہ تھ کے دھیر دھیر ہی تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے
 دھیر دھیر تھ کے تھ کے پانی کے پانی کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے
 تھ کے کی تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے
 والی تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے
 تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے
 کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے
 سے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے
 پانی کیا کر کے ہے۔ پانی پانی کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے
 اور پتھر اُڑا کر تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے تھ کے

پانی
 کا
 آواز

جس سے پھل سبزیاں اور لکھ پید ہوتا ہے۔ یہی پانی پیڑوں کے اندر ہی اندر چلتا رہتا ہے اور کسی جگہ پتھروں کی شکل میں ابل پڑتا ہے جس سے خود پیڑی علاقوں کے انسان، جانور اور زمین سیراب ہوتی ہے پیڑوں کی بعض جڑیں بوٹیاں ہیں جو انسانی صحت کے لیے بڑی مفید ثابت ہوتی ہیں۔ تمام معدنیات مثلاً سونا، چاندی، لوہا، مسیر، ابرق، چونا اور پتھر پیڑوں ہی کی پیداوار ہیں جو انسانی زندگی کے لیے نہایت مفید ہیں۔ پیڑوں میں پیدا ہونے والے بڑے بڑے درخت عمارتی اور دوسری کارآمد ٹھکڑی دیا کرتے ہیں، جو انسانی معاشرے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اسی لیے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کجوشد کا معنی یہ ہے پیڑوں کی عدم موجودگی کی صورت میں انسانی زندگی مضطرب ہو جاتی ہے۔

وَمِنْ بَنِي الشَّعَرَاتِ اللّٰهُ تَعَالٰی نے زمین میں ہر قسم کے پھل بھی پیدا کیے۔ جَعَلَ فِيْهَا رَوْحًا مِّنْ اَشْيَئِ

زمین میں ان کا جوڑا جوڑا بنایا۔ زمین کا ایک معنی نور اور مادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھلوں میں نور اور مادہ پھل پیدا کیے ہیں۔ اور دو دو کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر ایک پھل میٹھا ہے تو دوسرا بھی کھٹا ہے ایک شرس ہے تو دوسرا ترش ہے یا ایک اعلیٰ درجے کا ہے تو دوسرا

دستی درجے کا۔ ہم روزمرہ زندگی میں ایسے پھلوں کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ مختلف قسم کے پھل ہیں جن کی شکلیں مختلف ہیں۔ رنگ اور ذائقے مختلف ہیں۔ کہیں پھیکا پھل کام دیتا ہے تو کہیں میٹھے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہیں ترش چیز دکار ہوتی ہے تو کہیں کھلا کام دیتا ہے مگر انسانی ضروریات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف انواع پھل پیدا فرمائے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ تَعَالٰی اَلَيْسَ اَللّٰهُكَارِوُحَاكُم

مختلف
الانواع
پھل

شہد
کاتیر

کوئی ریتلی ہے اور کوئی پتھر ملی۔ سدرث شریف میں آتا ہے کہ آسمانی
 نے فرشتوں کو حکم دیا کہ زمین کے مختلف خطوں سے مختلف الانواع سٹی
 لے کر اُس سے آدم علیہ السلام کا مجسمہ بناؤ، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضور
 علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح انسان کی تخلیق مختلف قسم کی مٹی سے ہوئی
 اُسی طرح ان کے اخلاق بھی مختلف ہیں۔ مٹی کی طرح کوئی سخت مزاج
 ہے اور کوئی نرم مزاج۔ بعض کدریالی زمین کی طرح کٹے ہوئے ہیں
 اور بعض لوگوں کے طبائع زرخیز زمین کی طرح بڑے باصلاحیت
 ہوتے ہیں گویا زمین کا اختلاف نوع انسانی کے اختلاف سے ملتا
 جلتا ہے۔ حضور کے فرمان کے مطابق تمام نسل انسانی میں مٹی کا
 اترقیات تک موجود ہے گا۔ بعض انسان پاکیزہ اخلاق ہوں گے اور
 بعض جلیث طینت، اسی طرح بعض لوگ خوش اخلاق ہوں گے اور
 بعض بااخلاق۔ یہ تو اس زمین کا اثر ہے اور اس دنیا کے ساتھ ہی ختم
 ہو جائے گا۔ قیامت کے بعد جب نئی زمین پیدا ہوگی تو وہ میرے
 پانڈی کی مانند سفید ہوگی اور اس کے کسی حصے میں کوئی اختلاف نہیں
 ہوگا بلکہ ساری زمین یکساں نوعیت کی ہوگی۔

اس زمین کے مختلف الانواع ہونے میں یہ حکمت بھی ہے
 کہ ہر حصے سے مختلف قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ کہیں سے
 پٹرول نکلے، کہیں سے گندہ اور لوہا برآمد ہو رہا ہے۔ کہیں سے مرکا
 پتھر یا اجاتا ہے تو کہیں کینٹ اور چونا ملتا ہے۔ کہیں سونا پانڈی ہے
 اور کہیں حوامہرات پائے جاتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں انسانی ضروریات
 کی ہیں اور ایک حصے کی چیزیں دوسرے حصے کے بھی کام آتی ہیں
 اگر ساری زمین ایک سی ہوتی تو ایسی مختلف ضروریات زندگی کی تکمیل
 کیسے ممکن ہوتی؟

ہیات اور
کشتیاں

فریاد اٹھنے لے زمین میں مختلف خطہ ہلکے ہیں اور مختلف قسم
آتشکند اور خشکوں کے باغات بھی اٹھنے لگے ہوا ہے۔ اس
کھجور، آمار کے کھم اور آٹھ بھی شبنم ہیں۔ قرآن مجید اور اٹھ
سے کشتیاں بھی پہاڑ ہیں، اس میں آواز، پھل اور سبز ہیں۔ ہوا
ہیں جو انسانی اور حیوانی زندگی کے لیے لازمی ہیں۔ قرآن مجید اور اٹھ
سے کھجور بھی پھل لازمی ہیں۔ کھجور کا درخت بھی شبنم کی طرح ہے۔
اس کی سیڑھیوں کو بھی میں جن کے مختلف رنگتے ہیں۔ ان کی
خفگیں اور بہاوت بھی مختلف ہے۔ کوئی آبی ہے اور پھول، کوئی
سما ہے اور کوئی شرب، کوئی گھنٹا دلی اور کوئی تیز گھنٹا کے، کوئی
جلدی استعمال کرنے والی ہوتی ہے اور کوئی بے عرصہ تک کارآمد
رہتی ہے۔ کھجور کے درخت بھی کوئی چھوٹے ہوتے ہیں اور کوئی
بہت بڑے۔ بعض درخت صدوں تک قائم رہتے ہیں اور پھل بھی
لگتے رہتے ہیں۔ جبکہ اس کی بعض اقسام کم عمر ہی ہوتی ہیں۔
مختصر طبع اسلام کا قانون ہے کہ کھجور کے درخت کو زمین و آسمان
کے مابین بہت حد تک ثابت ہے۔ جس طرح سونے جیو سر ہنر
رہا ہے اسی طرح کھجور کا درخت بھی رہا ہے۔ جس طرح اس
درخت سے لوگ ہر وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اسی طرح سونے کے
احمال و اخلاق بھی انسانوں کے کھم گتے ہیں کیونکہ سونے کا ہولناکی
سے نواز اور اس کا اختیار پاک ہوتا ہے۔ جس طرح کھجور کا درخت
لوہ کی طرف فضا میں پھیلتا ہے اسی طرح سونے کے اعمال و اخلاق
بھی پھیلتے ہیں۔ جس طرح کھجور کے درخت کی چوٹی بہت بلند ہوتی
ہے، اسی طرح سونے کے اخلاق بھی بہت بلند ہوتے ہیں۔
اٹھنے لگے کھجور کے درخت کے تذکرے میں مستند

مکتبہ
مکات

مَسْنُونٌ وَخَاتَمُ مَسْنُونٍ کہ بعض درخت ایک جڑ سے دو تنے والے ہوتے ہیں جب کہ بعض
 کا ایک جڑ پر ایک ہی تنہ ہوتا ہے۔ اس قسم کے درخت کجور کے بھی ہوتے ہیں اور بعض دوسرے
 بھی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی حضرت عباسؓ
 سے کسی بات پر حجاج کھلائی ہو گئی حضورؐ کو پہنچا تو فرمایا اے عمرؓ! کیا تم نہیں جانتے
 اِنَّهَا اَلْعَمَّ مَسْنُونٌ کہ چھاباب کی شاخ ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح
 کسی درخت کی ایک جڑ سے دو تنے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک
 والد کی اولاد میں باپ اور چچا دو تنے یا دو شاخیں ہوتی ہیں۔ فرمایا عباسؓ
 میرے چچا اور واجب الامتہام ہیں۔ یاد رہے کہ حضور علیہ السلام کے
 چار چچا تھے۔ جنہوں نے حضور علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ ان میں سے حضرت
 عباسؓ اور حضرت حمزہؓ فرمایا ان سے شرف ہوئے جب کہ ابولہب
 اور ابوطالب کفر پر ہی گئے۔ البتہ ابولہب حضورؐ کا سخت دشمن جب
 کہ ابوطالب آپؐ کا چھوڑ تھا۔ اُس کے ایمان نہ لانے کا حضورؐ کو بڑا
 افسوس تھا مگر اللہ نے فرمایا کہ یہ آپؐ کے اختیار میں نہیں بلکہ میرے
 اختیار میں ہے۔ میں بہتر جانتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں، وہیت یہ کہ
 فرمایا مختلف قسم کے درخت ہوتے ہیں کُشْتَلِیْ فَعَاوِیْ وَ اَحَدُ
 جَنَیْنِ اَکْبَرِیْ یَانِیْ سے سیراب کیا جاتا ہے۔ وَ تَقْوِلُ بَعْضُهَا
 عَلٰی بَعْضٍ وَفِی الْاَشْجَلِ اور ہم فضیلت دیتے ہیں بعض
 کو بعض پر کھانے میں۔ بعض نہایت ہی خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔ جبکہ
 بعض پیچھے، عرش یا بد ذائقہ، حالانکہ پانی سب کو ایک ہی مٹا ہے۔ امام
 رازیؒ۔ امام ابو جبر جصاصؒ اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ اس
 آیت میں نیچریوں کا رد ہے جن کا دعوئے ہے کہ ہر کام نیچر کے تحت
 خود بخود ہو رہا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ایک ہی کیفیت میں ایک ہی پانی
 سے سیراب ہونے والا کوئی فروزہ میٹھا اور کوئی پھیکا نہ ہوا بلکہ فطرت

کے قائلوں کے مطابق سب کا رنگ اور ذائقہ ایک ہی ہے۔ مگر ایسا
 نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ چیزوں کو پہچان کر پہچان کر ان کا نام
 نہیں بلکہ ان کو تعالیٰ کی قدرت اور کائنات پر ہے جس نے بعض رنگ
 اور چیزوں کو بعض دوسروں پر تفصیل عطا کی ہے۔

فَرَادَاكَ يَا ذَوْتَكَ لَا يَتَرَكُوكُمُ يَتَوَكَّلُونَ
 بلکہ ان تمام چیزوں میں انہیں ہی ان رنگوں کے لیے جو عقل
 رکھتے ہیں۔ زمین کے مختلف خطے، اوقات، کھیتیاں اور کھجوریں
 کے وقت کا اس وقت میں سے ہیں توئی حکمت متعالیہ
 فَرَادَاكَ يَا ذَوْتَكَ لَا يَتَرَكُوكُمُ يَتَوَكَّلُونَ
 ہے کہ ان کو تعالیٰ کی ذات واحد و شریک ہے۔ مگر یہ دلائل ان
 لوگوں کو نظر آتے ہیں جو صاحب عقل ہیں۔ اور ان کو حکمت نام رکھتے
 ہیں۔ جو ان کو عقل کو استعمال نہیں کرتے۔ وَالْعَشِيرَةُ الْبَيْتُ الْكَلْبُ
 الْكَافِرُ لَا يَتَوَكَّلُونَ وَالْكَافِرُ لَا يَتَوَكَّلُونَ
 ہے عقل پر۔ نیز فَرَادَاكَ لَا يَتَرَكُوكُمُ يَتَوَكَّلُونَ
 ہے کہ ان لوگوں سے بھی بات ہے۔ ان کو ان کی قدرت نظر آتی ہے مگر ان
 نہیں پا رہے۔

وَإِنْ تَعَجَّبَ فَتَعَجَّبْ قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا تُرْبَاءَ إِنَّا
 لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ
 الْأَغْلَىٰ فِي أَعْيُنِهِمْ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَأْثَمِ
 فِيهَا خَالِدُونَ ⑤ وَيَتَعَجَّلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ
 الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلَتُ
 وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ
 وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ⑥ وَيَقُولُ الَّذِينَ
 كَفَرُوا كُولا أَنْزِلْ عَلَيْهِ آيَةً مِنْ رَبِّهِ إِنَّمَا
 أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ مَكَادٌ ⑦

ترجمہ: اور اگر آپ تعجب کریں تو ان کی بات
 زیادہ قابل تعجب ہے (جب کہ وہ کہتے ہیں) کیا جب ہم
 مٹی ہو جائیں گے تو کیا نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے۔
 یہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کے ساتھ، اور یہی
 لوگ ہیں کہ طریق ہنگامہ انگیزوں میں، اور یہی لوگ ہیں دوزخ ملے
 جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ⑤ اور آپ سے جلدی طلب
 کرتے ہیں یہ بُرائی کو بدلتی سے پہلے۔ اور تمہیں گنہ چکی ہیں
 اس سے پہلے مثالیں (عذاب کی)۔ اور جیسا کہ تیرا پروردگار

الَّذِينَ هُمْ فِي حَبَابٍ مُّسْتَوٍ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كُفْرُهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَسِيمٌ ۚ
 کیا جب ہم برسیہ ڈھال ہو جائیں گے تو پھر زندہ ہو جائیں گے؟ گویا
 ان لوگوں کا بیٹ بعد الموت پر یقین نہیں تھا۔ اللہ نے فرمایا ان کا
 انکار نہایت ہی عجیب انگیز اور افسوسناک ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے
 اس عظیم کائنات کو بغیر مادے، سابقہ نمونے اور آسے کے پیدا فرمایا
 تو انسان جلی چھوٹی سی چیز کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کون سی —
 مختلف بات ہے وہ تو پہلے ہی الٰہ

کو یہ کہ چکا ہے، قراب اس کو دوبارہ کیوں نہیں ٹھہرا کر سکے گا؟
 بہر حال وہ لوگ قیامت کے وقوع اور دوبارہ زندگی پر تعجب کرتے تھے
 کفار کی دوسری عجیب انگیز بات یہ تھی کہ وہ کہتے تھے ”أَجْعَلِ
 الْوِلْدَانَ آِلٰهًا ۚ قَالُوا بَلٰ اِنَّا نَحْنُ الْغٰثِیْنَ ۚ هٰذَا كُفٌّ عَنِ الْبَحۡثِ ۚ
 (ص) کیا تمام جمودوں کو چھوڑ کر صرف ایک مجبود کی پرہیزگی بنے،
 یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد نے ہر کام کے لیے
 علیحدہ علیحدہ مجبود بنائے تھے ہیں جو اپنے اپنے دائرہ اختیار میں لوگوں کی بگڑی
 جاتے ہیں، ان کی حاجت، روانی اور مشکل کٹائی کرتے ہیں، عیدلاتے
 سارے کام صرف ایک مجبود کے انجام دے سکتا ہے۔ یہ تو ناممکن
 بات نظر آتی ہے۔ اللہ نے ان کی دونوں باتوں کی نفی فرمائی ہے
 اُس کی قدرت میں وقوع قیامت اور محاسبہ اعمال بھی ہے اور
 کائنات کے تمام امور اللہ وحدہ لا شریک ہی انجام دینے پر قادر ہے
 اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔

فَرِیۡاۤ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہُمۡ ۚ سِیۡرَۃُہُمۡ سِیۡرَۃُ الَّذِیۡنَ
 جنہوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا، اس کی قدرت کا یقین نہ کیا اور
 اس کی صفت ہی کو نہ پہچانا۔ وہ کہتے تھے کہ مرنے کے بعد کون زندہ ہوگا

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هِيَ الَّتِي فِيهَا يَدُورُونَ وہ اپنے
انجام کو پہنچ جائیں گے ہمارے ساتھ اخلہ فانی وہ اس دوزخ
میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں ہوگی
کیونکہ کفر اور شرک کی سزا دائمی ہے۔ البتہ اعمال کی خرابی کی سزا وقتی
ہوگی جو کہ قطعیہ قلب کے لیے دی جائے گی۔

عبداللہ
سے
پہلے
برائی

آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور مشرکین کی ایک اور خرابی کا ذکر فرمایا
ہے وَيَسْأَلُونَكَ يَا مُحَمَّدُ بِالْحَسَنَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ یہ لوگ
آپ سے صبرانی سے پہلے برائی کو چاہتے ہیں۔ صبرانی تو ایمان قبول
کرنے اور نیکو اختیار کرنے سے آتی ہے مگر یہ تو انہوں نے کیا نہیں
وہ اپنے کفر اور شرک پر اٹھے ہوئے ہیں اور خود اپنی زبان سے عذاب
طلب کرتے ہیں۔ سورۃ انفال میں ان کا یہ بیان موجود ہے "الَّذِينَ
إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لَأَقْبِرَنَّ عَنْكَ نَافِثًا
بِجَاهَةٍ مِّنَ النَّاسِ أَوْ أَثْنَاءُ يَكْفُرُوا بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ
لَا يَرْجِعُونَ" اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچی ہے تو ہم پر آسمان
سے پتھروں کی بارش برسے یا کوئی اور دردناک عذاب نازل کرے
سورۃ بنی اسرائیل میں ہے "أَوْ نَسُفُكُمُ النَّاسَ أَكْثَرًا
مِّنَ النَّاسِ أَوْ نَكْفِيكُمْ إِلَهُكُمْ أَوْ نَكْفِيكُمْ إِلَهُكُمْ
أَوْ نَكْفِيكُمْ إِلَهُكُمْ" ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی گرا دے
ہم تو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ دیکھو یہ کتنے
بے وقوف لوگ ہیں جو اپنے مومنوں سے سزا کے طالب ہیں اور
جب یہ سزا آجاتی ہے تو پھر ٹالی نہیں جاتی۔ فرمایا وَقَدْ خَلَقْتُ
مِنْ قَبْلِهِمُ النَّفْثَاتِ اور اس سے پہلے اس قسم کی سزاؤں
کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ اللہ نے انفراروں کو طرح طرح کے عذاب
میں مبتلا کیا، مگر یہ لوگ ان مثالوں کو دیکھ کر بھی عبرت حاصل نہیں

اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرہ) حضور علیہ السلام تمام
 قوموں کی طرف رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا کُنْتُ اِمَامَ الْاَشْوَکِ
 وَالْاَحْمَرِ مجھے تمام کالے اور سُرخ لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔
 اس میں ہر قوم اور ہر ملک چین، جاپان، روس، امریکہ، آفریقہ اور
 ایشیائی ممالک شامل ہیں۔ سورۃ النعام میں ہے کہ آپ کو اس لیے
 مبعوث کیا گیا ہے لِتُذِرَ اَعْمَالُ الْکُفْرِی وَصَرِّحَ حَوَکِیْہَا
 تاکہ آپ اہل مکہ اور گروہِ ویش کے لوگوں کو ڈرائیں۔ اور فرمایا
 یہ قرآن آپ کی طرف اس لیے نازل کیا گیا ہے لِتُذِکَّرَ بِہِمْ
 وَصَرِّحَ تَمْلِیْہِ تاکہ آپ ان کو بھی ڈرائیں اور ان کو بھی
 حوالہ تک یہ قرآن پہنچے۔ تمام جہان ملے آپ کے مخاطب ہیں۔ آپ
 کو تسلیم کے بغیر کسی کے لیے ہدایت کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ بہر حال اللہ
 نے ہر قوم کے لیے ہدوی بھیجے۔

کے وقت اور جو پہلے والا ہے وہی کے وقت ⑩ اُس
 کیلئے لگے پیچھے آگئے ہیں اس آئی کے آگے بھی اور پیچھے بھی جو
 اُنکی مخالفت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نہیں تبدیل
 کسی قوم کی حالت یہاں تک کہ وہ تبدیل کریں جو کہ اُنکے نظریہ
 میں ہے۔ اور جب اللہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے
 ساتھ برائی کا، پس نہیں کوئی اُس کو پھرنے والا، اور
 نہیں ہے اُن کے لیے اُس کے سوا کوئی کارساز ⑪

جیسا کہ سورۃ قذا کے تعارف میں بیان ہو چکا ہے، اس میں بنیادی حقائق
 ہی کا ذکر ہے۔ اللہ نے ابتداء میں قرآن پاک کی حیثیت اور صداقت کو بیان کرنے
 کے بعد توحید کے دلائل ذکر کیے۔ ان دلائل میں سے بعض کا تعلق عالمِ باہر سے
 اور بعض کا عالمِ زیریں سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قیامت کا مسئلہ بھی بیان
 کیا ہے اور درمیان میں حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی حیثیت کا ذکر بھی کیا ہے
 اب آج کے درس میں بھی توحید ہی کے دلائل بیان کیے گئے ہیں جن پر خود کے
 انسان مسئلہ توحید کو پہچان سکتا ہے اور اپنے ایمان کو درست کر سکتا ہے۔

خبردار میں
 کچھ کی کیفیت

ارشاد دہرنا ہے اَللّٰهُ يَكْفُرُ مَا خَلَقَ كُلُّ اُنْثٰى اَللّٰهُ يَكْفُرُ
 ہے جو کچھ خالق ہے ہر بارہ۔ بارہ سے مراد عورت ہی ہو سکتی ہے اور ہر جانور
 کی مادہ بھی جس کے رحم میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سورۃ لقمان کی آخری آیت میں بھی اسی
 معنوں کو بیان کیا گیا ہے وَ يَكْفُرُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وہی جانتا ہے کہ
 شکم اور میں کیا ہے۔ مطلب یہ کہ بچہ ہونے سے پہلے بچہ کی تفصیلات سے نہ تو
 بچے کی ماں واقف ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص جانتا ہے بلکہ اس کی اہل
 کیفیت کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ موجودہ ریڈیکل سائنس اس حقیقت کو قوی کر چکی
 ہے کہ بتائے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی مگر یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ بچہ

بہتر جانتا ہے۔
 رہی یہ بات کہ ایک عورت کے ہاں بیک حمل کتنے بچے پیدا ہو سکتے تھے؟
 کی کوئی انتہا نہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ بیک وقت چار بچے ہو سکتے
 ہیں اور بعض چھ یا زیادہ کی تعداد بھی متعین کرتے ہیں، تاہم تجربات اس
 سے زیادہ کے بھی ہوئے ہیں۔ کسی زمانے میں ہندوستان میں قاسمی
 قعدہ گزرے ہیں۔ ان کے متعلق قاسمی ثناء اللہ ربانی اپنی تفسیر منظر میں
 انکشاف کرتے ہیں کہ ان کی بیوی کے ہاں ایک حمل میں سو بچے پیدا ہوئے
 اللہ کی قدرت وہ سارے کے سارے اپنی طبعی عمر تک زندہ رہے
 اور حسب معمول مختلف کام کاج کرتے رہے۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ
 کی مشیت پر موقوف ہے اور اس کی مصلحت کے مطابق ہوتا ہے
 غرضیکہ اللہ نے فرمایا کہ شکم مادہ کی کیفیت کو اللہ ہی جانتا ہے، اور
 اس کے نزدیک ہر چیز کا ایک اندازہ ہے۔

عالم الغیب
 وحکایت

آگے ارشاد ہے عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہی اللہ پوشیدہ
 اور ظاہر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ
 کے نزدیک تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں کیونکہ اس کا ارشاد ہے۔
 وَمَا يَكْتُوبُ عَلَيْكَ رِقَابٌ مِنْ مِّنْ وَثْقَالٍ ذَرَّةٍ (زمرہ)
 کائنات میں ذرے کے برابر بھی کوئی چیز تیرے رب سے غائب
 نہیں ہے۔ اس کی نظر تو چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ہر
 چیز پر ہے۔ مگر بیاں پر غائب سے مراد وہ چیزیں ہیں جو انسان کی
 نسبت سے غائب ہیں اور لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔
 بعض چیزیں ملائحہ کی نسبت سے بھی غائب ہیں اور بعض ان کے سامنے
 ہیں۔ بعض چیزوں کا احساس انسان کو حواس کے ذریعے ہوتا ہے اور
 اور بعض چیزیں۔ وراوا الحسوات ہیں یعنی وہ عقل و حواس سے باہر ہیں۔

تو ہر حال وہ تمام چیزیں جو اللہ تعالیٰ کی نصیب سے غائب ہیں اور جو چیزیں غائب تھیں، ان سب کو اللہ تعالیٰ ہانت ہے۔ عالم الخیر یہ دنیا دار کا بھی ممکن ہے۔

فریاد اللہ تعالیٰ کی راحت اللہ کے پاس ہے یعنی وہ بہت بڑی ہوتی ہے۔ اس کی راحت کو کوئی نہیں دے سکتا اور نہ کوئی اس کے ظلم اور کد میں کام لے کر سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اللہ تعالیٰ یعنی بہت بڑی رحمت ہے۔ اس کی رحمت کا تصرف حاصل ہے۔ وہ ہر دکان، ہر ساجی اور ہر دکان سے وہ کدورت اور اور کدورت کو نکالتا ہے۔ لہذا جو چاہے ہو کر ہے، اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

فریاد اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ قوت بخشتا ہے۔ جو کوئی قسم میں سے نہ شہدہ طور پر کوئی ہوس کر ہے اور کدورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سب برابر ہے۔ وہ ظاہر اور باطن سب کو ہانت ہے۔ وہ تو کلینک پادرات اللہ تعالیٰ ہے ہر چیزوں کے لیے۔ یہی راحت ہے۔ فریاد اللہ تعالیٰ کے لیے وہ بھی ہر قسم قوت بخشتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ ہر قسم کے وقت پہنچنے والا ہے۔ جس ننگی کا اور بد راست کے وقت شروع ہوتا ہے اور بد راست کا نام راست کے وقت انجام دیتے ہیں تاکہ ننگی کی نظروں سے اور جیل رہ کر بھی بد راست کے وقت پہنچنے والے ننگی ہیں۔ قضاوت ہے۔ لہذا اگر اللہ تعالیٰ کے وقت پہنچنے والے ہی اللہ کے پاس ہیں جو ننگی کے وقت کا بد کرتے ہیں۔ لگی کر چوں اور ان میں کوئی پھرتے ہیں، وہ بھی اللہ کے ظم میں ہے۔ اگر اس کی نظروں سے راستہ نہ دے گی کوئی بھی غائب نہیں، کہ سب کو ہانت ہے۔ ان کی کسی بھی

حالت میں ہوں، اللہ کے نزدیک برابر ہیں۔ وہ ان پر نظر رکھتا ہے اور
 اُن کا ضرور محاسبہ کریگا، یہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور خصوصیت ہے
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مُقْبِلَاتٍ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَأَمَّا خَلْفَهُ فَنُحُوصٌ ہر شخص کے لیے آگے پیچھے آنے والے
 مقرر ہیں، اُس کے آگے بھی اور پیچھے بھی۔ اس سے مراد اللہ کے
 فرشتے ہیں جو اُن نے ہر آدمی کے لیے بطور نگران مقرر کر رکھے ہیں۔
يَحْفَظُونَكَ صِوْءٌ اَمِّنٌ اللہ اور اللہ کے حکم کے مطابق اُس
 شخص کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سچا انسان کی دو طرح کی حفاظت
 کا انتظام کر رکھا ہے۔ ایک تو ہر شخص کے اعمال کی حفاظت کا کام ہے
 اور اس کے لیے اللہ نے کراما کا تبین دو فرشتے لگا سکے ہیں۔ دائیں
 طرف والا ایک اعمال کو کتاب ہے اور بائیں طرف والا بُرے اعمال
 محفوظ کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ سورۃ ناس میں موجود ہے "مَا يَلْفُظُ
 مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْنَا رَقِيبٌ عَتِيدٌ" جو بھی کلمہ انسان کی زبان سے
 اچھا یا بُرا نکلتا ہے، فرشتے فوراً لکھ لیتے ہیں۔ یہ فرشتے دن اور رات
 کے لیے الگ ہوتے ہیں۔ دن کے فرشتے صبح کے وقت تبدیل ہو جاتے
 ہیں اور رات کے فرشتے صبح کی نماز کے وقت چلے جاتے ہیں اور اُن
 کی جگہ دن کے فرشتے دوبارٹی سنبھال لیتے ہیں۔ اسی لیے عصر اور فجر کی دو
 نمازیں بڑی اہم ہیں کہ ان اوقات میں فرشتے ہر انسان کے متعلق رپورٹ
 پیش کرتے ہیں۔ بہر حال یہ سب انسان کے ساتھ علم بھر قائم رہتا ہے،
 پھر جب وہ فوت ہو جاتا ہے، تو اس کا مکمل ہمارا اعمال اُس کے گئے
 میں لٹکا دیا جاتا ہے جو قیامت کے دن کھول کر اُس کے سامنے رکھ
 دیا جائے گا۔ اسی طرح گویا ہر انسان کی پوری زندگی کا ریکارڈ محفوظ ہو جاتا
 ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر عمل کو احاطہ تحریر میں لانے کے

عسکریوں کی شکل و صورت کی بابت ہوتی ہے۔ یہی فرشتے ہوتے ہیں۔
 ان کی شکل بنانے سے عاجز آجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں کوئی
 ایسی طرح نکلے گی اس کی شکل و صورت میں تبدیلی آئے گی۔

انسان کے احوال کے مطابق فرشتوں کے عہد ہر زمانہ کے
 ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً فرشتے بھی مقرب ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس
 شہادتیں کے لئے اور ہر قسم کے حالات سے محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ حضرات
 اس وقت تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے۔ پھر
 یہی اللہ کی شہادت ہوگی ہے کہ ان حضرات احوال میں ہر وقت
 کوئی حادثہ پیش آتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل
 خالق کو قائم کر رکھا ہے جس کے ذریعے ہر نفس کی جان اور
 اس کے احوال کی حفاظت کی جاتی ہے اور فرشتوں کے ذریعے
 یہ بھی دیکھتے ہیں۔

پھر اس جبروت کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے
 کائنات کی بنیاد پر اس کی ہے کہ حضرت علیؑ کے حضور علیہ السلام
 سے دریافت کیا کہ ہر زمانہ کی حفاظت کے لئے کتنے فرشتے مقرب ہیں
 آپ نے فرمایا کہ دو فرشتے آسمان میں ہیں۔ احوال کی نگرانی کے لئے مقرب
 ہیں اور دو آسمان کے ذریعے حفاظت کے لئے ہیں۔ دو فرشتے ہر زمانہ
 کی آنکھوں پر مقرب ہیں اور دو ہر نواں پہنچتے فرشتہ منہ پر مقرب ہے
 کہ کوئی لفظ نہ چھوڑے نہ کسی ذلیل سے نہ ایک فرشتہ چنانچہ ہر مقرب
 اس طرح ہر زمانہ کے ساتھ اس میں فرشتے بنتے ہیں۔ ان میں
 جبروت کی بنیاد سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ کے ساتھ جو فرشتے
 اس کے احوال اور اس کے جسم کی حفاظت کے لئے مقرب ہیں۔ ان
 کی کل تعداد تین سو ساٹھ ہے۔ وَاللَّهُ اعْلَمُ۔ یہ روایت ابو یعلیٰ کے

حوالے سے بیان کی جاتی ہے جس کے ورے کا کچھ علم نہیں۔ بہر حال فرشتوں کی تعداد جو بھی ہو، اعمال کے حفاظت کنندگان تو انص قرآنی کے ثابت ہیں اور انسان کے جسم کی حفاظت کرنے والوں سے متعلق ان احادیث سے چڑھتا ہے۔ یہ سارا اخلاقی نظام اس لیے ہے تاکہ انسانی قوم میں کوئی الجھن پیدا نہ ہو۔ اور پھر جب ہماری کی منزل کے گئی تو ان کا ہر قول، فعل اور عمل بالکل محفوظ حالت میں پیش کر دیا جائے گا۔ اور کسی قسم کا اشتباہ نہیں بنے دیا جائے گا۔

ارشاد ہوتا ہے **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا يُقُولُ بِشَاكٍ**
اللَّهُ تَعَالَى نہیں تبدیل کرتا کسی قوم کی حالت کو حتیٰ **يُغَيِّرُ ذَا مَسَا**
بِالْفَقِيرِ۔ یہ بیان ہم کہ وہ تبدیل کریں اس چیز کو جو ان کے نقصوں میں ہے۔ یہ سنت اللہ ہے کہ جب تک کوئی قوم خود اسباب میں نہیں کرتی، اس کی حالت تبدیل نہیں کی جاتی۔ مگر کسی قوم کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت عطا کی ہے تو وہ اس وقت تک نہیں جھنکی جب تک قوم اپنے عمل کے ذریعے اس کے چھن جانے کے حالات پیدا نہیں کرتی۔ اسی طرح جب کوئی قوم تکلیف میں رہتی ہے اور وہ اچھائی چاہتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس قوم کو بستی کی طرف نہیں لاتے جب تک قوم اپنے اعمال و کردار کے ذریعے ثابت نہیں کر دیتی کہ وہ مطلوبہ تبدیلی کی اہل بن چکی ہے۔ گویا ہر قوم اور فرد کے نتائج اس کے دیا کردہ اسباب پر مرتب ہوتے ہیں جو قوم خود کو بستی کی خوش نہیں کرتی۔ ایسے اقدام نہیں کرتی جو اسے ترقی کی طرف لے جائیں تو پھر خالی دعاؤں سے تو اللہ تعالیٰ ان کی مراد پوری نہیں کرتا۔ جب تک وہ خود اس کے لیے لگ و دو نہ کریں۔

مسلمانوں کی اجتماعی حالت تا تاریخوں کے زمانہ سے نزول پذیر

انسانی
حالت
کی تبدیلی

سچا اور اطمینان کرنے کے اجازت نامہ کی شکایت پر بھی نظر نہیں آئی اس وقت عدالت کا یہ اظہار برحق ہے۔ تو اصل یہ ہے کہ خود کو بھی کلام اللہ سے جتنے حد تک کر کے کے لیے تیار رہیں۔ ہر شخص کا دم طلب ہو چکا ہے۔ مختلف سے ہی پر آتا ہے۔ حکومتوں کو بھی کلام اللہ اور حقیقت سے تیار ہو۔

مولا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں علماء میں تقاریب اور
پتہ ہٹاتے اچھے لوگ بھی ہو جہاں میں اور جہاں میں گئے۔ مگر ان کی آفاق
حالت ملک نہیں ہے۔ بعض کے واقعات اور پیر کے عرصہ
بعد ایک ہی آفاق اجتماعی حیثیت سے قابل ملک گئے مگر بعد
میں اور غرضی کی وجہ سے ان کی حالت کافروں سے بھی بدتر ہو گئی ہے
ایسے عرصہ اور اس طرح میں کوئی جھکاوی نظر نہیں آتا۔ مگر پارسے
ایشی ملک میں ہر گز کو پتہ اور بار میں جھکاوی آپ کا
بھی گزرتے ہیں۔ انگریزوں میں فحاشی اور عیاشی مروج ہے۔ مگر
جھکاوی کر لی ہیں، کیونکہ وہ ہر پکار آدمی کو اگر وہ افسوس دیتے ہیں
میں تہی کاہنہ بھی مسلمانوں کی نسبت کافروں میں بہت زیادہ ہے
جاہلی اپنے ملک کی خاطر ہم سے کہنے میں یہ کہتے ہیں کہ لوگ افسوس
کے عادی ہیں۔ وقت کو ضائع نہیں کرتے جیسے کہ ان کے عقائد میں
میں مسلمان کیل کر کے دیکھو۔ غرض کہ غرضی صورت۔ مگر ان کی جھکاوی
مستقلوں کے متعلق ہے۔ یہ وہ جو کہ بہت ذات میں مبتلا اور غرضی کے
دست نہ گزریں۔ انہی آفاق کافروں میں سے کہ جب ایک مسلمان اور
اس حالت کو دیکھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ انہی آفاق میں اس
تبع حالت کو تہی نہیں کہتے گا۔

فریاد کروا کہ آقا اللہ بقدر سزا اور جیب اللہ تعالیٰ کی

قوم کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کے لیے خود قوم اے
 اسباب پیدا کر رہی ہے تو فرمایا فَلَا مَسْرَدَ لَكَ تو اس بُرائی کو پھر کوئی
 ٹال نہیں سکتا۔ پھر وہ ذلت کے گڑھے میں ہی گرتے ہیں۔ وَمَكَرَ
لَهُمْ مَقْرَنٌ ذُو يَدَيْنِ مَصَّ وَالْاِلٰہِ یَعْلَمُ کے لیے
 خدا تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار اور کارساز بھی نہیں ہوتا۔ وہ لاکھ شریک
 عقائد کو اپنائیں، غیر اللہ سے مدد مانگیں، مگر ان کی کیا شنوائی نہیں ہو
 گی اور کوئی بھی ان کی مدد نہیں کر سکے گا۔

مآثرین ۳

کوسٹم ۵

الرحمد ۳

آیضاً ۱۲۱

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ الْبَرِّيَّ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُخَوِّضُ
 السَّعَابَ الرِّفَالَ ④ وَيُصَيِّجُ الرِّعْدَ بِحَسْمَةٍ
 وَالْعَلَيْكُمْ مِنْ ذِيْقَتِهِ وَ يُرْسِلُ
 الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ
 يَكْفُرُونَ فِي بِلَادِهِمْ وَهُمْ شَدِيدُ الْمِحَالِ ⑤
 لَهُ دَقْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْخُلُونَ مِنْ
 دُونِهِ لَا يَسْتَجِبُونَ لَهُمْ شَيْءٌ إِلَّا كَبَلًا
 كَفَّيْهِ إِلَكُ السَّعَا لِيَسْبِغَ فَأُورَاقُهُ بِالْغِيَةِ
 وَمَا ذُنُوبُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ⑥

ترجمہ :- وہی اللہ تعالیٰ ہے جو رکنا سے نہیں
 خوف اور طمع کے لیے اور وہ اٹھا ہے بلبلوں ④
 اور تسبیح پڑھا ہے وہ اس کی تعریف کے ساتھ اور
 فرشتے ہی اس کے احکام سے ۔ اور پڑھا ہے کنگر
 میں پڑھا ہے اس کے ساتھ ہی کہ چسپہ اور پرنگ
 جگہ کہتے ہیں اللہ کے ساتھ ہی ملاکر وہ بہت
 سخت عادت والا ہے ⑤ اس کی رحمت رہتی ہے
 اور وہ جو لگ چکے ہیں اس کے سوا نہیں جواب دہ

ہے، مگر جس طرح کوئی پیچھے والا ہو اپنے ہاتھ کو پانی کی طرف تاکہ پیچ ہلنے پانی اس کے منہ تک۔ اور نہیں ہے وہ پیچھے والا اس تک۔ اور نہیں ہے پھر کافروں کی مگر گمراہی میں (۱۲)

یہ آیات بھی پہلی آیات کے ساتھ ہی مربوط ہیں۔ ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ گزشتہ کدس میں انسان کی پیدائش کے ضمن میں دھوکا لگنا بڑھتا اور دستِ حمل کے متعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا بیان تھا۔ اللہ کے ہاں ہر چیز کا اندازہ مقرر ہے جس کے مطابق وہ تمام امور کے فیصلے کرتا ہے۔ کوئی شخص کسی چیز کو چھپانے یا ظاہر کرے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں چھپنے والے لوگوں کے وقت پٹنے پھرنے والے ہر نفس سے واقف ہے۔ اُس نے انسان کی ہاں اور احوال کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو یکے بعد دیگرے اگر اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔ پھر جب تک اللہ کو منظور ہوتا ہے، انسان کی حفاظت ہوتی رہتی ہے۔ گزشتہ درس میں ایک دستورِ الٰہی کا ذکر بھی کیا گیا تھا کہ اللہ کسی قوم کی حالت اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو بدلنے کے لیے لگے نہ کرے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب وہ کسی کو اسکی شامتِ احوال کی وجہ سے چاک کرنا چاہتا ہے تو اُسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور خدا کے سوا کسی کا کوئی کارساز اور مددگار نہیں۔ حدیثِ شریف میں آتا ہے کہ صہبہ کرامؓ نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ کا ارشاد ہے کہ گرفتِ کربھی جس میں سارے کے سارے جلا ہوں گے، اَنَّهُلُکُمْ فِیْ سَاعِلِ حُوتٍ تو کیا ہم چاک کر دیے جائیں گے جب کہ چارے درمیان نیک لوگ بھی موجود ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جب بُرائی زیادہ ہو جائی تو نیک وہ سب چاکت کا شکار ہوں گے

مختصر ہے یہ بھی فرمایا کہ **اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَرْكَضُ طَلَبًا اَفْكَارًا**
وَنَلْعَدُ قُلُوبًا یہ دیکھو جو سب لوگ دلچسپ ہے یہی کہ عالم فکر کر رہا
ہو اور چرواش کے ہاتھ پٹا کر غم کر رہا نہیں، تو قریب ہے کہ ہاتھ
ہی سب کو سزا میں جلا کر دے۔ بعض روایات میں آگاہ ہے کہ بچے
لوگ دعا نہیں کریں گے مگر وہ شہاب نہیں ہیں گی، اگر عام برائی
کے دور میں ایک سو سب کے سب گرفتار چلوں گے، یہ ایک
ہفت ہے کہ ملک لوگوں کو ازیت میں لے کر زیت کے مطابق بہت
حاصل ہو جائے گی۔

غزل
میر کا
مضامین

نہایت کے دور میں بھی وہی ترمیمی کا دور ہے۔ ایشیا
سے **اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَرْكَضُ طَلَبًا اَفْكَارًا** سے جو رقم کرنی
پڑی ہو اس کا دور ہے، ہاتھ کا من پلکا اور اسے اس قدر کھلی پکڑ لی
کہ بڑا ہے کہ وہ کھلی ہوئی ہے، فرمایا **اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَرْكَضُ طَلَبًا اَفْكَارًا**
وَنَلْعَدُ قُلُوبًا خوف اور امید کرنے کے لیے۔ جب بدل کر آتا
ہو تو کھلی ہوئی ہو تو اس سے نقصان کا خوف بھی آتا ہے اور
اس سے خوشی کی امید بھی ہوتی ہے کہ ایشیا سے آگے کی بہتر
انجی اور چلی پڑا ہوا ہے جس سے انہی اور چلوں مستعد ہوں گے۔
ایشیا ایشیا کی طرف منہ کرنا چاہتا ہے کہ یہاں
کا صحیح تمام خوف اور امید کے درمیان ہی ہے، انہی ذکر اللہ کے
دعا ہے کہ بے خوف ہو جائے اور یہی اس کی حالت سے
نہیں ہیں، ان دونوں کے اتصال میں ہی کامیابی ہے۔

غزل
میر کا

فرمایا وہی طریقہ جو تین طرف اور طبع کے لیے کھلی ہوئی ہے
وَنَلْعَدُ قُلُوبًا ایشیا اور ایشیا ہے، ہاتھ پٹا ہے اور چلوں
ہیں، ہاتھ پٹا ہے اور چلوں نہیں، اس طرف

لے جاتی ہیں جہاں بارش برسا ہوا ہے۔ بارش کی کمی یا زیادتی، مفید یا مضر اللہ تعالیٰ کے ارادے، ہدایت اور تصرف کے ساتھ ہوتی ہے۔ گویا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل ہیں۔ نیز فرمایا **وَيَسِّرْ الرِّجْدَ بِحَمْدِهِ** اور رعد فرشتہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے اس کی تعریف کے ساتھ **وَالْمَلِكُ كَذِبٌ خِيفَتِهِ** اور دوسرے فرشتے بھی خدا تعالیٰ کے خوف سے اس کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں۔ رعد لغوی طور پر گرج کو بھی کہا جاتا ہے مگر اس مقام پر حضور علیہ السلام نے فرمایا **الرِّجْدُ مَلَكٌ مُّوَكَّلٌ رُّعْدَ اَبِكِ** فرشتہ ہے، جو باروں پر مقرر ہے۔ اس کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا ہے جس کے ٹہرنے وہ باروں کو ہلاتا ہے، کوڑا مارنے سے چمک پڑا ہوتی ہے اور بھر باروں کے اس میں ٹکوانے سے بڑی خوفناک گرج پیدا ہوتی ہے ماسوائے بھی یہی کہتے ہیں کہ باروں میں مثبت (POSITIVE) پارٹیٹو۔ اور منفی (NEGATIVE) نیگیٹو، عناصر جوتے ہیں جن کے ٹکوانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ جب بجلی چمکی ہے اور بارل گریختے ہیں تو اس موقع کے لیے حضور علیہ السلام نے یہ دعا بھی سکھائی ہے۔ **اَللّٰهُمَّ لَا تُفْلِتْنَا بِقَضِيَّتِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَكَافِرًا قَبْلَ ذٰلِكَ شَجْنًا مَرَّتْ كَيْسِيْجُ الرُّعْدِ بِحَمْدِهِ وَالْمَلِكَةُ مَرَّتْ خِيفَتِهِ** اے اللہ! اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت عطا فرما۔ پاک ہے وہ ذات کہ رعد اس کی تسبیح بیان کرتا ہے اس کی تعریف کے ساتھ اور فرشتے بھی اس کے خوف سے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

فرمایا اللہ کی ذات وہ ہے **وَيُسِيْلُ الصَّوَاعِقَ** جو لے لے کر پھیلاتا ہے۔ **وَالْمَلِكُ** وادب، مقرر، بھاری، بھلا، اور علیہ السلام۔

کوڑا کر پھینا ہے۔ جب کسی کو نقصان پہنچا یا مطلوب ہر تہہ تر اس
 پہنچائی جاتی ہے جو اس کی فتنہ کے مطابق مختار یا زیادہ نقصان
 پہنچائی ہے۔ بعض اوقات یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ دشمن یا دشمنوں پر
 غارتی ہے کہ اس کے حسب حال نقصان پہنچا ہے۔ بعض مکرر کریم
 فرشتے بھی۔ کہ بعض اوقات بھی اس طرح ہوتی ہے کہ کسی کے کپڑے
 یا دیگر اشیاء کی شان پر کھینچتی ہے اور اس کی کو کچھ نقصان
 نہیں پہنچتا۔

غارتی
 طاقت

بھلی تر ٹری طاقت والی چیز ہے اور ہر چیز کو جاکر دکھاتی ہے
 اگر کسی چیز میں کمی ہو تو اس کے بعد بھی نکلی جاتی ہے کہ اس کا
 مطلب یہ ہے کہ ایک کسی چیز میں نقصان کے شیعہ ادارے اور علم
 سے ہر تہہ تر اور وہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔ جس کی کو جاکر دکھاتا
 ہے۔ بھلی جاکر دکھاتی ہے۔ اور اس میں مختار ہر تہہ تر یا کسی چیز میں نقصان
 پہنچاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص کو کچھ نقصان پہنچا ہے۔ اس کے
 جس کو پہنچتا ہے۔ نقصان اس کی کامیابی کے حصول میں نقصان پہنچتا
 ہے۔ وہ نقصان جو کچھ لوگ کہتے ہیں۔ انکو اس کے خلاف اس کے
 مسائل میں مبتلا کر کے اس طرح طریق کی پیروی میں کہتے ہیں۔
 وہ نقصان کہ دینا الیہ تعالیٰ مال و خیر و بڑی نعمت و نعمت و کرامت
 نقصان پہنچتا ہے کہ کوئی نعمت اس کے خلاف مذاب و دنیا اگر نقصان پہنچتا
 قوت۔ یہاں یہ قوت اور طاقت کے مسائل میں استعمال ہوا ہے یعنی
 اس کے اعمال میں قوت و کمال ہے۔ اس کے سامنے تمام طاقتیں ہتھی ہیں۔
 یہ غلط فہم کی ذمہ کے ساتھ تمام بھی کہتے ہیں۔ اس کے سامنے ہاں ہاں ہے۔
 اگر یہ کسی چیز کے ساتھ تمام ہوا تو اس میں ہر گاہ بھی اجورٹ و اخوت
 و کمال و کمال اس کے تمام پر تمام ہے۔ اس قوت اور طاقت اور کمال ہے

بجلیاں، گرج اور چمک اللہ تعالیٰ کی طاقت کے مظاہر ہیں۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قیام مدینہ کے دوران قبیلہ عامر کے دو بڑے آدمی عامر ابن کھیل اور ابداہ بن ربیع حضور علیہ السلام کے قتل کے ارادہ سے آئے۔ عامر نے ابداہ سے کہا کہ تم میرے ساتھ رہنا، میں تجھ سے بات چیت کروں گا، جب میں اپنی کو اس بات چیت میں الجھا دوں تو تم اُن پر تلوار سے حملہ کر دینا۔ چنانچہ دونوں ساتھی حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے۔ عامر حضور علیہ السلام سے مخاطب ہوا کہ اے محمد! اگر میں آپ کا اتباع کروں تو آپ میرے لیے کیا حصہ رکھیں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم ایمان لے آؤ تو تمہیں بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہیں اور تم پر بھی وہی فہم دلائل عاید ہوں گی۔ جو دوسرے مسلمانوں پر عاید ہوتی ہیں۔ عامر کہنے لگا، کیا ایسا نہ کریں کہ دیات میں میری حکومت ہو اور مشروں پر آپ حکومت کریں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو میرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے یا بت اور حکومت عطا کرے ہے پھر عامر کہنے لگا کہ میں آپ سے کچھ اور ضروری بات کرنا چاہتا ہوں آپ ذرا انتظار فرمائیں۔ حضور انورؐ کو ایک طرف آئے۔ عامر کا دوسرا ساتھی ابداہ موقع کی تلاش میں تھا اس نے میان سے تلوار نکالنا چاہی۔ مگر اس کا ہاتھ وہیں عامر ہو کر رہ گیا اور وہ تلوار نکال ہی نہ سکا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَاللّٰهُ يُفْعِلُ مَا يَشَاءُ الْمَلٰٓئِكَةُ (العنکبوت) اللہ تعالیٰ ہی آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ پھر یہ دونوں ساتھی واپس جا رہے تھے کہ ابداہ پر بغیر بدل کے بجلی گری اور وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔ عامر کو راستہ پٹنے طاعون کی لگن چھلی۔ راستے میں قبیلہ سلول کی عورت کا خیمہ تھا، وہاں پناہ حاصل کی



Handwritten text in a cursive script, appearing to be a list or series of entries. The text is written in dark ink on a light background. The entries are arranged in two rows, with the first row starting with a large, ornate initial 'A' and the second row starting with a large, ornate initial 'B'. The handwriting is fluid and characteristic of 18th or 19th-century cursive.

Handwritten text at the bottom of the page, possibly a signature or a date. The text is written in a cursive script, similar to the main body of the document. It appears to be a single line of text, possibly a signature or a date.

وصا آئری ۱۳
در ششم ۶

الرعد ۳۳
آیت ۱۵، ۱۶

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلُّهُمُ بِالْغُدُوِّ وَالْاَصَالِ ۝۱۵
قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ
قُلْ اَفَاَتُخَذْتُمْ مِنْ دُوْنِهِ اَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُوْنَ
لَا نَفْسِيْهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي
الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ
وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلَ اللّٰهُ شُرَكَاءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ
فَتَسَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ
كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۱۶

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کر رہا ہے
جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ، غرضی سے
یا غرضی سے ، اور ان کے سامنے بھی صبح اور چھپنے پر ۝۱۵
(سبحہ پھر) آپ کبہ ٹیگئے اگن ہے جو رب ہے آسمانوں
کا اور زمین کا۔ آپ کبہ ٹیگئے ، وہ اللہ ہی ہے ۔ آپ کبہ
ٹیگئے (ان سے) کیا تم نے بتایا ہے ۔ اُس کے سوا اور کون
کو کار ساز ، جو نہیں ملک اپنے نفسوں کے لیے نفع کے اور
نہ نقصان کے ۔ آپ کبہ ٹیگئے ، کیا برابر ہے انہما اور ٹیگئے

[illegible]

گراشتہ آپس میں عشق ہے شرک اور شرک کی ترویج اور قوم کے اہل
یوں کہتے تھے۔ آج کی آپس میں مہاجر مغلوں کے اہل میں بھی عشق ہے
سے اس سورہ مبارکہ میں قرآن کی حکایت و مصالحت و برکت و رحمت اور
قیامت کو دیکھ کر دہرہ تفریلا ہے۔ قوم کے اہل اور غفلت و غالی یوں کہتے
تھے کہ یوں میں تو یہاں کہ عشق نہ ہو پھر ان ہی میں ہے۔ جو لوگ وہ سون کر رہی
پہرے ہیں۔ وہ اہل کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ
کوئی شخص وہاں تکوین پر کھڑا ہو کر پوچھنے کہ ہاں اس کے سر میں خود اللہ چاہے
یہ وہاں کہ اپنی مخلوق میں بذاتِ آپس۔ فریاد میں فریاد و غم میں غم
فریاد و غم کہ اپنی اسوہ ہے۔ پھر وہی ہے وہ ہے۔ وہ اہل کی اسوہ ہے کہ وہ
نہیں دے سکتے۔

20

تو کہ ایک اور شخص دیکھ سکتی ہے، پھر وہی ہوگا کہ انہوں نے یہ گناہ
 اپنے ہاتھ میں لیا، ایک وہ جو اپنے اختیار اور اس سے بے اختیار ہائی کی طاقت
 کو تسلیم کرتے ہیں اور انہیں کے سامنے سمجھ دے دے جاتے
 ہیں، اور خدا سے ان کو وہ سب کچھ اختیار اور طاقت سے توبہ الٹی
 کو جیوں ہٹانے اور اس پر عقاب الٹی اور یہ سب سب ہیں کہ راستہ میں اختیار ہائی
 کو ان سے کہ انہوں کے علاوہ الٹی تمام چیزیں ہیں اختیار ہائی کے سامنے

سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ اور اللہ ہی کے لیے سجدہ ریز ہوتا ہے جو آسمانوں
میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ آسمانی مخلوق اللہ کے فرشتے ہیں اور
فضائیں دوسری چیزیں بھی ہیں۔ اسی طرح زمین پر مختلف قسم کی چیزیں
ہیں جن میں انسان، جانور اور فیت۔ پیاز وغیرہ ہیں، یہ سب اپنے پروردگار
کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں مخلوق کا کوئی حصہ خوشی سے یا ناخوشی سے۔
خوشی سے ملوچ ہے کہ اپنے اختیار اور آزاد کے سجدہ کرتے ہیں جو یا خدا تعالیٰ کی
وہائیت کو پہچان کر خوشی کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور جو فرائض کو کافر ہیں
وہ اپنی خوشی سے نہ تو اللہ تعالیٰ کی عزت کو پہچانتے ہیں اور نہ اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں بلکہ
لوگ خدا تعالیٰ کے عزیزی حصول کے مطابق سجدہ کرنے پر مجبور ہیں۔ اگر وہ
خود نہیں جھکے تو ان کا سایہ تر بہر حال صبح و شام اپنے خالق کے سامنے
سجدہ ریز ہوتا ہے۔ یہ ناخوشی کا سجدہ ہے۔ اسی طرح انسان موت کے
قانون میں بھی جھکا ہوا ہے۔ اگرچہ وہ اس پر ناخوش ہے، مگر موت
ہر صورت میں آنکر ہے گی۔ تو فرمایا اللہ کے لیے ہر چیز سجدہ ریز ہوتی ہے
خوشی سے یا مجبور سے۔

سجدہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور نیاز مندی کا نام ہے اور یہ
ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس
وقت ابن آدم خدا تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، تو شیطان
اگک ہو کر داد دے کہ آپ سر پر ٹیٹا لٹا ہے اور کہتے ہیں کہ ابن آدم کو سجدے
کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا فَلَا جَنَّةَ لَكَ پس اس کے بے میں اُسے جنت
میں گی۔ بلکہ افسوس ہے میری حالت پر کہ مجھے سجدے کا حکم دیا گیا، تو میں
نے سجدہ نہ کیا فَكَلِمَةً نَّارٍ پس میرے لیے دوزخ ہے۔ محمد بن قریب
جس کو شیطان کا داد دے کر تار بننے کے بعد ہے، وگرنہ وہ اس طرح نادیم نہیں

ہو جس طرح کوئی شخص اپنی عقل کو حرکت دے کہ اسے تائب ہوا ہے ۔
 یہ وہی انداز ہے جسے وہی قوم کا گروہ کا جوش نے اپنے اندر سے
 اور خود سے کیا ہے ۔ اور جو کوئی جوڑا جوڑا ہے ۔ یہ ہے کہ اس کا جوڑا جوڑا
 کے گروہی صورتوں کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے ۔

قُلْ اِنَّ اَوْلٰى اَھْلَکُمْ بِالْعَدٰلٰتِ اُولٰٓئِکَ اِلٰہِکُمْ فَاَسَیْفُکُمْ
 سہوہ دین چاہتے ہیں کہ اس کو اس کے گروہ کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 اگر وہی جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے گروہ کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 پر یہ جوڑا جوڑا ہے ۔ اس جوڑا جوڑا ہے کہ اس کو اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے ۔
 اَوَّلَکُمْ یٰۤاٰہِلَ الْاٰلِیِّیْنَ اَللّٰہُ یُحٰیثُکُمْ فَاَسَیْفُکُمْ
 وَلِلّٰہِ عَقِیْبُ الْیَوْمِ اِنِیْ اَوَّلَکُمْ فَاَسَیْفُکُمْ
 فَاَسَیْفُکُمْ اَوَّلَکُمْ اَوَّلَکُمْ اَوَّلَکُمْ اَوَّلَکُمْ
 جس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 طائر ہو کہ جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 یا نہ ہو کہ جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 کرتے ہیں کہ جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے

یہاں پر جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 اگلی ایک میں جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 گرا یا کہ جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 حقیت میں جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 یہ جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 یہ جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 اس میں جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے
 اور جوڑا جوڑا ہے کہ اس کے ساتھ جوڑا جوڑا ہے

ٹھکانا ضروری ہے۔ اگر کسی نے گراموفون، ٹیپ ریکارڈر، ریڈیو یا
ٹیلیوژن پر سجدہ کی آیت سنی ہے تو اس پر سجدہ نہیں آئے گا۔ جو صحیح بات
ہی ہے کہ اگر الفاظ قرآن کسی انسان نے پڑھے ہیں اور وہی منہ سے
بھی آئے تو درپور سہاحت کوئی بھی ہو، اس پر سجدہ کرنا ہی ستر ہے۔

آسمان و
زمین کا
رب

ارشاد ہوتا ہے **قُلْ مَنْ ذُو الْعَرْشِ الْمَلِكُ الْغَنِيُّ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ**
اے معجز! آپ کہہ دیجئے کہ کون ہے رب آسمان کا اور زمین کا، وہ رب
ساحلِ بندگی کرنے والا ہے، عربی میں اس کو کہتے ہیں **مَلِكٌ مُّزِيدٌ**
الشَّيْءِ وَحَالًا لَا يُعْطَىٰ شَيْءٌ إِلَّا بِحَقِّهِ جس کو بتدریج حد کمال تک پہنچایا۔ انسان
جبراً یا پورا کوئی بھی ہو اُسے حد کمال تک پہنچانے کے لیے ایک زمانہ
صرف ہوتا ہے۔ اور یہ کام آہستہ آہستہ کون کرتا ہے۔

فرمایا **قُلِ اللَّهُ اَعْلَمُ بِغَيْبٍ** آپ اس کا جواب
یہ دیں کہ وہ اللہ ہی ہے جو ہر چیز کی قربیت کر کے اُسے حد کمال تک
پہنچاتا ہے۔ اور اگر حقیقت یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں
تو **قُلْ اَمَّا عَذَابُكُمْ فَمَنْ ذُوْنَا اُولَیْئَا** آپ
کہہ دیجئے کہ کیا تم نے اُس کے سوا دوسروں کو کار ساز بنالیا ہے؟ مطلب
یہ ہے کہ جب پرورش کرنے والا اور حد کمال تک پہنچانے والا فقط
اللہ ہے تو تم مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے دوسروں کے آگے
دستِ سوال کیوں دراز کرتے ہو؟ آگے خلاق کی دلیل بھی آرہی ہے۔ کہ
اللہ کے سوا خالق بھی کوئی نہیں اور کار ساز بھی کوئی نہیں تو پھر اس کے
سوا معبود بھی کوئی نہیں۔ مافوق الاسباب اُسی کو پکارو اور اُسی سے
حاجت روائی کے لیے درخواست کرو۔ یہ شرک کی تردید ہو رہی ہے
فرمایا اگر تم اللہ کے سوا دوسروں کو پکارو گے، ان کی حد و حق تعظیم
کو گے، ان کے نام کی نذر دنیا زود گے تو یاد رکھو کہ وہ تمہاری حاجت بڑی

شُرک کی
ترویج

کا کوئی مانس نہیں جبکہ سُوْدُ اللہ کی ابدی رحمت میں ہوگا۔
 آٹھ اللہ نے شرک کی تردید ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔
 لَمْ يَجْعَلْ لِّلّٰهِ شَرِكًا ۚ كَذٰلِكَ يَدْعُوْنَ الَّذِيْنَ لَهُ اِلٰهَةٌ مِّمَّا يَدْعُوْنَ ۚ
 شَرِكًا ۚ يَدْعُوْنَ تَحْتَ ثَمَرِهِ ۚ وَتَحْتَ اِثَرِهِ ۚ وَهُمْ اِلٰهٌ مِّمَّا يَدْعُوْنَ ۚ
 بھی اسی طرح مخلوق پیدا کی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو
 پیدا فرمایا ہے فَتَشٰبِهَ الْخَالِقِ عَلَيْهِمْ ۚ اِنَّ اِسْمَ الْبَارِئِ
 کا اُن پر شبہ پڑ گیا، یعنی پتہ ہی نہیں چلتا کہ خدا کی مخلوق کون سی ہے
 اور شرکاء کی کون سی ہے۔ فرمایا اسی کوئی بات نہیں ہے۔ ان شرکاء
 نے کسی مخلوق کو پدا نہیں کیا۔ لٰكِيْ خَالِقٍ كَلِّ شَيْءٍ
 آپ کہ دیں کہ ہر چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے اور باقی سب مخلوق
 ہے۔ مخلوق میں نہ تو ربوبیت کا کوئی شرمہانا با سکتا ہے اور نہ وہ کھانا
 بن سکتی ہے۔ مشرکین کا دوسروں کو کار ساز بنانا تو خلافت واقعہ اور صحیح
 شرک ہے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ موجود ہے اَرْقُوْا فَمَاذَا
 خَلَقُوْا مِنْ اَلْاَرْضِ ۚ (فاطر) مجھے دکھاؤ اگر سہی تمہارے شرکاء
 نے نہیں میں کیا پیدا کیلے، کوئی انان، مہالہ، سپاڑ، رشتہ، اناج
 کیڑے مکوڑے، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کا پیدا کردہ ہے
 اور ان میں کسی شرک کا کوئی حصہ نہیں۔

بعض مشرکین ایک کے بجائے کئی کئی خدا تسلیم کرتے ہیں مثلاً
 ہندوؤں کے نزدیک پیداکرنے والا برہما بھی مہاراج ہے، جب کہ
 قائم کرنا والا وشنو بھی مہاراج اور فنا کرنے والا شیو بھی مہاراج ہے۔
 اُنہر علی انہوں نے بھی باب، بیا اور روح القدس تین خدا تسلیم کر لیے
 ہیں۔ مجوسیوں نے اہرمز اور فروان دو خداؤں کو مانا مگر اللہ نے ان کو برا
 کہ خدا نہ دو ہیں نہ تین اور نہ زیادہ بلکہ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ وہ اکیلا

سچا اور سچیز کی بات کرنا کہنا دیکھنا۔ اَلْحَقُّ الْقَوِيُّ مَعْنٰی نہ انصاف نہ سچا نہ
 وہی ہے اَلْحَقُّ قَوِّیُّنَہُ شَیْءٌ نَفْعٌ کَرِیْمٌ اور سچے دلائل وہی ہے اَلْحَقُّ
 اَلْقَوِيُّ وَالْاَمْرُ الْقَامِیُّ اُنْیٰی میں کسی کی سچائی کا علم اُنْیٰی کا چاہنا ہے۔ اور حقیقی
 اَلْیٰی بھی وہی ہے۔ وہ قادر مطلق اور حکیم الی ہے۔ وہ بہترین، بہتر دینی
 اور بہتر دلائل ہے، حاجت دلا اور مشکل کشا ہے، جو کوئی یہ صفات
 غیر حق میں مانے گا وہ شرک و کفر ہے کہ غرض یہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ
 نے شرک کی ہر گاہی دیکھ دی ہے۔

فرمایا وہ ایسا بھی ہے اور قادر بھی ہے، اُنْیٰی کی پاکیزگی میں
 اس کا کوئی شرک نہیں، اُنْیٰی کا جہد ذاتی ہے کہ کسی کا عطا کردہ
 نہیں جب بالی تمام دنیا، اُنْیٰی کی عطا کردہ ہے، جب ہر چیز اُنْیٰی کی
 عطا کردہ ہے تو ہر چیز پر کنٹرول بھی اُنْیٰی کا ہے، اَلْحَقُّ اَلْقَوِيُّ
 اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ
 اُنْیٰی کے دلائل کوئی چیز باہر نہیں، وہ دلائل بھی دیکھتے ہوئے
 جب پاہنک ہے وہی کھینچ لیا ہے، اس کے لفظ سے کوئی چیز
 باہر نہیں، لہذا اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ اَلْقَوِيُّ
 سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کریں اور اُنْیٰی کے ماننے سے بچیں
 ہوں، اُنْیٰی کو مشکل داتا اور حاجت دلا، انھیں اپنی حاجت میں
 اُنْیٰی کے ماننے و سچے دلائل دیکھ کر۔

وَمَا اَبْرَأُ ۱۳
مِنْ خَلْقِهِ

الرعد ۱۳

آیت ۱۸ تا ۱۹

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَكَانَتْ آوْدِيَةٌ يَقْدَرُهَا
فَأَحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ
عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ
مِثْلُهُ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ
فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ
النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَلِكَ
يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ۝ (۱۸) لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا
لِرَبِّهِمْ الْخَيْرُ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا
لَهُ لَنُؤَاخِذَنَّ عَنْهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ
مَعَهُ لَا فِتْنَةٌ لَهُ بِهِ أُولَئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ
وَمَا أُولَئِكَ بِجَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (۱۹)

توجہ دے۔ لہذا اُس نے آسمان کی طرف سے پانی۔ پس
بہر پڑیں دلیاں اپنے اندازے کے مطابق۔ پس اٹھا
میدب نے جھگ پھولا ہوا اس میں سے جس کو وہ گرم کرتے
ہیں آگ میں واسطے تلاش کرنے زہر کے یا سامان کے جس
کے اوپر میں جھگ ہوتا اسی طرح۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ
بیان کرتا ہے حق اور باطل کو۔ بہر حال وہ جھگ۔ پس

وَقَدْ فَتَنَّا الْفَاسِقِينَ

القصص ۷۷

وہ چم ہوا ہے انگلی ہرگز۔ اور جو چیز غائب پہناتی ہے
 انگلی کو وہ ظہور پاتی ہے ہی ہی۔ اس طریقے سے انگلی
 پہن کر اسے شواہد (۱۵) کی انگلی کے لیے جہوں نے
 قبول کیا ہے جب کہ بات کو ان کے لیے پہن ہے۔
 اور وہ نگہ جو نہیں قبول کرتے اس کو، اگر ان کے لیے ہر
 جہ کہ لڑکے ہی ہے سب کا سب اور اس جہ اور ہی
 اس کے ساتھ اور (پھر وہ خود ہی اس کے ساتھ ہر جہ
 قبول نہ کیا پاسے کا۔ یہ نگہ ہی ہی کے لیے ہے پاسے
 اور انگلی کی کا جنم ہے اور بہت بڑا انگلی ہے (۱۶)

جلد ہی مٹ جاتی ہے۔ اور حق کو اس اصل چیز سے تشبیہ دی ہے جو جہاں سے نیچے ہوتی ہے اور جس سے لوگ مستفید ہوتے ہیں ارشاد ہوتا ہے اَنْزَلَكَ مِنْ سَكَّاءَ مَسَاوٍ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔ آسمان سے نہیں بلکہ آسمان کی طرف سے کتنا زیادہ مناسب ہے۔ بارش برسنے کی ظاہری وجوہات تو یہ ہیں کہ سورج کی گرمی سے سمندروں کی سطح سے پانی بخارات بن کر بادلوں کی صورت میں اٹھتا ہے۔ پھر ہوائیں ان بادلوں کو اس خطے کی طرف اڑا لے جاتی ہیں جہاں بارشیں برسا نامقصود ہوتا ہے۔ یاد ہے کہ بارش کا فوہج صرف بادل ہی نہیں بلکہ اس کے لیے عالم بالا کا حکم ہی ضروری ہے اسی لیے یہاں پر مِنْ سَكَّاءَ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے آسمان و زمین کی درمیانی فضا بھی مراد ہے۔ اور عالم بالا کا حکم الہی بھی اس میں شامل ہے۔ اسی لیے فرمایا وہ آسمان کی آگ سے پانی آتا ہے۔

فرمایا جب بارش ہوتی ہے فَسَاكَتْ اَوْ دِيَكٌ تو داروں پر ٹپکتی ہیں۔ اور یہ وادی کی جمع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب بارشیں برسا سطح مرتفع پر بارشیں ہوتی ہے تو اس کو پانی ندی نالوں کی صورت میں بہ کر وادوں میں پہنچ جاتا ہے لہذا دیکھا ان کے اندازے کے مطابق جس قدر ندی نالہ بڑا ہوگا اچھی قدر پانی بھی اس کے ذریعے زیادہ آئے گا۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ندی نالوں کا پانی پاک ہوتا ہے ایسے پانی کی زنگت خواہ تبدیل ہو چکی ہو مگر یہ طہل اور کپاہت نہیں دے سکتے۔ اس پانی سے دھو کر کھانا کھا سکتے ہیں۔ اس پانی کے ذرائع ندی نالے یا کنوئیں تھے مگر

جو دور میں جن کی جگر خوب دلیوں، اپنے پیروں اور وارثوں کے لئے
 لے لی ہے، وہ ہم پر بھی علقہ ہے، پہلے ہی لکھا ہوں اور پھر اس سے
 استفادہ کیا جاتا ہے۔ غرض جو پانی دریا کے پانی کی طرح اٹھ گیا ہوتا
 ہے۔ وہ بہت شریف ہے، کہ آہستہ کہ سفر میں اس سے سوال کیا گیا
 کہ ہم لوگ منہ میں سفر کے لئے کھانا پانی زیادہ ساتھ نہیں لے جا
 سکتے، اس پر کہہ رہا ہے کہ اس قدر سفر کے پانی سے دشمنی کریں تو پینے
 کے لئے پانی نہیں پہنچا، تو کہہ رہا ہے کہ پانی سے دشمنی تو اس لئے
 کر سکتے ہیں، پہلے نے فرمایا کہ لَا تَقُولُوا لِلنَّاسِ حَسْبِيَ الْوَالِدُ
فِي شَيْءٍ سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا شکر بھی نہیں دینا
 حلال ہے۔ سمندر کا پانی اگرچہ صحت کا واسطہ ہے اور پینے کے
 قابل نہیں ہوتا، اور پینے سے بہت سی دھن ہونے کا بھی غور ہوتا ہے
 مگر پانی بہر حال پاک ہے۔

فرمایا جب پانی علاقوں میں زیادہ بارش ہوتی ہے تو پانی کا
 سب سے بڑا صفت یہ ہے کہ اس میں فَاغْتَسِلُوا فِي الْمَاءِ الْغَنِيِّ
 ڈالو، پس وہ صواب تھا، آہستہ صباک چھل چھل ہوئی، سب سے
 کا پانی جن دروں سے گزرتا ہے۔ وہاں کی مٹی، سنگے اور کڑا کوٹ
 میں خالص ہو جاتا ہے، مٹی کی وجہ سے پانی گرم ہو جاتا ہے اور اس
 پر صباک لگا جاتی ہے زمین کا کڑا کوٹ بھی صباک کے ساتھ لے کر
 پانی کی آبرو والی سطح پر نظر آتا ہے۔ اور اس طرح پانی کی سطح ابھری
 ہوئی نظر آتی ہے۔ نہ چپا دھن سے ہے۔ نہ دیر سانس کی
 بہت سی کر سکتے ہیں جس سے سانس چھل جاتا ہے اور دیر زیادہ
 مٹی یعنی سودا کر سکتے ہیں، جو بغیر احتیاط کے حاصل کیا جاتا ہے
 تو نہ صباک کر سکتے ہیں، نہ بد سلوک کر بھی سکتے ہیں، نہ صباک

صباک
 کی صباک

میں آتا ہے کہ ایک مشرک نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں مدبر پیش کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا **فَهَيْسًا عَنْ رَبِّكَ الْمُشْرِكِينَ** یعنی ہمیں مشرکین کا ہر قبول کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ البتہ جہاں دین کا فائدہ ہو وہاں ایسا ہر قبول کر لینا چاہیے۔ اقامت دین وقت اور مسلمانوں کے غلبے کی خاطر ایسا ہر قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ اگر ایسے مدبر کی وجہ سے دین و ملت کو نقصان پہنچے کا خطرہ ہو یا مشرکین کی تعظیم ہوتی ہو یا ان کے غلبے کو تقویت حاصل ہو تو پھر ان کا ہر قبول نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح زکوٰۃ ملکن کو کما جاتا ہے اور زکوٰۃ اس جھاگ کو بھی کہتے ہیں جو سونا چاندی یا کوئی دوسری دھات پگھلانے سے اس چھلے ہوئے پانی پر آجاتا ہے اور بخوری دیر بعد ختم ہو جاتا ہے۔

دھات کی
جھاگ

سونا اور چاندی عموماً زکوٰۃ بنانے کے لیے پگھلایا جاتا ہے چاندی تو جلدی پگھل جاتی ہے مگر سونے اور تانبے وغیرہ کے لیے بہت زیادہ ٹھیکر کی ضرورت ہوتی ہے ارشاد ہوتا ہے **وَمِمَّا يُؤْتِيهِمْ مِنْهُ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ وَجْهِهِ** اور اس میں بھی جھاگ آتی ہے جس کو وہ آگ میں گرم کرتے ہیں زکوٰۃ بنانے کے لیے۔ حلیہ اٹھ زکوٰۃ کما جاتا ہے جسے مرد و زن زینت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ بخور توں کے لیے تو سونے چاندی کا زکوٰۃ پہننا جائز ہے بشرطیکہ اٹھ کی زکوٰۃ ادا کی گئی ہو۔ البتہ مردوں کے لیے صرف چاندی کی محدود اجازت ہے اور سونا بالکل ممنوع ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک خاتون اور اٹھ کی بیٹی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے سونے کے موٹے موٹے کنگن پہن رکھے تھے۔ حضور نے دریافت کیا، کیا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی

ہر ایک انہوں نے نفی میں جواب دیا کہ آپ نے فرمایا، کیا تمہیں یہ پسند
 ہے کہ میں کلکٹنگ آگ کے بجائے آگ سے انہوں میں پڑے ہوں ؟
 انہیں خاتون نے وہ کلکٹنگ آگ سے اور جھٹکا کر لیا۔ پھر حال اگر
 زیرِ نصاب کو پہنچ جائے تو اس کی نکلوانا اگر ضروری ہے تو
 کہلائی کے لیے ذریعہ کاغذ استعمال کیا ضروری نہیں ہے۔ زیرِ
 نصاب چھاپنے کے بعد وہی میں پڑا ہے یا کسی کتاب کے لاکر میں محفوظ
 ہو، نکلوانا پھر حال اگر کرنا ہوگی، جب کہ وہ نصاب کو پہنچ جائے۔

فرمایا کہ مستطاب کے ذریعہ مستطاب کے ذریعہ مستطاب کے ذریعہ
 کے لیے کسی دعوت کو پہنچا دینے تو اس پر میں حیا گاہ آجاتی ہے
 پانچ سو سو سے بھی قریب دعوت ہے اور اس سے بھی زیادہ
 ہوتی ہیں۔ ان دعوتوں میں دل اس قدر مست ہے جس سے ہر قسم کی
 فکری اور اس کے پرانہ حالت ہوتی ہیں، مجبورہ دور میں وہ لاکر
 پاؤں قیامی ضروریات میں شامل ہیں، انہوں کے بغیر یہی دنیا
 کا نام بدل رہا ہے، مشکل ہے کہ اس سے تمام کاغذوں کو سب سے
 بہتر ہے، اور پھر اس سے بہتر ہے، عام شری ضروریات کے لیے
 سوال کے ذریعہ اور ایسے سے لے کر کسی اور ہوائی جہاز
 کو سب سے بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے
 ہوائی جہاز، یہی سب سے بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے
 چھاپنا ہے۔ یہی سب سے بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے
 کہ ان کا قبول کیا گیا کر رہی ہے، کو سب سے بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے
 سب سے بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے
 زندگی کو بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے
 یہی سب سے بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے، یہی سب سے بہتر ہے

ایزمن کا کام لینے کے تجربات ہو رہے ہیں۔

حق باطل
میں غلبہ

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی جھاگ کا ذکر فرمایا ہے، ایک جو سیلاب کی وجہ سے پانی کے اوپر آتی ہے اور دوسری جو دھات پگھلانے سے دھات کے پانی پر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی دھات سے بات سمجھانا چاہتے ہیں۔ ارشاد رہا ہے كَذَلِكَ يُضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کو بیان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانی اور جھاگ کو حق اور باطل کے ساتھ تشبیہ دی ہے فَرَمَّا قَامَتِ الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُحَاءً جھاگ تو خشک ہو کر جلا جاتا ہے۔ جب سیلاب آتا ہے یا دھات کو گرم کیا جاتا ہے تو کچھ وقت کے لیے اوپر جھاگ آتی ہے، مگر بہت آہستہ خشک ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ اور جو چیز لوگوں کے لیے مفید ہوتی ہے وہ نیچے زمین میں رہ جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ جب سیلاب کا پانی مع اپنی جھاگ کے گزر جاتا ہے تو وہ اپنے پیچھے زمین میں زرخیز مٹی (کھیل) چھوڑ جاتا ہے جس سے زمین زرخیز ہو جاتی ہے اور خوب اناج اور پھل اگاتی ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح سونا چاندی یا لوہا تانبہ وغیرہ پگھلانے سے جو اوپر جھاگ آتی ہے، وہ تو کچھ لمبوں کے بعد خشک ہو جاتی ہے اور پھل جوہر خیمے رہ جاتا ہے جس سے زیورات اور مددگار زندگی کی چیزیں ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ فرمایا كَذَلِكَ يُضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ آسمان سے بارش برسی جس کا پانی ندری نالوں میں بہہ نکلا، اسی کے اوپر جھاگ، کوڑا کچرو، اسل کچیل وغیرہ آتی جو کچھ دیر بعد ختم ہو گئی

اسی طرح دعاؤں کے چلنے سے وقت و محنت کے اہل پرانے
وہابی جھانگ بھی غمزدگی و رنجیدگی سے بھرتی ہے۔ اور وہ لوگ جو ان کی
میں کار آمد اسٹیجیاری میں پائی، ان کی فکر مٹتی اور رحمت و فیض و نیکی وہ
جاتی ہے، اور یہی وہ اصل ہے جس سے لوگ غنہ و شغل سے
گرمی و باطن کی مثال سمجھتی ہوں کہ ان لوگوں کے دروں
پر ہی ان کی کاروائی کی دلی استعداد کے مطابق ہر اسے جیساں
صلاحیت فراہم ہوگی وہی ان کی کاروائی میں فراہم ہوگا اور جیساں
استعداد کم ہوگی وہی ان کی کم ہی ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے اس
بابت کہ اس طرح سمجھایا کہ عام طور پر ان کے غلط فہمی کے ہونے
ہیں۔ بعض غلط نہایت اچھے ہوتے ہیں، جبکہ ان کے بارے
میں کہلاتی ہے کہ ایسے غلط پائی کہ اپنے اندر مذہب کو سمجھتے ہیں۔
اور پھر اس زمین سے بھل، ذلت، چارہ اور بیڑیاں پیدا ہوتی ہیں
جس سے مخلوق خدا مستفید ہوتی ہے۔ فرمایا زمین کی دوسری
قسم وہ ہوتی ہے کہ اس میں وہ لوگوں کی صلاحیت کو نہیں ہوتی
بلکہ وہ اپنے اندر پائی کہ جمیع کریموں کی استعداد رکھتی ہے۔ ایسی
زمین میں ان لوگوں، جو ان لوگوں کی صورت میں پائی جمیع ہر
جاتا ہے جس سے انسان اور جانور سب ہوتے ہیں۔ مثلاً وہاں
زمین کی دوسری قسم ایسی ہے جہاں کہ وہ پیدا کرے گی صلاحیت
رکھتی ہے اور وہاں کہ اس کو رکھتی ہے کہ اس سے وہ اس کے
لوگ ہی غنہ و شغل ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آسمان سے
جو وہی، ہریت اور شریعت نازل ہوتی ہے اس سے ہی نبی
قریم کے اثرات قبول کیے جاتے ہیں، اچھی صلاحیت کے لوگ
ہی ان کی تعلیمات کو اپنے اندر سمجھتے ہیں اور اس سے

خوب مستفید ہوتے ہیں۔ بعض دوسرے لوگ خود تو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے مگر وہ اس علم کو اپنے اندر جمع کر لیتے ہیں۔ جس سے دوسرے لوگ مستفید ہوتے ہیں اور تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو بالکل نکلے ہوئے ہیں جو وحی الہی سے نہ تو خود فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کے لیے دسبہ استفادہ بنتے ہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کی کشمکش کی یہ مثال بیان فرمائی ہے۔ جب یہ آپس میں ٹکراتے ہیں تو باطل جھاگ کی مانند اُپر آجاتا ہے۔ غصہ بڑی دیر کے لیے اس میں جوش و خروش پیدا ہوتا ہے مگر وہ آخر کار رو بہ جاتا ہے اور کار آمد حق پیچے رہ جاتا ہے جس سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ وحی الہی کا حال بھی ایسا ہی ہے۔

جب انسان کے دل میں حق اُترتا ہے تو بعض اوقات دہم اور شکوک و شبہات بھی جوش مارتے ہیں مگر جھاگ کی طرح یہ بھی کچھ وقت کے بعد ختم ہو جاتے ہیں اور انسان کے دل میں حق بات بٹھر جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ باطل کے وقتی جوش و خروش کو دیکھ کر گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے: **إِنَّا نَبِإِطْلُ حَكِّانَ ذَہُوقًا** (ترجمہ: باطل تو مٹ جائے گا)۔ یہ چیز ہے۔ کفر، شرک، انفاق، بدعات، معاصی کتنا بھی زور ماریں وہ بالآخر ختم ہوں گے اور ایمان ہی باقی رہے گا۔ باطل کی عمر زیادہ سے زیادہ اس عاجزی دنیا کی زندگی تک ہو سکتی ہے۔ مگر ایمان یکتی، توحید اپنی جگہ پر قائم رہیگی۔ اور یہی چیزیں لوگوں کے لیے سفید ہوں گی۔

امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ عالم مقدس سے ابتداء پر نازل ہونے والا حق اس مقدس جہان کے شر و بد و قباخ سے نکلے گا

شاہ ولی
سکالہ

وہاں ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی شریعت میں جس نے
 تمام مہارت کی طرف کے مطابق عرض کیا تھا کہ انہی کی تعلیمات
 جو عالم ہمارے آئیں ہرگز ہی۔ وہ اس دنیا میں انہی انہی کے
 بہتے اٹھائے، شرک، کفر، حسدیت و غیرہ سے نجات دیتی ہیں۔
 جس کے نتیجے میں اہل فکر وہاں ہے اور حق ظاہر ہوا رہا ہے
 اہل میں کتنا ہی جوش و خروش کیوں نہ ہو، وہ حق کے مقابلے میں
 نہیں اٹھ سکتے۔ حق و اہل کی مخالفت کا یہی مطلب ہے۔

قُلْ اِلٰہُ الْکَرِیْمِ لَاۤ اَسْجُدُ لِمَا یُرْسِلُہٗ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ
 سے چلے بس کی بات کہ قبول کیا ان کے لیے جہاں ہے، اچھا
 رہا ہے۔ قُلْ اِلٰہُ الْکَرِیْمِ لَاۤ اَسْجُدُ لِمَا یُرْسِلُہٗ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ
 سے قبول نہیں کیا، ان کی حالت یہ ہوگی کہ تو آتے کہ سفر
مُتَآَلِفٍ اَلْاَرْضِ جس میں زمین کی ہر چیز کی کثرت
 ہو تو جس کو غفلت اور اس کے ساتھ اس میں اور بھی ہو۔
 اور ہر جگہ کہ سونے چاندی اور پتے پیچھے سے پڑی زمین ہرگز
 ہوئی اور اس سے ڈیل ہی ہو، اور اگر وہ شخص میں غلامی کے
 کے لیے پڑی کی پڑی زمین غریب دینا پاس ہے لَاۤ اَسْجُدُ قاصدہ
 تو وہ قبول نہیں کیا پاس کے گا۔ حدیث خیر میں آتا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ قیامت والے دن فرمائے گا، اے ابی آدم! اگر وہ
 ساری زمین سونے سے بھری ہوئی ہو تو کیا تم زمین شہد کے پے چار
 ہو؟ وہ آئی عرض کرے گا، ہرگز نہ۔ ان میں کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ
 گا، تم جھوٹے ہو، تم ابھی بسپ کی پست میں تھے جب میں نے تم
 سے کہہ دیا تھا اَلَاۤ اَسْجُدُ لَیَّ چھٹ مَکٰیٰنِ انہی کے ساتھ کسی
 کو شریک نہ بنا، اللہ تعالیٰ میرے حکم نہ گا، اب یہ ساری زمین اور اس

سے تو گنتی بھی تمہارے لیے قدر نہیں بن سکتی۔

سُورَةُ الْحَآبِ

ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا اُولَٰئِكَ لَهُمْ سُورَةُ الْحَآبِ
 یہ لوگ بڑے حاب والے ہیں، ملاحظہ رہے کہ بڑے حاب کی وجہ
 سے تو گرفت ہی آئیگی، بچانہ کی کوئی صورت نہیں ہوگی حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے هَلَّتْ فِي الْحَآبِ لَوْ قِشَّ فِي الْحَآبِ
هَلَّتْ جس شخص کے ساتھ حاب کتاب کے موقع پر جھگڑا ہو
 گا، اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا، فرمایا وہ
 شخص ہو کہ ہو گیا، وہ عذاب الہی سے نہیں بچ سکتا۔ اور جس شخص کو اللہ
 تعالیٰ فرمائے گا کہ اے فلاں! تو نے یہ یہ کام کیے اور وہ استہزاء
 کر آگیا تو اس کا حاب آسان ہوگا۔ امید ہے کہ اُسے معافی مل جائے
 گی۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے دیکھا کھانی ہے اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ
حَسَابًا يَّكْبُرُ اے اللہ مجھ سے آسان حساب لینا۔ کہیں فرماتے
 گا۔ اَتَّخِذُ الْجَنَّةَ بَعْدَ حَسَابٍ بَعْدَ حَسَابٍ بغیر حساب کتاب
 کے جنت میں چلا جاؤ، اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی فرمائے گا۔ البتہ ایسے
 لوگ بہت محسوس ہوں گے جو ایک ہی قطار میں جنت میں داخل ہو
 جائیں گے۔ اور جو لوگ باطل کے ساتھ ہی مذکور ہے، حق بات کو تسلیم
 ہی نہ کیا۔ فرمایا وَمَنْ اَدْبَهَتْ جَهَنَّمَ اَلَى كَاثِرِكَ وَدَخَلَ وَدَخَلَ ہوگا وہ
يَلْسَنَ اَلِیْمًا مُجْرًا آرام نہ کرنے کی بہت بری جگہ ہے۔ وہاں آرام
 نہیں بلکہ دکھ ہی دکھ ہوگا۔

وما کہنی ۳
در ششم ۸

الرمع ۳
آیه ۱۹

أَفَمَنْ يَكْفُرُ أَشَمًا لِّمَنْ يَكْفُرُ مِنْ رَبِّكَ لَمَّا
كَمُنْ هُوَ غَنِيٌّ لَكُمْ يَتَذَكَّرُ أُولَئِكَ الْأَنْبِيَاءُ ﴿١٩﴾
الَّذِينَ يُؤْتُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ فَلَا يَنْقُضُونَ
الْعَهْدَ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِينَ يَسْأَلُونَ مَا أَمْرُ اللَّهِ
أَنْ يُوَصَّلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ
سُوءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَالَّذِينَ صَبَرُوا بِحُكْمِ
وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا
مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَذَرُونَ
فِي الْحَسَنَةِ الشَّيْءَ أُولَئِكَ لَهُمْ عِزٌّ
كَثِيرٌ ﴿٢٢﴾ جَلَسْتُ عِزِّي بِدُخُلُونَهَا وَمَنْ
صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ
وَالْعَالِيَةِ بِدُخُلُونِ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ
بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِمَا صَدَّقْتُمْ وَبِمَا
عُطِيَ الدَّارِ ﴿٢٤﴾

ترجمہ:۔۔۔ جو نہ تم سے دانا ہے کہ ایک دین
نہی گئی ہے آپ کی طرف آپ کے پیغمبر کی جانب

سے وہ حق ہے، کیا وہ اس کی طرح ہو گا جو انھما ہے؟
 بیک وقت لیست پکڑتے ہیں عقل مند لوگ (۱۹) وہ لوگ جو پورا
 کرتے ہیں اللہ کے عہد کو، اور نہیں توڑتے پختہ عہد و پیمان
 کو (۲۰) اور وہ لوگ جو عہد کرتے ہیں اُس چیز کو جس کو اللہ
 نے جانے کا حکم دیا ہے، اور ٹوٹتے ہیں اپنے پروردگار
 سے اور خوف کھاتے ہیں بڑے حساب سے (۲۱) اور وہ
 لوگ کہ جنوں نے صبر کیا اپنے رب کی خوشنودی تلاش
 کرتے ہوئے اور انہوں نے قائم رکھی نماز، اور خرچ کیا انہوں
 نے اس میں سے جو ہم نے اُن کو روزی دی ہے، پوشیدہ
 بھی اور ظہر بھی، اور ٹھنکتے ہیں وہ بھولنے کے ساتھ باتیں
 کو، یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت کا ثمر ہے (۲۲)
 وہ باغات ہیں بہنے کے، داخل ہوں گے ان میں، اور
 جو بھی نیک ہو گا اُن کے آباد اہل، ان کی بیویوں اور
 اُن کی اولادوں میں۔ اور فرشتے داخل ہوں گے اُن پر ہر
 دروازے سے (۲۳) اور کہیں گے وہ سلامتی ہو تم پر اس
 وجہ سے کہ تم نے صبر کیا، پس اچھا ہے آخرت کا ثمر (۲۴)

شرک کی تردید اور توحید کے بیان کے بعد اس کے ماننے اور نہ ٹھننے
 والے ہر دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا۔ حق و باطل کی کشمکش کا ذکر فرمایا کہ ان دونوں
 میں پیشہ ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔ باطل کی مثالی سیلاب کے پانی پر آنے والی جھاگ یا
 کسی دھات کو بچھلانے پر دھات کے پانی پر آنے والی جھاگ کی ہے۔ ہر دو قسم
 کی جھاگ تھوڑی دیر کے لیے جوش مارتی ہے اور پھر ختم ہو جاتی ہے اور جو چیز گرا
 اور بنی ہوئی ہے، وہ اس جھاگ کے نیچے تر نشین ہو جاتی ہے۔ دھات کی صورت

میں اصل دعوات کے لیے اس بات پر اصرار کیا جا رہا ہے کہ قرآن کی صورتوں کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ اس کا بھی ایسا ہی ٹکڑا ہوتا ہے۔ بعض اوقات بڑی جوش میں آتی ہے مگر بالآخر وہ سب جاتی ہے اور باقی ہی رہتا ہے۔

آپ آج کے چند سو فیضانِ پاک، اسی اور شریعت کو ملنے والوں میں اس کا انکار کرنے والوں کا انجاس یہی کیا گیا ہے۔ نیز قرآن پاک کی تعلیمات سے تنفیذ ہونے والوں کے دعوات پر دیکھ سکتے ہیں۔

ارشاد ہے: قُلْ كُونُوا آلِهَةً مِّثْلَ إِلَهِكُمْ۔
 عیسیٰ: قُلْ كُونُوا مِثْلَ شَيْءٍ۔
 اس طرح سے اذلی کردہ چیز پر کسی سے شک نہیں ہوتا۔
 اس شخص کی طرح ہے جو دعوت سے کسی چیز کو جان لینا ہی کافی نہیں سمجھتا۔
 اس پر یہ بھی دانا ہی ضروری ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ علم نہ سمجھتا ہے کہ قرآن پاک جو ہے اس پر ایمان نہیں دے گا۔
 اس شخص کو علم کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس شخص پر علم کے بارے میں اعتقاد ہی ہے۔
 اس شخص کا عقیدہ اور ایمان یہ ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی اذلی کردہ چیز ہے۔
 وہ قرآن پاک کے نسخے کی طرح تو نہیں ہو سکتا جس کو اس کے سے تعمیر کیا گیا ہے۔
قُلْ كُونُوا مِثْلَ شَيْءٍ۔
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دعوت ہے اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
 یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ شریک ہے نہ کسی اور کوئی معبود نہیں۔
 اس شخص کو یہ عقیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کوئی معبود ہے۔
 اس شخص کے پاس نہ تو علم ہے کہ قرآن پاک یہ کونسا ہے اور نہ وہ

ظہور
 نبوت کی
 مثال

اس کی حقانیت پر اعتقاد رکھتا ہے اُسے قرآن پاک کی غرض و نیت کا ہی علم و یقین نہیں، وہ نابینا آدمی کی طرح ہے جسے کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسا آدمی کو حق و باطل، نور اور ظلمت، صبح اور غلط میں امتیاز ہی نہیں کر سکتا۔ گویا ایماندار آدمی دنیا کی طرح ہے اور مشرک، کافر اور منافق نابینا کی طرح اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ فرمایا إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولَٰئِكَ الْكَلْبَابِ۔ جسک صاحب عقل لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بے عقل اور نادان لوگ نصیحت سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ان کے متعلق تو سورۃ الفال میں موجود ہے۔ الضُّلَّةُ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔ وہ بہرے اور گمراہ ہیں جو عقل کو صحیح طور پر استعمال ہی نہیں کرتے۔

عقل مندوں
کا وعدہ
اور ایمان
عہد

آگے اللہ تعالیٰ نے عقلمندوں کے اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں الَّذِينَ يُؤْتُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں وَلَا يَنْقُضُونَ الْعَهْدَ اور سچتہ عہد و پیمان کو نہیں توڑتے۔ جب کوئی شخص کلمہ توحید زبان سے ادا کرے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللَّهِ تو وہ دو چیزوں کا عہد کرتا ہے۔ ایک یہ کہ میں اللہ کی وحدانیت پر ہمیشہ قائم رہوں گا اور دوسری یہ کہ میں اس دین اور شریعت کا پابند رہوں گا جو اللہ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے۔ یہ توحید و رسالت کا عہد ہوگا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ اس عہد میں تمام قسم کے عہد آجاتے ہیں جو ایک انسان اپنے خالق کے ساتھ کرتا ہے یا ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کرتا ہے ایک جماعت کا دوسری جماعت سے اور ایک سلطنت کا دوسری سلطنت سے عہد بشرطیکہ وہ خلافت شرع نہ ہو، پورا کرنا لازمی ہوگا

سورتہ مانعہ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اے ایساں اولوا
 دلوہو! لا تعقلوا محمدؐ پر یہی کہہ کر۔ سورتہ نبی اسرار میں ہے
 کہ اگر کوئی محمدؐ پر دیکھ کر، کیونکہ دوست الحقہ حقیقہ ہے
 فتنہ لولا اس کے متعلق یہ صفت ملے دیں سوال کیونہ ہے کہ
 میثاق کے متعلق مفسرین کو ہم فرماتے ہیں کہ ایک سطر میثاق است
 ہے جو اس جہان میں اسلئے سے پہلے اسطورے تمام خاندانوں کی بڑھاپا
 سے لیا تھا اس کا ذکر سورتہ اعراس میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 تمام قوم پر آدمؑ کی بیعت کی پشت سے نکال کر استہدایا اللہ کے
 میں حبیب کلہ تنویر میں قیام رب ہوں یا نہیں۔ "فَاَلَا مَسْجُوتِ"
 ترسب نے کہا کہ یہ بدکار! کیوں نہیں؟ تو یہی تھا کہ سب سے پہلے
 اس پہلے محمدؐ کی پادشاہی کے لیے اللہ کے فیضان کو جو سب سے پہلے
 اور کہا میں ذیل فرمائیں گا کہ کل قیامت کو یہاں ذکر ہو کر ہیں یہ
 دل کے دلوں کوئی نہیں کیا تھا، حالانکہ ہر نبی سے اپنی اپنی امت کو یہ
 محمدؐ اور دلایا ہے۔ غرضیکہ میثاق است اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی
 فطرت میں دیکھ دیا ہے کہ جو ہر شخص کی روح اس کا انوار کر چکی ہے۔
 اور یہی وہ محمدؐ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے خدا کے کا حکم دیا ہے
 اگرچہ اس دنیا میں اگر عام آدمی اس محمدؐ کو قبول دیتے ہیں تاہم یہ
 یہ علم فطرت لوگ ہی پاسے پاسے ہیں جو وہ نیست کے اعتبار سے
 یہ کہہ سکتے ہیں۔ تاہم یہی اور جہیں کے خدا کے بعض خصوصیات
 کا بیان فلسفہ ہے جنہوں نے کہا کہ ہیں قزو محمدؐ و کل زمانہ بآواز
 یہاں ہے اور ہیں اس سے کہ عالم احوال میں ہم نے یہ محمدؐ کیا تھا۔
 اسی لیے فرمایا کہ عقل مند آدمی وہ ہے جو محمدؐ پر دیکھ کر کہے ہیں اور میثاق
 کر لے شے خواہ وہ جو نیست ہو یا کہی اور محمدؐ۔

آج کی دنیا میں بد عہدی عام ہو چکی ہے، افراد ہوں یا جماعتیں یا حکومتیں وعدے کی پابندی نہ صرف ختم ہو چکی ہے بلکہ اس کے اعلانیہ اظہار کو بھی محبوب نہیں سمجھا جاتا۔ انگریزوں کے وزیر جنگ نے جنگ عظیم کے موقع پر بڑھو کا تھا کہ ترکوں کے ساتھ عہد محض وقت گزارنے کے لیے کیا گیا تھا، اُس کو پورا کرنا مقصود نہ تھا۔ آج بھی امریکہ ہویاروس، فرانس ہویا جرمنی وہ کسی نہ کسی حیلے سے عہد کو ٹالتے رہتے ہیں۔ ہمارا پیڑھی ملک بھارت کئی برس کے گئے عہد استغراب رہنے کو نہایت ڈھٹائی کے ساتھ ٹالتا جا رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے کسی عہد کو پورا نہیں کیا۔ البتہ مسلمان جب تک ایک زندہ قوم تھی، ان کو عروج حاصل تھا کہ یہ عہد پر بھی قائم ہوتے تھے۔ مگر جب سے انکھلاطریہ پذیر ہوئے ہیں۔ ان کی حالت بھی دیگر اقوام کی طرح ہی ہو گئی ہے۔ بہر حال عہد کی پاسداری کرنا سچے مسلمانوں اور عقلمندوں کا کام ہے۔

اہم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے کہ ایک عقل معاد ہوتی ہے اور دوسری عقل محاش۔ محاش کی عقل تو اس دنیا تک محدود ہے۔ یہاں پر بڑے بڑے اہل عقل و ہنر، دانش ور، بہر سزاوری آج کی حضرات موجود ہیں۔ مگر عقل معاد سے خالی ہیں کیلکمون ظاہراً وقت الحیوة الدنیا۔ ولکن عقل الآخرۃ ہُمْ غفلون (الروم) ان کا علم دنیا تک محدود ہے اور یہ آخرت سے غافل ہیں۔ مگر یہاں پر تو آخرت کو سمجھنے والی عقل کی ضرورت ہے اور صحیح عقلمند وہی ہے جو آخرت کی منزل کو سمجھتا ہے اور جسے آخرت کا احساس ہوگا وہ عہد کی پابندی

کرتے گا اور ایک قلع نہیں کرے گا۔

اشارہ اس کے معنی یہ کہ دوسری صفت یہ ہے کہ لوہی سے لکڑی
تھوڑی مٹا کر قلعہ بنا دے۔ اَنْ يُّوَسِّلَ اَمْرَهُمْ جو
 جلتے ہیں یا جس چیز کو جلتے اشیاء کے کاظم دیا ہے۔ سب سے
 پہلے اشیاء ایمان اور ان کی کھلتے کاظم دیا ہے۔ قرآن پاک
 میں ہر جگہ جو سے آتے الَّذِي تَخْتَلِفُ اَلْوَسْطُ اور وَتَخْتَلِفُ
الْمَشْرِطَاتُ یعنی وہ لوگ جو ایمان جلتے اور ایک اعمال انجام دے
 گواہی ایمان کے ساتھ داخل ہوتی ہوئی ہے۔ وَلَا تَكُنْ کے بطور
 ایمان کا کچھ قلعہ ہے۔ وَلَا تَكُنْ کی کام کی ہے۔ ایمان کا قلعہ
 ہے کہ ایمان کی کھلتے۔ ایمان چھپ میں وَلَا تَكُنْ اور وَلَا تَكُنْ
 ہیں اُن کی ہے۔ وَلَا تَكُنْ قرآن میں وَلَا تَكُنْ کاظم دیا ہے اور
 قلعہ دہی سے وَلَا تَكُنْ۔ اس کو وَلَا تَكُنْ اور وَلَا تَكُنْ
 سے بھی جیسے کہ وَلَا تَكُنْ کی کھلتے اور وَلَا تَكُنْ کے
 حقوق کے ساتھ زندگی کو وَلَا تَكُنْ ہے۔ وَلَا تَكُنْ کے ساتھ
وَلَا تَكُنْ کا وَلَا تَكُنْ ہے۔

قرآن میں وَلَا تَكُنْ کے حقوق کے ساتھ وَلَا تَكُنْ کاظم
 ہے۔ وَلَا تَكُنْ کاظم ہے۔ وَلَا تَكُنْ کاظم ہے۔ وَلَا تَكُنْ
 ہے۔ اس کی رعایت ضروری ہے۔ وَلَا تَكُنْ کاظم ہے۔ وَلَا تَكُنْ
 کاظم ہے۔ وَلَا تَكُنْ کاظم ہے۔ وَلَا تَكُنْ کاظم ہے۔ وَلَا تَكُنْ
 حقوق کی رعایت ہے اور وَلَا تَكُنْ کاظم ہے۔ وَلَا تَكُنْ
 معنی یہ لوگ ہیں جو وَلَا تَكُنْ کے حقوق کے ساتھ ہیں۔ اور ان میں حقوق
 نہیں کہتے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اِنَّكَ مَا الْمُؤْمِنُونَ (اخوة) (انجیل مت)
تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا وہ خوف اور بھائی چارے
کے جذبے کے ساتھ ہی رہیں۔ مسلمان خواہ کسی ملک میں رہا ہو اور
کوئی زبان بولتا ہو، وہ ہمارا بھائی ہے۔ ہم سب ایمان کے رشتے
میں پروئے ہیں، اگر طریقہ ہی جامع ایمان ہے۔

(۲۲)
خشیت الہی

عظمتِ دل کی تیسری صفت اللہ نے یہ بیان فرمائی ہے۔ وَ
يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَهَاطُ پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ مضمون
کلام فرماتے ہیں کہ خشیت وہ چیز ہے جو علم کے ساتھ چل پھرتی ہے
جب کوئی شخص اچھائی اور برائی میں امتیاز کر لیتا ہے اور پھر وہ برائی
کے کام سے ڈرتا ہے تو یہ خشیت الہی ہے۔ سورۃ فاطر میں اس
مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے اِنَّكَ يَخْشَى اللّٰهَ كَرِهَتْ
عِبَادُوهُ الْعَبْكَ لَمْ يُؤْمَرُوا اَلَمْ يَكُنْ لَكَ عِلْمُ وَلَدِ لَوْ كَانَتْ
فَرَايَا وَيَكْفُرُونَ سَوَاءٌ الْحِسَابِ یہ وہی لوگ ہیں جو حساب کی
خرابی سے ڈرتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے خوف
کھاتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا حساب آسان ہو جائے، یہی یہی
دانتے پر چلنے والے لوگ ہیں۔

(۲۳)

صبر

اہل عقل و خرد کی چوتھی صفت اللہ نے یہ بیان فرمائی ہے
وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِعَادًا وَجِبَلًا رَّكِبًا اور
وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی خوشنودی کی تلاش کے لیے
جنہوں نے دنیا کے مصائب و آلام جھیلے اور ناگوار باتوں پر صبر کیا۔
صبر اطاعت پر بھی ہوتا ہے، مصیبت سے بچنے کے لیے بھی
اور تکلیف کو برداشت کرنے پر بھی۔ صبر ملت ابراہیمی کے اہم
اصولوں میں سے ایک ہے۔ قرآن پاک میں اس کی بہت سی تفصیلات

کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ نماز بھی بہت بڑی حقیقت ہے۔ حساب کتاب کے موقع پر سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہوگا۔ نماز ہی کے ذریعے انسان کا تعلق بالشر قائم رہتا ہے۔ نماز مومن کی پہچان ہے۔ مومن اور کافر کے درمیان نماز ہی خطِ امتیاز ہے۔ نماز ہی مومن اور اہل عقل کی صفت ہے۔

فرمایا: اُن کی چھٹی صفت یہ ہے وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ اہل عقل وہ ہیں جنہوں نے خرچ کیا اس چیز میں سے جو ہم نے انہیں روزی دی ہے۔ انسان جو بھی خرچ کر اسے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز سے ہی کر اسے کسی کی کوئی ذاتی ملکیت نہیں۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ اس نے اپنی محنت، ہنر اور عقل سے کوئی چیز کائی ہے تو وہ نادان ہے یہ تو سب خیلے ہیں، یہ تو انسان کو اللہ کے حکم سے تصرف حاصل ہوا ہے۔ تو عقلمند وہ ہیں جو خرچ کرتے ہیں مگر بیچ کے کاموں پر نہ کہ شیطانی راستوں پر۔ اتفاق فی سبیل اللہ میں تحصیلِ منافع، گانا بجانا، شراب نوشی، اجراء بازی، شرکاءِ کمزور اور رسوماتِ باطلہ نہیں آتیں۔ یہ تو سب نابھائز مدت ہیں۔ ان قابلِ قبول خرچ وہ ہے جو خدا کی رضا کے لیے ہو اور اس میں تمام انفرادی اور اجتماعی حقوق بھی شامل ہوں جن پر خرچ کرنا عقلمندوں کی صفت ہے۔

اور اُن کے خرچ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ خرچ کرتے ہیں وَسِرًّا و عَلَانِيَةً پوشیدہ طور پر بھی اور علی الاعلان بھی۔ اگر پوشیدہ طور پر کوئی چیز سمجھتا ہے کہ پنپا دی جائے تو یہ بہت اچھی بات ہے کیونکہ اس میں بیکاری نہیں ہوگی۔ اور اگر کھلے طور پر خرچ کرنے سے دوسروں کو ترغیب دینا مقصود ہو تو ایسا کرنا بھی درست ہے تاہم زیادہ اجر پوشیدہ طور پر خرچ کرنے کا ہے۔

۱۶۱
فی سبیل اللہ

فریادی کی سائرس صنعت ہے تو کیا کوئی پلٹنے کی
اشتہار کر دے برائی کو برائی کے نزدیک دھکے کر کے ختم۔ اگر کوئی غفل
سز دہائی ہے تو اس کے جواب میں کوئی بھی کام کر کے ہیں
تاکہ برائی کا ازالہ ہو جائے حضرت علیؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے
سے فرمایا تھا کہ غفل کو برائی کے ساتھ دھکے۔ جب بھی کر کے برائی
خود بخود کٹ جائے گی۔ اگر کوئی آدمی تہمتے ساتھ بااخلاق سے
بہتر آئے ہو تو اسے یاد کرنی اذیت پہنچا ہے تو اس کے
جواب میں تم ہی غلط کام نہ کرو مگر تم برائی کا جواب بھی سے دو گے
تو برائی تم پر پڑے گی۔ اور اگر ایک گناہ کے جواب میں دو گناہ
چلیں، ایک گناہ کا جواب دو گناہوں سے ہے اور ایک گناہ کے
کی بجائے دو گناہیں تو پھر برائی سے کی نہیں بکارت چیلے گی۔ پس
ابن یسوی مولف پر برائی اور ظلم کا بدلے کی بھی اجازت ہے اور
بعض اوقات صاف کر دینا بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
میں ان کے عداوت میں کر رہا ہوں۔ تو فرمایا اہل عقل وہ ہیں جو
برائی کا ازالہ کر کے گرتے ہیں۔

فرمایا جو لوگ میں نے ذکر و سنت اور صاف ہائے جان کے
اوقات لکھے۔ عَلَّی الذَّکَرِ میں لوگ ہیں جس کے یہ اوقات
کا گھر ہے اور وہ گھر کیسے جگہ عذاب وہ راتوں کے قابل
انعام ہیں۔ جنت کے کن عطا ہے ہیں۔ جنت انور کس
جنت اچھ اور جنت عدان وغیرہ۔ تو جنت عدان وہ انعام
ہیں جو صرف رشتوں اور پیاروں کے انعام ہی نہ ہوں بلکہ سب
کے لیے ان ہی انعام کا اور ہوں۔ فرمایا یہ جنتوں کا
ذکر و صفات کے حاملین ان باتوں میں داخل ہوں گے اور وہ

وہاں رکھے نہیں ہوں گے بلکہ قَمَرٌ مِّنْ أُنْجُوتٍ اور کواچھٹہ وَكَاكِبٌ مِّنْ ثِيَابٍ ان کے آباؤ اجداد اور اولادوں میں سے نیک لوگ بھی ان کے ساتھ جنت عدن میں داخل ہوں گے۔ ایک مومن کو اسے از حاصل ہوگا کہ ان کے متعلقین اگرچہ عمل میں ان سے کم تر ہوں گے مگر ان کی وجہ سے وہ بھی ان کے ساتھ جنت کے اعلیٰ مقام میں ہوں گے۔ جنت عدن کا تقسیم جیسے اپنے اعزہ واقارب کے متعلق اللہ کے حضور تشویش ظاہر کرے گا اور پیچھے گا کہ وہ کس طبقے میں ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی انہی کے ساتھ ملائے گا۔ تاکہ اُس جنتی کو کوئی فریبی گرفت بھی نہ ہو دوسری جگہ پر ہے وَأَتَّبَعْتَهُمْ دَرَجَاتٍ پانچ کمان (الطوائف) اگر ایمان اور نیکی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں کو بھی ان کے ساتھ ملا دینگا۔

فَرَأَىٰ الْمَلَائِكَةَ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ اور ان پر ہر دروازے سے فرشتے داخل ہوئے مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر داخل نہیں مل سکتا۔ کیونکہ بعض لوگوں کوئی شخص اپنے اہل و عیال میں مشغول ہوتا ہے ایسے میں نخل ہونا درست نہیں ہوتا۔ فرشتے داخل ہو کر کہیں گے سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ تم پر سلامتی ہو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بِمَا صَبَّحْتُمُوهَا اس وجہ سے کہ تم نے اس دنیا میں صبر کیا۔ فَنِعْمَ عُقْبَىٰ الدَّارِ آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے جو صبر کی بدولت حاصل ہوا۔ فرشتے مبارکباد دیں گے جس سے اہل ایمان کی خوشی میں اضافہ ہوگا۔ یہ نیک لوگوں کا انجام بیان ہوا۔ اب اگلی آیت میں بڑے لوگوں کا حال بیان ہوگا۔

فرشتوں کا سلام

صاحبزادہ

الرحمن

نکسہ نم ۹

آیت ۱۰۰

وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ تَعْدٍ مِيثَاقِهِ
وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ
وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ
الْعَذَابُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ (۱۰۰) اللَّهُ يَجْطِ
الْزُّقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَقَسِرُوا
بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي
بِالْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ۝ (۱۰۱)

ترجمہ :- اور جو لوگ اللہ سے عہد شکنی کے بعد
کے بعد اس کے منقطع کرنے کے ، اور قطع کرنے کے
اس چیز کو کہ اللہ نے حکم دیا ہے ، اس کو برباد کر دے
اور کہتے ہیں یہی وہی لوگ ہیں جن کے یہ عذاب
ہے اور جن کے یہ ہے یا گھر ہے ۝ (۱۰۰) اللہ تعالیٰ کا یہ
کنا ہے دنیا میں کے یہ ہے پھر یہ لوگ کنا ہے
(جن کے یہ ہے) اور ان پر لگے ہیں یہ لوگ
دنیا کی دنیا پر ، مٹا دیں یہ دنیا کی دنیا آخرت
کے مقابلہ میں مٹا چکے ہیں ۝ (۱۰۱)

مٹا دیں اور دنیا کی دنیا کے بعد آخرت کے دن کے دن کی
دنیا کو اسے ایک اور دنیا کی دنیا کے متعلق ہے ، یہی ہے

مجاہد

رکھنے والے لوگ ہیں۔ گذشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف بیان فرمائے تھے کہ یہ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور جن چیزوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، ان کو توڑتے نہیں۔ یہ لوگ بڑے حساب سے اپنے پروردگار سے خوف کھاتے ہیں اور اپنے رب کی خوشنودی کے لیے صبر کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، اللہ کے لیے ہونے رزق سے خرچ کرتے ہیں اور بانی کا ازادہ عبادتی کے ساتھ کرتے ہیں۔ پھر اللہ نے ان کا انجام بھی بیان فرمایا کہ ان کے لیے قابلِ رہائش باغات ہوں گے اور اگر ان کے آباؤ اجداد، بیویاں اور اولادیں بھی صاحبِ صلاحیت ہوں گی، تو وہ ان کے ساتھ ہی رہیں گے۔ ایسے لوگوں کو یہ اعزاز حاصل ہوگا کہ فرشتے ہر دروازے سے داخل ہو کر ان کو سلام کریں گے اور پھر انہیں صبر کرنے کی وجہ سے اچھے انجام کی خوشخبری دیں گے۔

اب آج کے درس میں ان لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے جو قرآنی تعلیمات سے مستفید نہیں ہوتے وہ حقیقت یہ لوگ غفلت مند نہیں ہیں۔ اللہ نے ان کے اوصاف بیان کیے ہیں اور ان کے انجام کا ذکر بھی کیا ہے قرآن پاک کا یہ اسلوب بیان ہے کہ جہاں ایمان والوں کا ذکر ہوتا ہے، اُن کے ساتھ نافرمانوں کا حال بھی بیان ہوتا ہے جہاں عہدین کی بات ہوتی ہے وہاں فساد و فجار کا تذکرہ بھی ہوتا ہے اس طرح گمراہ ترغیب و ترہیب ساتھ ساتھ جلتی ہیں گذشتہ درس میں قرآن کے مستفید ہونے والوں کا ذکر تھا، اب نافرمانوں کا انجام بیان ہو رہا ہے۔

عمر

اِرْشَادِہٖ ہُوَ قَالَ ذٰلٰکَ یَنْقُضُوْنَ عٰہِدَ اللّٰہِ
مِنْ اٰیۃِہٖ مِثٖ اٰیۃِہٖ اُوۡرِجُوۡا لَوۡکُمُ اللّٰہُ کَیۡفَ تَعۡرِفُوۡنَ

ہیں اس کو کچھ کہنے کے بعد۔ اس میں عموماً دل سے لے کر مائے
 عیناً جانتے ہیں اللہ تعالیٰ تعالیٰ تعالیٰ کے درمیان عموماً ہے
 کہ بندے اس کی توجہ کر لیں، اور اس کی پابندی کریں، اللہ سے باز
 رہیں، اللہ سے کہہ سکیں، اور براہوں سے نہ پکے رہیں۔ مگر کبھی
 عموماً نہیں کرتا۔ اللہ سے کہنے کے متعلق حضور علیہ السلام کا فرمان ہے
اللہ تعالیٰ تعالیٰ تعالیٰ وہ عموماً کہتا ہے تو اس پر پابندی کرنا عموماً
 کرنا ہے اس کے ایک تعلق نہیں ہوتا۔

اس کے فرمایا اللہ تعالیٰ تعالیٰ تعالیٰ اللہ سے کہنے کے
 جو مسئلہ اور جو قطع کرتے ہیں، اس چیز کو جسے اللہ سے کہنے کے
 کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کے ساتھ ہی کرنا
 منکر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ تمام چیزوں پر ایمان لے لے کا حکم
 دیتا ہے مگر یہ لوگ ایسا نہیں کہتے۔ یہ وہ نصیحتیں (جو پابندی کے
 مریض ہیں جو بعض انسداد پر ایسا ہی لگتے ہیں۔ اور بعض
 کا انکار کر دیتے ہیں۔ ان کا یہ سبب ان فتنوں کا ہے جو وہ
 سے فتنوں میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ اللہ سے کہنے کے
 کفر ہے اور اسے عقل کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ سے فتنوں میں کہ
 اپنی جگہ سے کا حکم دیتا ہے مگر یہ لوگ اسے نہیں کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں

اللہ تعالیٰ تعالیٰ

فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ اللہ سے کہنے کے
 وہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ میں اللہ سے کہنے کے۔ اللہ سے کہنے کے
 نام میں اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے کہنے کے نام سے ہیں۔ اس کی تفسیر
 تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ اللہ سے کہنے کے نام سے
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ اللہ سے کہنے کے نام سے کہتے ہیں کہ اللہ سے کہنے کے

کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُونَ (الشوریٰ) اگر اللہ تعالیٰ رزق کے دروازے سب کے لیے یکجا کٹا دیتا تو سب کے سب نافرمان ہوتے، لہذا وہ اپنے اندازے کے مطابق جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔ کسی کو زیادہ دیتا ہے اور کسی کو کم۔ بعض اوقات نافرمانوں کو بھی رزق میں بڑی وسعت عطا کرتا ہے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ تمام بڑے لوگ آسائش میں ہوں۔ بہت سے کافر بھی تنگی میں وقت گزارتے ہیں۔ کفر اور افلاس اگر دونوں چیزیں یکجا ہوں تو بہت ہی بڑی بات ہوگی مگر بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں۔ لیکن بہت سے نافرمان، بد اخلاق اور بد عقیدہ لوگ آدم و آہماق میں بھی ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت پر موقوف ہے فضیلت کا معیار دنیا کا مال و دولت نہیں بلکہ نیک، تقویٰ اور ایمان ہے، لہذا کسی تنگ کی خوشحالی دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ یہ شخص خدا تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے۔

دنیا کا
حقیر
CHL

فرمایا وَهَيِّجُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا یہ لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہیں، فریفتہ ہو گئے ہیں، حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ہمیں ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں مگر حقیر سامان۔ اس دنیا کا سارا سا سامان ایک بالکل معمولی سی چیز ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے لَوْ كُنَّا نَتَّبِعُ الدُّنْيَا لَتَمُدُّ عَلَيْنَا اللَّهُ جَنَاحَ مَغْشَاةٍ مَّا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةً اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی

رحمت سے غور میں۔ خداوندی کلام کرنے والا ہمیشہ مختص میں
گفتا کہ سچے کا وہ اللہ کی رحمت سے کچھ حصہ نہیں پا سکتا یہی وہ
لوگوں میں جو اس دنیا میں بھی خدا تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہی
گئے۔ یہ قیامت کے دن بھی ان کے گھٹوں پر لڑائی ہوگی۔ سورۃ ہود
میں اللہ نے انہیں قسوں کا حال بیان کر کے فرمایا: وَأَشِيقُوا فِي
عَذَابِ اللَّهِ الَّذِي لَكُمْ لَا تَرْجُونَ إِلَّاهُ يَوْمَ يُسْفِكُ نَارُ سُبْحَانَ
رَبِّكَ يَوْمَ يَخِفُّ كُلٌّ فِي عِندِ رَبِّكَ وَتُحْشَرُونَ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْكُمْ
شُجْرَتُهُمْ وَلَا شُعْبُهُمْ وَلَا هُمْ فِي عِندِ رَبِّكَ بِشَيْءٍ
يَكْفُرُوا بِهِ يَوْمَ تُنْفَخُ السَّمَاوَاتُ كَالسَّيْفِ وَأُفْكُ السُّجُودِ
وَالْجِبَالُ كَالْعِهَادِ۔ یہودیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ
کسی کے رنگ جہنم کا شکار نہیں گئے۔ یہودی قرآن پاک سے متنبہ نہ
ہوئے اور اس سے انصاف حاصل نہ کئے۔ اس کے دونوں گروہوں کا
ذکر ہو چکا ہے۔ ان کی مصیبت بیان ہوئی ہے اور ان کا انجام بھی بیان
کر دیا گیا ہے۔

انہوں نے اللہ کی کرمی فرمائی اور اسے اس بات پر بھیغ کر دیا
میں طاعت پر اسے بھیغ کر کے اسے اس بات پر بھیغ کر دیا
پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیغ کر دیا اور ان کے عقائد کو کھنڈ
ہی جہاد کر دیا۔ تعالیٰ نے اس قوم کی کثرت میں رنج فرمایا ہے
ارشاد ہوتا ہے: أَلَمْ يَنْفَعِكُمُ الْوَيْلُ الَّذِي رَسَخُوا فِيهِ
عَقْدَتُهُمْ قُلُوبُهُمْ لَمْ يُفْعَلْ بِهِمْ شَيْءٌ وَلَٰكِنْ أَصْحَابُ الْأُفُفِ
يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كِبَارُهَا وَلَا كَدُّهُمُ وَلَا يَنْفَعُهُمْ
شُعْبُهُمْ أَوْ هُمُ الْمُفْضَلُونَ۔ اسودگی اور تنگ دلی انسانوں کے قسم
عقل اور چہرے کے مطابق نہیں ہوتی۔ یہی انہوں کا اپنا کمال نہیں
ہوتا ہے بلکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی رحمت، رحمت اور محبت
کے باعث ہوتی ہیں۔ وہ اپنی محبت کے مطابق کلام کی عقل و فہم

مذکورہ
کتاب
اور

میں فساد کی ضد اصلاح ہے۔ جب کوئی چیز اعتدال پر ہوتی ہے تو وہ درست حالت پر ہوتی ہے مگر جب وہ اعتدال سے باہر نکل جاتی ہے تو اس میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

فساد فی الارض کا مفہوم بڑا وسیع ہے بشلاً کفر، شرک اور فحاشی فساد فی الارض ہے۔ اس کے برعکس ایمان اور توحید درستگی اور اصلاح ہے۔ یہ فطرت کے عین مطابق ہے اور اس سے تمام چیزیں اعتدال پر آتی ہیں، کافروں کے ساتھ دوستانا کرنا، اُن کو مسلمانوں کے راز پہنچانا، فتنہ برپا کرنا، غلط رسومات کو ردِ لُج دینا، دین کے خلاف بات کرنا، شرعی قوانین کو توڑنا، قتل و غارتگری کرنا، معصیت کے حق میں پراپیگنڈا کرنا، فحاشی پھیلانا، اخلاق سوز باتیں کرنا، بدعتیہ ہونا، خلاف سنت کام کرنا، بدعت جاری کرنا، زنا، بدکاری، چوری، ڈاکہ، خیانت، ابرو ریزی کرنا، سب فساد فی الارض میں شامل ہے۔ "وَاللّٰهُ لَا يَجُوْثُ الْفُسَادُ" اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ یہ سب کچھ وہ لوگ کرتے ہیں جو عقل سے محروم ہیں۔ ان کے برعکس جو لوگ اہل عقل اور اہل ایمان ہیں وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، زکوٰۃ اور صدقات ادا کرتے ہیں۔ ان میں غریب پروری اور بنی نوع انسان سے ہمدردی کا ادارہ ہوتا ہے۔ وہ تعلق باللہ قائم کرتے ہیں اور عہد کے پابند ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتا ہے اور فساد فی الارض کرنے والے ناپسندیدہ لوگ ہیں۔

فِرَاقُ اَوْلِيَاكَ كَهُومِ اللَّعْنَةِ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لعنت ہے۔ لعنت کا لغوی معنی ہے بُعْد عَنْ الرَّحْمَةِ
یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری۔ جس طرح شیطان مر دود
اور خدا کی رحمت سے محروم ہے اسی طرح تمام کافر بھی اللہ کی

قدرتِ حقیت۔ پھر کے پاس کے برابر ہی ہوئی تو وہ کسی کا زور نہ ہو کر پانی
 کا ایک گھونٹ ہی نہ چھا۔ مگر فکر کے نزدیک دنیا ایک پتھر پتھر
 ہے۔ علمِ شریعت کی روایت میں یہ بھی آئسہ کہ آخرت کے حکم
 میں دنیا کی حیثیت ایسی ہے جیسا کہ عقلِ انسان کو
 پہنچنے پر۔ البتہ جیسے کہ عقلِ انسانی پہنچنے پر عقلِ انسانی
 کو نہ کر سکا ہے۔ قلیتِ نظر یہ ہے کہ جمع پھر دیکھتے کہ
 پانی کی کتنی مقدار اس میں گھس کر آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
 ہے "قَالَ لَافْضَوْهُ خَفِيفًا وَآثِقًا" (اعلیٰ) آخرت ہی پانی
 اور بہتر ہے جو کچھ غم نہیں ہوگا، اللہ کی شریعت ہی کی روایت
 میں یہ کہ آئسہ کہ حاصلِ علی الصلوٰۃ والسلام ستر بخندی آئسہ
 قیامت چھوٹے کا لڑنے لڑنے کے مرہ کے سے آئسہ۔
 آپ علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا "تم میں سے کوئی ہے جو
 اس مردہ کے کہ ایک دھم میں خروا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا
 حضور! یہ تو خیر ما مرنا کیا ہے۔ لا حیت لکذا لست
 یشتی ہم تو اس کی نسبت پر ہی خریستے کے بے تیار نہیں
 آپ علیہ السلام نے فرمایا "معاذ اللہ کے نزدیک پوری دنیا کی
 قیمت اس مردہ کے سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ مگر اللہ کا حال یہ
 کہ اس دنیا کے نیچے پاس ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اس کے بچے
 وڈا ہے۔ اس کے حقیر ماں کی کو کھیت کھیت کر دیکھ رہے
 اسی کو پانیار کھو رہا ہے۔ اس کے فراموش سے غافل ہو گیا
 ہے۔ دنیا کے آدم و انساں، مخلوقات، کادوں اور درگاہان
 میں یہ کچھ نہ دیکھتے۔ مگر اصل منزل کو آخرت کی منزل ہے
 جو پانیار ہے۔ اور اس کو وہام بھی حاصل ہے۔ اس آیت

۲۸۔ رہو کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی دل مطمئن ہوتے ہیں (۲۸) وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے خوشخبری ہے ان کے لیے اور اچھا ٹھکانا (۲۹) اسی طریقے سے ہم نے بھیجا ہے آپ کو رسول بنا کر ایک امت میں۔ تحقیق گزر چکی ہیں اس سے پہلے بہت سی امتیں، مگر آپ قیامت کریں ان پر وہ پتھر جو ہم نے وہی کی ہے آپ کی طرف۔ اور یہ لوگ انکار کرتے ہیں رحمان کا۔ آپ کہہ دیجئے وہ میرا رب ہے نہیں کوئی معبود اس کے سوا، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع ہے (۳۰)

گذشتہ آیت میں قرآن کریم کی نصیحت سے مستفید ہونے والوں کے اور ان کا انجام بیان ہوا۔ پھر اس نصیحت سے مستفید نہ ہونے والوں کے اور صاف بتایا ہونے کو یہ لوگ عذاب کو قیامت میں جس چیز کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹتے ہیں اور فساد فی الارض کے مرتکب ہوتے ہیں۔ فرمایا ایسے لوگوں کے لیے اللہ کی لعنت اور آخرت میں بڑا ٹھکانا ہوگا۔ اگر ایسے افزون لوگوں کو دنیا میں دافتر روزی نصیب ہو تو اس سے دھمکانیں کھانا چاہیے کیونکہ رزق کی وسعت اللہ تعالیٰ کی حکمت پر منحصر ہوتی ہے۔ دنیا کامل و اسباب خدا کی جانب سے آرائش ہوتی ہے، یہ کسی شخص کے پسندیدہ ہونے کی علامت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ تاہم وہ ہر شخص کی صلاحیت کے مطابق ہی کوئی فیصلہ کرتا ہے۔ اس کی حکمت کو کوئی مخلوق نہیں بیان کر سکتا۔

آج کے دور میں اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کرنے والوں کا شکوہ بیان کیا ہے

وہاں پہنچے ۔

دس دسم ۔

الرحمن

نیمہ ۲۰-۲۱

وَيَقُولُ الْكَافِرُ كَذِبًا أَتَنَزَّلُ عَلَى عَلِيٍّ هَـذَا
 بَلْ لَّيْسَ بِهِ بَشَرٌ مِّثْلِي فَقَدِ اتَّخَذَ اللَّهُ
 وَلِيًّا لِّيَكُونُ مِنِّي آيَاتٍ لِلَّذِينَ آمَنُوا
 وَتُظَاهِرَ فِي ذُرِّيَّتِهِمُ الْمَلَائِكَةُ لَا يُرْكَى
 اللَّهُ كُظْمِينَ الْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا
 وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَى لَهُمْ وَحُسْنُ
 مَآبٍ ۝ كَذَلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ
 خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَسْأَلُوا
 عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ
 يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ
 إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَرْجِعُ ۝

ترجمہ :- اور کہتا ہے وہ تک ہوں نے کفر کیا

کہ کہیں نہیں ملے گا اس پر کہل نکلتی اس کے صاب

کہ طوط ہے ۔ (دستہ پیر) کہہ کہ ٹیپٹہ ایک ایک

گروہ کیا ہے جن کو پسند ہے اور دیت دیا ہے ان

طوط اس کو جو جوت نکلتا ہے ۝ وہ تک جو بھی

جئے اور ملتی ہوئے ہی ہی کے دل اندر کے کرے

میں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کا تقابل بھی کر دیا ہے اور دونوں
 کی حیثیت کو بھی واضح کر دیا ہے۔ اب یہ بندوں کا کام ہے کہ وہ
 ان میں سے کسی چیز کو پسند کرے یا نہ کرے۔

کہ لوگ محض خداوند کی حمد پر غفلت و غمازی کرتے تھے وہاں پر
 برحق تعالیٰ کا فتح بڑا ہی تھی۔ اور انہوں نے کہا ہے قَالَ الَّذِينَ
كَفَرُوا اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کا شیروہ اختیار کیا۔ کفر
 کا لغوی معنی شکاری ہے۔ اور اصطلاحاً تو یہ ایمانیت کا عیب
 ہے۔ انکس کا یہ قیامت پر غلامانہ رویہ ہے۔ یہ لوگ کہتے
 ہیں قَوْلًا كَثِيرًا علیحدہ ایک جگہ ثُمَّ ترجمہ کریں نہیں
 قدرتی جاتی اس ذخیرہ پر نشانی اس کے عیب کی طرف سے۔ اس
 نشانی سے وہ نشانی مراد ہے جو کافر لوگ خود اپنے معنوں سے طلب
 کرتے تھے نشانیاں اور جڑوں میں اس کے اپنے برعکس فرائض
 اس کے عیب میں اور ان کے ذہن کے طبع اس کے اپنے
يَكْفُرُوا بِاللَّهِ فَيُفْسِدُ كَلِمَتهٖ يُفْسِدُ كَلِمَتهٖ
 گمراہ کرتا ہے میں کہتا ہے کہ يَكْفُرُوا بِاللَّهِ فَيُفْسِدُ كَلِمَتهٖ
 اور راست دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو جرح و گستاخیت و بدیت
 اور گمراہی و غلامی چیزوں کے اسباب ہیں۔ جو محض خداوند پر ہر جرحی
 کا منہ ہر گز نہیں ہے۔ اور تعالیٰ اس کو گمراہ کرتا ہے۔ اور راست
 سے گمراہ کرتا ہے۔ سوائے انہوں میں سے کسی ایک کے کہ يَكْفُرُوا
بِاللَّهِ فَيُفْسِدُ كَلِمَتهٖ يُفْسِدُ كَلِمَتهٖ يُفْسِدُ كَلِمَتهٖ
 وہوں پر ہر گمراہی سے میں کی وجہ سے میں کو نہیں کہتے کہ کفر
 پر شک برسنے والی۔ سورۃ بقرہ کی ابتدا میں ہی ہے يَكْفُرُوا
بِاللَّهِ فَيُفْسِدُ كَلِمَتهٖ يُفْسِدُ كَلِمَتهٖ يُفْسِدُ كَلِمَتهٖ
 ان کے عیب کی طرف سے ایک طلب کا یہاں ضروری ہے۔ جو محض
 بدیت کی خواہش کے لئے ہے۔ اس کے حال پر کہ اور جو خداوند کے
 لئے بدیت نصیب نہیں ہوگی بلکہ وہ گمراہی میں ہی جلتا ہوگا

مکے کے مشرکین حضور علیہ السلام سے من مانی نشانیاں طلب کرتے
 سہتے تھے۔ کہتے تھے مکے کے بنی پھاڑوں کریاں سے چلائے تاکہ
 ہم یہاں پر کھیتی باڑی کر سکیں کبھی کہتے بنی پھاڑوں کو سونے کا بانی
 اس قسم کی بیوردہ فرمائشیں کرتے مگر قدیم نہیں کرتے تھے شوق القہر کا
 معجزہ انہوں نے خود طلب کیا، پھر جب اللہ نے اُسے ظاہر کر دیا۔
 تو کہنے لگے مَبْعُوثٌ مَّنْ شَيْءٍ مِّنْ قَهْرٍ یہ تو چھٹا ہوا جادو ہے۔
 پہلے بھی ہوتا تھا، اب بھی ہوتا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین
 کی ذہنیت کا ذکر کیا ہے کہ یہ ہٹ دھرم لوگ، اللہ کی طرف رجوع
 نہیں کر سکتے لہذا انہیں ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ ہدایت اُس
 شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ سے اس کا جھگڑا ہوگا۔

الطینان
 قلب

کفار کے تذکرے کے بعد اب اہل ایمان کا ذکر آ رہا ہے۔
 ارشاد ہوتا ہے الَّذِينَ آمَنُوا وَ هُمْ لَوِ لَوْ كَانُوا يَلْعَنُونَ۔ جو
تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ اور مطمئن ہوتے ہیں۔
 ان کے دل اللہ کے ذکر سے۔ ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ جو بھی ایمان
 آدمی اللہ کا ذکر کرے گا اُس کے دل میں سکون پیدا ہوگا۔ ساتھ یہ بھی
 فرمایا إِلَّا أَكْا هَ رِهَ اَوِ مَن لَّوْ، بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ
 اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی دلوں کو الطینان حاصل ہو سکتا ہے الطینان
 قلب کے لیے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ سب سے بڑی بات ہے
 کہ جب اللہ کا نام لیا جائے یا اس کا کلام پڑھا جائے یا کوئی شخص
 منقول ذکر کو اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تو اُس کے دل میں خاص
 قسم کا اُس پیدا ہوتا ہے اور وحشت دور ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ
 یہ ہوتا ہے کہ انسان کے دل میں سکون پیدا ہوتا ہے جس سے وہ
 خاص قسم کا اطفہ۔ محسوس کرتا ہے۔ برخلاف اس کے دنیا کے

آدم کو اس مخلوق کے تمام لوازمات بھی لکھے گئے کسیے بیٹوں کو جبراً
آدم کو اپنی ملکیت سے نکل کر اپنی قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ ویسا کہ پیش کر
آدم کو زمین پر رہے کہ اس سے کوئی انسانی بھی ہی سر نہیں ہوا بلکہ
اس کا سوا دل فطرتی صورت۔ تمیز دینے والا ہوا کہ ہے کہ
ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری صورت کے لیے
باقی رہا ہے۔ اس کی عمریں برکت ہی ملی جاتی ہے اور وہ
الطیفا قلب سے محروم رہا ہے۔ جس کے لیے دوسرے دوسرے
حق کو سطنوں کے ملک میں ذکر الہی سے دوری کی وجہ سے
ہی کہتے ہیں۔ اس کے برخلاف اپنے دلوں کو ذکر الہی سے محرو
کر کے اپنے منہ پر ڈیڑھوں کر بھی لکھی قلب حاصل ہوا ہے
اس کی بدی و شست دور ہو جاتی ہے۔ طریقیہ الطیفا قلب
کا واحد یہ ذکر الہی ہے۔

ان کی مخالفت صورت میں بھی۔ امام طبری کا یہ ذاتی ہوا ہے۔ یہی
نادر پڑتا ہے۔ قرآن کی ایک کی مخالفت کرتا ہے اور یہ کہ وہ اگر
کرتا ہے۔ جس زبان کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ امام ابو جعفر
فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب کو نہ لکھوں اور غلطیوں میں
غور و فکر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہی کتاب کے ساتھ
پیدا کیا ہے۔ تو یہ بھی اللہ کے ایک کے مترادف ہے۔ اس کے
علاوہ ایک کتاب کو بھی ہے۔ ہندو کی وہی اس کا طریقہ بھی
تعمیل ہے کہ انہی دین کے ساتھ اس طرح اللہ کا ذکر کرے۔ بخاری
بنیامی دین میں اس صورت مجدد اللہ تعالیٰ، شاء ولی اللہ تعالیٰ
وہی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ان
کے اندر بہت سے مخالفت لکھے ہوئے ہیں۔ سو یہ وہ مخالفت

کثرتِ ریاضت سے بیدار ہو جاتے ہیں تو پھر وہ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور یہ ملکہ مرشدِ برحق سے سیکھنے پر حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ نفس کے ساتھ بھی ذکر ہوتا ہے۔ بزرگانِ دین ایسا طریقہ بھی سکھاتے ہیں کہ انسان کے جسم کے اندر جانے والی اور باہر آنے والی ہر سانس اللہ کا ذکر کرتی ہے۔ تاہم آسان ترین ذکر لسانی امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ہر دن کے لیے کسی مومن کا ذکر الہی میں جس سے کم نہیں ہونا چاہیے کہ وہ سُبْحَانَ اللہ - لَیْسَ مِثْلُہٗ شَیْءٌ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ - سوسومرتبہ کہے۔ بعض بزرگانِ دین اس کے ساتھ ساتھ ایک سوسومرتبہ استغفار اور ایک سوسومرتبہ درود شریف پڑھنے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ مشائخِ چشت کے طریقے پر رعیت ہونے والے عوام کو یہ عمل ہر روز صبح و شام کرنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اذکار کے تمام کلمات جو حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں یا جو سلفِ صالحین سے مشغول ہیں، وہ سب الہیاتی قلب کا بحث ہیں۔ حسن حسین کی زبانت میں آتا ہے حَقُّ مُطِیْعٍ ذَاکُرُ اللّٰہِ یعنی اللہ کا ہر اطاعت گزار اس کا ذکر ہے۔ یعنی اگر وہ زبان سے ذکر نہیں بھی کرتا مگر اس کی طرف سے خدا کی اطاعت کا ہر کام اس کی طرف سے ذکر ہی سمجھا جائے گا۔ تاہم زبانی ذکر ملتِ ابراہیمی کا بہت بڑا اصول ہے "وَلَذِکْرِ اللّٰہِ اَکْبَرُ" اللہ کا ذکر ہر چیز سے بڑا ہے۔ جب انسان اللہ کا اسم پاک اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تو اس پر خدا تعالیٰ کی بخشی نازل ہوتی ہے جس سے اُسے سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ آپ بزرگوں کی سوانحِ حیات پڑھ کر دیکھ لیں، یہ اللہ ملنے دنیا کے سادہ مسلمان سے بے نیاز مگر سکون

قلب کی دولت سے مدد مل سکتے ہیں۔ انہیں کرنی پر نیالی اور بے مہنتی نہیں ہوتی کیونکہ اللہ کے ملک سے بڑھ کر کوئی دینی سرکاری چیز نہیں منسخری کر نام مستحکم ہوتے ہیں۔ اگر بعض بزرگ دنیا دار اور انکار میں اپنی اہمیت سمجھتے ہیں۔ وہ دنیا کے لالچات کی طرف متوجہ اس لئے راغب نہیں ہوتے کہ اس دورانی خدا تعالیٰ کی کئی کا تھیل دہرے کی دستگیر وہ اس سے کوہم و ہوا میں لے۔ خدا اور خدا کی عقل کے حصول کے لئے ہر وقت تیار ہوتے ہیں۔ تاکہ ان کے مطلوب قلب کی دولت میں کسی وقت بھی کمی نہ لگے۔ ہر حال میں قلب کے لئے اگر کوئی خاطر بقیہ بھی صحیح ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی باطنی راغب ہر طرح طریق اختیار کیا ہے۔ تو اس سے چھین لے سکتے ہیں۔ تاکہ نیز ہر طرح کی طرح اختیار کر سکتے ہیں حاصل ہوگا۔

اس مقام پر بعض منسخری سے اس اشکال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس آیت کی مدد سے اگر کوئی ایسا ہی قلب کا باعث ہو تا ہے جب کہ سورۃ النحل کی آیت "وَمَا تَكُنْ اَلْقُلُوبُ فَتَحِلَّتْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاٰثِرُونَ" سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی سے دل نہ جاسکے اس میں یعنی خلوت ظاہری ہو جاتا ہے۔ ظاہری دینی آیت خدا کی معلوم ہوتی ہے مگر منسخری کو نام فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ دینی کیفیوں کے مزاج اشکال ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس آیت میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کا ذکر ہے ان کی کھولنے کو خود ان کے دلوں میں ایسا کر دینا ہے اور جس آیت میں اللہ کی دھرم کا ذکر ہے ان کے خدایہ کا ذکر ہے ان کی کھولنے سے الہی احکام کے دل نہ جاسکے ہیں۔ مگر اس وقت خدا تعالیٰ کے عمل کا ذکر ہوتا ہے تو انہوں نے دل خلوت سے کاغذ اٹھتے ہیں اور جب

کتاب
اشکال

خدا تعالیٰ کی رحمت بے پایان کا ذکر ہر لمحہ لڑا ہل بیان کرالذنان
قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا ان آیات میں وحیقت کوئی تعارض
نہیں ہے۔

صاحب قفس منظری قاضی شہاد الشریانی جیؒ لکھتے ہیں کہ خوف
اور امید اکٹھے بھی ہوسکتے ہیں۔ انسان کے دل میں یاد الہی سے جو
انس پیدا ہوتا ہے اس میں خوف اور رجائی دونوں چیزیں شامل
ہوتی ہیں۔ دونوں کی یکجائی کے متعلق حدیث میں مثال موجود ہے
ایک نوجوان زندگی کے آخرت لمحات پر تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اس کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت کیا کہ تم اپنے آپ
کو کیا پالتے ہو؟ اُس نوجوان نے عرض کیا حضور! أَخَافُ ذُلَّ الْوُجْهِ
میں اپنی غلطیوں کا کتا ہوں اور گناہوں کی وجہ سے خوفزدہ ہوں کہ
أَرْجُو اللَّهَ اور میں خدا تعالیٰ سے اس کی رحمت کی امید بھی رکھتا
ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص میں خوف اور رجائی اکٹھے
ہو گئے وہ یقیناً کامیاب ہوگا۔ فرمایا ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ اُسے
وہ چیز عطا کرے گا جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اس چیز سے بچا
لے گا جس سے وہ ڈرتا ہے۔ مگر ایک کامل الایمان آدمی میں یہ
دونوں چیزیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ خدا کے عدل سے ڈر بھی ہوتا ہے
اور اس کی رحمت سے امید بھی ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں انبیاء
علیہم السلام کی یہ صفت بیان کی گئی ہے "يَذْكُرُونَ مَا رَغِبُوا
وَرُغِبُوا" (انبیاء) وہ ہمیں پکارتے ہیں ہماری نعمتوں میں رغبت
رکھتے ہوئے اور ہمارے جلال سے ڈرتے ہوئے۔

ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے۔ امام مجتہد فرماتے

ہیں کہ یہی ہے کے بعد ان کے کاموں میں فیاضی اور پیہلا دیا۔ اور جو بعض
 فائدہ مند، اور اگرچہ اس کی حد تک شرح میں آتا ہے جو اور
 ایمانی کے لئے کے بعد ان کے کاموں کو انجام دے گا۔ ان کے اس کو بہت
 میں پیدا ہوگا۔ اگرچہ وہ گھر میں ہی رہتا ہے۔ چنانچہ اس کا نام اور اس کا حال
 پر ہوا۔ اس کے لئے وہ صاحبزادہ ہیں ہر قسم کی ہمت، آگے، اور ان کے
 نیکوئی شامل ہیں۔ تو یہ وہ ہیں جس کے بعد میں لوگوں نے اس کے
 اعمال انجام دیے۔ ان کے لئے ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ وہ گھر میں
 صاحبزادہ اور ان کے لئے ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ وہ گھر میں
 ہیں کہ اسے بعض فرشتے ہیں کہ ان کے لئے ہے ایک دھند کا
 نام ہے جو ان کے لئے ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ وہ گھر میں
 وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 کے گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 پر وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 کا گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 میں ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 پر اسے ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں

ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 ہو رہا ہے کہ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 ہیں ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 کہ اسے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 کہ اسے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 کہ اسے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں
 کہ اسے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں ہے۔ ان کے لئے وہ گھر میں

میراث
 گھر میں

بھی انسانوں میں سے ہی رسول بنا کر بھیجے گئے۔ انہوں نے بھی خدا کا
 پیغام، اس کا حکم اور شریعت لوگوں کے سامنے پیش کی مگر منکرین اسی
 طرح خدا اور جہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے رہے، یہ کوئی نیا سلسلہ نہیں
 بلکہ آپ کی بعثت اور لوگوں کا انکار پرانے سلسلے کی ہی آخری کڑی
 ہے۔ فَرِیَا قَدْ خَلَقْتُ مِنْ قَبْلِهِمْ أَصْنَفًا مِّنْ
سُلَاطِنَ مِّمَّنْ یَّحْمِلُ سِجِّینَ اور سابقہ انبیاء کی طرح ہم نے
 آپ کو اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے لَتَشْكُرُوا عَلَیْکُمْ
الَّذِیْ اَوْحَیْنَا اَیْکُمْ تاکہ آپ پڑھ کر سنادیں ان کو وہ
 چیز جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے۔ کتاب الہی کی تحدید
 انبیاء کا پہلا کام ہوتا ہے۔ سُورَةُ الْعَنْکَبُوتِ میں بھی موجود ہے اَنْتَ
مِّنْ اَوْحٰی اَیْکُمْ کتاب کے جو کچھ ہم نے کتاب
 میں سے آپ کی طرف وحی کی ہے، آپ لے کر پڑھ کر لوگوں کو
 سنادیں۔ یہ پہلا کام ہے۔ اس کے بعد باقاعدہ تعلیم دینا، حکمت
 سکھانا، لوگوں کا تذکرہ کرنا، یہ سب فرائن انبیاء اور کتاب الہی
 کے موضوعات ہیں۔ چنانچہ جب کوئی وحی نازل ہوتی تو حضور علیہ السلام
 فرشتوں کا تہان وحی میں سے کسی شخص کو بلا کر آیات الہی لکھواتے
 بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ نزول وحی کے بعد آپ گھر
 سے باہر تشریف لاتے اور جو آدمی ملتا اسے اللہ کا کلام سناتے۔
 کلام الہی کو پڑھ کر سنانے میں دو مقصد حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو مبلوہ
 بت کو رسول تکسب بھیج جاتی ہے اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ الیقینان
 قلب حاصل ہو اور اجر و ثواب بھی ملے۔ قرآن پاک کی زیادہ سے
 زیادہ تلاوت میں ہی راز پنہاں ہے کہ ہمارا تعلق قرآن پاک سے قائم
 ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے حکم کے مطابق آپ کو ان کو قرآن

پھر اس کے بعد ان کے لئے ایک اور کتب خانہ بنایا گیا جس کا نام "کتب خانہ اسلامیہ" ہے۔

مشرکین پر عذاب اللہ تعالیٰ کی صفت و صفات کو تسلیم نہیں کر سکتے تھے
 ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ ایک ہی چیز میں گنہگار تھا، مگر قرآن پاک نے
 صفات و صفات بتواریح کر دی ہیں اللہ تعالیٰ کی اسی طرح صفت و صفت ہے
 جس طرح اس کا اسم پاک اللہ ہے، اسی طرح اللہ ان صفات پر
 اللہ تعالیٰ ہے، اسم خاص اللہ کے ساتھ اس کی صفات و صفات
 اور اسم عمومی کا ذکر ہو رہا ہے، سورۃ بقرہ اسرئیل میں موجود ہے
 قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
 اللہ تعالیٰ کو اللہ کے نام سے پکارا جائے گا، ان کے نام سے پکارا جائے
 میں اسم سے بھی پکارا جائے گا اَللّٰهُ اَكْبَرُ قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
 کے نام پائے ہیں، یہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے
 نام میں سے جو نام ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو پکارے گا اور اسی کو پڑھائے گا۔
 وہ جنت میں داخل ہو گا، غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے پکارے
 تھے اور پڑھیں اللہ تعالیٰ ان جنسوں کی بھلائی کے لیے
 اللہ تعالیٰ کے تھے، بعض مشرکین کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے پکارا جائے
 اللہ تعالیٰ کی طرف دعا و استغاثہ ہے اور خود ساتھ ساتھ ان کا ذکر بھی کرتا
 ہے، یہ سب جہالت کی انہی قسمیں مشرکین کے ان اعتراضات
 کے خلاف وہاں اللہ تعالیٰ ہی کی صفت و صفت ہے اور یہ اس کا نام ہی

ہم سے۔
فراوا غنیمت ہے میرا کہ ایک کھوکھلا وقت دیکھا
بعد کا ہے۔ آوازِ اگلی اس کے سوا کوئی سمجھ نہیں سکتی
کہ میں ہم سے بھی بڑا جانتے والا ہی ہوں ہے اور پھر قرآن نے

یہ سب بھی بیان کر دیا ہے۔ اِنَّكَ لَآتِيكَ لَخَفِظُونَ عَلَيَّ كَمَا (لحمہ سجدہ) اللہ تعالیٰ کے اسمائے پاک میں جو شخص اسماء کو کہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بھی پہچانتا ہے۔ اسماء کا مطلب یہ ہے کہ اسمائے پاک کا غلط مطلب لیا جائے، جیسے پڑیہ کہا ہے کہ اللہ سے مراد ذات اللہ نہیں بلکہ قانون مراد ہے حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے، اس کے نیچے ایک حقیقت پوشیدہ ہے اور اس لفظ کا ذکر کرنے سے وہ حقیقت ذہن میں آتی ہے۔ اسی طرح لفظ رحمان بھی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص صفت کو ظاہر کرتا ہے مگر مشرک لوگ اس نام کو تسلیم نہیں کرتے غرض کہ اللہ کا معنی قانون نہیں بلکہ اس نام سے اللہ کی ذات کا اظہار ہوتا ہے۔ کسی ذات کا تشخص نام کے ذریعے ہی ممکن ہوتا ہے۔ انسان بھی ناموں سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کا ذاتی نام ہے اگر لفظ اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس سے ذات مراد ہوگی اور لفظ رحمان سے یاد کیا جائے۔ تو اس سے اللہ کی صفت رحمت مراد ہوتی ہے فرمایا وہ میرا رب ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

عَلَيْهِ كَوْضَعُكَتٌ میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں کی اَلَيْسَ بِكَ مَكْنَاپ اور ہر وقت میرا اسی کی طرف رجوع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، تمہارا رجوع خود بخود اس کی طرف ہو جائیگا خدا کی رحمت ہر وقت متوجہ رہتی ہے لہذا اس سے ایس نہیں ہوتا چاہیے۔ دوسری جگہ فرمایا "اَيُّدْبُوْا اِلٰهَ دِيْكُمْ وَاَسْلَمُوْا لَهٗ" (الزمر) رجوع کے لیے انصاف شرط ہے۔ خدا ہٹ دھرمی اور عناد و مشرکوں کا شہیرہ اور محرومی کی علامت ہے۔

وَمَا آتَيْنَا

الرَّحْمٰنُ ۝

بِكِسْفٍ مِّنْ

آيَةٍ ۝

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُفِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ
 بِهِ الْأَرْضُ أَوْ حُكِمَ بِهِ الْمَوْتُ بَلْ لَقَدْ لَاقُوا
 حَمِيمًا أَقْلَمَ يَلَيِّنُ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ
 لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ حَمِيمًا وَلَا يَزَالُ
 الَّذِينَ كَفَرُوا نُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا
 قَارِعَةً أَوْحَلَّ قَرِيبًا مِّنْ ذِكْرِ هَمِّ حَتَّى
 يَأْتِيَ وَعْدُ الْيَوْمِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُلْفِئُ
 إِلَّا لِمِيعَادٍ ۝

ترجمہ: اور اگر کوئی قرآن یہ ہوا کہ اس کے ساتھ
 پہاڑوں کو چلا جاوے اس کے ساتھ زمین کے ٹکڑے کیے
 جاتے یا اس کے ساتھ موتیں سے کام لیا جاتا تو پھر یہ
 یہ لوگ نہ ہستے، بلکہ ہمارے سب کا سب اللہ کے
 ہاتھ میں ہے۔ کیا انہیں نہیں ہوسکتا وہ لوگ جو ایمان
 لائے ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو ہر ایک شے سے شے سب
 لگائی کہ، اور ہر شے کے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا،
 ایمان لے لیا کہ ان کو اس وجہ سے جو انہوں نے کیا،
 کٹھن سے ڈال پھر، یا انہیں کی وہ ان کے گھروں سے
 قریب یہی جگہ کہ اللہ کا وعدہ کیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ

نہیں خلاف کرنا وعدے کا (۳۱)

ربطائیت

یہ آیت بھی گزشتہ آیات کے ساتھ ہی مربوط ہے۔ کافر اور مشرک لوگ مسلمان بنائیاں طلب کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ ضدی اور عنادی لوگ ہیں، انہیں حقیقت کی طلب نہیں ہے، اس لیے انہیں دلوں راست نصیب نہیں ہو سکتا۔ صراطِ مستقیم کے حقدار وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف رجوع رکھتے ہیں اور اہمیت کے طالب ہوتے ہیں۔ گزشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے اطمینان قلب کا نسخہ بھی بتلا دیا کہ یہ ذکرِ الہی ہی ہے جو دلوں کے سکون کا باعث بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے انجام کا ذکر بھی فرمایا۔ حضور علیہ السلام کے لیے ان کا حضور بھی نازل فرمایا کہ کفار و مشرکین کی طرف سے مخالفت کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے، اسی طرح آپ کے پہلے بھی بہت سی امتیں گزر چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھی ہادی بھیجے مگر وہ لوگ اپنی ضد اور عناد کی وجہ سے مخالفت پر اٹھے۔ اللہ نے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کی طرف سے مخالفت کی پروا کیے بغیر اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیں اور اپنا تبلیغی مشن جاری رکھیں اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔

شانِ نزول

• آج کا درس مشرکین کے اعتراضات کے جواب میں ہی ہے۔ وہ لوگ طرح طرح کے مطالبات کرتے تھے، مثلاً یہ کہ آپ اس قرآن کے ذریعے مے کے پیاروں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیں، یہاں پر زمین ہمارا ہو جائے اور ہم یہاں کھیتی باڑی کریں، وہ یہاں پر نہیں جاری کرنے کا مطالبہ بھی کرتے تھے نیز یہ بھی مطالبہ کرتے کہ آپ اس قرآن کے ذریعے زمین کے ٹکڑے کر دیں یا ہمارے

وقت شدہ اگر اہلاد کو زندہ کر دی تاکہ ہم ان کے ساتھ راحت چیت
کر سکیں۔ مشرکین اپنی فلسفہ کے لیے اس قسم کی شرط کو ہیروہ
احقر خاصیت کہیں کرتے تھے۔ اشر قحالی مسلمان کے دوس میں
مشرکین کی مخلوق و اشرف کار قرار دیتے اور ان کو جواب دیا ہے کہ
اشر کے اپنی کتاب قرآن کریم میں قسم کی قرآنوں کی دلیل کے لیے
آئی نہیں کی بلکہ اس کتاب کہ اشر کے کو ایمان دیت بنا کر بھیجا ہے
بلکہ لوگ اس کے ہلکے ہلکے دانتے پوچھ کر کامیابی کی منزل
موصول کر سکیں۔

قرآن کریم
بائیت

ارشاد ہوتا ہے وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُورُوا اور اگر کوئی قرآن پھا ہوتا
کہ کسی ہفت یہ الْحَبَاثَاتُ اس کے ذریعے پاندوں کو چھو
جاتا اور لَوْ كَفَّتْ یہ الْأَرْحَامُ اس کے ذریعے نہیں کے
مکڑے کر لیے جاتے أَوْ صُلِحَتْ یہ الْمَوْتُ یا مردوں سے
پتھر کی جاتیں مگر اشر کے اپنی کتاب میں اس مقصد کے لیے آئی نہیں
قرآنی۔ اشر قحالی نے تمام کتب ہادیہ اور مولا کے لوگوں کی ہدایت
کے لیے آئی قرار دیتے۔ ہر قرآن پاک بھی اشر کی کتاب ہے
اور اگر کتب کی طرح شیخ احمد دایت ہے مگر اس سے چھو منتر
کلام نہیں پایا جاتا اس کو ہم کہہ کے لوگوں کی قرآن میں پوری کی
بائیں۔ یہ کتاب لوگوں کو دیکھ کے ان کی ہدایت کی طرف جاسے
والی چیز ہے۔ اس کے ذریعے کفر و شرک مٹا اور ایمان آگیا ہے۔
خود قرآن کی ہدایت ہدایت ہے۔ ایمان کی ہدایت ہے۔
اور اشر قحالی کی جگہ اشر قحالی مسلمان پھا ہوتا ہے۔ خود قرآن کا حکم
خود قرآن کی ہدایت ہے۔ یہ ہے کہ الْقُرْآنُ الْحَبَاثَاتُ الْمَوْتُ
بِئْسَ الْكُرْسِيُّ أَيْسَرُهُ قَوْلُهُ كَلَّمَ أُولَئِكَ الْأَلْبَابُ (صحت)

ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف اس لیے نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیت میں غور و فکر کریں، اس پر عمل پیرا ہوں اور دانا لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ سورۃ ابراہیم کی ابتدا میں ہی قرآن کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے "لِيُخْرِجَ الْكَافِرِينَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ" تاکہ اس کے ذریعے آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔ کفر، شرک، بدعت، معاصی وغیرہ سب ظلمات ہیں، ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے قرآن پاک کو اپنا ماہوگا۔ اس کے بغیر ایمان اور توحید کی روشنی نصیب نہیں ہو سکتی۔

قرآن
کا مقصد

اس مقام پر قرآن سے مراد قرآن پاک بھی ہے اور مطلق کتاب بھی۔ قرآن کے لغوی معنی پڑھی جانے والی کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ چاروں کتب اور صحائف پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان سیکورٹڈ یا میں بھی قرآن کے متعلق یہی لکھا ہے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، اور یہی اس کے برحق ہونے کی علامت ہے۔ حدیث شریف میں قرآن کا اطلاق زبور پر بھی کیا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن کا پڑھنا آسان کر دیا تھا۔ آپ علیہ السلام اپنے خادم کو حکم دیتے کہ گھوڑے کو اسبل سے نکال کر اس پر زین ڈالو، یہ حکم دے کر آپ زبور کی تلاوت شروع کر دیتے اور جب تک خادم گھوڑے کو سواری کے لیے تیار کر تا۔ آپ پوری زبور کی تلاوت کر لیتے۔ قرآن کریم کے متعلق بھی آتا ہے کہ بعض حضرات پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوتی ہے جو تھوڑے وقت میں بہت زیادہ تلاوت کر لیتے ہیں۔ بعض بچارے

نیا وہ وقت میں بھی ضروری ہی حکومت کر سکتے ہیں۔ بہر حال یہاں
 کی دین اور اس کی سربراہی سب سے کہ وہ اپنے کلام کی حکومت میں آسانی
 پیا کر دیتا ہے۔

الغرض اس مقام پر اگر قرآن سے مراد مطلق کتاب یا
 جسے قرآن کا مطلب ہے جو اگر کسی کتاب سے پہلے
 کو جس سے زمین کو تختہ تختہ کر کے یا سڑوں سے ہم کلام
 ہونے کا کام لیا جاسکا تو قرآن پاک سے تو ہر حق اولیٰ الیہ ہو
 سکتا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے کوئی بھی کتاب یا کلمہ
 اس مقصد کے لئے نازل نہیں فرمایا کہ اس سے لوگوں کی فرائض
 پوری کی جائیں بلکہ اللہ کی کتابوں کو مخرج رشد و ہدایت ہیں جو
 ان کی طرف رجوع کوئے گاہ سے دہراست و سر آہائے گاہیں
 پر چل کر اللہ کی رحمت کے منتہی میں پہنچ جائے گا۔

فرمایا یہ قرآن اللہ کے تقاریر و اشارات کی تکمیل کے لئے
 نازل نہیں فرمایا قیل اذ لکوا القرآن جبریل علیہ السلام
 لایزال اللہ کے آخر میں ہے۔ اگر وہ جیسے کہ یادوں کو جمع
 سکتے ہیں مگر ان کتاب و کتاب سے یہ کتاب نازل فرمائی گئی
 کی طرح کفر و شرک پر چلے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے چٹا کر
 اُتراد و گنہگار کی دلدلیں میں ڈھنچا دیتا ہے اور ان کے دلوں میں
 عین پوری برائیوں کو اکٹھا کر رکھ دیتا ہے اور ان پر نور ایمان کی
 معرفت کے چمکے ہادی کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی
 طرح مجدد و مہدات پھر لائے لائے کر دیتا ہے اور مردہ قلوب
 اور مردہ دلوں کو ابھی زندہ کی جھاکر دی ہے قرآن قرآن سے مقصد کے
 لئے نازل کیا گیا ہے۔ اللہ نے سورۃ الاحزاب میں قرآن پاک کا ایک

قرآن
 کریم

متصدیہ بھی بتایا ہے "فَذُجَّاهُ شُكْرًا مَّوْعِدًا مِّنْ رَبِّكُمْ وَذُكْرًا لِّعَارِفِ الْمُشْكُوتِ" یہ تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور تمام روحانی بیماریوں کے لیے شفا ہے انسان کی تمام عقلی اور روحانی ضروریات اسی قرآن پاک کے ذریعے پوری ہوتی ہیں۔

اجتہادی
ہدایت

شاہ عبدالغادر دہلوی فرماتے ہیں کہ جب کافر و مشرک طرح طرح کی فرمائشیں پیش کرتے تو بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی خیال پیدا ہوا کہ اگر ان کی خواہش پوری کر دی جائے تو شاید یہ ایمان لے آئیں مگر اللہ نے اہل ایمان کو تنبیہ فرمائی کہ دل میں ایسا خیال نہ لائیں، یہ ضدی اور بہت دھرم لوگ ہیں، اگر ان کی فرمائش پوری کر بھی دی جائے تو پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ سورۃ انفاس میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے "قُلْ إِنَّمَا الْإِنشَاءُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعُرُونَ كَثِيرًا أَتَنكَّرُونَ" اکی جگہ بت لاؤ جو مسنون ہے پیغمبر! آپ کہ دیں کہ تمام نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں، وہ جسے چاہے ظاہر کر دے مگر کہیں کیا معلوم! ان والو! اگر ان کے پاس نشانیاں بھی آجائیں تو یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ ضدی اور عنادی لوگ ہیں اور اپنی بہت دھرمی سے دیکھنے ہٹنے والے نہیں ہیں۔

فرمایا اَفْهَمَ يَا لَيْسَ الَّذِينَ آمَنُوا آجائے اہل ایمان اس بات سے ایس نہیں ہوئے اَنْتَ لَوْ كَيْشَكَ اللَّهُ كَمَا اَنْتَ اَللّٰهُ تَعَالٰی چاہے اَللّٰهُ تَعَالٰی چھینٹ کر سب کے سب لوگوں کو ہدایت دے دے، خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہ چاہے تو تمام انسانوں کو جبراً ہدایت کے راستے پر ڈال دے مگر

دشمن کو حملہ کرنے کی دعوت ہے۔ اندرونی طور پر طوفان اور زلزلے بھی آسکتے ہیں۔ یہ بھی انسانوں کو جھنجھوڑتے ہیں کہ اب بھی وقت ہے، اللہ سے معافی مانگ لیں۔

مسلمانوں کے لیے عبرت

بنیادی طور پر قریہ کافروں کا حال بیان کیا گیا ہے مگر یہ مسلمانوں کے لیے بھی مقام عبرت ہے۔ ابتدائی دور میں مصیبت کفار کے گھر میں کے قریب اترتی رہی جس میں ان کے لیے تندرستی مگر آخر کار یہ مصیبت خدا کی پر بھی آن پڑی۔ اسی لیے فرمایا کہ ان کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے۔ ابتدائی دور میں مسلمانوں کے ساتھ اندر کا وعدہ یہ تھا کہ وہ اسلام کو غالب کرے گا، چنانچہ اللہ نے وہ وعدہ پورہ کر دیا۔ خلافت راشدہ قائم ہوئی اور آدمی دنیا پر مسلمانوں کو کنٹرول حاصل ہو گیا، اور باقی آدمی دنیا ساڑھے چھ سو سال تک مغلوب رہی، کسی میں دم مارنے کی مہمت نہ تھی، پھر جب مسلمانوں میں انحطاط پیدا ہوا، کافروں نے سر اٹھایا اور مسلمان مغلوب ہوتے چلے گئے۔

وعدے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب یہ دنیا ختم ہوگی تو دوسری دنیا قائم ہوگی۔ اللہ نے یہ بھی وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ مرنے کے بعد قبیلوں و دواؤں زندہ کرے گا، پھر جزائے عمل کی منزل آئیگی اور ہر ایک کے متعلق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ موت کا وعدہ انسان کے لیے انفرادی طور پر آتا ہے اور پھر اجتماعی طور پر فنا کا وعدہ اس وقت پورا ہوگا۔ جب قیامت برپا ہو جائے گی کائنات کی تمام چیزیں ختم ہو جائیں گی اور پھر نئی دنیا اور نیا نظام قائم ہوگا۔ ایسے ہی وعدے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَعَدَا

(۱) در صورتیکه در هر یک از این موارد
 (۲) در صورتیکه در هر یک از این موارد
 (۳) در صورتیکه در هر یک از این موارد
 (۴) در صورتیکه در هر یک از این موارد
 (۵) در صورتیکه در هر یک از این موارد

وَلَقَدْ اسْتَهْزِیْ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَامْلَیْتُ
 لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا ثُمَّ اخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۚ (۳۲)
 اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ
 وَجَعَلَ لِلّٰهِ شُرَكَاءُ قُلُوبًا سَمُّوهُمْ اَمْ تُنَبِّئُونَهُ
 بِمَا لَا يَمْلِكُ فِي الْاَرْضِ اَمْ يَبْظَاهِرُ مِنْ
 الْقَوْلِ بِبَلْ زَيْنٍ ۚ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا مَكَرُهُمْ
 وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ
 فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۚ (۳۳) لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ
 الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ
 مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۚ (۳۴) مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ
 وُعِدَ الْمُتَّقُونَ لَا تَجْزِیْ مِنْ تَحْتِهَا اِلَّا نَهْرٌ
 اُكْلُهَا دَآئِمٌ وَظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ
 اتَّقَوْا وَعُقْبَى الْكَافِرِیْنَ النَّارُ ۚ (۳۵)

ترجمہ :- اور البتہ تحقیق سچا کیا گیا رسول کے
 ساتھ آپ سے پہلے آپس میں نے صلیت دی اُن لوگوں
 کو جنہوں نے کفر کیا۔ پھر میں نے پھڑپھڑائی کہ، پس کہیں
 تھی سزا (۳۲) بعد وہ ذات جو قائم ہے ہر ایک نفس
 پر جو اُس نے کرایا ہے، اور ٹھہرائے ہیں اُن لوگوں نے

عشر کے بے شریک۔ آپ کہہ دیجئے، حق کے نام کو ۔
 کیا تم جانتے ہو اس کو وہ جو نہیں جانتا وہ نہیں جانتا
 پاسوری ہفتہ ۔ بک سڑی کیا گیا سوہ کی ٹانگ کے بے
 جلی سے کھر کیا کی کا کھر ۔ وہ جس کے گئے یہ وہ شتہ
 سے ۔ کہ میں کہ شرفی گزرا کہلے میں نہیں ہے اس
 کو کوئی دانت لینے والا ⑤ کی ٹانگ کے بے شریک
 سے دیا کہ تانگ میں ۔ کہ انھوں کا شریک ہے شریک
 ہے ۔ کہ میں کہ اس کے بے شریک سے کوئی ہی پانے
 والا ⑥ کی (وہ مل) اس شریک کا جس کا وعدہ کو
 گا وہ شریک کے ساتھ ، چوری ہی اس کے ساتھ
 خوری ۔ کہ چل اس کے پیشہ شریک ہے ۔ کہ اس
 کا ہی ہی ۔ یہ ہے انھوں کی ٹانگ کا جو شریک ہے ۔
 کہ انھوں کہ کہلے دانت کا ہی کہ آگ ہے ⑦

بہاوت

گزشتہ کتاب میں انگریزوں کی آمد کے متعلق اور ان کی پالیسی
 پہلی بات یہ ہے کہ انگریزوں کے لیے سے ہی ان کی تانیں شریک
 کر کے تھے اور یہ تھا کہ ان کی تانیں نہیں بکھڑے تھے اور ان کی
 سے یہ تھا ۔ ان کا تصور یہ تھا کہ اپنی خواہش کی تانیں شریک کی جائیں اور
 جب آپ پڑیں نہ کہ ان کی تان کا تصور تھا ۔ اس پر ان کی تان سے
 حضور خیر کو یہ کہ ان کی تان سے پہلے دانت کے ساتھ ہی شریک
 کیا گیا اور آپ کے ساتھ ہو کر ان کی تان نہیں ہے ۔ ان کے تان کو
 میں سے پہلے دانت کی ایک شریک سے تان کی تان کی تان کی تان
 شریک میں تھا ۔ ان کی تان کے تان کی تان کی تان کی تان کی تان

ہوئی مہلت سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں، ورنہ سابقہ اقوام کی طرح وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

اب اللہ نے دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ ان لوگوں کی بے عقلی کا حال ملاحظہ کریں کہ خدا تعالیٰ کی ہستی ایسی ہے جو ہر چیز پر قائم اور نگران ہے، وہ قادر مطلق ہے، ہر قسم کا تصرف اسی کو حاصل ہے مگر یہ لوگ اس ذات کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو شریک بنا رہے ہیں، حالانکہ ان شریک کا نہ کوئی اختیار ہے اور نہ وہ کسی چیز پر تصرف رکھتے ہیں، نہ وہ کسی کی حاجت کو مانتے ہیں، نہ ان کے پاس علم ہے۔ بلکہ وہ تو عاجز مخلوق ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان کو خدا کا شریک بنا کر کتنی بے وقوفی اور حماقت ہے۔

استغفر
اللہ

ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ اسْتَفْذَىٰ بِرُسُلِهِمْ قَبْلَکَ اِلٰہَ تَحْتِیْ فُتْحًا کِیَا گِیا بہت سے رسولوں کے ساتھ آپ کے پاس۔ فرمایا یہ تو چلنے والوں اور کافروں کا دستور ہے کہ وہ اپنے انبیاء کو تسخیر کا لٹا نہ بناتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے مگر آپ تسلی رکھیں کہ یہ لوگ اپنا کام کرتے رہیں گے، مگر ان کو کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ تمہارے کام تو یہ ہے کہ کسی مسلمان کا تسخیر اڑا کر کبیرہ گاہ اور حرام سے متذہبی شریعت کی روایت میں آئے۔ قَوْلًا تَعَارَیَا اِنْحَاکَ وَلَا تَعَارِیَا لِنَفْسِیْ بھائی کے ساتھ جھگڑا نہ کرو اور نہ اس کے ساتھ استغناء کرو۔ فرمایا ایا وعدہ بھی نہ کرو جسے پورا نہ کر سکو مگر یہ عزایاں معاشرہ میں ہمیشہ سے موجود رہی ہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو گلابے ذبح کرنے کا حکم دیا تو وہ کہنے لگے کیا تو ہمارے ساتھ صبرا کر رہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْتُمْ اَکُوْنُ مِمَّنْ

میں ہے! اے رَبِّكَ كَيْفَ نَعْبُدُكَ؟ شک تیرا پروردگار
 گھات میں ہے جس طرح فساد کی اپنے شکار کی گھات میں رہتا
 ہے اور جب اُسے غافل پایا ہے تو بھول گیا ہے، اسی طرح خدا
 تعالیٰ کی گھات اور نگرانی بھی باریک، قائم اور دائم ہے۔ بہر حال
 فرمایا کہ ہر نفس جو بھی کام کرتا ہے اس پر خدا کی نگرانی اور حفاظت
 قائم ہے۔ وہ عظیم عمل، قادر مطلق اور بخیر کل ہے۔ وہ ہر جگہ حاضر و نا
 ہ ہے افرمایا اِیْسٰی سَیِّدِیْ کَرِیْمُ عَلَیْہِ سَلَامٌ شَوْکَاۃُ اَلْکَلْبِ وَ مَشْرِکِیْنَ
 نَعْنِیْ اَللّٰہُ کے شریک بنالیے ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں کی حماقت
 کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نیز فرمایا قُلْ لِّیْ بِغَیْرِہٖ اَیُّہٗ اَیُّہٗ اَیُّہٗ
 کہ وہیں سَقُوۡنَہُمْ اِن شَرِکُوۡنَ کے نام تو لو۔ بھلا بتلاؤ تو سہی
 کہ وہ کون ہیں جنہیں تم نے خدا کی صفات میں شریک کر رکھا ہے۔
 پھر یہ بھی بتاؤ کہ اِن شَرِکُوۡنَ کو کیا اختیار حاصل ہے اور وہ لوگوں کے
 نفع نقصان کے کہاں تک مالک ہیں۔ یہ کتنی بے وقوفی کی بات
 ہے کہ لوگوں نے ایسی باتیں کہ خدا کا شریک بنا رکھا ہے جو نہ قائم
 ہیں نہ دائم ہیں۔ نہ عظیم ہیں نہ قادر مطلق اور نہ حاضر و ناظر وہ تو عاجز
 مخلوق اور محتاج ہیں، اللہ خدا کے شریک کیسے ہو سکتے ہیں؟
 فرمایا اَفَرَأٰی تَدْعُوۡنَ اِلٰہَیۡمَآ لَا یُفِیۡکُمْ مِّنۡ اَلْاَرْضِ
 کیا تم اس اللہ تعالیٰ کو بتاتے ہو جو وہ نہیں جانتا زمین میں۔ مطلب
 یہ ہے کہ جن کو تم نے اللہ کے شریک بنا رکھا ہے ان کی شرارت
 قرابت نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو خدا کے علم میں ہوتا۔ تو گناہ ایسی چیز
 کے متعلق بتانا چاہتے ہو جو خدا کے علم میں نہیں ہے۔ اس کا مناف
 مطلب یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک سرے سے موجود ہی نہیں۔
 بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ تم ایسی

ہو گا خدا کے شریک بنانے پر کون سے ہی موجد پر جو کاظمی نہیں ۔
 وہ بتائی نہیں کہ اگر کسی عقل پر ہے ، اس کی کیا حیثیت ہے اور وہ
 کس طرح پیدا کی گئی ہے ، اگر ایک قسم کی تیری کہ خدا کے شریک بننے
 پر ہی کاظمی سمجھتا ہے ۔ بعد ازیں یہی خدا کا شریک ہو گئی
 ہے ، یہ کہانیت ہی حقیقت کی بات ہے ۔

بے حیثیت
 الہی

فرمایا تم اس طرحی کرو جو تم کو اپنے پر میں کرو و زمین ہی نہیں
 بدلتا اگر چنانچہ ہر قسم کے القول اس پر ہی ہی استہانت ہے
 ہو ، شاہد اہل کائنات اپنے تئیں میں ظاہر کا سنی ہیں اس کے کہنے ہی
 جس کے تحت کوئی حقیقت نہ ہو ، یہ شریک بنانے والی بات
 محض اور پر ہی ہی ہے جس میں کوئی صداقت نہیں ، اس کو حشر قلعے
 کی عبادت میں شریک بنایا جائے یا تو ہر پر ، یہ ایک خواہش
 ہے اور اس کو چنانچہ ہر قسم کے القول سے تعبیر کیا گیا ہے
 عربی زبان میں ظاہر کا لفظ زائل و داخل ہونے کے معنی میں
 جس استعمال میں ہے ، اگرچہ مطلب لیا جائے تو بچنے کا ضرور ہے
 ہو گا کہ یہ تم ہی است کہ ہر جو داخل محض ہے ، عربی اور سب میں
 یہ لفظ مختلف اشعار میں متبادل ہو سکتا ہے ۔
 اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ
 وَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

فہمہ میں اس واسطے کہ ہم ان لوگوں کی دیکھ بھال میں ہی شگفتہ
 ہیں اور ان کی طرف سے ہر حال میں ہے ، جب ہم ان کی
 حقیقت سے پہنچیں گے تو خدا ان میں داخل ہو گا ۔

وَعَلَّمَهَا اَللّٰہُ اَلْحَقَّ وَ اَلْحَقَّ اَلْحَقَّ اَلْحَقَّ
 وَ اَلْحَقَّ اَلْحَقَّ اَلْحَقَّ اَلْحَقَّ اَلْحَقَّ

لوگوں نے اس کو بھڑکایا کہ میرا اُس کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ ایسی شکایت ہے جس کا عار دلنا باطل ہے۔

بہر حال ظاہر کا سمجھنا اور پیروی بات ہو یا باطل چیز ہو، دونوں صفاتی بات ہیں۔ آپ دیکھیں شرکیہ رسم و رواج میں پختہ ہوئے لوگ محض سرسری اور اوپری باتیں کرتے ہیں جن کا کوئی سر پر نہیں ہوتا۔ بعض لوگ برادری یا کلمی رواج میں جھگڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ کسی نے کوئی بات پھڑکی اور کسی نے کوئی۔ ان میں بنیادی حقیقت کچھ نہیں ہوتی۔ محض ایک دوسرے سے منہ مانی بات پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ کسی نے کہ دیکھ میں نے درخت کے ساتھ دھاگا باندھا تھا تو میری سراد پر ہی ہو گئی، کسی نے کہا کہ فلاں قبر پر چار چڑھانے سے بچھ پیدا ہو گیا اور کسی نے کہا کہ فلاں پیر کی نذر ماننے سے بیماری دور ہو گئی۔ ایسی باتوں کی بنیاد عقل پر ہوتی ہے اور نہ فطرت پر۔ لوگ محض بے بنیاد باتوں کے پیچھے چل نکلتے ہیں۔

حدیث شریف میں زید ابن عمرو ابن اخیل کا واقعہ ملتا ہے کہ وہ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور لوگوں کو شرک میں مبتلا کر سکتے، خدا کے مذواق کو کچھ کر رہے ہو، غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ کفر کو نہ ملے بے عقل ہیں۔ ان کے شرکیہ افعال عقل اور فطرت کے خلاف ہیں۔ اس کے برخلاف ایمان اور توحید کی بنیاد پختہ دلائل پر ہے جو کہ عقل اور فطرتِ سلیمہ کے مطابق ہیں۔ رسم و رواج اور بدعات علاقائی چیزیں ہیں۔ ہر ملک، ہر خطے اور ہر علاقے کے اپنے اپنے رسم و رواج ہوتے ہیں اسی طرح سیدانی علاقوں کی بدعات اور پادری علاقوں کی بدعات میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ یہ چیزیں کتاب و سنت کے خلاف لہذا محض شیطان کا جھانسا ہوئی ہیں مگر افسوس کہ امت

ہے کہ لوگ اپنی اس کو ہمت اور کمال دے رہے ہیں۔

ایک ہی احوال کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص
قدیرت کثرت کثرت کثرت کثرت کثرت کثرت کثرت کثرت
ان کے لیے مزیں دیکھ گئے ہیں۔ وہ اس کے تمام پر کھار سکے
احمال کا ذکر بھی ہے کہ ان کے لیے مزیں دیکھ گئے ہیں۔ ان کے
تمام فحیح احوال کو شیطان مزیں کر کے رکھا ہے کہ وہ بہت
ایسے کام کر رہے ہیں۔ قیوں پر انہماک لیے جانے والے تمام شرکیہ
احمال کو کمال دے کر رکھا ہے کہ وہ عرس و عید و قیل و دلیہ
نہایت عقیدت و احترام سے منائے جاتے ہیں۔ اگر ایک شخص
کا دل بڑھ جائے تو وہ بہت۔ اس کے لیے فریاد کر شیطان کا فریاد کر
کے قلع کام مزیں کر کے رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ انہماک
دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کا آخری وقت آجائے اور وہ ہی کفر
اور شک میں پڑی قلع بھجوا ہے۔

وہ کثرت کثرت کثرت کثرت کثرت کثرت کثرت کثرت
رک دیکھ گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو غلط کام کر چکا ہو کہ کھینکے۔
ان کے نزدیک جن و باطن کا اعتبار اٹھ جائے تو وہ بہت راستہ
پر سیکھے آئے ہیں۔ اگر اس کے لیے احوال کے لیے علم و شہرت سے
دیکھ گئے ہیں۔ اگر یہ ایک شخص ہے تو میرے پاس بہت احوال کے لیے دیکھ گئے
اور احوال کے لیے دیکھ گئے کہ ان کے لیے حقیقت۔ احوال ان کو دیکھ گئے
ہوگا، اگر اس میں کامیاب ہوگا۔ تو راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو
جائیں گی اور حقیقی منزل قریب آجائی۔ یہ غلط اس کے لیے شخص
خطہ رسم و رواج اور بدعات پر کمر بستہ ہے گا، وہ اگر کسی میں پڑا ہے
گا۔ اور اگر نہ ہو گا تو اس کے لیے کہ اس شخص اپنی بد اعمالی کی وجہ سے

گمراہ ہو جاتا ہے اس کے راہِ راست پر آنے کی امید ختم ہو جاتی ہے
 اسی لیے فرمایا وَمَنْ لِيُضِلِلَ اللَّهُ فَتَالَهُ مِنْ هَكَايَةٍ
 جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے، اس کو ہدایت سے والا کوئی نہیں
 اللہ تعالیٰ انسان کو قوت، توانائی، عقل، فہم اور اوراں عطا کر کے
 اختیار دے دیتا ہے کہ وہ حق اور باطل میں سے جو راہِ راست چاہے
 اختیار کرے۔ اس کے بعد جو شخص راہِ راست کی بجائے غلط
 راستے پر چل نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَوَلَّاهُ مَا كَوَّلُ
 (الناس) ہم اس کو اسی طرف پھیر دیتے ہیں جس طرف وہ جانا
 چاہتا ہے۔ اور پھر اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ وَفُضِّلَ بِهِ جَهَنَّمَ
 ہم نے جہنم میں داخل کر دیتے ہیں۔ وَكَأَنَّهُ مَصْحُوبٌ
 جو کہ گت ہی برا ٹھکانا ہے۔ غرضیکہ جو کوئی شخص رسول کی مخالفت
 کرتا ہے اور ایمان والوں کے راستے سے عینہ ہو جاتا ہے، تو
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب صبر جانا چاہتے ہو بڑے جاؤ۔ ہم تمہیں نہیں
 روکیں گے۔ ایسا شخص غلط راستے پر چل کر بالآخر جہنم کے کنارے
 پہنچ جاتا ہے۔

فَرَا لَهَا فِي عَذَابٍ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لَنْ لَوْ
 کے لیے دنیا میں بھی سخت عذاب ہے۔ آدھی گمراہ ہے کہ
 اللہ نے مشرکین عرب کو اسی دنیا میں سزا دی۔ آٹھ سو سال تک
 اہل ایمان سے برسرِ پیکار رہے۔ لڑتے مہرتے رہے۔ شکست
 کھاتے رہے، تباہ و برباد ہوئے اور آخر کار سارا ملک کھڑو شرک
 سے پاک ہو گیا۔ جب مکی فتح ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا،
 اب پر در السلام بن گیا ہے۔ جنگ کے علاوہ بھی یہ لوگ کبھی
 دہائی امراض میں مبتلا ہوئے۔ کبھی قحط پڑ گیا۔ طوفان آگیا، زلزلے

سلسلے نہیں بنتی ہیں۔ وہ ایسے باغات ہوں گے اُٹلھکا داچہ؟
 کہ ان کے پھل دائمی ہوں گے، جو کبھی ختم نہیں ہوں گے، جو پھل جنم
 کے دل میں کوئی پھل کھانے کی خواہش پیدا ہوگی، پھل فوراً اس کے قریب
 آجائے گا۔ سورۃ واقعہ میں موجود ہے کہ وہاں پر کثیر تعداد میں پھل ہوں گے۔
 "لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ" نہ ان کو ختم کیا جائے گا اور نہ روکا
 جائیگا۔ حدیث شریف میں آیت ہے کہ جب مومن کسی درخت سے
 پھل حاصل کرے گا۔ تو اس درخت پر اسی وقت پھل کی جگہ دوسرا
 پھل پیدا ہو جائے گا۔ غرضیکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا انعام ہوگا جو
 کبھی منقطع نہیں ہوگا۔

فرمایا ایک تو پھل دائمی ہوں گے وَظَلُّهَا اور اس جنت
 کا سایہ بھی دائمی ہوگا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جنت کی کیفیت
 یہ ہوگی کہ وہاں پر نہ تو دھوپ ہوگی اور نہ آبر، وہاں کا موسم نہایت
 خوشگوار ہوگا۔ جس میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوگی۔ سورۃ دھری میں
 اللہ نے جنتیوں کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے کہ وہ تیگوں پر
 ٹیک لگے ہوں گے "لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا"
 وہ وہاں پر نہ دھوپ دیکھیں گے اور نہ سردی بلکہ نہایت ہی معتدل
 موسم ہوگا، گرمی اور سردی کا کوئی احساس نہیں ہوگا، لہذا کہہ سکے ہیں
 کہ وہ ساتے میں ہمیشہ رہیں گے بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ساتے کا مطلب
 یہ ہے کہ بعض اہل ایمان جن پر تجلیات الہی کا نزول، اسلئے مبارک
 اور صفات الہی کا ظہور ہو رہا ہوگا۔ بعض اوقات ان کا ساتے میں
 سنے کو جی پائے گا، تو ان کو وہاں سایہ محسوس ہوگا۔ حالانکہ وہاں
 ایسی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ فرمایا تِلْكَ عِجَّتِي الَّتِي
 اتَّقُوا یہ ان لوگوں کا انجام ہوگا جو ڈرتے ہے اور منکرات سے

وما آتٰہم ۱۳

الرعد ۱۳

دری ستر دہم ۱۳

آیت ۲۶ تا ۲۷

وَالَّذِينَ اسْتَبْلَهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا
 أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ
 قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ
 إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ مَآبٌ ۝۳۶ وَكَذَلِكَ
 أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ
 بَعْدَ مَا
 جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ
 قَوْلٍ وَلَا نَاقٍ ۝۳۷

۵۷۱۱

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جن کو دی ہے ہم نے کتاب
 غوث ہوتے ہیں اس چیز پر جو ناری گئی ہے آپ کی
 طرف۔ اور بعض فرقوں میں سے وہ ہیں جو اس کی بعض
 باتوں سے انکار کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے، ایک جگہ
 حکم دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں اللہ کی اور اس کے
 ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں۔ اسی کی طرف میں دعوت
 دیتا ہوں اور اس کی طرف میل لٹ کر جاتا ہے ۝۳۶
 اور اسی طرح لٹا ہے ہم نے اس کو ایک فیصلہ عربی
 زبان میں اور اگر آپ پیروی کریں گے ان کی خواہشات
 کی بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آ چکا ہے، تو میں
 ہر گاہ آپ کے لیے اللہ کے سامنے کوئی حمایت کر نہ سکا

اور نہ کوئی پہلے دلو (۳۷)

پہلا ایٹم

عقلی سوچوں میں زیادہ تر فریادی عقلی افادہ گیت اور عزیمتوں
 کم ہیں۔ اس صورت میں عقلی سوچ کی اصطلاح کا پورا فائدہ نہیں ہے۔ ابتدائی
 ایٹم میں قرآن کریم کی حکایت اور صداقت کا ذکر ہوا۔ وہ وہاں میں
 کافر ہیں اور مشرکوں کی مدد سے یہاں پہنچے، ان کے اوصاف اور ان
 کو انجام تک پہنچا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اہل ایمان اور نیک لوگوں
 کا ذکر ہوا، ان کے اوصاف اور ان کا انجام بھی بیان ہوا۔ تیسرے
 ایٹم میں یہ آیت کریمہ گنتی ہے: **أَفَمَنْ أَتَىٰ عَلَىٰ الْآيَةِ نَسِيَ**
أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ
قَدْ آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ بِحُكْمٍ کہ آپ کی طرف آپ کے رب سے حق
 نازل کیا گیا ہے وہ اسے آدمی کی طبیعت پر رکھتا ہے: **يُحْكِمُ اللَّهُ لَكُمْ**
الْكِتَابَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ یہ ایٹم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حکایت
 اور صداقت کے حق میں یہاں فرمائی۔ گواہ قرآن کریم کو عزلی میں نشر
 قیام کرنے والا شخص نہ دیتا ہے جو گا اور غلط نہ تسلیم کرنے والا
 انسان کے موافق ہو گا جو ان ایمان اور نور دیتا ہے۔ عقلی ہے۔
 اس کے ساتھ ہی قرآن کریم کی حکایت عقلی ہی مثلاً ہوتا ہے
وَلَا تَتْلُوا الْقُرْآنَ جَهْلًا۔ **الْقُرْآنَ كَذِبًا** وہ لوگ ہیں کہ ہم کے
 کتاب و حدیث سے یقین نہ ہوئے۔ **فَبَسَّطْنَا الْاِزْزَارَ الْاِيَّاتِ** وہ لوگ
 ہیں جو اس پر ہر چیز پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے۔ یہاں پر
 کتاب سے براہ خود قرآن کریم ہی ہو سکتا ہے اور سب کتاب کا دورہ
 تو راستہ، اہل دنیا کی بدعتیں ہیں۔ مگر اس کا عقلی قرآن بھی ہے
 کیا جائے کہ غلط ہے جو گا کہ قرآن کی کتاب پر ایمان قرآن کریم
 ہیں اور یہ حضور عالم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کے لوگ ہیں۔

پہلا ایٹم
پہلا ایٹم

ان لوگوں کا خوش ہونا فطری سرے کر انہیں قرآن پاک کی صورت میں
 دین و دنیا کی فلاح کی چابی حاصل ہو گئی ہے۔ سورۃ یونس میں موجود ہے
 اللہ نے فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے
 موعظت و شفاء و کما فی الصدۃ ویرا اور وہ چیز آگئی ہے
 جملہ لوگوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے آگے فرمایا اے پیغمبر! آپ
 ان سے کہہ دیں کہ تمہیں یہ چیز اللہ کے فضل اور اس کی رحمت
 سے حاصل ہوئی ہے قَبْلَ لَیْلٍ فَلَیْقَیْ حُوتَیْسَ اس کے ساتھ
 خوش ہو جاؤ۔ ھُوَ خَکِیْمٌ مِّمَّا یَجْمَعُونَ یہ بہتر ہے اس
 چیز سے جو یہ دنیا کا مال اکٹھا کرتے ہیں۔ مال و دولت تو فانی چیز ہے
 جب کہ قرآن حکیم باقی رہنے والی چیز ہے، لہذا اس پر خوشی مانا اہل
 ایمان کے لیے قدرتی بات ہے۔

اور اگر کتاب سے قورات اور انجیل مراد ہیں تو مطلب یہ ہوگا
 کہ جن لوگوں کو اللہ نے پہلی کتابوں کا علم عطا فرمایا ہے۔ وہ بھی خوش
 ہوتے ہیں۔ نزول قرآن کے زمانے میں پہلی بھی سابقہ کتب موجود تھیں
 وہ سب کی سب بگڑ چکی تھیں، خود ان کتابوں کے ماننے والوں نے
 اپنی خواہشات کی خاطر کتابوں میں رد و بدل کر دیا تھا۔ زرتشتیوں کی
 کتاب کا طیر ہی بگاڑ دیا گیا تھا، باقی صحائف کا بھی بہت برا حال ہو
 چکا تھا، البتہ قورات اور انجیل ایسی کتابیں تھیں جن کا بیشتر حصہ
 اگرچہ تخریب ہو چکا تھا، تاہم کچھ نہ کچھ اصلیت بھی باقی تھی، اور ان
 کے ماننے والے یہود و نصاریٰ بھی موجود تھے۔ خود عیسائی علماء کا
 بیان ہے کہ گذشتہ صدی تک انجیل میں تین ہزار کے قریب
 تبدیلیاں آپکی تھیں۔ بائبل کے ہر نئے ایڈیشن میں کوئی نہ کوئی
 نئی تبدیلی آتی ہے۔ ابھی پچھلی صدی تک اس میں لفظ فارعلیط

اہل کتاب
 کا کردار

موجود تھا۔ سرکاری زبان کے اس لفظ کا عربی معنی احمد تھا ہے ،
 جس کا مطلب ستروں جہان ہے۔ مگر موجودہ انجیل سے یہ لفظ عربی
 کے شیعہ اور عوام کا لفظ بن کر چلا گیا ہے۔ اس کی تفسیر
 قرآن پاک سننے کی ہے۔ سورۃ صافات میں مذکور ہے کہ میں نے جو ملک
 کے فرمایا۔ اے بنی اسرائیل! میں تماری طرف رجوع کیا کروں گا اور
 اپنے سے پہلی کتاب کو اس کے ساتھ لے کر آؤں گا۔ "وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ
 الْكِتَابَ مِنَّا تِبْتَوِي أَن تَكُونَ أَتَّخَذَ" اور میں نے جو ملک کے
 کو آؤں گا۔ ایک عظیم نشان رجوع کا جو میرے بعد آئے گا اور اس
 کو ہم اس طرح کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے میرے ذمے دو فرشتے
 لگائے ہیں ایک یہ ہے کہ میں تمام بنی اسرائیل کی ذمہ داری کے
 لیے بھیجا گیا ہوں اور دوسرے کہ میں اپنے بعد آئے گی کی بدولت
 تمہارے لیے آیا ہوں۔

جس طرح قومات و انجیل کا کچھ ذہن صرفہ اس کے اپنے
 پر کا دلی کی دست ہوتے ہیں تاکہ لفظ ہے اسی طرح
 ان کی کتاب میں سے کچھ نہ کچھ حق پرست ہی ہونا ہے یہ کچھ
 ہے۔ اگرچہ ان کی غالب اکثریت ہمیشہ منکر خدا پرستی تھی
 ہی ہے۔ مسلم ظہور کی بدولت میں آج تک کہ ان کی فکر کے دائرہ
 میں رہنے کے گناہوں میں یہودیوں کے دس چارے شامل تھے ۔
 حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ دس گناہ اسلام قبول کریں تو آئندہ
 کوئی یہودی انہیں آگے کا ہنگ بھاری کر ہی نہیں سکتا صرف
 ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے عیسیٰ کی توفیق بخشی ، وہی سب
 چاند پر چاند پر آگے کہے اور اس کی مخالفت ہی کرتے تھے۔
 سورۃ بقرہ میں اللہ نے ہی کو قبول فرمایا۔ "وَأَن تَكُونَ أَتَّخَذَ" اور میں نے جو ملک کے

حق پرست
 ان کی کتاب

کہ قرآن کے ساتھ سب سے پہلے انکار کرنے والے نہ بن جانا۔ اگر تم نے قرآن کے ساتھ کفر کیا، تو تمہارے بعد آنے والی نسلیں بھی تمہارے نقش قدم پر چلتے ہوئے انکار ہی کرتی چلی جائیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا، اولین اہل کتاب نے انکار کیا تو آج محرمین کی تعداد اربوں میں ہے۔ آج دنیا میں اڑھائی ارب عیسائی موجود ہیں جو چودہ سو سال سے قرآن پاک کی متواتر مخالفت کرتے آئے ہیں۔ یہودی اگرچہ تعداد میں بہت کم یعنی دو کروڑ کے قریب ہوں گے مگر اسلام کو نقصان پہنچانے میں انہوں نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان کے بڑوں نے قرآن کا انکار کیا، اسلام کو قبول نہ کیا، تو آج ان کی اولاد بھی اسی روش پر چل رہی ہیں۔ مگر جیسا کہ سورۃ آل عمران میں موجود ہے لَیْسُوْا مَسْوَءٌ سَبِّکَ سَبِّ بَارِئِیْنَ بِشَوْرٍ مَّقُولَہٖ سَبِّکَ بِکَافٍ اَھْلِیَّاں اَبِیْ سَبِّیْنَ ہوتیں۔ یہود و نصاریٰ میں سے بھی بعض حق پرست ہمیشہ موجود رہے ہیں جنہوں نے علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں بھی بعض سعادت مند اہل کتاب کو جو دتے جنہوں نے بالآخر ایمان قبول کر لیا۔ عالموں میں سے عبداللہ بن سلام اور بعض دیگر منصف مزاج لوگ ہیں۔ بادشاہوں میں سخاوشی کوالی حبشہ کا نام آتا ہے، اس کے علاوہ ۲۲ دیگر حق طلب عیسائی بھی موجود تھے۔ اللہ نے ان کی تعریف بیان کی ہے۔ بخران کے چالیس آدمیوں نے بھی ایمان قبول کیا، قسیم داری کا مذہب بھی عیسائیت تھا، بعد میں ایمان قبول کر لیا۔ سلطان فلکی کا نام بھی اسی فہرست میں آتا ہے۔ ایسے لوگ پہلی کتاب کا علم رکھتے تھے اور حق کے طالب تھے، تو اللہ نے ان کو ہدایت نصیب فرمائی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ نزول قرآن پر خوش ہوتے ہیں، ان کی خوشی کی وجہ یہ ہے کہ

جسے انہوں نے دیکھا کہ قرآن مجید پر علیؑ کا مصداق ہے۔ ان ایسے
پیارے بھائی عزیزوں کی خدمت میں کہے۔ فیروز خان کی تصویر لکھو
اور اسے میری پریشان حالگی کی دعوت دیا ہے۔ تمہاری خوشی
کی کوئی وجہ نہ رہی۔

اور نہ اس نے یہ بھی کہیں نہ کہیں حق پرست نکل سکے یہ قرآن
کے کتب خانے مائندہی نے اس طرح قبول کیا، یہ شخص ہجرت کر کے
مکہ پہنچا اور اس کے پیچھے میں پہنچا ہوا۔ مگر وہاں کے لوگوں نے
مکہ کو غیر بہت بڑا ہرگز نہ تھا۔ وہ اپنے خانہ کی اس عمارت
میں ہی رہا۔ اس وقت وہاں میں انگلیز انتظامی عروج پر تھے، انہوں
نے اس کے ساتھ ٹیسٹ جیولری کے منگروہ تو متعارف کرنا شروع
اور انہوں نے یہ قلمروا۔ یہ وہاں میں بہت جلدی کے کتب خانے
کرنا ان کی دولت نصیب ہوئی۔ وہ ابھی زندہ ہے۔ مگر پتہ
مشرق قرآن ہے۔ یہ شخص ترکی کے آخری شیخ الاسلام کی مجلس
میں سات سال تک بیٹھ رہا، آخر انٹر نے کالیا پیشہ دی اور وہ
مسواں ہو گیا۔ ان کا ترجمہ چھپ چکا ہے۔ اس نے ترجمہ مکمل کئے
مصری علماء کے سامنے پیش کیا مگر ان کی غلطی ہو تو نہ ہو سکے، ان
اب یہ انگلیزی ترجمہ مائندہی دنیا میں پہنچا ہے۔ یہ شخص کچھ عرصہ
کتاب ہندوستان کے صدر مدرس میں رہا۔ اس کتاب ہندوستان کے
جس میں رہا۔ انگلیزی ہی اخبار کے ایڈیٹر کے طور پر بھی کام کیا، اس
وقت یہ پتہ ہے۔ اس کتاب کے علاوہ ہندوئی، انھوں نے ہندو
اور کریوں میں بہت ہی پیش حق پرست ہوئے مگر ان کی اکاؤنٹ
نمائندہ کے شعور کو انٹر قہالی نے اس طرح پر قہا اسے کہ ان میں
سے کچھ نہیں ہیں، تو ان کی غلطی ان کے ان کے ان کے

مگر ان کی اکثریت فاسق ہے۔

قرآن کا
عملی حکم

فرمایا، جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ خوش ہوتے ہیں
اس چیز پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے۔ وَمَا يَسْتَفْهِمُ إِلَّا خِزْيًا
مِنْ يَشْكُرُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَّ فِرْعَوْنَ فِي سَبْعِينَ نَجْمًا اور فرقوں میں سے بعض وہ ہیں جو اس کے
بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ قرآن پاک کے موافقین اور منافقین
عربوں میں بھی تھے اور یہود و نصاریٰ میں بھی۔ آج مسلمانوں کی حالت
یہ ہے کہ قرآن پاک کی بہت سی باتوں کا عملی طور پر انکار کر رہے ہیں۔
جب انگریزوں نے برصغیر میں عدالت حکومت سنبھالی تو اس نے لوگوں سے
دریافت کیا تھا کہ تم شریعت کا قانون چاہتے ہو یا رسم و رواج پر
عمل پیرا ہونا چاہتے ہو۔ اس طرح بعض اضلاع کے لوگوں نے
رسم و رواج کو شریعت پر ترجیح دی اور ان کے معاملات شریعت
کی بجائے رسم و رواج کی بنیاد پر فیصلہ ہونے لگے۔ ظاہر ہے کہ
ان کو شرعی قانون اس لیے ناپسند تھا کہ وہ ان کی ذاتی خواہشات
کے راستے میں حائل تھا۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو قرآن کے بعض حصے
کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ
کا فیصلہ یہ ہے کہ دنیا میں ان کو دولت ہوگی اور آخرت میں سخت
عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ جب تک قرآن پاک پر مکمل طور پر عمل نہیں
ہوگا، اس وقت تک مسلمانوں کو اس دنیا میں مسرت نصیب
نہیں ہو سکتی۔

اے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خطاب کیا ہے قُلْ
أَبِى كَرِمْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ ان آیتوں میں اللہ نے تمہیں حکم
دیگیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں وَلَا تُشْرِكْ بِهِ
اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائوں۔ مشرکین کو کہتے تھے کہ

تم ہمارے محدود کی خدمت دیکھو، ہم جو کچھ کہتے ہیں، سچ کہتے
ہیں، سچا ہوتا ہے۔ مگر یہی حال تھا، حضرت ابیہیم علیہ السلام کا واقعہ
پڑھیں۔ وہ لوگ بھی کہتے تھے کہ ابیہیم ہمارے محدود کی خدمت
کے ساتھ دھڑلے فرمایا کہ آپ صاحبِ کبریٰ کی خدمت میں جانا
فرمائیے، حضرت دھڑلے کی خدمت کرتا ہوں، میں دیکھتا ہوں کہ ابیہیم
کے ساتھ ہے۔

عبادتِ حقانی نہ ہے کی تعظیم کرنا، جاسے ہر اس عبادت کے
سے لے کر جس پر حق کی عبادت کر رہے ہوں، اس کی ترقی اور ترقی
تمام شہادہت کے لئے قابلِ حال ہے۔ وہ عظیم کلِ نظام اور وہ ہے۔ اس
ذات کی تعظیم کرنا ہے ہی ہوتی ہے، عقل سے ہی اور عقل سے
ہی، چنانچہ سورۃ الاحقاف میں دھڑلے شرک کی تمام اقسام کی خدمت
یہاں کی ہے۔ سورۃ الاحقاف میں الفاظ سے ہوتی ہے کہ تمام
تعریفیں اس قدر حقانی کہیں ہیں، جس نے اس کی اور نہیں
کہے "فَتَجَعَلَكَ الْمَلَكُوتَ وَالْمَلَكُوتُ" نیز انجیل اور قرآن
کو بھی پیدا فرمایا۔ یہی ان شریکوں کی خدمت ہے۔ جو انجیلوں
اور قرآن کا عقیدہ عقیدہ خالقِ تعظیم کہتے ہیں، اس کے نزدیک
یہی اور ہی کے خدا خدا ہیں۔ یہ خدا ان آدمیوں کے خدا تعظیم کرنا خدا
کی خدمت میں شرک کرتا ہے۔ اسی طرح خدا کی خدمت میں
شرک کرنے کے لئے بھی بہت لوگ ہیں، جو خدا حقانی کی خدمت کے
میں دوسروں کو بھی شرک کہتے ہیں۔ ایسے لوگ عظیم کلِ نظام
مافراظر اور عظیم کلِ نظام کے لئے ہیں، یہ خدا کے ساتھ
دوسروں کو بھی دیکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ خدا ہی پاری ہے
اور عظیم کلِ نظام، کہہ رہا ہے یا کہ ان کی خدمت میں شرک کرتا ہے۔

تہذیب دنیا میں شرک، قبر پرستی، چڑھا رہے چڑھانا اور رشتہ کی گراناسب
 اسی قبیل سے ہیں۔ کبھی گنڈے تعویذ کے ذریعے غیر اللہ سے مدد مانگی
 جاتی ہے، کبھی مکان کی بنیادوں میں خون گرایا جاتا ہے تاکہ جنات
 سے پناہ حاصل کی جائے۔ بسوں پر یا علی مدہ اور یا غوث الاعظم کے
 کتبے لٹکے جاتے ہیں، کبھی جبرائیل اور میکائیل کو مدد کے لیے پکارا
 جاتا ہے اور کبھی اولیاء اللہ سے حاجت برداری کی امید رکھی جاتی ہے
 یہ سب شرک کی مختلف صورتیں ہیں جو آج بھی مسلمانوں میں رائج ہیں
 اللہ کے سارے نبی اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے آئے ہیں۔
 "لِقَوْمٍ اَعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ دِينٍ اِلٰهِ غَيْرُهُ" (ہود)
 اے میری قوم کے لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے سوا
 کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی زبان سے
 بھی یہی کہلوا رہا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت
 کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں۔

دعوت
 الی اللہ

فرمایا اے پیغمبر! آپ یہ بھی کہہ دیں اِلَیْہِ اَدْعُوْا میں
 اُسی ایک اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک
 نہیں اور عبادت میں، نہ صفت میں اور نہ حقوق میں۔ سورۃ ابراہیم
 میں بھی گزر چکا ہے اللہ نے حضور علیہ السلام کی زبان سے کہلوا کر یہ میرا
 راستہ ہے اَدْعُوْا اِلَی الْاِسْمِ اللّٰہِ میں اللہ کی طرف دعوت دیتا
 ہوں۔ عَلٰی قَلْبِیْ یٰقَرِ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِ میں بھی بصیرت
 پر ہوں اور میرے پیروکار بھی۔ ایمان اور توحید کی دعوت، بصیرت
 کی دعوت ہے، کفر، شرک اور برائی کی دعوت ظلمت ہے۔ ایمان
 کی دعوت نور ہے جس سے انسان کے قلب میں بصیرت پیدا ہوتی
 ہے۔ مجھے اور میرے پیروکاروں کو دین کی کسی بات میں شبہ نہیں ہے

تمام دنیا کی استعداد و صلاحیت ہوتی ہے۔ حضورِ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا: لوگو! میری رحمت کہ غیب کی بھی طرح ہے کہ میرا عہد و مہلک تھا حال ہے۔ تمام شرکاء کو بھی جمع کرو: فَكُنْ لَّآئِمَّةً كَنِ أَفْوَكَتَةً فَكُنْ مُطَاعًا۔ تمام شرکاء پر تیسری رحمت میں بھی نہیں رہتا چاہیے۔ میں واضح طور پر یہ بات کر رہا ہوں، میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ اور انھی کی طرف میرا حکم اسے۔ جسکے ہر حال انھی کی طرف لوٹ کر رہا ہے۔

قرآن کی عربی زبان

ارشادِ باری ہے: فَكَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهِ فَذَلَّلْنَاهُ لِيُتْلِيَ حَصْبَاءً۔ اور اسی طرح سے ہم نے اس قرآن کو ایک لفظ کے طور پر لایا ہے قرآنِ نبوی میں۔ کذا ہے کہ انبیاء و اہل کتاب و ادویہ کی طرف ہے کہ جس طرح ہم باہر اور میں خود طورِ اسلام پر لایا جیتا ہے۔ اسی طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا ہے۔ اور یہ عربی زبان میں ہے۔ قرآن پاک میں یہ اصل زبان کرنا ہے۔ فَكَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهِ فَذَلَّلْنَاهُ لِيُتْلِيَ حَصْبَاءً۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مروی یہ عربی زبان ہو سکتے تھے قرآنی میں انہی زبان میں نازل ہوئی۔ یہی عربی زبان ہو سکتے تھے قرآنِ مجازی میں نازل ہوئی۔ و اگر صحافت بھی ہو تو یہ قرآن میں نازل ہو سکتے۔ پھر سب سے آخر میں اللہ نے پٹھا قریٰ نبی کو عربی میں پڑھا کیا۔ تو قرآن پاک بھی عربی زبان میں نازل ہوا۔

عربی زبان کی قرآنِ مجزیٰ قرآن سے سولہ صدیوں پہلے شروع ہوئی اور حضرت کے زمانہ تک یہ زبان انسانی عروج پر پہنچ چکی تھی۔ پھر میں انہی زبان کی تاریخ خواجہ فرید الدین گنج شکر کے زمانے سے شروع

کل تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر ملتا ہے، اور انبیاء کی تعداد تو ایک لاکھ بیس ہزار یا سو لاکھ کے قریب آتی ہے۔ رسول وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ مستقل شریعت یا کتاب عطا کرتا ہے۔ رسولوں کو اپنی اپنی شریعت اور کتاب کی تبلیغ کا حکم تھا۔ البتہ انبیاء علیہم السلام سابقہ شرائع اور کتب ہی کی تعلیم و تبلیغ پر مامور ہوتے تھے، تاہم اگر کوئی خاص بات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی ہنگامہ کر دیتے تھے۔ بنی اسرائیل کے اکثر انبیاء کا فریضہ تو رات کی تبلیغ تھا۔

اللہ نے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے وَجَعَلْنَا كَهْفُكُمْ آذَانًا اور بنائیں ہم نے ان کے لیے بیویاں۔ نکاح کرنا اور بیوی سے اشتغال رکھنا کمال کے معانی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو لوازمات بشریت میں سے ہے۔ فرمایا بیویوں کے علاوہ وَذَرِكْنَا آلَكُمْ نے بیویوں کی اولاد بھی بنائی، یہی بچوں کا ہونا کوئی عجیب والی بات نہیں ہے۔ بیویوں نے نکاح بھی کیے اور ان کی اولادیں بھی ہوئیں۔ اگر سیود و نصاریٰ کو نبی آخر الزمان کی بیویوں اور بچوں پر اعتراض ہے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیسے گوارا کرتے ہیں۔ جو اہل کتاب کے بھی جدا انبیاء ہیں۔ آپ کی پاکی یا سات بیویاں تھیں اور ان سے اولاد بھی تھی۔ بلکہ خلاف قریح اللہ نے آپ کو بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی۔ آپ کا پہلا بچہ چودہ گئی سال کی عمر میں پیدا ہوا جب کہ دوسرا سو سال کے قریب عمر میں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق تو مشہور ہے کہ ان کی تین سو بیویاں اور سات سو لڑکیاں تھیں، آپ کی سلطنت بھی بے مثال تھی اور اس کے باوجود آپ صاحب کمال نبی تھے حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں

ہوئی اور اب تک یہ ترقی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ چکی ہے۔ سائنس
فلسفہ، تاریخ، معاشیات، سیاسیات وغیرہ اس زبان میں منتقل ہو چکے
ہیں۔ انگریزی زبان کی ترقی انگریزوں کے دو سو سالہ عروج کی مرہون منت
ہے۔ اسی طرح حضور کے زمانہ مبارک تک عربی زبان کو بڑی ترقی حاصل
ہو چکی تھی عربوں میں بڑے بڑے شعرا اور خطیب تھے۔ بڑے بڑے نقیص اور
باریک بین متکلم موجود تھے، مگر عربوں کو تسلیم کرنا پڑا کہ وہ قرآن پاک کی
فصاحت و بلاغت کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں۔ سید کذاب نے
قرآن کے مقابلے میں اول قول کلام پیش کرنے کی کوشش کی تھی مگر
حضر عمر و ابن العاص کا اگرچہ اس کے ساتھ دوستانہ تھا اور وہ ابھی
اسلام بھی نہیں لائے تھے، مگر کہنے لگے یہ تیرے بس کا لوگ
نہیں۔ آپ نے اس کے منہ پر پتھر کر دیا تھا۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور امام ابو بکر جصاصؒ فرماتے
ہیں کہ قرآن کا مقابلہ صرف زبان کے لحاظ سے نہیں بلکہ نظام
کے لحاظ سے بھی ہے اگر قرآن کا چیلنج صرف زبان کے لحاظ سے
ہوگا تو صرف عربوں کو خطاب ہوتا، مگر اس کے مخاطب لو تمام
بنی نوع انسان ہیں۔ سورۃ اعراف میں اللہ کا ارشاد ہے کہ اے پیغمبر
آپ تمام لوگوں سے کہیں "رَافِعٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ يَخْبِتُ"
میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں کسی خاص قوم، یا
نسل یا خاص زمانے کے لیے نہیں آیا بلکہ مجھے زمین کے تمام بنی
نوع انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور یہ میری ڈیوٹی ہے
کہ میں اسی قرآن کے ذریعے "لَا تَذَرُكُمْ يٰہُمْ وَ مَنَ اَنْتُمْ"
تیس بھی خبردار کروں اور ان سب لوگوں کو متنبہ کروں جہاں تک
یہ قرآن پہنچے۔ بہر حال اس کے اولین مخاطبین اہل عرب ہیں اور پھر

کے اس کی پیروی کا حکم دیا۔ اور اس نے ظہر و نماز کی کہ اس کی کچھ
 کے بعد ان کی نفس اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگا تو اگر اس نے
 نہیں دیکھا کہ اس کے بعد وہ اس کا کوئی جناح ہوا۔ ظہر و نماز کے
 بعد وہ نماز پر چڑھا تو انہیں سب سے پہلے ظہر کا اتنا ہی ضروری ہو گیا
 اس کے بعد اب وہ حالت کا بیان کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 و اس کے بعد ظہر کی حالت کا بیان کرنا ہے۔ ظہر کی حالت
 اس میں بیان ہے کہ جہاں کو جہاں کا ذکر آتا ہے اس کے ساتھ
 کی طرف بھی جاتی ہے، اور جہاں وہی ان کی استقامت ہے، اس کے
 بیرون وہ حالت کا ذکر بھی کرنا ہے۔ یہ تینوں حالتوں میں
 میں بکثرت جو جہاں میں اور مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے
 ان کی بکثرت نکلتی رہتی ہے۔ اگر ان میں سے کسی کی خواہش ہے کہ
 ملک و شہر یا تو دور ہو یا بہت قریب کی جہاں کی خواہش ہے کہ وہ
 اور انہاں کے تمام احوال پر اور جو چاہے وہ ان کی خواہش میں سے
 کوئی مقام کا بیان کرنا ہے۔

پہلے کا فرار و طرح کی حالت سے کہ اگر کوئی دین و ظہر و نماز کے
 نہیں ہے تو پھر ان میں سے جو وقت چاہے وہ نماز میں شامل رہنا چاہے
 اور ان کی حالت سے کہ وہ کئی وقت کی چاہے۔ جو ظہر کے آدھ
 سماجی اور ہندو میں حجاز و شریں پر شریعت دلی کا الزام لگاتے ہیں کہ
 آپ کی متعدد بیویاں تھیں اس کے بعد وہ نماز میں رہیں اور یہاں
 کی طرف سے میں ہوا کرتا ہے۔ اگر ان کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے
 اسی کو کہہ دیا ہے وہ اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اور وہی ہے
وَأَلْفَظُ الْوَسْطَىٰ رَسُوْلٌ مِّنْ رَبِّكَ فَبِذَلِكَ يُفَصِّلُ الْوَسْطَىٰ
 نے آپ سے پہلے ہی بہت سے رسول بھیجے۔ اور یہی ہے کہ

نہایت
 انداز
 میں

وما آتوہم ۱۳

در چہ دہم ۱۳

الرعد ۱۳

آیت ۳۸ تا ۴۰

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا
 لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۖ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ
 أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ
 كِتَابٌ ۝ (۳۸) يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ ۚ
 وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۝ (۳۹) وَإِنْ مَا تُرِيدُكَ
 بَعْضَ الذُّعْفِ يُعْذِمُهُمْ أَوْتَوْفِينَاكَ
 فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ (۴۰)

ترجمہ :- البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول آپ سے
 پہلے اور ہم نے بنائیں ان کے لیے بیویاں اور اولاد - اور
 نہیں تھا کسی رسول کے لیے کہ وہ دے کوئی نشانی مگر
 اللہ کے حکم سے - ہر ایک دعوے کے لیے ایک حکم
 ہوا نوشتہ ہے (۳۸) اللہ مٹاتا ہے جو چاہے اور جہت
 رکھتا ہے (جس کو چاہے) اور اُسی کے پاس ہے اہل
 کتاب (۳۹) اور اگر دکھ دیں ہم آپ کو وہ چیز جس
 کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں - یا ہم آپ کو وفات
 دے دیں گے - پس بیشک آپ کے نزدیک ہے پہنچا
 دنیا ، اور ہمارے ذمے ہے حساب لینا (۴۰)

تہذیب

پہلے شرک کا رد اور مشرکین کا انجام بیان ہوا۔ قرآن کریم کی حقانیت کا ذکر

تقریباً بعض روز محفل بنیاد کی جگہ کا کئی بیرونی عقیم، اندازاً سو چھترہن
کوارہ اختراش الخواص سے بنیاد ہے کہ یہی اندازہ قد کا پیرا کمال کے
مثالی ہے، بجز حضرت علیؑ السلام کا اندازہ مبارک تر ہے سب کے تصور کمال
کردہ کمال چل نہیں پر مکتبہ اہل و شادی شدہ، آدھی کو کمال
ہر اسے۔ اسی کے اکثر صاحبین صاحب اہل سب سے ہیں۔

مددِ حق شریعت میں آگاہ کر جب حضور علیہ السلام دنیا سے
 رخصت ہوئے تو آپ کے نکلنے میں لوہیوں اور حید قیس و سب
 کردہ چوہیوں حضور خدیجہؓ اور زینبؓ وفات پہنچی تھیں حضور
 علیہ السلام کی زندگی کا آغاز حضور خدیجہؓ کے گھر سے
 ہوا، جبکہ اس سے پہلے وہ غارِ ثعلبی سے چودہ مہینے نمودار کی فکر
 پامین ساری حق جب کہ آپ کی عمر اس وقت پچیس سال حق چنگ
 آپ نے جوانی کا بہترین زمانہ تقریباً پچیس سال اس مرد کے ساتھ
 گزارا۔ اور کائناتِ حضورِ انورؐ کے ساتھ اچھا دوستی چلی۔ یہی چل رہی تھی کہ
 کے بعد جب آپ کی عمر مبارک پورے ۶۰ برس پہنچا سال پہلی کو آپ
 نے دوسرا نکاح کیا۔ ابنِ عباسؓ میں اللہ کے نبی پر شہادت دانی
 کا الزام لگا انسانیت ہی حضور ہے۔ دیگر چوہوں سے نکاح اور نکاح
 کے علم کے ساتھ اس سے اسلام کی تعلیم کو گھر گھر پہنچا حضور
 تھا۔ آپ علیہ السلام نے مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لیے انداز کے
 دس بیسے یا چوبیس سو۔ سورۃ الاحزاب میں اللہ و رسول کا انکار کیا گیا
 بیشکی وقت میں وہ کئی اور ایسے ملکوں کا جو اب تک
 نے انداز سطر است انکار تھا نے اپنی آیات اور شہادت چوہوں
 گھروں میں غزلی کی سچ اس کا چرچا کر۔ آیات سے مراد قرآن پاک
 اور شہادت سے مراد شہادت ہے مگر اگر قرآن و شہادت کی شہادت کو ایک

ذرا یہ حضور علیہ السلام کی بیویاں بھی تھیں اور آپ کے متعدد لکھائوں کا یہی مقصد تھا۔ اگر بیویاں زیادہ ہوں گی تو ذمہ داریاں بھی بڑھیں گی، محنت و مشقت زیادہ کرنی پڑے گی اور صبر بھی کرنا ہو گا، لہذا اس میں اجر بھی زیادہ ہو گا۔ غرضیکہ متعدد نکاح کمال کے مافی نہیں

معویت
موجز
کا اظہار

منکرین اپنی من مانی نشانیاں بھی بار بار طلب کرتے تھے، اُس کے جواب میں اللہ نے فرمایا وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ کہ وہ کوئی نشانی یا معجزہ لائے مگر اللہ کے حکم سے۔ معجزے کا اظہار اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے جب چاہے کوئی معجزہ پیش نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کرامت کا اظہار بھی کسی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ ولی کا درجہ تو نبی سے بہت کم ہوتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے جو اختیار نبی کو نہیں وہ ولی اللہ کو حاصل ہو بعض لوگ کرامت کو اولیاء اللہ کا فعل مان کر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ معجزے کا اظہار اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا لَنَجْزِلَ كِتَابًا ہر وعدے کے لیے لکھ رکھا ہوا نوشتہ ہوتا ہے یعنی ہر چیز کے ظہور کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقت مقرر ہوتا ہے، اسی طرح معجزے کے اظہار کا بھی خاص وقت ہوتا ہے اور یہ ہر شخص کی خواہش پر ظاہر نہیں ہوتا۔

آگے ارشاد ہوتا ہے۔ يَمْضُوا أَلْفُ مِائَةٍ أَوْ مِائَتَانِ اور باقی رکھتا ہے جس کو چاہے وَعِشْرَتُهُ أَمْ الْكِتَابِ اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب، کائنات کے تمام امور اللہ تعالیٰ کی

فیض شائع
اور احکام

عَلَيْكَ كَلِمَہ اور اللہ کے حکم سے قسم سے بعض حرام قرار دی گئی چیزوں کو حلال قرار دیتا ہوں۔ نگرایسج احکام کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی ڈاکٹر کسی مریض کو ایک وقت میں کوئی دوائی دیتا ہے جب کہ دوسرے وقت میں وہ دوائی تبدیل کر کے اس کی جگہ کوئی اور تجویز کر دیتا ہے۔ ایسا کہ مریض کے مزاج اور بیماری کی کیفیت پر موقوف ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ ڈاکٹر نے پہلی دوائی تبدیل کیوں کی ہے تو اس کی نادانی ہوگی۔ اسی طرح نسخ شرائع کا معاملہ بھی انسانی سوسائٹی کے احوال کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں تغیر و تبدل کرتا رہتا ہے۔ ہر چیز کی محکمت اور مصلحت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہی مختلف شرائع اور احکام جاری فرماتا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں مذکور محاورہ اثبات سے مراد تقدیر کی تمام چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس تقدیر کو چاہے مٹائے اور جس کو چاہے باقی رکھے۔ البتہ فرماتے ہیں کہ تقدیر کی چار چیزوں کے مٹنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا اور وہ ہیں: عمر، روزی، سعادت اور شقاوت۔ ہمیشہ میں آتا ہے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے اور استقرارِ محل سے چار ماہ کے بعد ایک خاص منزل آتی ہے جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ پیدا ہونے والے انسان کے متعلق لکھ لو کہ اس کی عمر یہ ہوگی، اس کو روزی اس قدر نصیب ہوگی۔ اور یہ سعادت مند ہو گا یا شقی۔ تو گویا ان چار چیزوں میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے، یعنی مطلق اور مبرم۔ تقدیر مطلق میں تغیر و تبدل ہوتا ہے جب کہ مبرم معنی قطعی تقدیر میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

شاہ ولی
کلاخلہ

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب جملۃ الاسرار فی احکام اللہ تعالیٰ میں لکھتے ہیں کہ تقدیر کے پانچ درجے ہوتے ہیں۔ پہلا درجہ لازمی ہوتا

ان سے وعدہ کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وعدہ آپ کی زندگی میں ہی پورا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کے مشرکین کو آپ کی زندگی میں ہی مغلوب کر دیا۔ سورۃ قمر میں ہے سَيُهْزِئُ الْمُجْرِمُونَ وَلَيُلَاقِيَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَوْمَهُمُ الْمَذْهَبُ جَمْعًا اور طاقت کے مالک ہیں مسلمانوں پر عرصہٴ حیات تک کہہ سکتا ہے، اللہ کے نبی اور اس کے پیروکاروں کے جانی دشمن ہیں مگر ایک وقت غمگین آنے والا ہے جب یہ پشت پیر کر بھاگیں گے۔ یہ وعدہ اللہ نے حضور کی زندگی میں بدر کے موقع پر ہی پورا کر دیا۔ مشرکین کی جمعیت تتر بتر ہر گئی۔ اور وہ مغلوب ہو گئے۔

فَرَمَا آفَوْا نَسُوا حِظًّا يَوْمَ تَأْتِي سَاعَةُ يَوْمِهِمْ فَهُمْ فِي أَمَامٍ أَدْبَىٰ
 اسلام کا مجبوری غلبہ آپ کی زندگی میں نہ ہوا تو آپ کے بعد یہ وعدہ پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ اسلام کا مجبوری غلبہ خلفائے راشدین کے زمانے میں ہوا۔ صفین کے واقعہ تک مسلمان نصف دنیا پر غالب آچکے تھے اور ان کے سامنے سر اٹھانے والی کوئی طاقت نہیں تھی۔ یہ کیفیت تقریباً ساڑھے چھ سو سال تک قائم رہی۔ پھر مسلمانوں کا شہرزل شروع ہو گیا۔ تاندیوں کے حملے نے مسلمانوں کو زمین حیث الغنم ورحم برعم کر دیا۔ اُس وقت کا پھلا ہوا قدم آج تک نہیں خنجرل سکا، ہو سکتا ہے کہ نزول مسیح کے وقت سابقہ پر دشمن پھر بحال ہو جائے۔ ورنہ اس وقت تو حالات سخت مخدوش ہیں اور بہتری کی کوئی رمق نظر نہیں آتی خلافت راشدہ کے زمانے میں اللہ نے مسلمانوں کی کیفیت اس طرح بیان فرمائی۔
 وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ
 وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَدِ حَوْفِهِمْ أَمْنًا
 (النور) اللہ تعالیٰ ان کے پسندیدہ دین کو بخشنے اور مضبوط کر دے گا

وما ابرئ ۳

الوعد ۱۳

دس پندرہم ۱۵

آیت ۳۱ ۳۲

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَا نَافِي الْاَرْضِ نَنْقُصُهَا مِنْ
 اَطْرَافِهَا وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ وَهُوَ
 سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ حَيْثُ مَا يَكُلُمُ مَا تَكْسِبُ
 كُلُّ نَفْسٍ وَّسَيَعْلَمُ الْكَفَرُ لِمَنْ عُقِبِيَ الدَّارِ ۝
 وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ
 كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ
 عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۝

ترجمہ:۔ بخیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ ایک
 ہم آتے ہیں زمین پر ، بٹاتے ہیں اس کو اس کے اطراف
 سے ۔ اور اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے ، کوئی نہیں ہے ایسے بچنے
 والا اُس کے حکم کو ، اور وہ جہد حساب لینے والا ہے ۝
 اور تحقیق محقق پائیں چلیں اُن لوگوں نے جو ان سے پہلے
 تھے ۔ پس تمام تدبیر اللہ کے قبضے میں ہے ۔ وہ جانتا ہے
 جو کچھ کہتا ہے ہر نفس ، اور عنقریب جان میں لگے کفر کرنے
 والے کو کس کے لیے ہے آخرت کا گھر ۝ اور کہتے ہیں
 وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہے تو بھیجا ہوا رسول
 آپ کہہ دیجئے کہ کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے درمیان

اور تھوڑے روزوں گوارا اور وہ میں کے پس کتب
۲ علم ہے (۲۲)

بہارِ نبوی

سودا ہا کی ابتدا میں قرآنِ کریم کی حقانیت اور صداقت کا
کار تھا، پھر سودا گریہ اور قیامت کا ذکر کیا اور اسبابِ ظلم میں اس سودا
کا ہضم و صحت کے بیان پر ہوا ہے اور اس کے اندر بھی نکاح و نفقہ و غم و اندیش
میں ہضم و صحت کے علم پر ہضم و صحت کے اندر صحت کر سکتے ہیں ان کا
باب دیکھا ہے اور پھر خدا کی رحمت اور نبوت کی تصدیق کی گئی
ہے۔ وہ بیان میں نکاح اور ایست کا ذکر بھی ہوا، ہضم و صحت کی تسلی اور
یعنی احکام کا اجرا، فقہ و قدر میں تغیر و تبدل، کسی چیز کو مٹا دینا اور کسی کو
بہت رکھنا، یہ سب اللہ کی قدرتِ عظمیٰ کے تحت ہیں، ہر جگہ ہے
اس کے بعد اللہ نے اپنے نبی اور آپ کے ہر کاموں کو تسلی بھی
دی، فرمایا، ہم نے نبی پر عزت کا آپ سے وعدہ کر رکھا ہے وہ
اور آپ کی جیسا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو نکال دے گا، یہ ان کا ہضم و صحت
کی اس دنیا سے انصاف کے بعد ہوا، ہر حال اللہ کا وعدہ صرف بکرت
پیدا ہوا

بہارِ نبوی
کے لیے
کتاب

آج کی آیت تماموں کو تسلی کے لیے ہے کہ ان
وعدہ ہی سے متعلق ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ نے نکاح و صحت کے
پے سب سے اہمیت اور اہمیت کی گواہی کا ذکر کیا ہے اور اللہ کی جگہ
کے کو نکاح ہے، ہضم و صحت میں ہی ہر حال میں اس کے
ماننے والوں کو صحت کر میں گئے مگر اللہ تعالیٰ کا ہر کام میں ہی
کو صحت کرنے کا ہے، یہی نبی میں اللہ تعالیٰ کا ہر کام ہے کہ اللہ
تعالیٰ کا خلق اللہ تعالیٰ شفیق و رحیم اللہ تعالیٰ
کیوں نہیں گئے ہیں، دیکھا کہ ہم میں اس کے احکامات سے

گھٹائے چلے آئے ہیں۔ اس میں شرکین کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سختی پر اہل ایمان کو ختم کر دیں گے اور خود غالب کبائیں گے، مگر یہ لوگ اپنے گرد و پیش کے حالات کی طرف نہیں دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح ہم ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کو نکال رہے ہیں یعنی ان کے قبضے سے عرب کے مختلف خطے نکلنے جا رہے ہیں اور وہاں پر اہل اسلام غالب آ رہے ہیں۔ چنانچہ پیشہ میں جب مکہ فتح ہو گیا تو وہ سر زمین بھی شرکین کے قبضہ سے نکل گئی اور دار الحکمر دارالاسلام میں تبدیل ہو گیا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کو مدینہ پر غلبہ حاصل ہوا اور یہودیوں کو وہاں سے نکال دیا گیا، پھر وہ خیبر کے مقام پر جمع ہو گئے اور بالآخر انہیں وہاں سے بھی نکلنا پڑا اور وہ سارا علاقہ اہل ایمان کے قسط میں آگیا۔ مدینہ کے گرد و پیش کی صفائی کے ساتھ ساتھ خیران اور یمن کے لوگ خود بخود ایمان لے آئے۔ کفار و شرکین کی شکست اور اسلام کا غلبہ حضور علیہ السلام کی وفات تک مسلسل جاری رہا اور پھر آپ کے اس دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد بھی دین بچتا چلا گیا حتیٰ کہ پورے ملک عرب پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ دوسرے مقام پر اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا کہ ہم کافروں کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکالتے چلے جاتے تھے **فَتَحَّتْ لَهُمُ الْغَلَبَةُ** کیا اب بھی نہیں اُمید ہے کہ وہ ایمان والوں پر غالب آجائیں گے! بہر حال اکثر مفسرین کرام نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے اور یہ اہل ایمان کے لیے تسلی کا مضمون ہے۔

عبداللہ بن عباس کی تفسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر اطرافِ طرف یعنی کنارے کی جمع نہیں بلکہ طرف کی جمع ہے اور اس کا معنی اچھڑا گھوڑا یا کوئی دوسری ایسی چیز ہوا ہے۔ آپ

کی توجہ کے مطابق اس بابت کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے نہیں
 دیکھا کہ ہم زمین سے پہلے لوگوں کو اٹھاتے ہیں یعنی آسمان اس دنیا
 سے اقصاء ہو رہے ہیں، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ تفسیر است
 انتر تعالیٰ کے لفظ سے واضح ہو رہے ہیں، جب اٹھنے کے پانچ دن بعد
 اس دنیا میں آتی نہیں سکتے تو یہ کفار و شرکین کی عقل میں پرستش
 ہے، کہ یہ لوگ حق و صداقت کی مخالفت کر کے کفر کے پیر و گمراہ کو
 غالب کر گئے، ہرگز نہیں ان کو حق کا پتہ ہے کہ جب اگلے
 لوگوں کو بھی انتر تعالیٰ اس دنیا سے اٹھا دے گا تو انہیں کفار و شرکین
 کی گنتی یہ ہے، یہ لوگ دنیا میں کیجئے، اتنی دے سکتے ہیں، کفار و شرکین
 کیجئے سنا کہ سکتے تھے، یہ سیف شریعت میں آجہ کہ لفظ میں دنیا
 تھوڑے سا لاکھ لاکھ لاکھ رقم ہو جائیں گے، عرصہ ہی لوگ اتنی دنیا میں
 گئے، وہ لوگ انسانی خواہشات کی پیروی کریں گے، جی و دہ سے تمام
 انعام حاصل ہو جائیں گے، انہیں جو کام ہی دیا جائے گا، یہ وہی دنیا ہے
 کہ جب عداوت، دغا، منافقت، شک، عقیدہ اور آوارگی اتنی نہیں رہیں گے
 تو کافر و شرک بھی نہیں رہیں گے، انہیں انہیں اس خوش نہیں ہے، جو ان
 دنیا چاہتے کہ وہ دنیا میں ہی رہیں، یہ غائب ہو جائیں گے۔

پھر وہ اس آیت کو یہ سے دیکھ کر ان کے لئے زمین کی گنا
 ہو، وہ سب فطرت لوگوں کا دنیا سے اٹھ جائے، یہ انہیں و توبہ
 انتر تعالیٰ کے مقتدر ہے، یہ قَالَ اللَّهُ كُنْ فَيَكُونُ انتر تعالیٰ ہی جو
 کا حکم اور فیصلہ کرتا ہے، لا مَن دُونَكَ يَشَاءُ كَيْدًا اس کا حکم کہ
 ہاں کے وہ کہتی نہیں، اس کا حکم انہیں کہ یہ ہے، جب اس نے
 توبہ اس کا فیصلہ کر کے ہے تو آپ انہیں اس لئے میں کیجئے
 ہو سکتے ہیں، انہیں یہ فیصلہ دے گا کہ انہیں کہہ گا۔

کبھی وہ وقت تھا کہ کافروں کے قدموں تلے سے زمین کو نکال مسلمانوں
 کو الٹے نے مسلمانوں کو عروج عطا کیا، اور آج کے دور میں اس کا الٹ سناٹا
 ہو رہا ہے۔ الٹے کی زمین مسلمانوں کے قلعے سے نکل کر دہریوں، کافروں،
 مشرکوں، یسودویوں اور عیسائیوں کے قلعے میں جا رہی ہے۔ یہ برصغیر
 پر سے کا پورا دارالاسلام تھا۔ کابل سے لے کر برہما ملک اورنگ زیب
 عالمگیر کی حکومت تھی۔ لاہور کی شاہی مسجد اور حیدر آباد دکن کی محکمہ مسجد
 کے کاغذات ہیں۔ مگر اس کے بعد اس کے جانشین سخت نالائق ثابت
 ہونے لگے جس کا نتیجہ نکلا کہ پورا برصغیر انگریزوں کے قبضے میں چلا گیا، اور
 دو سو سال کی جدوجہد کے بعد جب برطانیہ کی خلائی کاہنہ آتھا تو اس سرزمین
 کا بیشتر حصہ ہندوؤں کے قلعے میں چلا گیا اور ایک قلعے سے لے کر
 پاکستان کا نام دیا گیا۔ مگر اس قوم کی نفس پرستی اور حب مال و جاہ کی وجہ
 سے پاکستان بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ پوری دنیا میں مسلمانوں کی تاریخ
 ایسے ہی سانحات سے بھری پڑی ہے۔ پنج، بنگالہ، آفغن، ہاشمیتہ وغیرہ
 مسلمانوں کے قبضے سے نکل گئے۔ ملکات صوبے میں سات کروڑ
 مسلمان آباد تھے مگر آج وہاں ایک کروڑ بھی نظر نہیں آتے۔ بنگالہ میں
 میں چالیس ہزار مسلمان، چار ہزار سے زیادہ تھے مگر آج وہاں دو ہزار مسجد کا
 بھی موجود نہیں۔ اسی لیے مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا ملک تھا جو مشرق اکیوں
 کے قبضہ میں چلا گیا، چیکو سلاواک کے مسلمان بھی نہایت تنگی میں گزر رہے تھے
 کر رہے ہیں، ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل چکی ہے اور وہ بے یار و
 مددگار مظلومانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ فلسطین کا ساتھ آپ کے سامنے
 ہے۔ مسلمانوں کا تاریخی خطہ اور انبیاء کی سرزمین یسودیوں کے قبضہ
 میں جا چکی ہے۔ ترکیب اور سلطان نے لکھا ہے کہ ہم سال ہا سال ملک
 مسلمان حکومتوں سے اپیل کرتے رہے کہ اس مقدس سرزمین کی طرف

پذیرائی ہوتی ہے۔ قوم کا سرمایہ کھیل کود اور سود و سب سے صرف کیا جاتا ہے۔ کبھی ننگ بوس عمارتوں پر کروڑوں روپیہ خرچ کر دیا جاتا ہے جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ لاہور میں تعمیر ہونے والا مینار پاکستان ستر لاکھ روپے میں بنا۔ مٹر جلج کے مقبرے پر سات کروڑ روپیہ خرچ ہوا ان عمارت سے قوم کی کون سی ضرورت پوری ہوئی ہے۔ اس میں فضول خرچی، نمود و نمائش اور فہنی عیاشی کے سوا کیا رکھا ہے۔

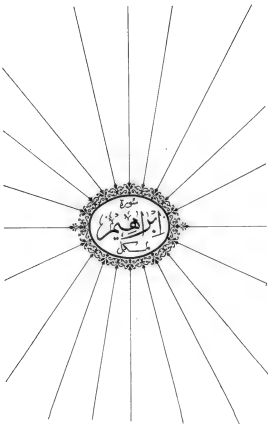
دوسری تباہ کن چیز ذاتی چہ دراہٹ ہے۔ عراق اور ایران کے درمیان یہی وجہ فتنہ زعم ہے۔ تین چار سال کی جنگ میں دو مسلمان ملکوں کے دو لاکھ آدمی غمراہل بن چکے ہیں، جب کہ مالی نقصان کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ دونوں فریق مسلمان کہلاتے ہیں۔ شیعہ ہوں یا سنی نام تو اسلام ہی کا لیتے ہیں مگر اہم برسرِ کار ہیں۔ یہی ہماری نالائقی کی علامت ہے ہم میں اسلام کی انقلابی روح باقی نہیں رہی۔ ہم ذاتی خواہشات کے غلام بن چکے ہیں، اور معمولی ذاتی مفاد کی خاطر بڑے بڑے ملی مفاد قربان کر دیتے ہیں۔ بہر حال اس آیت میں حضور علیہ السلام اور اہل ایمان کے لیے تسلی کا مضمون بھی ہے اور تغیر و تبدل کے کافروں پر دلیل بھی قائم کی گئی ہے کہ اگر وہ اپنے زعم میں مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو یہ محبت ہے کیونکہ اللہ کے فیصلے کو کوئی نہیں بدل سکتا وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ اور وہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ جب وہ پکڑے گا تو پھر انھیں کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔

خدا کی تدبیر
کی کامیابی

آگے ارشاد فرمایا وَفَعَلْنَا لَئِذٍ مِنْ قَبْلِهِمْ
اور تحقیق مخفی تدبیر کی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ عربی
میں مکر مخفی پال کو کہا جاتا ہے، اس کے برخلاف اُردو اور پنجابی میں

عزیزت کی گواہی دی گئی۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے حکم فرمایا کہ اس کے علم
تھے۔ انہوں نے پہلی ہی نشست میں حضور علیہ السلام کو اپنی کتاب کے علم
سے چواہن دیا اور آپ پر ایمان سے آگے آپ کہتے تھے کہ یہ ایک
پختہ بیٹہ کے حق میں بتا دینا نہیں ہے۔ جب حضور علیہ السلام کی وفات
تو اس پر لگتی رہی۔

بعض فرشتے ہیں کہ انہوں نے کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور
معلوم ہے کہ ان کے لئے ذکر اس قسم کے شائبہ و شکار نہ ہوتا ہے۔ جو مگر
ان کے لئے کافی گواہی ہے کہ اس لوح محفوظ کا علم ہے۔
لوح محفوظ میں اس سے کہ کائنات میں حضور علیہ السلام کے بعد کون
میرے بعد ہی گواہی کافی ہے۔ خداوندی گواہی کے لئے کافی گواہی
نہیں۔ دوسری جگہ میں ہے کہ قسماً ائیناً شہادۃً
و لا خلفاً آپ کو دی۔ اشارے کے بعد اس کی گواہی ہو گئی ہے۔ مگر
اسے پہلی سے ہی گواہی تھی ائیناً شہادۃً قسماً
قہراً شہادۃً و لا خلفاً اس آپ کو دی کہ میرے بعد نہ ہو گا۔ دوسری
گواہی گواہی ہے۔ اس سے بڑی گواہی کے بعد اگر تم پھر بھی شائبہ کرتے
ہو گا اس سے میری وفات میں کوئی فرقی نہیں پڑتا۔ اس کا گواہی
قسم سے آخرت میں ہو گا۔



زمین میں ہے۔ اور جگہ ہے کفر کرنے والوں کے لیے سخت عذاب سے ② وہ رگ جو پسند کرتے ہیں، دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں، اور وہ روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور تلاش کرتے ہیں (اس راستے میں) کبھی۔ یہی لوگ ہیں جو گمراہی میں دُور پڑے ہیں ③

اس سورۃ کا نام سورۃ ابراہیم ہے۔ سورۃ کے پچھلے رکع میں خازنِ کعبہ کی تجویز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھا اور قریب ابراہیم کا ذکر ہے، اسی مناسبت سے سورۃ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ سابقہ سورۃ کی طرح یہ سورۃ بھی ان کی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ اس کی آدنی آیات اور سات رکع ہیں۔ یہ سورۃ ۸۲۱ الفاظ اور ۲۲۲۳ حروف پر مشتمل ہے۔

جس طرح اس سورۃ کا سابقہ سورۃ سے نفاذِ نزول ملا ہے اسی طرح ان دونوں صفحہ چوتھو سوروں کے مضامین بھی ملتے جلتے ہیں۔ اس سورۃ میں بھی دین کے بنیادی محنت، توحید، تردیدِ شرک، رسالت، محمد اور قرآن کی حیثیت و صداقت کا ذکر ہے۔ نبوت رسالت کے متعلق مستتر ضمیمے کے احکامات دیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات و باطن کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا ہے۔ تذکرہ انبیاء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خصوصی ذکر ہے جب کہ بالی انبیاء کا ذکر اجمالِ طور پر آیا ہے، اسی لیے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کا ایک خاص موضوع مقصدِ بعثتِ انبیاء بھی ہے۔ چنانچہ اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ نے اپنی بنیادی عبادت کی تعلیم و تبلیغ کے لیے انبیاء کو مبعوث فرمایا، خصوصاً اللہ کی وحدانیت کا مسکد اور ایمانیات کی تفتیش ہمیشہ سے ملت ابراہیم کے مقصد اور دینِ اسلام کی فرض و غایت اور منتہائے مقصود رہا ہے۔ اس کے علاوہ اتفاق فی جہلِ اللہ، نفاذ اور بعض دوسری چیزوں کا ذکر ضمناً اس سورۃ میں آئے گا۔

جس کے نتیجے میں حق بات واضح ہوتی رہتی ہے۔ اگر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ الکر واصل مقامات انبیاء کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات بکے ذوقی معنی الہامی طریقے سے معلوم ہوئی ہے کیونکہ اسے عقلی دلیل سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

حروف مقطعات قرآن پاک کی ۲۹ سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں بعض فرماتے ہیں کہ ہر حرف حضور اللہ تعالیٰ کے کسی اہم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسے اللہ کا اہم ذات اللہ ہو سکتا ہے۔ ل سے لطیف اور دل سے رحمان یا رحیم مراد لیا جاسکتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ الکر اس سورۃ کا نام ہے، گویا اس سورۃ کے دو نام ہیں ابراہیم اور الکر۔ قرآن پاک کی بعض سورتوں کے متعدد نام بھی آئے ہیں۔ سورۃ فاتحہ کے پندرہ نام عرض کیے تھے۔ دسویں صدی کے حافظ احمد ریش امام جلیل الدین سیوطی حروف مقطعات کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللہ اَخْلَسَ بِصِرَاطِہِ یعنی ان حروف کی مراد کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ تاہم جو کچھ اُس نے مراد لیا ہے، وہ برحق ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حروف ابتداء کے عباد یعنی بندوں کے امتحان کی خاطر نازل فرمائے ہیں۔ اسی لیے جب حضور علیہ السلام یہ حروف صحابہ کے سامنے پڑھتے پڑھاتے تھے تو کسی نے بھی ان کے معانی میں کمرہ کرنے کی کوشش نہیں کی، یعنی کسی نے ان کا مطلب یا مراد دریافت نہیں کی، بلکہ جس طرح حضور نے پڑھایا، صحابہ نے پڑھ لیا اور خاموش ہو گئے۔ حضرت علیؑ کے زمانے میں جب بھی لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے ان حروف کے معانی دریافت کیے، چنانچہ ان کے تعلق بعض باتیں حضرت علیؑ نے اور بعض حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی بیان کیں تاکہ لوگوں کے اندر ان قرآن کریم کے ساتھ انوس رہیں۔ حافظ

ایں تجویز فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام اس کتاب کے صحابہ سے ان
صورت کے تعلق کر دیں کہ ان کو اس کا مطلب یہ سمجھ کر اپنی پرانی
فہمیں حضور ہی سے، اگر کوئی کرے کہ اسے ان کے تعلق میں جتنا ہر کتاب ہے
نام جو چیز کے ساتھ نام نہیں دیا سو کتاب کی حقیقت کا ثبوت
حاصل ہوا، اس سے صرف یہ حقیقت کے تعلق دریافت کیا گیا کہ
فرمایا یہ شعر کا نام ہے، اس کے بجائے نہ فرما دیکر اسے اس کے نام سے
گزر ہی میں نہ کہ اس شعر سے صرف اس کا تعلق تھا کہ اس کو کہ ہم اس
پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی کہ اس نے ان سے ان صورت سے
جو اسے مراد لی ہے وہ وہی ہے۔

تخلیقات
وہ کچھ

خود میں تخلیقات کے بعد وہی شعر فرمایا کہ اس کی حقیقت ثبوت
اور اس کی فرض و غایت سے ہوتی ہے کہ اَنْزَلْنَاهُ بِاللَّيْلِ
یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے آپ کی طرف۔ اس کا نام
کو خود فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک عظیم کتاب ہے
جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔ اور حقیقت میں کتاب کو اس کی حق میں
کتاب ہے اس کے مقابلے میں کوئی دوسری کتاب کتاب کو اس کے
کی حقیقت نہیں ہے۔ سورۃ القصص میں فرمایا کہ ان کو اس کا نام
اسے تعلق فرمایا تھا کہ ان کو یہ کتاب وقت چلوں اور اس کے
آفتاب و لہجہ اگر تم اس قرآن کا انکار کرو گے تو پھر کوئی ایسی
کتاب ہے کہ آج جو میں دہلی سے لے کر ہر جگہ پہنچا ہوا ہے۔ اس کے
لے میں کتابت میں عظیم کتاب تھی اور اس میں ہر کتاب، شریعت
اور حقائق کے تمام احکام تھے۔ اور اس کی ہر حقیقت قرآن سے کم
تھی، ہر حال میں قرآن ایک کتاب ایسی عظیم کتاب ہے کہ تمام مخلوق میں
کہ جس میں اس کی ایک آیت پر بھی ماری نہیں ہو سکتی۔ تمام مخلوق اس

محدث طبری اپنی کتاب فیوض الکریم میں فرماتے ہیں کہ جب یہ قرآن پاک کی کسی آیت کے متعلق مراقبہ کرتا ہوں تو مجھے اس کے نیچے چھائی و معارف کے لامتناہی مندر نظر آتے ہیں، اور پاک نفوس کو ایسی باتیں نظر آتا ہے کہ قیاس نہیں۔ قرآن پاک اَنْزَلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ الشَّہِ کے علم سے نازل ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کی یہ صفت لا محدود ہے لہذا لَا تَكُنْ فَوْقَ عَجَائِبِ اللّٰہِ قرآن پاک کے عجائبات لا تنگی ہیں ان میں جتنا بھی غور کریں۔ یہ عجائبات ختم ہونے کی بجائے بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔

فرمایا، یہ ایک عظیم کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے اور اس کی غرض و غایت یہ ہے اَخْرِجَ الْكَافِرَ مِنْ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالیں، چنانچہ علیہ السلام سے خطاب ہو رہا ہے۔ اس میں رسالت کو بیان آگیا کہ جس طرح یہ کتاب عظیم نازل ہے، اسی طرح جس رسول پر نازل کی گئی ہے، وہ بھی عظیم نازل ہو رہا ہے۔ یہاں پر ظلمت سے مراد کفر، بدعت، شرک، انفاق اور جملہ کجی اور برائیوں ہیں۔ گناہوں کی وجہ سے انسان کے دل اور روح پر تاریکی چھا جاتی ہے اور انسان کی طبیعت غم ہو جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں سنت ایک روشنی ہے، جس سے روح و قلب اور دل و دماغ روشن ہوتے ہیں۔ قرآن پاک کو بصرہ بھی کہا گیا ہے۔ "هَذَا بَصَرٌ مِّنْ رَبِّكَمُ" (اعراف ۱۷۷) رب کی طرف سے بصیرت ہے۔ بصیرت ایسی چیز ہے جو دل کو روشن کرتی ہے۔ دل میں اطمینان اور یقین پیدا ہوتا ہے۔ گرفتِ ان کی آیات بصیرت کی باتیں ہیں جو انسان کو ہر قسم کے اندھیروں سے نکال کر ایمان، اخلاص، ایچی اور الطاعت کی روشنی کی طرف لاتی ہیں۔

یہ قرآن مجید کی روایات و احادیث و روایات سے مراد کہ سنت کی طرف
 تھا ہے۔ دین کی تاریخوں اگرچہ عہد ہی آٹھویں سے نظر نہیں آتی مگر
 اس کی وجہ سے ان کی تاریخوں میں فرق ہو جاتا ہے اور ان کی تاریخوں
 میں یہ فرق کہنے کے قابل نہیں رہتا۔ بہر حال اس کے بعض نام
 قرآن کو برحق کہتے ہیں اور اللہ کا وعدہ یہ ہے کہ **إِنْ يَشَاءُ اللَّهُ**
يَجْعَلْ لَكُمْ سُلْطٰنًا قٰلًا وَّاَلَا تَعْلٰمُ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو گے
 تو میں تمہاری ہر بات کو سچ سے بنانے والا ہوں۔ تمہیں
 صحیح اور غلط کی تمیز دے گا۔ اگر تم اس میں نہیں دیکھو گے۔ قرآن
 قرآن پاک کے اس میں سے کہ جس میں ہے جس کا معنی اس میں
 میں یہ خبر کہنے والا ہے۔ قرآن کے نام سے ان کی عظمت اور قدر
 میں اختیار کیا گیا ہے۔ اسی سے قرآن کی طرف کی طرف ہے
 کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکال کر لائی کی طرف ہے اس لیے
 قرآن اس کی طرف ہے اس لیے ان کی طرف نہیں بلکہ قرآن
 کی طرف ہے اس لیے یہ وہ نام ہے جس سے ہے۔ جس میں اس کے
 متعلق اللہ تعالیٰ کی شہادت ہوگی اور اس کے نام سے اس کے
 دلائل کی طرف سے آئیں گے۔ اور جو حدیث اور روایت آئی ہو وہ
 اس کی وجہ سے مستند و قابل نہیں کہے گا۔ اور یہ کہ یہ حدیث
وَيَرْوِيهِ الْقُرْآنُ بِالْحُسْبَانِ کمال قدرت کے ایک اور ترجمہ
 ہے یہ ہر نام کی طرف سے ہے اس لیے وہ اس کا ترجمہ ہے
 کہ ایک ہے کہ اس کی طرف سے حدیث دینی کہ اس کی طرف سے
 میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہ حدیث دینی بلکہ حدیث دینی اس
 کتاب کا مستند ہے کہ اس کے نام سے یہ نام ہے جس کے
 کہ اس میں سے نکال کر لائی کی طرف ہے اس لیے اس کے

تعریف بھی بیان کی گئی ہے اَللّٰهُ الَّذِیْ لَهٗ مَکَافُ السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ اَللّٰهُ تَعَالٰی کی ذات وہ ہے کہ اُنہی کے لیے ہے جو کچھ کہا تو اُن میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ ہر چیز کا خالق اور مالک وہی ہے، حقیقت میں کوئی دوسری ہستی کسی چیز کی مالک نہیں، جو کوئی ماضی طور پر کسی چیز کا مالک بنتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے بنانے سے مناسب ہے۔ انسان تو اپنے وجود اور دیگر لوازمات کا بھی خود مالک نہیں ہے۔ ہر چیز کا مالک و تصرف اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ یہ اُس کی تعریف بھی ہو گئی۔

ان تمام حقائق کے وجود جو لوگ کفر کرتے ہیں، اللہ نے ان کا انجام بھی بیان فرما دیا ہے وَقَعِیْنَا لَکُمْ کُفْرَیْنِیْکَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ عِبَادِیْ ویرا دی سے کفر کر لے والوں کے لیے سخت عذاب ہے۔ قرآن پاک کے پروگرام کو تسلیم نہ کر لے والے اللہ تعالیٰ کی سخت سزا کا مزہ چکھیں گے۔

فَرٰہَا الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحٰیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلٰی الْاٰخِرَةِ جو لوگ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں یعنی ان کی تمام نگاہ و دُعا اسی زندگی کے لیے ہے جیسے سنا رہا یُکْمَلُوْنَ ظٰلِہٖٓۤ اَمْرًا مِّنَ الْحٰیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفَقَرْنَا عَنْہُمُ الْاٰخِرَةَ مِمَّا عَفٰوْہُمْ (الرّٰوۃ) وہ لوگ دنیا کی بددیکھ ترین باتیں بھی جانتے ہیں مگر آخرت سے کل طور پر غافل ہیں۔ دنیا کے اعتبار سے بڑے عقل مند ہیں مگر آخرت کے لحاظ سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہے، اسی دنیا میں ہے کسے کچھ نہیں۔ اسی لیے وہ اپنے پروردگار سے عرض کرتے ہیں۔ رَبَّنَا عَجَلْ لَّنَا قِطْعًا مِّمَّا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ (ص) ہمیں جو کچھ دنیا ہے قیامت سے پہلے پہلے اسی دنیا میں عطا کر دے

کافروں کا انجام

راستے سے روکتے ہیں، دوسری جگہ فرمایا کہ خود تو دین سے روک رہے ہیں، دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے روک دیا جائے، اس مقصد کے لیے انہوں نے ہمیشہ بڑے بڑے جال بچھائے ہیں، کبھی طاقت استعمال کر کے، کبھی سازش کر کے اور کبھی ٹکڑے ٹکڑے ذریعے لوگوں کو اللہ کے راستے سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ عیسائی شہزادے، سکھوں، کاجھوں، ہندوؤں اور رنجاہی لوگوں کا جال پھیلاتی ہیں اور اس قسم کا پراپیگنڈا کرتی ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں دین سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں تاکہ فوجوں، نسل دین سے بیزار ہو جائے یہ لوگ مال و دولت اور عورت کے لالچ میں دین سے بیگانہ کرتے ہیں اور کبھی وسیع لٹریچر کے ذریعے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاک ڈالتے ہیں۔ شکیباز سلطان نے لکھا ہے کہ یورپی ممالک میں اسلام کے خلاف جو لاکھوں کتابیں شائع ہو کر تقسیم ہوئی ہیں۔ نذرول قرآن کے نام سے یہ کام مکے والے کرتے تھے، کبھی رجب کے ذریعے اور کبھی الحج کے ذریعے لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کرتے تھے، آج کی دنیا میں روس، امریکہ اور انگریز اس کام کا بیڑا اٹھاتے ہوئے ہیں۔ غرضیکہ تمام کافروں کی یہ خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ لوگوں کو اسلام کے راستے سے روک دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کی تیسری صفت یہ بیان کی ہے وَیَفْقُوْهُمَا یَعُوْجِبُوْا رِوْاْغَ اللّٰہِ کے راستے میں کبھی تلاش کرتے ہیں۔ اسلام کو توڑ کر ٹکڑے کر اس طرح پیش کرتے ہیں جس سے لوگوں کو اسلام کا راستہ ٹھیک ٹھاکہ آنے اور وہ اسے چھوڑ دیں۔ کافر، مشرک، منافق، یہود، ہنود اور عیسائی سب ایسا ہی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا اُولَٰئِکَ

۱۔ کمالیہ کی تعلیم پر ایک سالہ تعلیمی پیمانہ ہے۔
 ۲۔ اس میں داخلہ کے لیے ۱۰ پر مبنی امتحان ہوتا ہے۔
 ۳۔ یہ تعلیم ۱۰ سالہ تعلیم کے بعد کی ہوتی ہے۔
 ۴۔ اس میں داخلہ کے لیے ۱۰ پر مبنی امتحان ہوتا ہے۔
 ۵۔ اس میں داخلہ کے لیے ۱۰ پر مبنی امتحان ہوتا ہے۔

وما آتئی ۳

سورہ دوم ۲

ابراہیم ۱۳

آیت ۲۲

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ
 لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي
 مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ④ وَلَقَدْ
 أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ
 مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِهِ
 اللَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ
 شَكُورٍ ⑤ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ
 اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ
 مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ
 وَيَدَّيْحُونَ آبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ
 وَفِي ذَلِكَ لَكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ⑥

ترجمہ :- اور میں نے بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس
 کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ بیان کرے ان کے لیے ۔
 پھر گمراہ کن ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اور راستہ
 دکھاتا ہے جس کو چاہے ، اور وہ غالب اور حکمت والا
 ہے ④ اور اب اسے تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام
 کو اپنی نشانوں کے ساتھ ۔ (پھر ان سے کہا) کہ تم لو اپنی

میں داخل ہیں۔ آپہران آیات میں رسالت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے
وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ فَهِيمٍ ہم نے نہیں بھیجا
 کوئی رسول مگر اپنی قوم کی زبان میں گفتگو کرنے والا۔ اللہ نے اسی کی زبان
 میں اُسے تعلیم دی لِيُبَيِّنَ لَكُمْ تاکہ ان لوگوں کے لیے وہ مقام
 چیزیں بیان کر دے جو ان کے لیے ضروری ہیں۔ اگر وحی کسی غیر زبان
 میں ہوتی تو لوگوں کا اس سے استفادہ کرنا مشکل ہو جاتا۔ لہذا اللہ نے
 ہر نبی کی قومی زبان میں وحی نازل کی، احکام و شرائع دیے اور اسی زبان
 میں آگے تبلیغ کی تعلیم کی۔ سُورَةُ عَلِيهِ السَّلَام عبرانی زبان بولتے تھے، لہذا
 قرأت عبرانی زبان میں نازل ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی قومی زبان سریانی
 یعنی قرائنہیل بھی اسی زبان میں آئی۔ جنسور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
 کو اللہ نے عربوں اور خاص طور پر قوم قریش میں مبعوث فرمایا، آپ
 اسی زبان میں گفتگو کرتے تھے اور قرآن کریم قریش کی عربی زبان میں
 نازل ہوا۔ دوسرے مقام پر اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر یہ
 غیر زبان میں نازل ہوتا تو لوگ اعتراض کرتے کہ ہم طے سمجھنے سے
 قاصر ہیں مگر اللہ نے اس اعتراض کی گنجائش نہیں رکھی۔ چنانچہ ہر نبی
 نے اپنی قومی زبان میں تبلیغ کا فریضہ سر انجام دیا۔ دوسرے مقام پر یہ بھی
 آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک سزا نہیں دیتا جب
 تک ان تمام باتوں کو واضح نہیں کر دیا ہوتا جن سے یہنا ضروری ہے
 یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور رسول کو اس کی قومی زبان میں
 مبعوث فرمایا۔ جزائے عمل کے واقع ہونے کے لیے ضروری ہے
 کہ لوگوں کو شرائع اور احکام شریک طریقے سے پہنچائیے جائیں اور
 ان کی اچھی طرح وضاحت کر دی جائے تاکہ کسی کے پاس عدم تبلیغ
 کا کوئی بہانہ نہ رہے۔

اسی شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے اعمال کی وجہ سے
 اسباب کی جگہ پر پہنچتی ہے۔ پہلا سبب یہ ہے کہ انسانی طوالت کا
 تقاضا ہے کہ ان کے سینے میں اس لئے اعلیٰ ضرورت واقع ہو۔ شاہ صاحب
 فرماتے ہیں کہ طوالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان میں حکیمت کو بہت
 کے دواد سے مل سکے ہیں جو ہمیشہ اس میں موجود رہیں گے۔ حتیٰ لائق
 میں پہنچ کر بھی یہ دوسرے ان سے ملنے نہیں ہوں گے۔ ان کی تعلیم
 یہ ہے کہ انسانی نفس راہِ سر کا جو کس نام نہاد کی طرف سے روکتا
 کہ وہ اپنے جسمانی جان کی طرف سے اپنے جسمیت کو ہٹا
 ہے۔ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں کمال دلی انہیں پہنچا
 جبکہ جسمیت چاہتی ہے کہ ان میں مرضی کرنا ہے۔ جن مدد
 اور ان کی آپس میں گفتگو ہوتی رہتی ہے ان کا فرض ہے کہ وہ
 جسمیت پر اس صاحب کمال کے کہ اسے ایک خاص دوسرے آگے
 نہ ڈالنے سے بلکہ سمجھتے ہیں کہ یہ دیکھ کر دیکھ کر ہی پہنچ کر
 حکمت کو پہنچا دے۔ ان کی طوالت و غرض، جنہا یا جنہا تک
 نہیں پہنچ سکے گا۔ طوالت حکمت چاہتی ہے کہ اسے غوریت حاصل ہو کہ
 جسمیت کی اصلاح ہوئی ہے۔ اس گفتگو کے نتیجے میں جو بھی صاحب
 غالب تھی ہے، اس کے مطابق میرا اعلیٰ ضروری ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے اعمال کے اسباب میں سے
 دوسرا سبب یہ ہے کہ اگر ان کے احوال کا نظم دیکھا جائے تو فرشتے
 ان کے حق میں شفا کرتے ہیں اور اگر بہتے اعمال کی نسبت تو فرشتے
 جاکر کہتے ہیں اور ان پر صحت بھیجتے ہیں۔ تو فرشتوں کی دعا یا جہانگیر
 نیز طوالت کی وجہ سے اعلیٰ میں ضرورت واقع ہوگا۔

چراغ اعلیٰ کی تشریح و وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز میں اپنے

پیغمبر بھیجے ہیں اور شریعت نازل فرمائی ہے جس کی پابندی ضروری ہے۔ اس شریعت یا قانون کی پابندی یا عدم پابندی کا نتیجہ برآمد ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ نزول شریعت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے تو اس سبب سے بھی جزائے عمل کا واقع ہونا ضروری ہے۔

انبیاء کی بعثت جزائے عمل کا جو قضا سبب ہے، ہر نبی اللہ کے احکام امت تک پہنچا دیتا ہے اور ان کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے اور دین و شریعت میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں رہنے دیتا۔ اس کے بعد اللہ کا واضح فرمان ہے **لِيُظْهِرَ لَكُمْ مَآ تَظْهَرُونَ** (افعال) اب جس شخص کو زندہ رہنا ہے وہ کھلی دلیل کے ساتھ زندہ ہے اور جسے ہلاک ہونا ہے وہ کھلی دلیل کے ساتھ ہلاک ہو۔ مگر انبیاء کی بعثت اور احکام و شرائع کی وضاحت کا تقاضا بھی ہے کہ انسان کے لئے جزائے عمل واقع ہو۔

ایک بات تو واضح ہو گئی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی زبان عربی میں حکم فرماتے ہیں۔ اور قرآن پاک بھی عربی زبان میں نازل ہوا تاکہ آپ کے اولین مخاطبین دین شنیں کہ اچھی طرح سمجھ سکیں مگر دوسری طرف اللہ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے **قُلْ يٰٓاَعْرَابُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنِیْ کُمْ جَمِیْعًا ذٰلِیْکَ الَّذِیْ بُنِیَ عَلَیْہِ الدِّیْنُ اَمَّا اَنْتُمْ فَاَنْتُمْ** اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ دنیا جہاں کے لوگوں کو خطاب ہے۔ اس سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عربوں کی طرف بعثت ہوئے اور دوسری زبان بولتے تھے، تو آپ کی رسالت تمام انسانوں کی طرف کے ثابت ہوئی۔ اس اشکال کو نام شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب غنیۃ العالیہ

قرآن مجید کی تفسیر

۵۲
 باور ریاستیں ہیں محکم سب اخیار کی دست نگر ہیں۔ غیر مسلم اقوام نے
 مسلمانوں کی اجتماعیت سے خائف ہو کر خلافت کا ہر گز تصور بھی
 ختم کر دیا ہے۔ اب مسلمانوں کو اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ وہ ایک
 دوسرے کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ اب دین کی اپنی کوئی ریاست نہیں۔
 غیر غلامانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ پوری دنیا میں کفار کو غلبہ حاصل ہے
 ان میں یا تو مذہبی کافر علیا کی ہیں یا پھر دہریے کافر اشتر کی ہیں۔ اوجھی
 دنیا پر ایک طاقت چھائی ہوئی ہے جب کہ باقی نصف دنیا دوسری
 طاقت کے تسلط میں ہے۔

فرمایا، ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ
 وہ ان کو ہر چیز کی وضاحت کر دے یہی اس کی طرف سے حق تبلیغ ادا
 کرنے کے بعد هِيَئَتِ لِلَّهِ هَتِ يَشَاءُ وَكَرَاهُ
 ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے۔ جو کفر، شرک اور فحاشی پر اصرار کرتا ہے
 اس کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی، بلکہ وہ گمراہی میں پڑا رہتا ہے۔
وَيَهْدِي هَتِ يَشَاءُ اور ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ
 جس کو چاہے۔ جو ایمان کو قبول کر لیتا ہے، اسے ہدایت نصیب
 ہو جاتی ہے۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ اور خدا تعالیٰ کمال قدر
 کا مالک بھی ہے اور کمال حکمت کا مالک بھی۔ اس آیت کریمہ میں
 اللہ تعالیٰ نے رسالت کے متعلق بنیادی اصول بیان کر دیا ہے۔

رسالت کا بحیثیت مجموعی ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بطور مثال بیان فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا
مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا اور الٰہیہ تحقیق ہم نے جیسا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبیلوں
 کے ساتھ۔ نذایوں سے مراد معجزات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص اور
 پرہیزا وغیرہ نو معجزات عطا فرمائے تھے جن کا ذکر مختلف مقامات

ان فرقوں کا رد مطلوب ہوتا ہے۔ علوم قرآن کی تیسری قسم علم تذکیر یا بعد الموت ہے۔ موت اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ اس حصہ علوم میں کیا گیا ہے تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں اور محاسب اعمال کے لیے تیاری کریں۔ علوم قرآن کی چوتھی قسم تذکیر یا کلام اللہ ہے۔ اس میں اسطر نے اپنی کتابوں کا تذکرہ کر کے انسان کو یاد دلانی کرائی ہے کہ وہ ان میں غور و فکر کرے، عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائے۔ قرآن کے علوم کی پانچویں قسم تذکیر یا ایم اللہ ہے جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام پر گزرنے والے واقعات بیان کر کے انسان کو عبرت دلائی ہے تاکہ وہ اپنی کمزوریوں پر نظر رکھے اور ان کی اصلاح کی کوشش کرے۔ اللہ نے قوم عاد، ثمود، قوم لوط، قوم نوح وغیرہ کے حالات مختلف مقامات پر ذکر کیے ہیں۔ صرف قوم فرعون کا واقعہ قرآن پاک میں چھ یا سب سے زیادہ ذکر ہوا ہے کیونکہ محض علم کے لیے کسی واقعہ کا ایک ہی دفع بیان کر دینا کافی نہیں بلکہ بار بار یاد دلانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ متعلقہ بات لوگوں کے اذنان میں اچھی طرح جم جائے اور وہ نصیحت حاصل کر سکیں۔

فرمایا اِنَّ فِيْ خَلْقِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ
 بیشک ان تاریخی واقعات میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو صبر کرتے ہیں۔ مصائب میں صبر اور برداشت سے کام لیتے ہیں۔ آپ پر کنٹرول کرتے ہیں اور جب کوئی نعمت میسر آتی ہے۔ تو اس کی قدر کرتے ہیں، اس کو بر محل صرف کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے ہیں۔

حضرت امیرِ علیہ السلام کے تذکرے میں ہی فرمایا۔ كَوَادَّ قَالَ مُوسٰى فَعَزَّزْكَ

آزادی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جب یہ نعمت حاصل ہو جائے تو پھر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے وہی کام کرنے چاہئیں جو آزاد لوگوں کے خدایانِ شان ہیں۔ جھگڑا، فساد، لڑائی، فرقہ واریت غلامی کے اثرات ہیں جب کہ آزاد قوموں کا اخلاق و کردار بہت بلند ہوتا ہے۔ آزاد لوگوں میں مساوات اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہونا چاہیئے۔ نیکی اور طہارت ہونی چاہیئے، رسوا ست باطل کو ختم کر دینا چاہیئے۔ ہم میں انگریز کی غلامی کے اثرات ابھی تک موجود ہیں، نا معلوم یہ کب ختم ہوں گے۔ جب تک غلامی کے اثرات ختم نہیں ہوتے، اگر ہم عزت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آزادی کی قدر ہی نہیں کی، ورنہ ہمیں اقوامِ عالم میں بلند مقام حاصل ہوتا۔

100

† *Cont.*



7

وَالَّذِينَ رَبُّكُمْ بِهِمْ شَكُمْ لَا يَزِيدُهُمْ شُكْرًا
وَلَهُمْ كُفْرُكُمْ إِلَهُ عَذَابِي كَشِيدٌ ④
وَقَالَ مُوسَى إِنَّ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي
الْأَرْضِ جَمِيعًا فَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِي ⑤
أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الْيَوْمِ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمُ نُوحٍ
وَإِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيُوسُفَ إِذْ كَانُوا
رُسُلًا فَآذَيْنَاهُمْ أَنْ يُفْلِحُوا وَلَكِنْ كُنُوا فِي شَكٍّ
مِنْ آلِهِمْ فَمَا يَنْصَحُونَكَ أَنَّ تُبَيِّنَ لَهُمْ أَنَّ اللَّهَ
مَعَ الْمُتَّقِينَ ⑥

اور ثمود۔ اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے۔ نہیں جانتا
 اُن کو کوئی بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ آئے اُن کے پاس
 اُن کے رسول کھل نشانیں لے کر، پس لوٹائے انہوں نے
 اُن کے ہاتھ اُن کے مونوں میں، اور کہنے لگے بیشک
 ہم انکہ کرتے ہیں اُس چیز کا جس کو تم نے کر آئے
 ہو۔ اور بیشک البستہ ہم شک میں ہیں اُس چیز سے
 جس کی طرف تم ہیں جلتے ہو، تردد انیگر شک میں ⑨

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ میں قرآن کریم کی حقانیت کا مسئلہ بیان ربطاً آیت
 کرنے کے بعد رسالت کا مسئلہ بیان فرمایا۔ پہلے فرمایا کہ ہر نبی اور رسول اپنی قوم
 کی زبان میں مجھوٹ ہوتا ہے اور اُنہی زبان میں قوم کو خطاب کرتا ہے تاکہ کسی کو کوئی
 استہزاء باقی نہ رہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بطور خاص ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
 اُن کو رسول بنا کر بھیجا اور انہوں نے لوگوں سے خطاب کر کے کہا کہ مجھے اللہ نے
 حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤں اور وہ تاریکی امتیاز
 یاد لاؤں جو باعثِ عبرت و نصیحت ہیں۔ اللہ نے صبر اور شکر کرنے والوں کا ذکر
 کیا۔ پھر نبی اسرائیل پر یکے لگے انعامات کا تذکرہ کیا کہ انہیں فرعون کی غلامی سے نجات
 دے کر صاحبِ اقتدار بنایا اور شریعت عطا فرمائی۔

مقام شکر
 آج کی آیات میں سابقہ آیات سے بے ربط شکر ہی مربوط ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 نے مسئلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ وَاذْكُرْ اَنَّا نُنَزِّلُ السَّمٰوٰتِ
 پروردگار نے خبردار کیا کہ اِنَّا نُنَزِّلُ السَّمٰوٰتِ اگر تم میرے انعامات
 کا شکر نہ کرو گے تو میں تمہیں مریضہ چلا کروں گا۔ گزشتہ آیت میں تھا کہ اللہ کی نعمتوں
 کو یاد کرو جو اُس نے تم پر کیں اور اب فرمایا کہ انعام پاکر اگر شکر گزاری کرو گے تو میں
 اس انعام میں مریضہ اضافہ کروں گا۔ یہاں پر کلام تاکید یہ ہے اِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

یہ دلی عروقت عربی زبان میں ان کے بے استقلال ہونے کی تشریحی
لئے یقین دہانہ لکھوا دیا کہ جس میں تیس غریب غریب لکھوا دیا۔
اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں جہاں
نعمتوں کی طرف اشارہ ہے، اللہ تعالیٰ اور ہر ایک قسم کی نعمتیں شامل ہیں۔
انہیں کا ایک ایک ال خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں گننا واجب ہے مگر اس میں
کسی نعمت کا کہہ دینا کہ اس کا انسان کے لیے کیا بہت نہیں۔ مگر
اللہ تعالیٰ کا عز و انعام ہے کہ وہ انہیں کے خدا سے لے کر ہر
یعنی ہر بلا سے، اور گناہوں کے انہماک کے حصول تو خدا ہی کا
اپنا ارشاد ہے کہ قُرْآنُ فَتَنَّا لِيَبْلُغَ أَفْعَادُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ
اور پھر اگر تم اللہ کی نعمتوں کو خدا کا اپنا ہر بلا ہی نہیں کہنا
چاہو تو اس سب کا کھنڈا کر دو۔ ہر بلا اللہ تعالیٰ تعالیٰ ہی بخلا کر
یہ بھی بخلا کر ہر بلا سے اور خدا کی عز و انعام کا نام سے لونا ہے۔
سورۃ صافات صفحہ چہ کتاب گناہوں کے روناچہ میں لکھا ہے
کہ ہر ایک مائش کے لیے اللہ کی رحمت کی دہائی ہر بلا ہی۔
جسے اللہ ہی نے کر دیا ہر بلا سے اس کے لیے جسم کے غیظ ہونا
تدریج ہر بلا ان کے لیے کہ انہماک کا سبب بنتا ہے اور جب
مائش خدائی جسم کے خدا سے لڑا ہر کلمہ میں لکھا ہے (اللہ) جسکے
جسم میں داخل ہو کر موجودات بنتی ہے۔ وہاں ہی لکھا ہے کہ
ہر بلا ہی جس کے گھٹنے میں گم ہو جس پر یہ ہر بلا مائش کے لیے
کہ ایک مائش کا لشکر میں لکھا ہے کہ بلا ہی لکھا ہے کہ اس کا
انہماک اللہ کی رحمت ہی کے لیے انہماک کے ایک ایک ال میں
ہے۔ انہماک ہی ایک گناہ پانی ہر بلا ہی ہے۔ اس میں
اللہ کی رحمتوں انہماک میں ہے۔ اس کے لیے پانی انہماک کے

100

ہوں ہمک پہنچا ہے، مگر اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے، وہ محفوظ ہے سے
 شکر ہے پر بھی راضی ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آ آ ہے ان العبد
 اذا یا کل الاکل او یشرب شربا حوبا کرئی بندہ کھانا کھاتا
 ہے یا پانی پیتا ہے اور پھر الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس
 سے راضی ہو جاتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ بندہ میری نعمت کا شکر ادا کر
 رہا ہے۔ مگر کوڑوں انسان ہیں جو ہر وقت اللہ کی نعمتوں سے مستفید
 ہوتے رہتے ہیں مگر اس ذات کا شکر ادا نہیں کرتے۔ انسان کی نعمت
 کو بھی دیکھ لیں، عافیت اور سلامتی کو دیکھیں یہ کتنی نعمتیں ہیں جن کی
 انسان قدر نہیں کرتا۔ ان کی قدر اس وقت معلوم ہوتی ہے جب
 ان میں سے کوئی چیز زائل ہو جائے۔

حدیث شریف میں آ آ ہے جس شخص کی آنکھیں ضائع ہو جائیں اور
 وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اس کی دعوت
 والی چیزیں اٹھائیں، اس نے صبر کیا، اب میں طے جنت میں پہنچانے
 بغیر کسی چیز پر راضی نہ ہوں گا۔ شرط یہ ہے کہ انسان اللہ کا شکر ادا کرتا
 رہے اور ناشکری کا کوئی کلمہ اپنی زبان پر نہ لائے۔ جعفر طیار علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے دعا کی کہ **لَا تُعَذِّبْنِي بِمَا عَذَّبْتَ كُلَّ حَالٍ وَكُلِّ عَذَابٍ**
بِاللَّهِ مِنْ حَالٍ أَهْلٍ نَارٍ ہر حالت میں اللہ رب العزت
 کا شکر ہے اور میں اہل دوزخ کے حال سے پناہ چاہتا ہوں بغیر
 انسان کی سلامتی، سعادت اور توفیق شامہ وغیرہ ایسی نعمتیں ہیں کہ انسان
 کسی ایک کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔ انسان کی عافیت کے متعلق
 منہاجہ کی روایت میں آ آ ہے **مَا أَفْقَرُ نِعْمَةً بَعْدَ**
الْإِسْمَانِ وَبَشَلِ الْعَافِيَةِ ایمان کے بعد کسی کو عافیت
 جیسی عظیم نعمت میسر نہیں ہے مگر کوئی شخص اس کی قدر نہیں کرتا۔ چنانچہ

صور میں ہوتی ہیں۔ بعض اوقات لوگوں پر سخت ماحکم مقرر کر دیا ہے۔
 جو انہیں ہر وقت سزا میں مبتلا رکھتے ہیں۔ آج مسلمان ساری دنیا میں
 آشکار گزاری کی سزا محکمت سہے ہیں۔ روس جیسی ظالم طاقت کا مسلمانوں
 کے علاقوں پر قابض ہونا سزا ہی تو ہے۔ بلخ، بگرام، تاشقند اور کابل خٹرو
 اسلامی ریاستیں نہیں جنہیں روس پامال کر رہا ہے۔ مسلمانوں نے نہ تو
 مال و دولت کی قدر کی اور نہ ہی سلطنت کی، یہ صرف چودھراہٹ
 کے لیے آپس میں لڑتے جھگڑتے سہے۔ افغانستان میں ظاہر شاہ نے
 کیا کیا۔ جیس پچیس سال ہرباد کر دیے، اس کے بعد آنے والے بھی ایک
 دو سکر کی ٹانگیں ہی کھینچتے تھے۔ نہ خدا کا قانون جاری کیا اور نہ ہی مخلوق
 خدا کی خدمت کی۔ اس کے نتیجے میں روس مسلط ہو گیا اور لاکھوں افغانی
 خاندانوں میں شہید ہو چکے ہیں۔ یہ اللہ کی نعمتوں کی ناقدری نہیں تو اور کیا ہے؟
 ہمیں پاکستان پر بڑا فخر تھا کہ ۲۲ کروڑ مسلمانوں کی سب سے بڑی ریاست
 ہے۔ اختیار سمجھتے تھے کہ اتنی بڑی جمعیت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے،
 لہذا انہوں نے اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اب اس کا نام بھی ہندوستان
 ہے، جنگل ویش۔ اسلامی جمہوریہ کا نام ہی کھتم ہو چکا ہے، آشکاری کا یہی
 نتیجہ ہوتا ہے۔ اللہ نے دستور کے طور پر بتا دیا کہ اگر شکر گزاری کرو گے
 تو مزید دوں گا اور اگر ناقدری کرو گے تو سخت عذاب میں مبتلا کروں
 گا، نہ دین رسکا اور نہ دنیا بے آبرو ہو کر رہ جاوے گی۔

فرمایا وَقَالَ مُوسَىٰ حُضْرَتِ مَرْيَمُ عَلَيْهَا السَّلَامُ نے اپنی قوم سے
 یہ بھی فرمایا اِنَّ كُفْرًا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ مِنْ
جَمِيعًا اگر تم اور سارے اہل زمین مل کر بھی کفر کرو گے تو خدا تعالیٰ
 کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَفِيْرٌ حَمِيْدٌ پس بے شک
 اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تعریفوں والا ہے۔ حدیث شریف میں

خدا تعالیٰ
 کی عینیت

کرامتوں کے اس جوہر میں ہم نکلے ہیں۔ وہ اس مٹی کو شے دی۔
یہ تو کچھ شخص چلو گئے۔ اسے اسباب سے کچھ شخص نے غلام کیا اس
کو فروغ دیا گیا۔

اس طرح ایک دوسری حدیث میں آج کا کچھ لوگ نے حضور
کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ اس واقعہ کے اس دور کے
نہیں تھا۔ آپ نے پانی چمک کے دیا۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم اس
پانی سے کوئی ہی ضرورت چھوٹی کر رہے تھے۔ کئی روز پہلے وہ غلاموں
کا آواز کچھ دھت گونجا رہا تھا۔ اس لئے میں حضرت ابوہریرہؓ کو اس کا کچھ انداز
کے کچھ لوگ حاضر خدمت رہے اور انہوں نے یہی سوال کیا۔ آپ نے
فرمایا کہ انہوں نے کچھ دیا تو میں نے پانی قبول نہ کیا۔ مگر انہوں نے
اس کا کوئی وہ پانی قبول کیا۔ اس کو یہ وہ جوہر چھوڑا کہ یہ حضرت کا دست
مہر کے سے جھٹکا کہ وہ شکر پانی سے۔ دیکھ لیں کہ میں حضرت امام ابوہریرہؓ
فرماتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس پانی میں سے کچھ میرے لیے لے لیں
بچت دیا جائے۔ یہ پانی حضور علیہ السلام کے پانی قبول کرنے کے بعد
کوئی ویرانگی کی خوشخبری میں نہلا۔ یہ وہ وہ ہے کہ اسے ہم
جوہر دیا جیتیں۔ ہر وقت اس کا استعمال کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے کچھ نہ لے
لیا۔ یہ اس کے واسطے۔ اللہ تعالیٰ اسے کفایت دے۔ تو جب لوگ
اللہ تعالیٰ کے آواز میں اس کے لئے آئے۔ اس سے بہت عرصے میں بعد
کچھ لوگ ہشت گونہ رہے۔ ان کے ان کے کچھ دھت گونجے ہیں۔ اور انہوں نے
پہلے کچھ دھت گونجے ہیں۔ آگے ہی اس سے اس کا دستہ ان کے لئے
لکھا ہے کہ ان کے لئے کچھ لوگ ہیں۔ یہ ہشت گونہ ہے۔ ان کے لئے
اللہ تعالیٰ اگر کچھ دیا کرے گا تو میں ہرگز نہیں مانگا۔ اس کا کچھ
میں نے تو میری سزا میں ہی جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سزا کی تکلف

ہوگی۔ ظاہری قراء اور جوارحِ آحتہ، پاؤں، آنکھیں اور دماغ میں۔ ان کا صحیح استعمال کر کے ترشک ادا ہوگا اور غلط استعمال کر دے تو بختری ہوگی، خدا نے قوت دی ہے حکومت دی ہے تو مخلوق خدا کی خدمت بجا آواز نہ کہ لوگوں پر ظلم کرو، ناقراؤں کو تنگ کرو اور ضعیفوں کے مال خصب کرو۔ اللہ نے مال دیا ہے تو بخل نہ کرو، اس کی زکوٰۃ ادا کرو، مستحقین کی اعانت کرو۔ عدل و انصاف کو قائم کرو۔ اللہ نے علم دیا ہے تو اس کو دوسروں تک پھیلاؤ۔ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں اور ان کا صحیح استعمال کرنے سے ان میں اضافہ ہوگا اور غلط استعمال آخرت میں بالِ جان بن جائے گا۔

نہی بقاء
ہاشمی

اللہ نے فرمایا کہ اگر میرا شکوہ ادا کر دے تو تیرے دونوں گناہیں گفرتھو اور اگر ہاشمی گزاری کر دے گا ان عذابوں تشدید تو میری گرفت بھی بہت سخت ہے۔ یہاں پر کفر سے مراد کفرِ ان نعمت ہے کہ جو یہ شکوہ کے مقابلے میں آیا ہے۔ عام طور پر کفر ایمان کے مقابلے میں آیا ہے جس کا مطلب اللہ کی وعدہ انیت رسولوں کی رسالت، احادیث اور تقدیر وغیرہ کا انکار ہوتا ہے، اہم یہاں پر کفر ان نعمت سے مراد ہے۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر ناقابلِ اعتبار نہیں کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا۔ اس وقت حضور کے پاس کچھ بکرا ایک دانہ تھا آپ نے وہی عطا فرمایا۔ اُس شخص نے اُسے قبول نہ کیا کہ ایسی معمولی چیز سے اس کی ضرورت پوری نہیں ہوگی۔ اُس شخص نے گویا کفرِ ان نعمت کیا۔ اتنے میں ایک دوسرا سائل حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے بھی کچھ بکرا ایک دانہ عطا فرمایا، اُس نے اچھہ لٹہ کر کے وہ دانہ حضور علیہ السلام کے دست مبارک سے لے لیا۔ آپ بڑے خوش ہوئے اور اپنے ایک آدمی کو بھیجا

گزر چکے ہیں۔ اللہ نے قوم عاد کو نرم ترین چیز ہوا کے در پیر تباہ کیا اور قوم ثمود کو چیخ اور زلزلے سے دلبرج کیا۔ ان لوگوں نے بھی اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی اور پرے انجام کر بیٹھے۔

فرمایا ان کے علاوہ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهِمْ وَنَحْبِهِمْ اور اقوام بھی جو مذکورہ بالا قوم نوح، عاد اور ثمود کے بعد آئے کہ لَا تَعْلَمُهُمْ اللَّهُ جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون لوگ تھے، ان کی شخصیت کسی بھی اور ان کے مراتب کیسے تھے، یہ پوری تفصیل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، بعض اقوام کے اجمالی حالات کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے مگر تفصیلی حالات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ یہ آیت پڑھ کر فرماتے تھے كَذَٰبَتْ قَسَاتُؤُنَا نبیؐ نے بیان کرنے والے جھوٹے ہیں، بعض لوگ اپنا نسب نامہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تواتر کے ساتھ ملاتے ہیں مگر ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہ بیان میں بعض اقوام ایسی گزرتی ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضور علیہ السلام بھی اپنا نسب نامہ عدنان سے آگے نہیں لے جاتے تھے، حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ عدنان سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کم از کم تیس قرن یا تیس فیملوں کا ناسلہ ہے جن کے تفصیلی حالات کوئی نہیں جانتا، لہذا اگر کوئی شخص اپنا نسب نامہ ٹھیک ٹھیک آدم علیہ السلام تک پہنچانے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کی بات میں صداقت نہیں ہوگی۔ اہم نکتہ اس بات کو منکوحہ خیال کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنا نسب نامہ حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچائے، کیونکہ اللہ نے پوری تفصیلات کسی کو نہیں بتائیں اور نہ ہی تاریخ نے ان واقعات کو پوری طرح محفوظ کیا ہے۔ بہر حال فرمایا کہ یا ان اقوام کے حالات آپ تک نہیں پہنچے کہ ان کا

اور لاکھ عمل ہیں مگر منظور نہیں۔ ہم نہ تمہاری توجہ کر سکتے ہیں، نہ درست
 کو اور نہ معاذ کو، قرآنِ کفّ شکّیّ قَمَّاءَ قَلْعُوْنَا اِلَیْہِ
 مَیْمُوْنِیْہِ جس چیز کی طرف تم ہمیں جلتے ہو، ہمیں اس میں تردد و انگیز
 شک ہے۔ ہم تمہاری باتوں پر یقین ہی نہیں آتا، جن پرانی اقوام کا ذکر
 اللہ نے اس آیت میں کیا ہے انہوں نے اپنے اپنے انبیا کو اس قسم کا
 جواب دیا کہ ان کے پرے پر وہ گرام کا ہی انکار کر دیا، تاکہ اللہ کے
 نبی انہیں اس پر وہ گرام کی طرف بار بار دعوت دینا بند کر دیں۔ یہ ان
 اقوام کے لوگوں کی بات بیان ہوئی ہے، اب انہی آیات میں اللہ
 کے نبیوں کا ذکر ہو رہا ہے۔

سورہ یونس

الحقیرہ

پہلا پارہ ۲

آیت ۱۰۱

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِى اللَّهِ شَكٌّ فَأُلْقِى السَّعُوتِ
 وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
 وَلِيُخْرِجَكُم إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَكَوَأْتِ
 أَنْتُمْ إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ يَهْدِيُونَ إِنْ كُنْتُمْ
 عَمَّا كُنْتُمْ بِمُذِّبِي أَهْلًا فَاكُونَا بِسُلْطٰنٍ
 مُّبِينٍ ⑤ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ هُمْ
 إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَئِنْ أَتَاكُمْ اللَّهُ بِمَا
 تُنذِرُونَ مِنْ بَآئِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ
 لَّنَا سُلْطٰنٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَىٰ
 اللَّهِ قَلْبَتُوهُلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑥ وَمَا كَانَ
 عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ مُّعْتَدٍ ⑦ قَالَتْ لَهُمْ
 رُسُلُهُمْ إِنْ هُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَئِنْ
 أَتَاكُمْ اللَّهُ بِمَا تُنذِرُونَ مِنْ بَآئِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ
 لَّنَا سُلْطٰنٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَىٰ اللَّهِ قَلْبَتُوهُلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑧

ترجمہ: کہ ان کے رسول نے کہا کہ اللہ کے حکم

میں شک ہے جو پڑا کہنے کو ہے انہوں نے کہا کہ

تم کہو ہے اگر رسول کہتے کہہ دے کہ گناہ سے

تم کہ ایک عقوبت عذاب ہے کہ ان کی زبانوں سے

نہیں جو تم کو انہوں سے کہتے ہیں کہ تم پہنچتے ہو کہ

تک دو اُس چیز سے کہ ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے
 پس وہ ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل ⑩ کا ہے کہ یہ ان
 کے رسولوں نے، انہیں ہی ہم ملگو انسان تہا سے پیسے۔
 لیکن اللہ تعالیٰ انسان فرماتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں میں
 سے۔ اور نہیں ہے ہمارے اعتبار میں کہ لوگوں ہم تم سے
 پاس کوئی سند مگر اللہ کے حکم سے، اور اللہ کی ذات پر
 ہی چاہیے کہ بھروسہ رکھیں ایمان والے ⑪ اور کیا ہے
 ہمارے لیے کہ ہم نہ بھروسہ رکھیں اللہ پر حالانکہ اُس نے
 ہمیں ہدایت دی ہمارے راستوں کی، اور ہم ضرور صبر کریں
 گے اُس چیز پر کہ تم ہمیں تکلیفیں پہنچاتے ہو، اور اللہ
 کی ذات پر ہی چاہیے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے ⑫

پہلے آیات

رسالت کا بیان وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ شَرِّهِمْ
 کو حکم ہوا کہ وہ اپنی قوم کو تاریکی و اضمحالت اور اللہ کے انعامات یاد دلوائیں، پھر اسی
 ضمن میں فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم اللہ کے احسانات کا شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ
 تمہیں مزید عطا کرے گا اور اگر ناشکری کرو گے تو اس کا عذاب بھی بڑا
 سخت ہے۔ آپ نے قوم کو یہ بات بھی سکھائی کہ اگر ملے روئے زمین ملے
 مل کر بھی خدا تعالیٰ کا انکار کریں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی نہ خدا
 خدا تعالیٰ غنی اور جید ہے۔ پھر آپ نے قوم کو یہ بھی یاد دلایا کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ
 تمہارے پاس پہلی قوم کی خبریں آئیں، انہوں نے ناشکر گزاری کی تو ان کا کیا حشر ہوا۔
 قوم نوح، عاد اور ثمود کے بعد آنے والے لوگوں کا بھی یہی حال ہوا جس کی تفصیلات
 اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اُنی قوم کے پاس اُن کے رسول آئے مگر اُنی لوگوں
 نے صاف کر دیا کہ ہم اُس چیز کا سر کیا انکار کرتے ہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت

دیتا ہے بشرطیکہ بندہ اس کے دروازے پر آکر معافی طلب کرے۔ گناہوں کی دوسری قسم حقوق العباد سے متعلق ہے جس کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جیت تک متعلقہ بندہ اُن گناہوں کو معاف نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ بھی اُن کو معاف نہیں کرے گا۔ بعض مقامات پر مطلق گناہوں کی معافی کا ذکر بھی آتا ہے مگر اُن سے بھی وہی گناہ مراد نہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے یہ حال فرمایا کہ وہ تمہیں بلا آ ہے تاکہ تمہارے کچھ گناہ معاف کر دے۔ وَلْيُخْشِعُوا لِلَّهِ اَجَلٌ مُّسَمًّى اور پھر تمہیں ملت سے ایک مقررہ مدت تک اللہ تعالیٰ کے علم میں تمہاری جتنی عمر مقرر ہے، اُسے گزارنے کے لیے تمہیں ملت دے تاکہ گناہوں کی معافی کے بعد تم اچھی زندگی بسر کر سکو۔ اسی مضمون کو سورۃ بقرہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کر لو گے اور اس کی طرف رجوع کرو گے۔ يَسْتَفِذْ كُم مِّنْ غَلَاظِهَا حَتّٰى الْاَلْبَ اَجَلٌ مُّسَمًّى تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک اچھی زندگی بسر کرے گا۔ درحقیقت مقام پر حیلۃ طیبۃ کے الفاظ بھی آتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انہیں پاکیزہ زندگی نصیب کرے گا۔ اور پاکیزہ زندگی وہ ہے جس کا تعلق ایمان نیکی اور اطاعت کے ساتھ ہے۔ اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعے کہلایا کہ تم اللہ کی طرف آ جاؤ، وہ تمہارے گناہ معاف کر کے ایک مقررہ وقت تک پاکیزہ زندگی عطا فرمائے گا۔

اللہ کے نبیوں کی اس دعوت کے جواب میں قَالُوا کَافِرٌ اور نَاہِلَانِ لَّوْگُنِ نَعَا اِثْ اَنَکْ مراداً کَیْفَ مَوْجِبُ مَقْلُکَ اَنَیْ جو تم مگر ہمارے جیسے انسان۔ ان لوگوں نے نبیوں کی بشریت کے پیش نظر ان کی رسالت کا انکار کر دیا۔ قرآن میں اس بات کو کئی مقامات

اس قسم کے ہوتے تھے کہ چارے سامنے سر ہی لگا کر تھماں پر چڑھا جاؤ اور وہاں لکھی کھائی کتاب لے کر آؤ۔ یا فرشتے اگر آپ کی رسالت کی گواہی دیں، یا خود خدا تعالیٰ سامنے آکر کے کہیں! میں نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ بھلی سند سے وہ اس قسم کی نشانیاں مراد لیتے تھے کہ ان کے بغیر ہم آپ کو رسول نہیں مانیں گے۔

اس سوال کے جواب میں قَالَتْ لَقَدْ رُسِلْتُمْ اَنْ تَكُنَّ رسولوں نے انہیں کہا۔ جَاہِلًا انان ہونے کا تعلق ہے اِنَّ تَخْلُقُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكُمْ نہیں ہیں ہم مگر تمہارے جیسے انسان تمام انبیاء اور رسل انان ہوتے ہیں، اِجْتَرَا رسول۔ انانوں کے علاوہ فرشتے بھی ہوتے ہیں، لیکن نبی ہمیشہ انسان ہی ہوتے ہیں، علم عباد کے نبی کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں هُوَ اَنْبِیَا بَعَثَهُ اللّٰهُ لِنَبِّیْهِ مَا اَوْحٰی اِلَیْهِ نبی ایک انان ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس چیز کی تبلیغ کے لیے مبعوث فرماتا ہے جس کو وہ وحی سے نازل کرتا ہے۔

جہاں تک ماہیت انسانیت کا تعلق ہے اس میں انان ہونے کی حیثیت سے سب لوگ برابر ہیں، سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، لیکن جہاں تک درجے اور مرتبے کا تعلق ہے، اس میں عظیم تفاوت ہے۔ نبی انسان ہوتے ہیں مگر صاحب کمال۔ انبیاء علیہم السلام انٹر کے کامل ترین انسان ہوتے ہیں جو ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور امت کے لیے بطور نمونہ، باقی امت انہی کے نقش قدم پر چل کر کمال کو پہنچتی ہے اور پھر اولیاء الہی میں بعض وہ ہوتے ہیں جو اپنی ذات میں تو کامل ہوتے ہیں مگر ضروری نہیں کہ وہ در رسول کو بھی کامل بنائیں، اور بعض خود بھی کامل ہوتے ہیں۔

بشری
رسالت
کی تصدیق

[illegible]

پر نشانِ پیش کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ کسی کو ایسے مطالبات نہیں کرنے چاہئیں بلکہ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ کی مومنوں کو چاہیے کہ اللہ کی ذات پر ہی بھروسہ رکھیں۔

اب اگلی آیت میں اللہ کے بیروں نے اپنی جماعت کے سربراہ تَوَكَّلْ اور استقامت کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ اور کیا ہے ہمارے لیے کہ ہم نہ توکل کریں اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ اس نے ہمارے لیے ہدایت کے راستے واضح کیے ہیں۔ توکل کا معنی یہ ہے کہ تمام اسباب کو بروئے کار لانے ہوئے نتیجے کا اعلان صرف خدا تعالیٰ پر رکھا جائے، اس کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہ ہو۔ اگر کوئی شخص اسباب پر بھروسہ رکھے گا۔ تو مشرک ہو جائے گا کیونکہ اس نے اسباب کو مؤثر حقیقی سمجھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص درجے تک اسباب میں اثر رکھا ہے جیسے غذا استعمال کرنے سے جھوک ٹٹنی سے اور دوائی پینے سے صحت حاصل ہوتی ہے مگر ان کے متعلق کسی گمان رکھنا چاہیے کہ اگر اثر پیدا کرے گا تو غذا کے استعمال سے جھوک ٹٹنی کی۔ اگر اللہ کی مشیت نہ ہو تو غذا کھانے کے باوجود ہضم نہ ہوتی اور انسان انا تکلیف میں مبتلا ہو جاتا۔ بعض لوگوں کو جو علاج الکتب کی بیماری ہوتی ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ کھانے کے باوجود ان کی جھوک نہیں ٹٹنی۔ لہذا غذا ایک سبب ہے مگر اس میں اثر ڈالنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اسی طرح بیماری میں دوا استعمال کی جاتی ہے مگر شفا اسی وقت ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ اس دوا میں منادہ ڈال دے۔ تو گویا دوا مؤثر بالذات نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت مفید ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ اس میں اثر پیدا کرے۔ اسی لیے فرمایا کہ کیا ہے ہمارے لیے کہ ہم

اگر کوئی شخص ان اسباب کو ترک کر دے تو یہ ادنیٰ وجہ سے کامیاب سمجھا جائے گا۔ بہر حال یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ کسی سبب میں تاثیر پیدا کر دے یا اسے موقوف کر دے۔

باقی رہی یہ بات کہ اللہ نے ہمارے لیے ہدایت کے راستے واضح کیے ہیں۔ یہاں شُبُہ کا جمع کلاسیفہ آیا ہے یعنی ہدایت کے بہت سے راستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی کے مختلف شعبوں میں ہدایت کے راستوں کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔ سب سے پہلے دین کے معاملے میں اللہ نے راہنمائی فرمائی ہے اور توحید کی طرف دعوت دی ہے۔ کفر، شرک، نفاق، تردّد، شک اور بد اعتقادی کو واضح کیا ہے تجارت، معیشت اور سیاست کے راستے واضح کیے ہیں تاکہ ہم اپنی زندگی میں ان راستوں پر چل سکیں۔ اخلاقیات، صلح و جنگ، عین دین، آپس کے معاملات، ایک دوسرے کے حقوق، غرضیکہ تمام شعبوں میں ہدایت کے راستے واضح کیے ہیں۔ لہذا ہمارے لیے کیا ہے کہ ہم اس ذات پر توکل نہ کریں۔

اللہ کے رسولوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے یہ بھی کہا وَكُنْصِدْقًا عَلٰی مَا اٰذَيْنٰمُوْكَ اَوْ حِمْلًا خُذْ صَبْرًا صبر کریں گے اس پر جو تم ہیں مکالمات پہنچاتے ہر نبی کے متعلق کہ کہے ہم پر کوئی فزیت حمل نہیں یہ تو ہمارے ہیں انانگیر سیری پکے رکھتا ہے، بازو میں چٹا پیرچھا لٹکا دیا کرتا ہے۔ یہ خود ہمارے غمزدگی اس کے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے، یہ جادوگر ہے۔ وغیرہ وغیرہ سب تکلیف دہ باتیں ہیں، جن سے اللہ کے نبیوں کو ذہنی طور پر بڑی گرفت ہوتی تھی مگر انہوں نے ان سب باتوں پر صبر کیا جو کہ بہت بڑی حقیقت ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان تمام تر تکالیف کے باوجود وَعَلٰی اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ مجھرو سے کہنے والوں کو چاہیے

صبر کی
روایت

کہ ان کے لئے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں
 یہ سب کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کے لئے
 کہ ان کے لئے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں
 کہ ان کے لئے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں

وما ابری ۲۳

نہس پنجم ۵

ابراہیم ۱

آیت ۱۳ آ ۱۷

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ
 مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوْدَنَّ فِي مَلِكِنَا فَأَوْتَمَّ
 إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝ (۱۳) وَلَنُسَكِّنَنَّكُمْ
 الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ
 مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ۝ (۱۴) وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَلٍ
 عَنِيْدٍ ۝ (۱۵) مِّنْ وَرَآيِهِ جَهَنَّمُ وَنُفِیْ مِنْ قَائِلٍ
 صَدِيْدٍ ۝ (۱۶) يَبْجَرُغَةُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ
 الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ
 وَمِنْ وَرَآيِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝ (۱۷)

ترجمہ :- اور کہا اُن لوگوں نے جنوں نے کفر کیا اپنے
 رسولوں سے کہ ہم ضرور نکال دیں گے تمہیں اپنی سرزمین
 سے ، یا تم پلٹ آؤ ہماری قوت ہی میں وہی کی اُن (رسولوں)
 کی طرف اُن کے پروردگار نے کہ بیشک ہم ضرور ہلاک کریں
 گے ظلم کرنے والوں کو (۱۳) اور ہم ضرور بھائیوں گے تم کو
 زمین میں اُن کے بعد ، اور یہ بات اُس شخص کے لیے
 ہے جو خوف کھاتا ہے میرے رب کو کھڑا ہونے سے اور
 خوف کھاتا ہے میری وعید سے (۱۴) اور فیصلہ طلب کیا

جب اللہ کے نبیوں نے اپنی بات کی وضاحت دلیل کے ساتھ کی تو انکی اقوام تشدد برپا کرتیں۔ وہ دلیل سے تو کوئی جواب نہ دے سکے، البتہ دھمکی دی **وَقَالَ الَّذِي كَفَرَ ذَالِیْنَ سُلَیْمٍ** اور کہا اُن لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا اپنے رسولوں سے۔ یعنی اپنے اپنے دھانے میں اپنے اپنے رسولوں کو ایسے ہی طرح کی دھمکی دی **لَنُخْرِجَنَّكَ لَكَرْمًا** ہم ضرور نکال دیں گے تھیں اپنی سرزمین سے **أَوْ لَنَعُوْذَنَّ فِیْكَ وَبَلَدِکَ** یا واپس پلٹ آؤں ہماری ملت یعنی دیں میں۔ مطلب یہ کہ یا تو ہمارا دین قبول کر لو اپنا دین چھوڑ دو۔ ورنہ ہم تھیں ملک بدر کر دیں گے۔

زمین سے نکالنے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی صورت یہی ہے کہ کسی کو ملک بدر کر دیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اُسے قیدی میں ڈال دیا جائے اور اس طرح اس سرزمین میں چلنے پھرنے سے روک دیا جائے۔ تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قتل کر دیا جائے گویا اس سرزمین کی سطح سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکال دیا جائے۔ اللہ کے اکثر نبیوں کے ساتھ ان کی قوموں نے ایسا ہی سلوک کیا۔ چنانچہ لوط علیہ السلام کی قوم نے بھی آپ سے یہی کہا **لَا تُخْرِجُوْهُ مِنْ هٰذَا قَرْیَۃِکُمْ** (انہم اَنَّا سَوَّیْتُ لَکُمُ الْقَرْیَۃَ فَاِذَا عَلَیْکُمْ مِنْهَا اَعْلَافٌ) یہ لوگ بڑے پاک باز بنے پھرتے ہیں۔ انہیں اپنی بستی سے نکال دو۔ شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا **لَا تُخْرِجَنَّکَ یٰ شُعَیْبُ وَالَّذِیْنَتْ اٰمَنُوْا مَعَکَ مِنْ قَرْیَۃِکَ** اور **لَنَعُوْذَنَّ فِیْکَ وَبَلَدِکَ** (الاعراف) اے شعیب علیہ السلام! ہم آپ کو اور آپ کے ساتھی ایمانداروں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے، یا ہماری ملت میں واپس کہاؤ۔ غرضیکہ باطل پرستوں کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ حق بات سننے کی بجائے دھمکیاں مٹاتی اور تشدد برپا کرتے ہیں۔ ان کے مشرکین

میں یہی کہتے تھے۔ اللہ نے قرآن میں یہ بحث ازبجلیعہم
کا کرگیا ہے۔ جس کو عیونہ علیہم دی گئی، اور جس کو بیان سے
ہر دو گزنی تو معصوم ہو گئے۔ مگر کافر ہیں اور کفار کی کوئی ناکہ کرتے
تھے اور کہتے تھے کہ اپنے سنا دین کو چھوڑا کرتا ہے پائے دین ہی
وہیں تاجڑ۔

قرآن پاک میں ہر جہ سے کہ اللہ کے نبی تو پیش کن ہی کرتے
تھے کہ اگر تمہیں ہماری بات پسند نہیں تو تمہارے سامنے پرکھ کر کے
دیو، ہم پر کلام ہادی رکھیں گے۔ پھر دیکھنا کون کس کے حق میں ہے
نی۔ مگر کافر لوگ یہ بات بھی نہیں مانتے تھے اور پیغمبروں کو لہجہ کہتے
تھے کہ وہ اپنا کلمہ ترک کر دیں، جسے ختم نہیں مگر اللہ نے حکم کر ہی
لیا ہے کہ اس وقت کا سامنا کرنا پڑا، کچھ عقل کا تصور بنانا، اللہ خدا تعالیٰ
نے کلمہ اکہم بنایا۔ پھر آپ کر سگے سے عیونہ ہی مجھ کر دیا گیا ہزار
گوشش کے ارجمند کلام کہنے آپ کی بات کو ہر شخص کا یہ چل
اللہ نے فرمایا کہ ابنا، طہرہ صمد کے نام نہیں لی کہ وہ کیاں بیٹے ہے۔
کہ ہمارے دین میں وہی ہمارا صمد ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال
دیے گئے۔

اس آیت کریمہ میں اَلْمُؤْمِنَاتُ کے لفظ سے اشکال
پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا اللہ کے نبی ابتداء اللہ کے دی پر چلتے تھے کہ
پھر انہوں نے سچا دین اختیار کیا اور اس کو صبح کرنا۔ ایسے پہلے دین
پر آپس کا چاہتے تھے مفسرین کہہ دیں کہ جواب اللہ ہی کر رہا
نہیں ہے کہ یہ تو اللہ کے نبی کسی ایک لفظ ہر کے لیے ہی اللہ کے
کے دین پر نہیں چھوٹے مجھ و ابتداء سے ہی کفر اور شرک سے بڑا
ہوتے ہی۔ بچے فرمایا فَاَقْبَلْتُ اٰیٰتِکَ اٰتِیًّا وَّہِیْکَ اٰتِیًّا وَّہِیْکَ اٰتِیًّا وَّہِیْکَ اٰتِیًّا

کوب
اشکال

[illegible]

خُفَاکَ مَقَامِیْ یہ چیز اس شخص کو حاصل ہوگی جو میرے سامنے کھڑا
 ہونے سے ڈر گیا۔ جس شخص کو محاسبہ اعمال کا خوف ہے ظاہر ہے
 کہ وہ اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک ہوگا اور وہی اس زمین میں خلافت
 کا حق دار ہوگا۔ فرمایا وہ شخص بھی جتنا ہے وَخُفَاکَ وَعِیدَہ جو میری
 وعید سے ڈرتا ہے۔ ہم ایسے شخصوں کو زمین میں نیابت عطا کرتے
 ہیں اور ان کے مخالفین کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جب اس زمین پر تم
 آباد ہو جاؤ گے تو پھر تمہاری آزمائش بھی شروع ہو جائے گی کیفَ
 تَعْمَلُوْنَ کہ تم کس قسم کے کام انجام دیتے ہو اللہ تعالیٰ نے
 بنی اسرائیل سے یہی فرمایا تھا کہ وہ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر کے اس
 سرزمین میں تمہیں آباد کرے گا۔ فَيَنْظُرْ كَيْفَ تَعْمَلُونَ
 (الاعراف) پھر وہ آشکارا کر دے گا کہ تم کیا کاروائی کرتے ہو۔ ہر حال
 اللہ نے اپنے نبیوں کو قلی دی کہ وہ ظالموں کو ہلاک کر کے ان کی جگہ
 اہل ایمان کو آباد کرے گا۔

فیصلے کا
 مطالبہ

آگے ارشاد فرمایا وَاسْتَغْفِرُوا اور فیصلہ طلب کیا انہوں نے۔
 انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخالفین کا ذکر ہو رہا ہے تو فیصلہ کس
 نے طلب کیا، انبیاء نے یا مخالفین نے؟ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ
 فیصلے کی ضمیر انبیاء کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے اور ان کے مخالفین کی طرف
 بھی۔ مخالفین کی طرف اس طرح کہ جب بھی اللہ کے نبی انہیں خدا کا پیغام
 سناتے تھے تو وہ انکار کر دیتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب
 کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ کَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ
 عِنْدِكَ فَاَمُطِنْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِّنَ السَّحَابِ اَوْ اَنْتَ
 بِعَذَابِ الْيُسْرِ (افعال) اے اللہ! اگر یہ قرآن تیرا ہی کلام
 ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش برسایا ہم پر کوئی دردناک عذاب بھیج دے

ہم تو اس کتاب کو غنیمت کے ساتھ یاد نہیں جو ہر سے مہربانوں کی خدمت
 کرتی ہے۔ فرج عید صوم کی قوم سے ہی آپ سے یہی کہ تھا "عاقبت
 بیٹا قوم کا (عہود) میں پھر سے ہیں دوست ہے" ان کی کوسے
 کو، حضرت محبوب عید صوم سے ہی اسی قسم کا فیصلہ طلب کیا گیا ۔
 "فَأَسْقِطْ عَنْكَ الْكَلِمَةَ الْكَلْبَاءُ" (اللہ کا وہ شاعر) اگر
 تو پہلے دوسرے میں یہاں سے تو ہم پر آگاہی کا لکڑا کر دے ۔

وَأَسْقِطْ عَنْكَ الْكَلِمَةَ الْكَلْبَاءُ (اللہ کا وہ شاعر) اگر
 تو پہلے دوسرے میں یہاں سے کر کے کی پوری کی کے ہر وجہ
 قوم کا دوست پر زانی کر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے آخری فیصلہ طلب
 کیا، اچانک فرج عید صوم نے کتاب اگر وہ عزت سے نہ کی کا خلق
 تہیہ تو یہی تھا کہ سطر طعنا تو وہ دیکھ کر سے کہ وہی اب
 فیصلہ کر کے تو یہی تو کہتے "قُلْ هِيَ مِنَ الْقَدْرِ وَسَيَسْأَلُكَ
 وَالشَّعْرَاءُ" (اللہ کے اور میرے عیناً دیکھ کر ان سے کہے ۔
 ہر طریقہ اللہ سے کہی میں عرض کیا تھا، کہ ہر حکیم اس میں ہیں ظاہر سے
 کتاب چلا ہوں، اب تو اپنا فیصلہ کہہ دے، تو یہ بھٹی تو کہتی
 ہو گیا "فَأَسْقِطْ عَنْكَ الْكَلِمَةَ الْكَلْبَاءُ" (اللہ کا وہ شاعر) اگر
 کہوں گے نہایت سے یہی فیصلہ کی دیکھا صحت ہی، شعیب علیہ السلام
 سے ہی ہیں الفاظ کے ساتھ فیصلہ طلب کیا "رَبِّكَ أَهْلُ الْكَلْبَاءِ" (اللہ کا
 تو یہی تو کہتے ہو گا) "وَأَسْقِطْ عَنْكَ الْكَلِمَةَ الْكَلْبَاءُ" (اللہ کا وہ شاعر)
 بعد دیکھا، بعد سے ہر پوری قوم کے یہی ہیں کے ساتھ فیصلہ کہے
 اور یہ سچے سچے فیصلہ کرنے والا ہے، ہر دیکھ کر اس میں ہر دیکھ کر
 کہہ کر ہی آگاہ کر انہوں نے دیکھ کر وہی میں اس طرح دیکھی ۔
 لے ہیں دیکھا، تو یہی ہیں دیکھ کر ان کے عیناً دیکھ کر ان سے کہے

یہ تو نعمت ہے۔ کیا یہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے عطا کیا ہے؟ رَبَّنَا
 اَلْحَمْدُ عَلٰی اَنْفُوَالِیْہِمُ وَ اَشَدُّ دَعْوَا فُلُوْا بِہِمُ فِرَہَا
 ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے اور پھر یہ عذاب
 الیم کا شکار بن جائیں۔ بہر حال فیصلہ طلب کرنے والے انبیاء بھی ہو سکتے
 ہیں اور ان کے مخالفین بھی۔ حضرت مولانا شیخ السدہ نے اس درخواست
 کو انبیاء کی طرف منسوب کرنے کو ترجیح دی ہے۔

مکمل
 کئی
 سزا

فرمایا، انہوں نے فیصلہ طلب کیا وَ حَاکَ حُكْلٌ شَجَاعٍ عَنِیْدٍ
 اور ہر ضدی آدمی ذلیل و خوار ہوا۔ عذاب رکھنے والے عالم لوگوں کو کبھی امت
 نصیب نہیں ہوتی بلکہ وہ تو سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ فرمایا مِثْ
 وَ ذَاکَ جَہَنَّمُ اُس کے آگے جہنم ہے۔ عذاب دی لوگ جب
 لگے جہان میں پہنچیں گے تو جہنم ان کے آگے پیش کر دی جائے گی۔
 و داء کا لفظ ظرف ہے، اور یہ آگے اور پیچھے دونوں معانی میں استعمال
 ہوتا ہے، تاہم یہاں پر آگے کا معنی زیادہ موزوں ہے۔ اس معنی کی مثالیں
 دو سکر مقامات پر بھی موجود ہیں جیسے مِثْ وَ ذَاکَ اَہْلُہُمْ بَرَزَخٌ
 اَلْیَوْمَ یُبْعَثُوْنَ (المومنون) جب مرتے ہیں تو ان کے
 آگے برزخ ہوتا ہے۔ مِثْ وَ ذَاکَ الْمَرْیَدُ مَا یَعْبُکُمْ اَدَمِ
 کے آگے وہی چیز ہوتی ہے جس کو وہ جانتا ہے۔ فرمایا انسان کی زندگی
 دائمی نہیں ہے اور اس کے آگے جہنم ہے، اس میں وَ یُسْقٰ
 مِثْ مَّکَادَ حَسْبِ دِیْدٍ پلایا جائے گا وہ شخص پیپ پلا ہوا پانی پھر غریب
 کو زبردنگ کا بدلہ دار پانی پینے کے لیے دیا جائے گا جو جہنموں کے
 زخموں سے نکالے گا۔ جب پیاس کی شدت محسوس ہوگی یَبْکُمُ مَّحْمَدٌ
 تو اس پانی کو گھونٹ گھونٹ کر کے پئے گا وَ لَا یَسْکَاذُ یَسْکَاذُ
 اور قریب نہیں کر اس کو حلق سے نیچے اتار سکے۔ سیاحت کا معنی غرض

وما آتٰہی ۱۳

ابراہیم ۱۴

درجہ ششم ۶

آیت ۱۸ تا ۲۰

مَسَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَرْبَتْهُمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ
 اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ
 مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ
 الْبَعِيدُ ⑱ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنْ كُنَّا يُذْهِبُكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ
 جَدِيدٍ ⑲ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ⑳

ترجمہ :- مثل اُن لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا ہے اپنے
 رب کے ساتھ، اُن کے اعمال مثل داکھ کے ہیں کہ صحت
 ہوگئی ہے اس کے ساتھ ہوا شدید آدمی کے بدن ۔ نہیں
 قادر ہوں گے وہ اس چیز میں سے کس شے پر ہیں جس کو
 انہوں نے کیا، اور یہ گڑبگ ہے وہ کی ⑱ (لئے مخاطب)
 کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے
 آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ، اگر وہ چاہے تو ہم
 کو مے جانے اور مے وہ نئے مخلوق ⑲ اور نہیں
 ہے یہ اللہ تعالیٰ پر کوئی دشوار ⑳

گذشتہ آیات میں ذکر ہو چکا ہے کہ کافر لوگ اللہ کے پیروں کو دیکھی جیتے
 تھے کہ تم ہمارے دین میں واپس آجاؤ ورنہ ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال دیں گے
 اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ ہم ظالموں کو ضرور چمک کریں گے اور ان کے پیرو

اس زمین میں قیام آبرو کی سبکے فرمایا۔ سو حدیث اس شخص کے وصل ہوگی
 جو اس سبب حال کے لیے اشر قحالی کے درجہ پہنچے جو اس کی عمر
 سے غفلت کھا آئے۔ چہرہ پر ایک نیا دھیرم عظیم وائی کی قوموں سے
 اشر سے چند عجب کیا جس کے نیچے میں ہر قطر اور کندی آئی چمک رہا
 ہے لوگوں کو حیرت میں پہنچا رہا ہے۔ چہ وہ گورنٹ
 گورنٹ کے کھلنے کی لاشوں کریں گے نئی امر کا نکلنا مطلق ہرگز
 جس کی لوگوں کو اس پر موت و بھارت سے گھبرائی گے نئی انہیں موت
 نہیں سننے لے۔ بلکہ وہ موت و بھارت کی کھل میں عذاب میں ڈوب رہے
 ہیں۔ عظیم القوم کو قتل کرنے اور کھانا کا انہیں دیں کر سنے کے بعد
 اشر قحالی نے ان کے احوال کو حال ایک مثال کے طور پر لکھا ہے۔
 اشداد ہوتا ہے۔ مسئلہ کو ذہنیت۔ کھڑا رہی تھوڑا کھانا
 اپنے پیٹ کے ساتھ کھڑے کھڑے لوگ کے احوال کی مثال
 کو مکتوبہ اشتیاق۔ یہ بڑا عجیب ہے۔ دیکھ کر ہے جو ہر کے ساتھ
 سخت ہو گئی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ کھانا کے احوال دیکھ کر ڈھیر
 کے ساتھ ہیں کہ جب تیز ہوا چلے تو سارا ڈھیر ڈھالے اور ان کے
 پاس کچھ نہ رہے۔ کھڑے ہو اور اشر کی حالت و صفات اس کی حالت
 نبوت و رسالت و قیامت و آخرت اور تقدیر کا انکار ہے۔ احوال سے
 مراد اگر کھڑے ہو اور اشر کی احوال میں لڑا ہوا ہے کہ اشر کے نزدیک ان
 کی کیا وقعت ہے۔ وہ جتنے ہی احوال کر سکتے ہیں۔ ان کے لیے احوال
 وہاں ہی باقی رہے۔ اور کافروں کے بعض ایک احوال میں ہو سکتے
 ہیں۔ بعض کافروں میں صورت عیسیٰ کر سکتے ہیں۔ ان کے احوال کے
 جو امور انہیں شہوت ہیں۔ مگر ان اور یہ حال بنائے ہیں۔ ان کے احوال کے
 یہ احوال ہی کائنات باقی کے ہر ذرات کی قیامت کا یہ عجب و انوار

کھانا کے
 احوال
 کو مثال

کے دن یعنی جب قیامت کی آندھی تو یہ سب اعمال رکھ کر ہاتھ اڑ جائیں گے۔ لَا يَنْفَعُ دُونََهُ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ اِس دن اپنی کمائی کی کسی چیز پر قادر نہیں ہوں گے۔ اور ان کے رفاہِ عامہ کے کام بھی ضائع ہو جائیں گے۔

ایمان
شرط قبولیت
ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ اعمال کی قبولیت ایمان پر موقوف ہے۔ اگر ایمان نہیں ہے تو بڑے سے بڑا عمل بھی کام نہیں آئے گا قرآن پاک میں جگہ جگہ موجود ہے کہ پسندیدہ لوگ وہ ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحٰتِ جو ایمان لائے اور پھر نیک اعمال انجام دیے جب تک ایمان نہیں ہوگا، اعمال کی کچھ قدر نہیں ہوگی۔ سورۃ الانبیاء میں ہے۔ "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ" اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّٰلِحِيْنَ اَجْرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّهُمْ فِيْ شَرِّ دَرَجٰتٍ وَلٰكِنْ كَثُرَ اَنۡ يَّسْقِيَهُ تَحْسِبُ النَّفْسُ مِمَّا رَكِبَتْ اِنَّهَا لَٰكِنۡ تَكْبُرُ بشرطیکہ وہ سو من سے تو اس کی محنت کی ناقدری نہیں کی جاوے گی اس سے بھی معلوم ہوا کہ قبولیتِ اعمال کے لیے ایمان کا ہونا شرط ہے۔ اگر انسان کا ایمان درست نہیں، فکر پاک نہیں، عقیدہ صحیح نہیں تو آپ مجھے سے اچھا عمل بھی فائدہ نہیں دیگا۔ جس طرح نماز کے لیے طہارت شرط ہے اسی طرح اعمال کی قبولیت کے لیے ایمان شرط ہے مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ کافر لوگ اپنے دُعا میں جو بھی اچھے کام کرتے ہیں، ان کا بدلہ انہیں دنیا میں ہی ملے دیا جاتا ہے۔ اور پھر آخرت میں ان کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ دنیا میں ہی ان کی شہرت ہو جاتی ہے۔ مال و دولت حاصل ہو جاتا ہے، اقتدار مل جاتا ہے اولاد حاصل ہوتی ہے مگر آخرت سے خالی ہوتے ہیں۔ جب تک ایمان درست نہیں ہوگا، اعمال میں ثقل نہیں ہوگا اور وہ قیامت کی آندھی میں رکھ کر طرح اڑ جائیں گے۔ بے وزن اور ہلکے اعمال کے متعلق

مخلوق سے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ماہر انجمن کی مثالیں دی ہیں
 کی ہیں کہ وہ کیجئے کیجئے انھوں نے مسطور کے ملک، ایمان اور حق اور
 حقے مگر انسانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں حق اور حق سے پیدا کر
 دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں قوم و کلام و کلام کے فرمایا
 "فَقَسَلْهُ فَنَزَلَ الْكَفَرُ فَوَلَّى" اور انہوں نے ان سے فرمایا
 میں اپنی بچاؤ سب احمد ہو گئے۔ اللہ نے ان کی جڑیں کو چھلکا کر
 آگ میں لگا کر ان پر ہے۔ ان تمام کافروں کو ان کی اس جہاد و نصرت کی وجہ سے
 اس سے دوزخوں کو چھلکا کر لئے، مگر ان کی حکمت اور حکمت ہے
 کہ وہ حکمت دینا بہت ہے اور ان کی حکمت یہ ایمان بخدا و (اللہ) خیر
 و بہت لوگ اس میں رہتا ہے۔ وہ حقیر انہیں سے نکال کر رہا ہے
 بہت ہے کہ انسانی کہہ کی کھینچ سے گا۔ اس سے لڑا کہ اگر اللہ
 چاہے تو ہم کو اس دنیا سے مٹا دے اور تباہی بکھر گئی تھی مخلوق کو
 فرمایا "وَلَقَدْ آتَيْنَا نُوحًا كُلَّ شَيْءٍ بِحُكْمٍ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ" اللہ تعالیٰ
 کے لئے کہ دوزخ میں۔ وہ تمام کافروں پر تھا ہے۔ اس میں اپنی
 ایمان کے لئے حکمت ہے کہ اگر وہ دین پر قائم نہ ہوتے تو ان کا
 عطر بھی بہتہ قزوں سے نکلتا نہیں تھا۔ جو وہ بہتہ قزوں پر
 آئی وہ ان پر بھی آسکتی ہے۔ اللہ کا فرما ہے کہ اگر تم ان کے
 وکلام پر عمل نہیں کرو گے تو اس کو حق ماحول سے کٹاؤ "وَلَقَدْ آتَيْنَا
 نُوحًا كُلَّ شَيْءٍ بِحُكْمٍ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ" انہیں یہ حکمت کر کے تباہی بکھر
 گئی وہ سری قوم سے آئے۔ جو قوم جیسے قابل ذہنوں۔ اللہ تعالیٰ نے
 تباہی بکھر جیسے لوگوں کو کھڑا کر لئے گا۔ جو تباہی طرح آج کل بہت
 شہر کی ایمان پر ہے، ہاں حسب احمد و حق انہیں نہیں ہوئے گئے۔
 اللہ تعالیٰ نے انہیں انہیں کی آمل کے لئے تار لایا ہے

اور ساتھ ساتھ اہل ایمان کے لیے عبرت کا مقام بھی ہے۔ کہ اگر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے، تکبر، شرک، نفاق اور اتحاد کا راستہ اختیار کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی ختم کر کے دوسروں کو ان کی جگہ پر لانے پر قادر ہے۔ کافروں کو ظلم تھا کہ انہوں نے دنیا میں بڑے اچھے اچھے کام کیے، دنیا میں ان کی پوزیشن بھی اچھی تھی مگر ان کے سارے اعمال راکھ کا ڈھیر ثابت ہوئے۔ اگر کسی کو اس دنیا میں مصلحت مل رہی ہے، تو اسے مغرور نہیں ہونا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ جب چاہے گا اسی کیلئے لگا اور ایسا کرنا اس کے لیے کچھ دشوار نہیں۔

کی تقدیرت برحقین نہیں ہوگا۔ اس وقت تک اعمال بے سود ہونگے
ایسے لوگوں نے کافرانہ قدرت کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ اس بات کو نہیں پا
ئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں برحق پیدا کیا ہے اور عزائے عمل واقع ہو کر
سہے گی۔

خدا کے
حضرت

اب آج کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مکرین کی اس حالت
کا ذکر کیا ہے جو قیامت کے دن پیش آئے گی اور جس میں انہیں غائب
اور شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا
اور ظاہر ہوں گے یہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن
خدا تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوگی۔ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ معنی اچھپ جانا ہے اور
اس کے مقابلہ میں کون آتے ہیں جس کا معنی اچھپ جانا ہے۔ بَرَزُوا
کون غلطی کی اصطلاح بھی ہے جب پانی ٹھنڈا ہوتا ہے تو اس کی
برودت ظاہر اور حرارت مخفی ہوتی ہے اور جب اسے گرم کیا جائے
تو برودت چھپ جاتی ہے اور حرارت ظاہر ہو جاتی ہے۔ مطلب
یہ ہے کہ کسی چیز کا ظاہر ہو جائے یا برودت گھٹا ہے۔ اسی طریقے سے ہر
انسان کے اندر بھی برودت اور کون ہے۔ آج کی دنیا میں مادیت اور
بسیجیت ظاہر ہے اور نوع انسانی پر غالب ہے اس کے مقابلے میں
حکیمت دبی ہوئی ہے۔ امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ جہان
تبدیل ہو جائے گا تو پھر بسیجیت غائب ہو کر حکیمت نمایاں ہو جائے گی
اس وقت لوگوں کو بڑی تکلیف ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے دنیا میں حکیمت
کو طاقتور نہیں بنایا۔

مفسرین
کا ترجمہ

مفسرین کا یہ اس مسئلہ کو مختلف طریقوں سے سمجھاتے ہیں۔ ہم
دینی فرماتے ہیں کہ کافر، منافقان اور اصحاب معاصی لوگ سمجھتے ہیں کہ
وہ اس دنیا میں جو کام چھپ کر کرتے ہیں، وہ کبھی ظاہر نہیں ہوں گے

لے قرآن میں کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ اس دنیا میں کسی کے پیچھے بلا سوچے بچھے انصاف و حذر چلنے والے قیامت کے دن کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے، بلکہ اس دن انہیں اس فعل پر حسرت اور ندامت ہوگی۔ سورۃ بقرہ میں ہے کہ قیامت کے دن آج اور متبوع کے تمام اسباب ٹوٹ جائیں گے، وہ عذاب کو اسی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو اس وقت آج متبوعین سے کہیں گے کہ اگر تمہارے بس میں ہوتا تو ہم تم سے اسی طرح بیزار ہو جاتے جس طرح آج تم نے برات کا اظہار کر دیا۔ سورۃ احزاب میں ہے کہ آج کہیں گے رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَاكَ اَدْنٰا وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ فَاخْزٰی پس وہ دیکھو! ہم نے اپنے سرداروں اور بیٹوں کا کیا مانا تو انہوں نے ہمیں صراطِ مستقیم سے گمراہ کر دیا۔ اب ان کو دیکھا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔ اللہ تعالیٰ فرمے گا، آج سب کو دیکھا عذاب دیا جائیگا کیونکہ تمہارے بیٹوں نے تمہیں بے کیا اور تم نے آگے دوسروں کو گمراہ کیا، اس لیے تمہارے لیے بھی ذیل سزا ہے۔

غرضیکہ آج اور متبوع آپس میں جھگڑیں گے۔ آنکھیں بند کر کے کسی کا ابتلا کرنا بڑی خطرناک بات ہے۔ زندگی بھر سوچا ہی نہ کہ یہ ہیں کہ صرے بدل رہے۔ وہ تو اپنی جو بد راہیت، خود غرضی اور مقصد باری کے لیے لوگوں کو پیچھے پیچھے چلا رہے تھے مگر تابعین اپنے اعمال کو ضائع کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل جیسا عظیم جوہر عطا کیا تھا، ہدایت کے جلا اسباب جیسا کہ تھے مگر انہوں نے ان سے کوئی کام نہ لیا اور انصاف و حذر اتباع کرتے رہے جس کے نتیجے میں مشر منگی اٹھانا پڑی۔

ایسے ہی تابعین اور متبوعین کے متعلق فرمایا کہ جب وہ سب کے

[illegible][illegible]

پیدا کر دینی کوشش کریں گے۔ معزرب العزت کی عدالت میں کوئی عدل
قابل قبول نہ ہوگا۔

بعض فرماتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَائِرِ سُلُوكِ
انفوس کا اظہار کریں گے کہ چاہی خدا اور خدا کی وجہ سے ہیں ہدایت
کی توفیق ہی نہ مل سکی۔ اگر ہم کو توفیق نصیب ہوتی تو ہم تمہاری راہنمائی
بھی ہدایت کی طرف کرتے، اہم تو خود بھٹکے ہوئے تھے، تمہیں یہ سچ
دراستہ پر کیسے آئے۔ ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، اور
سارے ہی عذاب میں مبتلا چلے گئے۔

بے قراری
یا صبر

قبور میں یہ سچی کہیں گے سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجْنَبٌ مِّنَّا اَوْ صَبِيحًا
برابر ہے ہمارے لیے، اب ہم بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں
ہم اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ
کلمہ اے افران لوگ آپس میں مشورہ کریں کہ کیوں گے کہ چلو بے صبری اور
جنبہ قزع کریں، سوچ و کار کریں، شاید ہمارے عذاب میں کچھ کمی
واقع ہو جائے۔ چنانچہ وہ لوگ پانچ سو سال تک گریہ و زاری کرتے رہیں
مگر کوئی جواب نہیں آئے گا۔ پھر مشورہ کریں گے اے کہیں گے
کہ اچھا صبر کر کے دیکھتے ہیں۔ پھر وہ خاموش ہو جائیں گے اور مزید پانچ
سو سال گزر جائیں گے مگر کوئی جواب نہیں آئے گا۔ امام زہریؒ اور بعض
دوسرے بزرگان دین کا مقولہ ہے کہ ایک ہزار سال گزرنے کے بعد
یہ جواب آئے گا کہ تم اسی میں ذلیل ہو کر رہو اَلَا تَتَذَكَّرُوْا اِنَّ كُوْنِي
بات نہ کرو کہ تمہاری بات نہیں سنی جائے گی۔

غرضیکہ وہ کہیں گے کہ بے صبری کا اظہار کریں یا صبر کریں سَوَاءٌ
مِنْ تَحِيصٍ ہمارے لیے خلاصی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ چار
دہائیوں اور گزشتہ اسی کام نہیں آئے گا اور ہم عذاب سے کسی

وما آتینا ۱۳

سجۃ ششم ۸

الہامیہ ۱۴

آیت ۲۲ تا ۲۴

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ
 اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ
 فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ
 عَلَيْهِمْ مِنْ
 سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي
 فَلَوْلَا تَلَوُّنُيَ وَلَوْ مَوْأَنَافُسِكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ
 وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي لَئِنْ كَفَرْتُمْ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ
 مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ②۲
 وَأَدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
 جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
 فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ يُحْبَبُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ②۳

ترجمہ: اور کہے گا شیطان جب کہ فیصلہ کر دیا جائیگا
 معاملے کا۔ بیشک اللہ نے وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ سچا
 وعدہ اور میں نے وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ اپنی میں نے
 اس کی خلاف ورزی کی۔ اور نہیں تھا میرے لیے تمہارے
 اوپر کوئی غلبہ مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی تو تم نے
 میری بات قبول کر لی۔ پس نہ دعوت کرو مجھ کو نہ
 دعوت کرو اپنی جانوں کو۔ میں نہیں فریادیں کرنے والا

والی چیز کیلئے ممانی کا فیض استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس بیان میں کسی قسم کا شک نہیں، یہ ضرور ہو کر رہے گا۔ قیامت بپا ہونے کے بعد جب تمام ان لوگوں کا حساب کتاب ہو کر جائے نکل و راج ہو جائے گی، انک لوگ جنت میں اور کفر اور شرک کرنے والے دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو اس وقت یہ واقعہ پیش آئے گا۔ دنیا میں شیطان کی پیروی کرنے والے لوگ شیطان کو گلے سے پکڑ کر ملاحت کریں گے اور کہیں گے کہ ہم تیرے بہکانے کی وجہ سے بُرے مقام میں پہنچے ہیں۔ اب ہم یہاں سے بچ سکتے یا عذاب میں تخفیف کے لئے کوئی تدبیر بتاؤ، تو اس وقت شیطان ان کو یہ جواب دے گا۔ جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں آرہا ہے۔

بعض مفسرین لکھا قُلُوبِی الرَّکُوعُ سے اللہ تعالیٰ کا درود آخری فیصلہ مراد لیتے ہیں کہ جس کے فیصلے جنت اور دوزخ والوں کا کابل آخری فیصلہ کر دیا جائے گا۔ حساب کے نتیجے میں بعض لوگ جنت میں چلے جائیں گے اور بعض دوزخ میں۔ بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کا عقیدہ صحیح اور ایمان پختہ تھا۔ مگر انہوں نے اعمال میں کوتاہی کی تھی یا مخلوق کے حقوق تلف کیے تھے۔ ایسے لوگ اپنے اعمال کی سزا پائیں گے۔ پھر ان کی سفارش کا ذکر بھی صحیح احادیث میں ملتا ہے کہ ائمہ، شہداء اور صالحین اور سب سے بڑھ کر حضور علیہ السلام لوگوں کی سفارش کریں گے تو انہیں دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ بعض کو سزا بھگتنے کے بعد رملانی مل جائے گی۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس آدمی کا حال بھی بتلایا جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا۔ بڑے عرصے کے بعد وہ آہستہ آہستہ بندرگاہ جنت کے دروازے میں داخل ہو سکے گا۔ حضور کا فرمان ہے کہ

اسب و عذرا میں ہر دو لوگ وہ جانیں گئے، جی کو قرآن کے ایک ایک باب سے
وہ قطعی طور پر پختہ ہو کر لوگ ہوں گے اور انہیں وہاں پہنچ کر پیش کر کے دینا
ہوگا۔ لیکن سوچ پر ابھی جتنی شیطانی کراہیں گے کہ تم نے ہمیں بہکا
تھا، اسب تو ہی ہیں وہیں سے غلاموں کی کوئی تدبیر ہے تو اس حالت میں
وہ جانی کے ساتھ وہ قرآن لے گا۔

عاشق

ہم جو خدائے استاد ام جی عزیز المرحوم صاحب محبت اور اہل بیت کے
آپ نے پانچ سو سو سال کی زراعت کی سب سے بڑی اس کا حصہ تاجیں ہیں
تو ہر ہر سہ تہی۔ آپ حضرت علامہ بن عباس کے شاگرد ہیں جو کہ
میں تو تھا آپ کے طور و سراج کی باری ہو گا سب وقت سے آپ کو
حد و قدر پر قائم رہا آپ اس سے بڑی سے بہا پائے گئے
کیونکہ آپ کو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول یاد تھا کہ میں نے کبھی بڑی
اور بڑی چیز کے ذریعہ کر دیا کیا کبھی کبھی کہی تھی کہ حضرت امیر المومنین علیؑ
ہیں مگر یہ قرآن و کتاب پڑھنے کا سبب خدا کی عزت میں بیٹھنے والوں کے
نام ملوانی طرح ہم جو خدائے مگر ہی خدا کی پیشکش کی گئی تھی اس سے
قول آئی کہ جو لوگ آپ کو خطوط تھا کہ وقت کے ٹکڑوں کی غلط کام نہ کرنا
ہیں۔ ہم نکلت کر ہی اسی سے سزا جھٹکا پڑی کہ وہ ہو سب وقت کی
خط کا بدلہ دینی پر توفیق کر سکتے تھے ہم شائق تو رہی یہی حالت سے
میں پڑا سب لوگ وہی کے معاملہ میں بڑے محتاط تھے، ان میں
تقریبی انداز پر سرگرمی تھی، یہی لوگ انوں آدمی ہیں حضرت کے تہمین
میں سے ہیں، مگر خدائے مہربانی سے خدا سے بچنے کے بچنے کی جگہ
کے ایک مرتبہ پر پڑتی آگیا تو بچے بچنے کے بچے اس کے گ
رج بر گئے، اس مرتبہ سے خدائے مہربانی سے ہم وہ صاحب کی پڑا

میں شامل ہو گئے تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ کوئی اعلیٰ مرتبے کے آدمی نہیں ہیں، لہذا یہ عہدہ قضا کے قابل نہیں۔ ایک دفعہ گوبتراڑ نے اپنے بچوں کا تماشہ دیکھنے چلے گئے تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ کوئی لائابالی قسم کے آدمی ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو جائیں اور قضا کے کام پر فائز نہ ہو سکیں، آپ اتنے محتاط تھے۔ یہ واقعات امام سرخسی نے اپنی کتاب سیر النجاشی میں نقل کیے ہیں۔

الغرض! امام شافعی کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے دو شخصوں کو بہت مبغوض دیکھا جن میں سے ایک جنوں میں سے ہے اور دوسرا انسانوں میں سے۔ جنوں میں سے شیطان ہے کہ اللہ نے اُسے سمجھے کا حکم دیا تو اس نے اٹھ کر دیا۔ اور انسانوں میں سے فرعون ہے جس نے کہا تھا اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا عَلٰی (الذریعۃ) کہ میں تمہارا رب ہوں۔

شیطان
کی تعزیر

بہر حال جب اہل دوزخ شیطان کو قہر میں آگئے اور اس کو کھات کریں گے کہ ہماری رہائی کی کوئی صورت پیدا کر تو اس وقت شیطان یہ جواب دیکھائے اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَکُمْ وَعَدَ الْحَقُّ جَبَّکَ اللّٰہ نے تم سے وعدہ کیا تھا سچا وعدہ کہ اگر ایمان لاؤ گے، اپنی اختیار کرو گے تو تمہیں کے مقام تک پہنچاؤں گا اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اس کی وحدانیت کو تسلیم کرو۔ اس کے نبیوں اور کتابوں پر ایمان لاؤ، قیامت کو برحق مانو تو میں تمہیں عزت کا مقام عطا کروں گا۔ اللہ نے تو تم سے بالکل سچا وعدہ کیا تھا۔ وَوَعَدْتُکُمْ اَکْثَفُکُمْ اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا۔ پس میں نے اس کی خلاف ورزی کی یعنی میں نے تم سے جھوٹا وعدہ کیا تھا۔ سورۃ نساء میں شیطان کا یہ قول موجود ہے وَلَا یُؤْمِنُہُمْ وَلَا یُؤْمِنُہُمْ وَلَا یُؤْمِنُہُمْ فَلَیْکُمْ بَیِّنَاتٌ

حمت
کے قابل
کرن

شیطان کے لگا کر مجھے علامت نہ کرو وَلَوْ مَوْءَا انْفُسُكُمْ مِنْكُمْ اپنی
جانوں کو حمت کرو۔ تم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ایک صبروٹے غلط کار
اور بدترین دشمن کی بات پر یقین کر رہے ہو اور خدا تعالیٰ اور اس کے
انبیاء کے وعدوں پر تمہیں اعتماد نہیں۔ اب مجھے کیوں علامت کرتے
ہو۔ میں تو خود مبتلائے عذاب ہوں۔ جَا اَنَّا بِمُصِیْبِكُمْ
اور تمہاری فراڈریسی نہیں کر سکتا وَهَآ اَنْتُمْ بِمُصِیْبِیْ اور
تم میری فراڈریسی کر سکتے ہو۔ اگر میں تمہیں پکاروں کہ میرے عذاب میں
تحفیف کا بندوبست کرو تو جس طرح تم آج میری مدد نہیں کر سکتے
اسی طرح میں بھی بے بس ہوں۔

شیطان مزید کے لگا اِنَّ كَفَرْتَ بَآ اَسْرَکْتُمْ وَلَیْسَ
مِنْ کُفْرٍ میں تو انکار کرتا ہوں اُس چیز کا کہ تم نے مجھے اس کے
ساتھ شرک بنایا اس سے پہلے تم نے خدا کی بات کو زانا اور مجھے
اس کے ساتھ شرک عثر اکرمیری بات کے پیچھے لگ گئے۔
میرے ہی کہنے پر تم کفر، شرک اور معاصی میں مبتلا ہوئے۔ میں نے تو
تین صرف دعوت دی تھی۔ تم کو تم نے بلا سوچے بچے اور بغیر عز و فخر
کے مجھے اللہ کا شرک بنالیا۔ میں ان سب چیزوں کا انکار کرتا ہوں
اور حقیقت بھی یہی ہے اِنَّ الظَّالِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِیْسَ عَذَابُکُمْ نے دالوں کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ شیطان
نے صاف کہہ دیا کہ کفر اور شرک سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں اور اب
اس کا بھگتان عذاب کی صورت میں کرنا ہوگا۔

اہل ایمان
کی گنجگاہی

کفر اور شرک کے مقابلے میں ایمان اور اہل ایمان کی کامیابی کا
ذکر بھی ہو رہا ہے کیونکہ قرآن پاک کا یہ اسلوب بیان ہے کہ جہاں جہاں
کی بات ہوتی ہے ساتھ ترغیب کا ذکر بھی کیا جاتا ہے ارشاد ہو کہ

وَأَنْتُمْ خَلِئُوا الْوَزْنَ الْكَفَىٰ أَوْ كَعِلُوا الشَّيْءَ كَعِلْتُمْ
 اور داخل کیے جائیں گے وہ لوگ جو بیان کئے اور جنہوں نے
 نیک اعمال یا انجام دیے جنہوں میں ایک اعمال میں غارت، بددعا،
 کفر اور کج بیادری طہارت شامل ہیں اور ان تمام نیک اعمال میں سے
 آج میں دو اضافت یا بیش کیے ہیں مگر بخلاف وہ
 تھوڑے کمال کے جن کے ساتھ خیریت تھی وہ ان کی یہ اضافت ہر
 وقت سر پر پوشا رہے اور پہلوں سے لپکتے ہوئے ہوں گے ان
 میں ذکر الہی ہوگی اور خدا کو دیکھنے والی وہیں کے طریقہ اکثر سے جنت
 کی مدخلی مادی اور جنتی راستہ کا اگر پاسہ جوڑا ہو رہی ہوگی۔
 اور پھر یہ ہے کہ یہ نعمتیں ماضی نہیں ہونگی اور حال ہی وقت کے پھر سے
 ہونے والی سے نکال دی جائے گا۔ ایک خوب لوگ تھے۔ قیامت یاد آتے
 یہ تھوڑے بہت پروردگار کے حکم سے جنتی دروازے پیش روئے گئے
 پہلے رہی گئے۔ دروازے سے نکلتے جاتے گا کوئی طریقہ نہیں ہوگا۔
 ورنہ یہ کتنی بڑی سے بڑی نعمت مقرر ہو جاتی تھی کہ جسے ہمارے
 خطوط ہر وقت سر پر سوار رہا ہے۔ اور نہ موت تو انسان کے سر
 پر ہر وقت کھڑی ہے جو تمام دنیاوی نعمتوں کو گیس غم کر سلطنت
 داتی ہے۔ مگر جنت کی نعمتیں ایسی ہیں کہ کسی نعمت نہیں کہ انہیں پر
 کوئی شے تنگ کر رہی ہو۔ پہلی نعمت یہ تھی کہ یہ نعمت کی خیریت ہی
 وہ بددعا اس کے پہلے میں ہزار سال تک رہیں گے جو پہلی ایک پہلے آئے
 اس استعداد کے ہونے کا اس کی اگر نذر اور نذر پہلے آئے گا۔

ہیں جنتوں کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ان میں کتنے ہی
 رنگ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں گے جیسے ہندو رنگ
 سبز کا کہیں مطلب ہے کہ ہر طرف سبائی کا چرچا ہوگا اور خوشی

مقام
 کہیں

بھی اہل جنت کو سلام کریں گے۔ اور ہر پردہ و لہار کی طرف سے بھی بخیر و
سلام ہی آئے گا۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ (یس) اے میرے
بندو! تم پر سلامتی ہو۔ شاہ عبدالقادرؒ یہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ سلام ایک
دُعا ہے، اسی لیے ملاقات کے وقت سلام مسنون قرار دیا گیا ہے
حضور کافر ان ہے اَفْتُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ عَلٰی
عَرَفَتُمْ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفُوْهُ اٰپِسْ مِّنْ سَلَامٍ كَرِهَ اللّٰهُ لِسَانُهُ كُفْرًا
ہو یا نہیں جانتے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔ سلام میں پہل کرنے والے کجا
اجہڑی زیادہ ہے۔ مطلب یہی ہے کہ تمہیں دینی، دنیاوی، مادی،
اور روحانی اعتبار سے سلامتی نصیب ہو۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔
کہ جنت میں سلام کا مطلب مبارک باد ہے۔ تمام جنتی ایک دوسرے
کو اس کا سیانی پر مبارکباد پیش کریں گے۔

وہ آیتیں

پڑھیں

کس پریم

آیتیں

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً
 كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي
 السَّمَاءِ ۚ ثُمَّ أَنْشَأَ مَثَلًا مِثْلَ خُسْفٍ ۚ لِلَّذِينَ
 رِئَاءُهَا وَيَخْشَوْنَ اللَّهَ الْأَمْتَلُ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
 يَتَذَكَّرُونَ ۚ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ
 كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثِّلَتْ مِنْ فَرْقٍ
 الْأَرْضِ مَأْكَلًا مِنْ قَرَارٍ ۚ

ترجمہ :- کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے
 بیان کیا کہ وہ مثال پاک لگے کی جیسا کہ ایک پودہ
 ہوتا ہے۔ اس کی ہر شاخ محفوظ ہے اس کی شاخیں لٹکتی
 آسمان پر پہنچتی ہیں ۚ ۚ ۚ پھر وہ مثال
 لگاتا ہے کہ کلمہ سے اسے بیان کیا ہے اور
 شایہ گدگد کے لیے لگا رہا ہے نہ نیست حاصل کرے ۚ
 یہ مثال گدگد کے لیے لگا رہا ہے نہ نیست حاصل کرے ۚ
 میں کہ لکھتا ہوں کہ یہ لکھ کے تم سے ۔ نہیں اس
 کے لیے طرز ۚ

اس سے پہلے کہ اس آیت کے تعلق میں ذکر تھا اور اس پر
 کوئی آیت ہے کہ اس آیت کے تعلق میں ذکر تھا اور اس پر

۱۰۱

ہے جب کہ اس کے دلائل الٰہی آیات میں آچکے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ دروس میں بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ مکی سورتوں میں دین کے بنیادی عناصر ہی کا ذکر ہے۔ جن میں توحید، رسالت، قیامت اور جزائے عمل کے تحت اُٹھ شامل ہیں۔ ان سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے معتزین کا رد اچھے طریقے سے کیا ہے۔

کلمہ طیبہ کی مثال

کج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا مسئلہ ایک مثال کے ذریعے سمجھایا ہے۔ بعض اوقات مثال کے ذریعے کسی چیز کی کا حق و حاش ہو کر وہ چیز انسانی ذہن کے قریب تر آجاتی ہے۔ اسی لیے اللہ نے قرآن میں بہت سے مسائل کو مثالوں کے ذریعے سمجھایا ہے۔ اس درس میں کلمہ طیبہ کی مثال ایک پاک درخت سے اور کلمہ خبیثہ کی مثال گندے درخت کے ساتھ دی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے اَلْقُرْآنُ كَيْفَ حَتَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّیْ تَمْلَیْ نَیْسَ دَیْکَ اَللّٰهُ تَعَالٰی کے کس طرح مثال بیان فرمائی ہے۔ حَتَرَبَ کا لغوی معنی مارنا اور سفلہ کرنا ہوتا ہے اور یہ بیان کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس مقام پر بیان کرنے والا معنی ہی مرادوں ہے۔ اَلْقُرْآنُ کَیْ تَمْلَیْ کی ترکیب کسی بات کی طرف خصوصی توجہ دلانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر بھی یہی اسلوب اختیار فرمایا ہے کہ اے مخاطب! کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مثال بیان فرمائی ہے کَلِمَۃٌ طَیِّبَۃٌ کَثِیْرَۃٌ طَیِّبَۃٌ پاک کلمے کی مثال پاک درخت کی سی ہے۔ اور اُس درخت کی خصوصیات یہ ہیں اَصْلُهَا ثَابِتٌ اُس کی جڑ مضبوط ہے وَهَرَعُهَا فِی السَّعَاۤءِ اور اس کی شاخیں فضا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ ایسا سرسبز و شاداب اور بار آور درخت ہے تَوَقَّتْ اَصْلُهَا کَثَلٌ حَیْثُ یَاۤذَنُ رَبُّهَا کہ اپنے

بیب کے گھٹے پر وقت چل رہا ہے۔

اس مقام پر ایک گے سے مراد گھر تو جیسے ہے جبکہ تمام طریقہ اقدار کی بنیاد ہے۔ انسانی اس کی مثال ایک درخت کے ساتھ دی ہے۔
 درخت بھی مختلف اقسام کے ہوتے ہیں، کوئی خوبصورت اور طیر پر چلنے والے جیسے کہ بعض درخت پر صحت اور طاقت میں کٹہر ہے۔ درخت اور دیگر نباتات کی مختلف اقسام تھیں پتوں کی ہیں جو انسانی شہادت پر ہیں، علم نباتت (botany) انہی پر لکھا ہے۔ نباتات کی دس دفعہ نہیں ہوتے ہیں یہ سب انسانی کی صحت کے لیے ہیں، بعض درخت چمکے ہوئے گے اور بعض بیٹے ہوتے ہیں، بعض کے پتے ایک اور بعض کے پتے ہوتے ہیں، بعض درخت کی پھاڑیں بہت کم ہوتی ہیں اور بعض بڑے گئے اور دور دور سے پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے چلنے کی مختلف ہوتے ہیں، بعض ثابت طیر پر اور بعض درخت چلنے والے بعض درخت پر گھڑے گئے اور دیوار، گلیے ٹلے بھی ٹھہرتے ہیں ان میں حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، جنی حالات، نباتات اور حیوانات، پر اس مقام پر انسانی نے کینز کے بھی ذکر کیا کہ نباتات میں سے کینز درخت کے ساتھ چل رہی ہے۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ معلوم تھا کہ بعض اوقات کسی بات کو سمجھانے کے لیے سوا یا نماز اختیار فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مجلس میں آپ نے صحابہ کو گم کو مخاطب کر کے فرمایا: اے یوسف! تجھ کو کرتیجی شش ہر بعد کو اونیٹ مناجاتی مدد توں میں سے ایک درخت مسلم مرد کی مانند ہے، میرے صحابہ! یا تو وہ کوئی صاحبیت ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں، اگر اس مجلس میں بیٹے نہ تے اگر صحابہ موجود نہ تے تو میں ہی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تے

درخت
مسلم مرد

موجود کسی نے لب کشائی کی جرأت نہ کی۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور
 علیہ السلام کے سوال کا جواب میرے ذہن میں آچکا تھا مگر اٹھارہ صحابہ کی
 موجودگی میں اپنی کم سنی کی بدولت میں نے جواب بیٹے کی بہت نہ کی بالآخر
 حضور علیہ السلام نے خود ہی جواب دیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے جسے
 مردِ مسلم کے ساتھ مشابہت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں
 نے بعد میں اپنے والد گرامی سے اس جواب کے متعلق ذکر کیا کہ یہ
 میرے ذہن میں آچکا تھا مگر آپ کی موجودگی میں خاموش رہا۔ تو حضرت
 عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم یہ جواب مجلس میں دیتے تو یہ میرے لیے
 نہایت خوشی کا مقام ہوتا اور مجھے تمہاری ضمانت پر فخر ہوتا۔

فخت
 کا کھجور کا
 درخت

امام بطریق، امام رازحی اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ جس
 ایک کلمہ کی مثال اس مقام پر دی گئی ہے، وہ کلمہ تو حید ہے۔ اور جس درخت
 کے ساتھ مثال دی گئی ہے، وہ کھجور کا درخت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک
 پاک درخت کی تین خصوصیات ہو سکتی ہیں یعنی اس کی جڑ مضبوط ہوتا
 قائم ہوا اور شاخیں پھیلی ہوئی ہوں۔ یہ تینوں خصوصیات کھجور کے درخت
 میں پائی جاتی ہیں۔ کھجور کے درخت کی جڑ بہت مضبوط اور زمین کے
 اندر دور دور تک پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ صحرائی علاقوں میں جہاں پانی
 نایاب ہوتا ہے۔ کھجور کی جڑ دور دور سے مادہ حیات جذب کرتی
 ہے۔ ظاہر ہے کہ درختوں کو غذا اگر زمین سے جڑ کے ذریعے حاصل
 ہوتی ہے جب کہ تازہ ہوا پتوں کے ذریعے ملتی ہے۔ چنانچہ درختوں
 کی خصوصیت ہے کہ رات کے وقت اپنا گند ابھار باہر نکالتے ہیں
 جب کہ دن کے وقت گندی ہوا پتوں کے ذریعے اپنے اندر جذب
 کرتے ہیں۔ اسی لیے دن کے وقت درختوں کی ٹھنڈی ہوا انسانی
 صحت کے مفید اور رات کو درختوں کے نیچے سونا مضر ہوتا ہے۔

میں طرح پکیزہ و صنعت کی ترقی خصوصیت ہے۔ اسی طرح پکیزہ
 طرح میں ترقی صنعت کا اصل ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اگر تو میری بات
 الا اللہ کے یہ تصدیق تھی کہ اپنا ضروری ہے یہ تصدیق دولت
 کی چیز کی مانند ہے۔ میں طرح جس کے بغیر دولت قائم نہیں ہو سکتا،
 اسی طرح تصدیق تھی کے بغیر کہ کا کچھ اعتبار نہیں ہوئی اور تاقی
 میں ہی فرق ہے کہ تاقی تاقی فکر کے باوجود دل سے تصدیق
 نہیں کرتا۔ لہذا وہ ایماندار نہیں ہوتا۔ دوسری صنعت یہ ہے کہ اگر
 ترقی سے اس کا فکر کہ ہے نام الا اللہ تاقی ہے کہ یہ کہ یہ کہ
 کوئی شخص زبان سے کہے کہ اگر تو میری فکر نہیں کر سکتے تھے ہی نہیں کہ
 جتنا نئے مسائل کے قہر تاقی میں رہی کیا ہاں ہے۔ اور اس
 پر اس کی حکم دہی ہوتے ہیں اگر اس کے احکام کے یہ اگر وہ تاقی
 ضروری ہے۔ میں طرح دولت کے یہ کہ ضروری ہے یہ اسی طرح تاقی
 فکر کے ساتھ کہ تو میری بات حال ہوتا ہے تاقی اگر اس کے ساتھ
 کوئی شخص صاحب ہوئی کہ ہوتا ہے اس سے۔ شے لفظ کے ہوتے
 میں تو تاقی ہیں سو کہ یہ ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا فراموش ہے کہ جب
 کوئی کاروبار ملک و قوم سے لا لہذا الا اللہ لکھ لکھ کہ کوئی تاقی
 کا کہہ داک کہ اس کی عزت و اکرام ہوئی دل تاقی ہوتا ہے۔ اور
 اس سے تاقی فہم ہوتی ہے۔ اگر ان الی اگر دولت کے ساتھ کہ تاقی
 ہے۔ اگر تو میری کہ یہ کہ تیسری صنعت کل باک و کل ہے۔ یعنی ان کی
 تصدیق تھی جو ان کے ہاں کے یہ کہ تو میری کے احکام پر عمل
 بھی کہے۔ یعنی تاقی ہے۔ یہ ہوتا ہے کہ دولت کے یہ ہے کہ تاقی
 کا کہہ کہ تاقی تاقی ہے کہ تاقی کے احکام پر عمل کہ تاقی تاقی ہے
 کہ تاقی کہ تاقی تاقی ہے کہ تاقی تاقی ہے کہ تاقی تاقی ہے کہ تاقی تاقی ہے

ایک ہر شعبہ زندگی میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ پاکیزہ درخت اور کلر طیبہ کی مثال کا ذکر ہو گیا۔

مرد مسلمان
اور کھجور کا
درخت

مفسرین فرماتے ہیں کہ کھجور کے درخت کو ایک مرد مسلمان سے اس لحاظ سے بھی مشابہت ہے کہ جس طرح کھجور کا درخت سدا بہار ہوتا ہے، اسی طرح مرد مسلمان بھی ہمیشہ ایمان اور شجاعت کے ساتھ متلبس ہوتا ہے۔ اس کے دل میں نور ایمان اور نور توحید ہوتا ہے اور زبان سے اس کا اقرار ہوتا ہے۔ اس کے اعضاء و جوارح ہمیشہ اعمالِ صالحہ انجام دیتے رہتے ہیں اور ایسا شخص ہر آن بنی نوع انسان کے لئے مفید ہوتا ہے۔

اس درخت کے ساتھ مرد مسلمان کی مشابہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس طرح انسان کا سر کٹ جانے سے کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح اگر کھجور کے درخت کا اوپر کا حصہ کاٹ دیا جائے تو وہ بھی خشک ہو جاتا ہے، اس کی چوٹی دوبارہ پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ بھی مقولہ ہے کہ اگر آدمی کے سر کے اوپر سے پانی گزر جائے تو جس طرح وہ زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح سیلاب میں اگر کھجور کے درخت کا سر ڈوب جائے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔ غرضیکہ کھجور کے درخت اور مرد مسلمان میں یہ بھی مشابہت پائی جاتی ہے۔

کھجور کے درخت کے بار آور ہونے کے متعلق کُلّ حَیْن کے الفاظ آئے ہیں حَیْن کا اطلاق مطلق وقت پر ہوتا ہے۔ مگر امام ابو یوسف جہاں فرماتے ہیں کہ یہاں پر حَیْن سے مراد چھ ماہ ہیں کہ جن کے دوران کھجور میں تازہ پھل آتا ہے۔ کھجوریں دیر تک ذخیرہ کی جاسکتی ہیں اور دیگر فصلوں کی طرح یہ جلدی گل سرخ و خراب نہیں ہوتیں ابھی سابقہ فصل کی کھجوریں گھسوں اور منڈیوں میں موجود ہوتی ہیں جب کہ تازہ پھل بھی اترتا

سدا بہار
کھجور

فَرَايَا وَكَثُرْتُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ اللَّهُ تَعَالَى مَا لَيْسَ بِيَان
کتابے لوگوں کے لیے لکھا ہے نیکو کردار آکر وہ نصیحت
مائل کریں مثال بیان کرنے سے بعض اوقات بات اچھی طرح
واضح ہوتی ہے، لہذا اللہ نے جگہ جگہ مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

سورہ غیثہ
کی مثال

فَرَايَا وَمَثَلُ صَحَابَةِ خَيْبَةَ كَشَجَرَةٍ خَيْبَةٍ
اور گندے کھے کی مثال گندے درخت کی ہے اَجَلَتْ مِنْ
فَوْقِ الْأَرْضِ جِے زمین کے اوپر سے اکڑ دیا گیا ہو۔ اس درخت
کی جڑ بھی مضبوط نہیں اور یہ بدبودار اور کھڑا بھی ہے مفسرین کرام نے
غیث درخت سے مختلف درخت مراد لیے ہیں۔ تاہم زیادہ مشہور
یہ ہے کہ اس سے اندرائیں یعنی تنہ کا پودا مراد ہے۔ اس کی بیل زمین
پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ جڑ بالکل کمزور جو ذرا سا کھینچنے سے اکھڑ پڑے
اور مڑا کر ڈالے۔ پہلے پادے میں گند چکے تَحْلَقُ لَكُمْ مَثَلِ
الْأَرْضِ جَمِيعًا اَللّٰہ نے زمین کی ہر چیز تمہارے فائدے کے
لیے پیدا کی ہے، چنانچہ بعض کڑوی، اکیلی اور زہریلی چیزیں بھی کارآمد
بنائی جاسکتی ہیں۔ اقبال نے بھی تو کہا ہے، میں وہ ہوں کہ نہ ہرے
بھی شہدادہ تریاق بنالیا ہوں! اللہ تعالیٰ نے انسان کو کمال عطا فرمایا
ہے کہ وہ مضمر چیزوں سے بھی مفید چیزیں بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ
طبیب لوگ ٹلے جیسی کڑوی چیز سے اپار، اسرہ اور اسال لانے والی
دوائی تیار کر لیتے ہیں۔ تاہم بنیادی طور پر یہ پودا ناچختہ، بدبودار اور
اس کا پھل کڑا ہے۔ کفر و شرک والا گنداکھہ بھی اس پودے کی طرح
بے بنیاد، بدبودار اور بد ذائقہ ہوتا ہے۔ فرمایا یہ غیث پودا اللہ ہے
مَثَلُهَا وَثَقَاتُ قُرْآنِ جِس کو ثبات حاصل نہیں ہے حتیٰ کہ
ثبات حاصل ہوتا ہے اور اس کے نکلنے تمام جہان والوں پر واضح

ہستی۔ اس کے بغیر کفر و شرک و فتنہ پر دنیا میں جھوٹ
 ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی ذمہ داری خداوند پر ہے۔ یہاں سے انگریز
 پتیل پر ہے۔ اس کے شرک اس کی فساد و فتنہ پر ہیں۔ جب ان کا جہان
 اُس کے آگاہ اس کی ہیئت معلوم ہوگی۔ انگریز و امریکی نے
 کفر و جحیم کا مثال پاک و نیک سے دی ہے۔ جب کفر و شرک
 کو دیکھو۔ خداوند تعالیٰ کی رحمت کے شہاوت پر ہے۔ خداوند تعالیٰ
 عالم کو دیکھتا ہے۔ اگر وہ اس کے ہیئت پر ہے۔

وما لبثت

ایمانیہ

دس دم ۱۰

آیت ۲۷

يَسَّيْتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُفْضِلُ
اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿۲۷﴾

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا ہے ان لوگوں کو جو
ایمان دے کر مضبوط بات کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت
میں ، اور گزار کر ہے اللہ تعالیٰ علم کرنے والوں کو ، اور
کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے ﴿۲۷﴾

گذشتہ آیات میں رسالت ، قیامت اور جزائے عمل کا ذکر تھا۔ اب توحید کا ذکر
ہو رہا ہے۔ جو مشق دس میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے اسے سمجھا
کر توحید کے پاک کلمے کی مثال پاکیزہ درخت کی ہے جسکی جڑ مضبوط ، تن ثابت اور شاخیں
فضا میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ایسا درخت سدا بہار اور ہوا ہے۔ اسی طرح کلمہ
توحید کی جڑ عالم ملکوت میں ہے۔ اور اس کلمے کو دنیا میں اپنا کر لوگ اس سے فائدہ
اٹھاتے ہیں۔ مومن کے دل میں اس کلمے کی تصویر بنی قلبی بہت گہری ہوتی ہے۔ دنیا
سے اس کا اقرار بھی بڑا سچا ہوتا ہے اور اعضا و جوارح کے ساتھ وہ ہمیشہ صداقت
کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اس کے اعمال و اخلاق کا ہر پرتے کہتے ہیں۔

فرمایا بر غلاف اس کے کلمہ کفر کی مثال گندے درخت کی ہے جس کا پھل
وہلدار اور کڑوا ہو۔ مفسرین اس ضمن میں تنبیہ کا ذکر کرتے ہیں اس پورے کی جڑیں
زمین میں مضبوط نہیں ہوتیں بلکہ زمین کے اوپر ہی ہوتی ہیں اور فدا سے جنبش سے اکھڑ
جاتی ہیں۔ جیسے کلمے کو عالم ملکوت میں کوئی استقرار نہیں ہوتا۔ لام شاہ ولی اللہ

بعدِ مرنے اور مرنے کے بعد حشر کا سلسلہ ہے۔ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ اس کلمہ توحید کی بدولت مومن آدمی کو اللہ تعالیٰ قبر میں شہادت قدم رکھتا ہے اور وہ صحیح جواب دیتا ہے قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ جب قبرستان جلتے تو اتنا رستے کہ وارسی تر ہو جاتی۔ جب لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَسْأَلٍ مِّنْ مَّسْأَلِ الْآخِرَةِ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر آدمی اس امتحان سے بچ گیا تو آگے بھی بچتا چلا جائے گا اور اگر یہاں پھنس گیا تو اگلی منزل میں اور زیادہ مشکل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ جب میں قبر کا حال سنتا ہوں یا طے دیکھتا ہوں تو مجھے بے اختیار رونا آتا ہے۔

قبر کا حال

مقیمین کی روایت میں ہے کہ جب قبر میں کسی مرد مومن سے سوال کیا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ثابت قدم رکھتا ہے اور وہ صحیح جواب دے پاتا ہے اور اسے آرام و سکون حاصل ہوتا ہے قبر کا عذاب اور راحت دونوں برحق ہیں۔ اللہ العزیز کا علم عقائد پر ایک چھوٹا سا رسلہ فقہ اکبر ہے جس میں صاف موجود ہے کہ کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کے لیے عذاب قبر برحق ہے۔ قبر میں روح کا جسم کی طرف اتار دیا بھی برحق ہے، اور منکر نکیر کا سوال بھی برحق ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب مرنے والے کو اس کے ساتھی دفن کر کے قبر سے پیچھے ہٹتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آہٹ بھی سنتا ہے اس وقت منکر اور نکیر نامی دو فرشتے قبر میں آتے ہیں اور اس کو بٹھا دیتے ہیں۔ اگر مرنے والا مومن آدمی ہے تو فرشتوں کی بیعت بہت آگے جاتی ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے مَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي
 قُبِثَ فِيكَ مَوْتُهُ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جسے تمہارے
 درمیان معروث کیا گیا مومن آدمی جواب دیتا ہے هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
 وہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لایا ہوں۔ اس پر فرشتے کہتے
 ہیں کہ تو کامیاب ہے۔ پھر آگے اور بھی بہت سی باتیں ہوتی ہیں جو احادیث
 میں مذکور ہیں۔ پھر اُس کے لیے جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھولا
 جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر تو ایمان نہ لانا تو تیرا ٹھکانا یہ ہوتا۔ پھر
 اس دروازے کو بند کر کے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا
 ہے جیسا کہ مشہور مرنے والا محسوس کرتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں تیرا
 ٹھکانا یہ ہے یہاں تک کہ تجھے اس مقام سے اٹھایا جائے۔ یعنی
 قیامت تک تو یہیں رہیگا، اور اس کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔
 بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ فرشتے اس شخص سے کہتے ہیں۔

قبر کا عذاب

لَعْنَةُ كُتُوْبِ الْعَرَفِيْنَ دِلن کی طرح سو جاؤ اور آرام سے رہو۔
 اس کے برخلاف جب کافر منافق اور بدعتیہ آدمی کو دفن کیا جاتا
 ہے تو اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اَشْوَكَاَنِ بَیْهَ نَاسِکِ کے جن کی
 آنکھیں خَوْضُ نَکَانِ نیلوں ہوتی ہیں اور انہیں دیکھ کر دہشت طاری
 ہوتی ہے جب اُس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو
 وہ جواب دیتا ہے ہَآءِ ہَآءِ لَآ اَذْرِیْ اَفْسُوسَ کَیْہِ کَیْہِ عِلْمَ خَیْرِ
 پھر فرشتے سوال کرتے ہیں کہ تیرا دین کیسا ہے، تو وہ وہی جواب دیتا
 ہے ہَآءِ ہَآءِ لَآ اَذْرِیْ کَیْہِ کَیْہِ عِلْمَ خَیْرِ۔ نبوت کے متعلق تیسرے
 سوال کا جواب بھی یہی دیتا ہے صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ یہ جواب
 سن کر فرشتے کہتے ہیں اَلْاَیْمَانُ اس شخص کو مارتے ہیں جس کی آواز کو جہنم
 اور انسانوں کے سوا اور کوئی تمام مخلوق سنتی ہے۔ بعض نامزدانوں پر

دے کر کام ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے اگلی منزل مزید دخول ہو جاتی ہے
بہر حال عذاب قبر برحق ہے مگر اس کی کیفیت کو اس دنیا میں کوئی نہیں
جان سکتا۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ وہ آٹھ نہیں جو اپنی حالت کو دیکھ کے
کیونکہ یہ عالم ملکوت سے مخلوق سمجھنے والی باتیں ہیں۔ یہ چیزیں اس وقت
سمجھ میں آئیں گی۔ جب خود وہاں انسان پہنچے گا۔

انگریزوں اور بعض دوسرے محققین نے قبر کی کیفیت معلوم کرنے
کی بڑی کوشش کی ہے مگر انہیں ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ پارہ
ایک نہایت ہی حساس چیز ہے۔ مٹرایٹرس، پاروی ہوتا ہے جو ذرا سی
حرارت پر ادھر کو چڑھنے لگتا ہے، بعض پائے ڈالنے کے مگرین نے
تازہ مردے کی آنکھوں میں پارہ ڈال کر دفن کیا اور پھر دوسرے رات کے
دن اکھاڑ کر دیکھا تو پارہ اسی طرح موجود تھا، اس پر کسی چیز کا کوئی اثر نہیں
تھا۔ اس سے انہوں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قبر میں مردے کے ساتھ
کوئی معاملہ پیش نہیں آتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہاں کسی کو کوئی مار
نہیں پڑتی، وہاں کوئی سانپ بکھر وغیرہ مشاہدہ میں نہیں آئے۔ وہاں
کسی کی پیسوں کو آپس میں گڈبٹ نہیں دیکھا گیا۔ نیا ہر ہے کہ یہ لوگ ان آنکھوں
سے وہاں کی دنیا کا نظارہ کرنا چاہتے ہیں جو کہ ممکن نہیں۔ اس کا حال
قبر میں جا کر ہی معلوم ہو سکے گا۔

روح و جسم
کا تعلق

بعض گمراہ فرماتے کہتے ہیں کہ قبر میں روح اور جسم کا کوئی تعلق باقی
نہیں رہتا، حالانکہ تمام محدثین، متکلمین اور مفسرین اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ
قبر میں عذاب یا راحت روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے جب تک
جسم سلامت رہتا ہے، روح کا تعلق اس سے قائم رہتا ہے اور
تکلیف و آرام کا احساس دونوں کو ہوتا ہے جسم کے گلے مٹ جانے کے
بعد بھی حضور علیہ السلام کا صحیح حدیث میں فرمان ہو چکا ہے کہ انسانی جسم کی

وہی کی بڑی کاکڑی ذکر کی صورت ورنہ وہی رہتا ہے جس کے ساتھ روح
الاعظم قائم رہتا ہے اور پھر مرنے والے کو غائب یا اضعاف کا حال
ہی ہوتا رہتا ہے۔

امام شاہ ولی اللہ اور بعض دیگر بزرگوار کمال سے کہیں
الاعظم فنا کی جگہ کے ساتھ رہتا ہے اور وہی ہوتا ہے
یہ جس سے طبیعت اور روح سے کثرت رہتا ہے۔ اور وہی روح
کی بڑی ہوتا ہے۔ فنا کا لفظ ایک لفظ ہے اور نہ اس سے
مست و خارج ہوتی ہے کہ اس کا لفظ کیا ہے۔ اس سے
روح کی جہتیں ہوتی ہیں ایک لفظ سے اور یہی ہے کہ
اس کی صورت سے پیدا ہوتا ہے اور روح و ظہر اس کے کلمے کے
پہلے سے اور خدا اور خدا کی جگہ ہے کہ جو روح و ظہر اس کے
کا لفظ کی صورت و باقی رہتا ہے جس کے ساتھ روح الاعظم قائم رہتا
ہے اور فنا کی صورت اس کا حال ہوتا رہتا ہے۔

غالب قبر کا لفظ کہنے کے لئے مشرک و غیر الی بعض میں ظہر
ہو گیا ہے اور وہ نہ اس کے پوری ہی اسی قائل سے ہے اور یہی
پہلو کا لفظ کہنے کے لئے ظہر یا کہ عرض کیا اس جاں کی کیفیت
کو اس دنیا کی زندگی میں معلوم نہیں کیا جاتا۔ اس ظہر کے لئے کہ
بلا لفظ کہ ہے۔ امام غزالی نے ایسا معلوم میں اور امام شاہ ولی اللہ
نے اس پر بڑی بحث کی ہے۔

پہلو کا لفظ قہر سے ظہر میں ثابت قہر ہے۔ اور قہر
کا لفظ ہذا میں داخل ہے۔ ظہر میں اور قہر و ظہر ہذا کا لفظ
قہر میں روح الاعظم قائم رہتا ہے۔ الی بعض کے لفظ میں
جہاں دین کا حال ہی رہتا ہے۔ حسیق نام اس کا لفظ ہے

ہاں میں لکھا ہے کہ شفاعت اور عذابِ قبر کا منکر گمراہ ہے ، اور اس کے نیچے نماز پڑھنا جائز نہیں ۔

ظالموں کی
گمراہی

فرمایا پختہ رکنا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو پختہ بات میں کو ایمان اور توحید کے ساتھ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں برزخ میں بھی اس کے بعد جب حشر کا موقع آئے گا تو فرمایا وَيُفْضِلُ اللَّهُ الظَّالِمِينَ اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے ۔ یہ لفظ خود بتلا رہا ہے کہ جو شخص ظلم پر مصر ہوتا ہے شر کی دھوم کو ترک نہیں کرتا ، کسی کے سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتا ، ایسے لوگوں کو اللہ گمراہی میں ہی مبتلا رکھتا ہے ۔ راہِ راست اس شخص کو میسر آئے گا جو کفر ، شرک ، نفاق اور معاصی کو ترک کرے گا ۔

ایسے شخصِ ہدایت کے طالب ہوتے ہیں وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآلَهُمْ صُلٰتٌ هُدًى وَآلَهُمْ تَقْوٰتٌ سَمُوحٌ (محمد) ان کی ہدایت میں تفریق نہ تھا کیا جاتا ہے ۔ سورۃ بقرہ میں فرمایا وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ کفر کرنے والے ہی ظالم ہیں ۔ سورۃ لقمان میں ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ شرک اس سے بڑا ظلم ہے تو اس قسم کے لوگوں کو کبھی ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی بلکہ وہ گمراہی میں رہیں گے ۔

فرمایا وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ اس کا ہر کام اس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوتا ہے ۔ وہ حکیم ہے ، اپنی حکمت کے مطابق جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہی میں رکھے ۔ اور پھر اس کے نتیجے میں جس کو چاہے راحت دے اور جس کو چاہے سزا میں مبتلا کر دے ۔

وصف اکبری ۱۲

ابن تیمیہ ۲

کتاب الامم ۱۱

لَمْ تَوَلَّ الْوَيْتَ بِذَلِكَ يَمُوتَ وَلَوْ لَمْ
 وَتَحَلُّوا قَوْمَهُمْ تَارِكًا ⑤ جَهَنَّمَ يَصْلُوْنَهَا
 وَيَتَلَّ الْقَارِ ⑥ وَجَعَلُوا فِيْهَا اَنْذَارًا لِّمَنْ
 عَنْ سَبِيلِهِ فَمَنْ تَعَتَّوْا فَاِنْ مَّصِرَكُمْ اِلَى
 الشَّرِّ ⑦ فَمَنْ لِّمَنْ كَوَى الْوَيْتَ اَمَّا يُقْتَلُ
 فَتَقْتُلُوْهُ وَيُتَّقُوْا مِمَّا تَقْتُلُوْهُمُ وَاَوْفَرُوْهُ
 وَمَنْ قَتَلَ نَفْسًا يَّتَى يَوْمَ لَا يَبِيْعُ فِيْهِ
 وَلَا يَخْلُ ⑧

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ لوگوں کی موت
 جہنم سے پہلے کیا نظر کی گئی کہ کفر کے ساتھ، اور
 ۱۵ جن آدمی کو جنت کے گھر ⑤ جہنم میں بھی داخل
 ہوں گے وہ وہاں رہتے ہیں اور ان کے ⑥ اندر
 انہوں نے نظر کے لیے شریک رکھ کر دیے وہ ان
 کے ساتھ تھے۔ پس پھر آپ کہہ دیجئے کہ ان کے ساتھ
 میں ایک تہا کہ خدا کی عزت ہے ⑦ اس کے
 پھر آپ کہہ دیجئے جہنم میں سے جو ایسا ہے کہ وہ
 قائم کریں خدا اور طرح کریں اس سے جو ہم نے آپ کو
 بتایا ہے، اس لیے کہ یہ وہ ظاہر ہے کہ یہ ہے اس

کے کہ آپ نے ایمان کر جس میں نہ سوداگری ہوگی اور نہ دوستی (۳۱)

رابطہ

سب سے پہلے قرآن کی حقانیت اور صداقت بیان ہوئی پھر قیامت کا ذکر آیا۔ اس کے بعد رسالت کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہوا پھر اللہ نے ایمان اور کفر کی تحدید کی مثال پاکیزہ و زنت کے ساتھ بیان فرمائی اور کفر و شرک کے کھلے گونا پاک اور پوشیدہ و زنت کے ساتھ تشبیہ دی۔ پھر اللہ نے اہل ایمان کے ثابت قدم ہونے کی بات کی کہ اللہ تعالیٰ اسی پاک کھلے کھلے کے ساتھ اہل ایمان کو اس دنیا میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور مرنے کے بعد قبر میں اور پھر حشر میں بھی ثابت قدم عطا فرمائے گا۔ اب آج کی آیات میں اللہ نے کفر اور شرک کھلے والوں کا شکوہ بیان کیا ہے اور ان کے شرک کی تردید کی ہے۔ ساتھ ساتھ ایمان والوں کو ترغیب بھی دی ہے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہیں۔ ان میں دو اصولوں کا خاص طور پر ذکر ہے جن پر مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

نعمت کفر

ارشاد ہوتا ہے الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَكُفِّرُوا بَعْدَ مَا كَفَرُوا یعنی ان لوگوں کا حال معلوم نہیں ہوا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری کے ساتھ تبدیل کر دیا۔ ان کے لیے لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کرتے مگر انہوں نے ناشکری اور نافرمانی کا شیوہ اختیار کیا۔ پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ وَلَعَلَّوْا فَوَعَفَوْهُمُ کا رتبہ اپنی قوم اور برادری کو جلالت کے مختصر میں جنم میں لے لیا۔ وہ خود تو راست سے ہٹ چکے تھے، اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کی گمراہی کا ذریعہ بنے اور انہیں بھی اپنے ساتھ جہنم میں لے گئے۔

اس سوال کے جواب میں کہہ دی کہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر و فسق سے
 کفر و فسق کا نام فرماتے ہیں کہ اس سے قرآن مجید نکلا ہے جو قرآن پاک
 کے دوسرے نام ہیں۔ یہی لوگ قرآن پاک کی مخالفت و کفر و شرک کی
 حمایت میں ہمیشہ پیش آتے۔ پھر ان کے بعد سے عرب سے
 جو کفر و شرک کے بعد گرام کو یہ غالب کرنا چاہتے تھے، حضرت علیؓ
 نے بھی اس سے قرآن مجید کو روک دیا۔

اگر تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ عذاب نہیں اتارا تو بالی ہیں انہیں
 آیت میں کہ ہے کہ ان کی نعمتوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ انہیں
 شمار کرنے پر بھی قوت نہیں رکھتا، یہ جائز ہے کہ ایک کی تفصیل معلوم ہو۔
 اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ان کی مخالفت سے ہیں کہ انہیں تعالیٰ نے
 اس مقام پر بلوایا ہے اور کفر و فسق سے ان کی طرف سے خود کشی کی۔
 جس پر کلام نے اس کی بہت سی توجیہ کی ہے، بعض فرماتے ہیں
 کہ اس مخالفت سے انہیں کفر و فسق سے روک دیا ہے۔ اس کا کلام
 سورۃ میں آئے گا اور ان مخالفت کے ساتھ رسول کی تصریح موجود ہے
 بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن پاک انہیں تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے
 ہے مگر قرآن مجید نے ان کو ان نعمتوں کی خود کشی کا شر کی ایک
 اور بڑی مخالفت دی کہ ان سے قرآن مجید کو خدا کی عظیم کائنات سے
 سورۃ قرآن میں اس کا تصریح موجود ہے قرآن مجید قرآن پاک
 سے قرآن مجید کہ ہے عرب میں ان کی عزت و وقار کی وجہ سے
 انہیں کہہ دیا کہ ان کی عزت و احترام کرتے تھے، چنانچہ رسولؐ کو
 سوا میں جب بھی قرآن مجید کی طرف رجعت تھے کہ لوگ ہی سے ان سے
 تھے، انہوں نے انہیں یہ عزت پرست و شر و فسق کا توالی ہونے کی بنا
 پر ہٹا دیا۔ اسی سے انہوں نے ان کو کلام دیا تھا، فَلْيُتْبَذَلْ فَاَنْتَ

هَذَا الْبَيْتِ اس گھر کے رب کی عبادت کرو جس کی وجہ سے اُس نے تمہیں عزت بخشی ہے۔ بہر حال جو بھی اللہ کی عظیم نعمت ممتی مگر قریش نے اس کی بھی قدر نہ کی۔ انہوں نے کفر اور شرک کا راستہ اختیار کیا جو کہ جہنم کی ناک حرامی اور ناشکری تھی۔ امام جعفر صادق ؑ کے قول سے مانتے کہ دنیا کی مادی نعمتیں تو ہر مومن اور کافر کو میسر ہیں مگر اہل ایمان کے حق میں اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ایک اللہ کا قرآن ہے اور دوسرا نبی علیہ السلام کا جو دربارک ہے۔ قریش نے ان دونوں نعمتوں کی قدر نہ کی۔

حضرت علی ؑ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس نعمت سے مراد ایمان اور توحید لیا ہے مگر ان لوگوں نے اس سے انکار کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی جہنم میں گئے اور دوسروں کو بھی وہیں لے کر گئے۔ امام ابن عربیؒ صاحب فتوحات مکیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس نعمت سے مراد وہ صلاحیت بھی ہو سکتی ہے جو اللہ نے ہر فرد بشر کو عطا کی ہے۔ "فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا" یہ اللہ کی فطرت سلیب ہے جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا۔ "كُلُّ مَوْلُودٍ يُفْوَءُ عَلَى الْفِطْرَةِ هُنَّ فِطْرَتُ سَلْبٍ" یہی پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی اللہ کا بڑا انعام ہے۔ مگر دنیا میں اکثر لوگ اس فطرت کو خراب کر لیتے ہیں اور اس نعمت کی ناقصی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ ایسا انعام ہے جو ہر انسان کو بلا استثناء حاصل ہے۔ "إِنَّ الْأَمَانَةَ فُتِلَتْ فِي جَزْدِ قُلُوبِ الْوَحَالِ" خدا تعالیٰ نے یہ صلاحیت ہر شخص کے دل میں رکھ دی ہے۔ اگر اس کو صحیح طریقے سے استعمال کرے تو ایمان پتہ ظہر ہو سکتا ہے اور گمراہی حاصل کر سکتا ہے اکثر لوگ اس صلاحیت کو خراب کر لیتے ہیں ہیں اور پھر کوئی ہیودیت کی طرف چلا جاتا ہے، کوئی نصرانیت کی

طریقہ کلی کا فریق بننا ہے اور کلی کا شرک، اس میں صحت کو کھانٹنے کی وجہ سے انداز میں کھانا پینا ہے۔ یہ پہلا دوا ہے کہ دیکھو! اللہ کے بندوں کو کسی کی تسبیح کا نہیں۔ انہی کا اپنے دوسرے بڑی نصیب ہے کہ ان کو تمام ان کی محنتوں کے عوض دوسری تہ کے تمام اسباب ہی میں یکے تلک انہی کے لیے ہے۔

[illegible]

4

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْكُونِۖ اِنَّهُمْ عِنْدَ رَبِّكَ لَمَوْحُوۡنٌ



یہ شرکِ مذہبِ قابل کہ کہتے ہیں مالا نکھ خدا تعالیٰ کا کوئی بے قابل نہیں
 ذات میں نہ صفات میں اور نہ عبادت میں۔ مگر انہوں نے انزال
 اور جنوں کو خدا کا شرک بنا دیا کسی نے عجم و طبر کی پوجا شروع کر دی اور
 کسی نے ستاروں اور سیاروں میں کرشمہ مان لیا یہ سب شرکِ باتیں ہیں
 اور اس کا مقصد یہ ہے لِيُفْسِدُوا عَنَّا مَسِيلَهُ اِنَّكُمْ لَوَ كُنتُمْ كَوْنًا
 اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں، سورۃ بقرہ میں اللہ کا یہ ارشاد بھی گزر چکا ہے
 ”فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اُنْدًا ۙ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ“ اللہ کے بے قابل
 نہ بناؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔

اللہ نے ان کی اس قیامت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اَنْتُمْ لَیْسَ
 بِمُعِیْرٍ اَبْ کُنتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَمْ اَنْتُمْ اِلٰہٌ جُنُودٌ اَمْ اَسْمَاءُ
 اَمْ اَنْتُمْ اِلٰہٌ وَاحِدٌ ۚ فَكُنْ لَکَ الْاَلٰہُ الْاَحَدُ تَعَالٰی لَوْ شَاءَ
 دوزخ ہی کی طرف ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی ڈاکٹر مریض
 سے کہے کہ تو بہ پر پھنسی گئے، تیری موت آنے ہی والی ہے۔ اللہ
 نے فرمایا کہ تم دنیا میں عیش و آرام کرو، کفر، شرک اور ناشکری کا ارتکاب
 کرو، تم اپنے انجام کو پہنچنے والے ہو، اسی سورۃ کے دو شعر رکوع میں
 گزر چکا ہے ”وَلَا یَنْفَعُکُمْ شُرَکَآؤُکُمْ عَذَابِیْ لَکُمْ دِیْنٌ اَمَرَ
 تم نے اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا تو اس کا عذاب بھی بڑا
 سخت ہے۔ یہ چند دین کی مصلحت ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ، پھر
 تمہیں عذاب الہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ایسا
 رہتا ہے کہ وہ مصلحت دیتا رہتا ہے۔ سورۃ اعراف میں اُن کا فرمان
 ہے ”وَاَنْصَبْیْ لَکُمْ سُرُورًا ۙ کَیْذِبُیْ مَرَاتِبٍ“ میں ایسے
 لوگوں کو مصلحت دیتا رہتا ہوں۔ میری گرفت بڑی مضبوط ہے۔ جب
 چاہتا ہوں، ان کو بچا لیتا ہوں۔ مصلحت دینا خدا تعالیٰ کی مصلحت ہے۔

کی حفاظت کی اس نے سارے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو برباد کیا، اس نے ساری چیزوں کو برباد کیا۔ نماز وہی مقبول بارگاہ ہوگی جو کچھ کر اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی جائے، وگرنہ اللہ کی رحیمیت بھی ہے **قَوْلُكَ لِلْعَصَلَانِ** کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے **صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ** (الناعون) حکمت، تہاہی اور بربادی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، جنہیں اس کی حقیقت کا ہی علم نہیں اور جو برباد کاری کی خاطر نمازیں پڑھتے ہیں۔ لہذا نماز کو سمجھ کر پڑھنا چاہیے کہ یہ کیا چیز ہے اور کیوں ضروری ہے۔

ان قیود کی پہلی آیت

فَرِيضَتُ يَدَيَّ سے کہہ دو کہ وہ نماز ادا کریں **وَيُتِمُّوْا** **وَسَعَا** **رَكَعَاتِهِمْ** **يَتْلُوْا** **وَعَلَا** **نِيَّةً** اور جو ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے پرشیدہ طور پر خرچ کریں اور ظاہری طور پر بھی، ساتھ یہ بھی بجا دیا کہ یہ روزی ہماری عطا کردہ ہے، تم گھر سے نہیں لائے، ہم نے وسائل دیا کیے اور پھر تمہیں ان اشیاء کا مجبازی طور پر ملک بنایا کہ تم اس میں تصرف کر سکتے ہو۔ ہم نے سارے مال کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ اس کا کچھ حصہ ہماری راہ میں خرچ کرو۔ **ذِكْرًا** ہے تو چاہیو ان حصہ دو، عشرت ہے تو دو ان یا سو ان حصہ دو اگر دو، پھر صدقہ فطر دیا کرو، قرآنی دو، خویش و قارب کا حق ادا کرو، غریبوں اور محتاجوں کی ضروریات پوری کرو، سورۃ نحر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہارا سارا مال طلب نہیں کرتا، کیونکہ اگر وہ ایسا کرتا، تو اسے حق حاصل تھا مگر تم کھل میں مبتلا ہو جاتے اور پھر تباہی بربادی آتی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد مال کا کچھ حصہ چلنے کا حکم دیا ہے، اس کی راہ میں خرچ کرو گے تو فضیلت حاصل ہوگی۔ فرض سے آنکھ پوشی ہوگی اور اگر روک رکھو گے تو تباہی لیے شر کا باعث ہوگا۔ فرض واجب اور سنت ادا نہیں کیا تو پکڑے

جاؤ گے اور اگر مستحب سے محروم ہے تو فضیلت سے محرومی ہوگی۔
 اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مکمل مال کا چوتھا حصہ خرچ کرنے کا
 حکم دیا تھا، جب کہ ہماری امت کے لیے چالیسواں، بیسواں اور دسواں
 حصہ مقرر فرمایا۔ البتہ کافروں کی پیالوں میں سے پانچواں حصہ خرچ کرنا ضروری
 ہے۔ اگر ان کی نفل کا مظاہرہ کر لیا تو اس کے لیے وبالِ جان ہو گا۔ نماز
 تعلق بالشرک کی دستگی کا ذریعہ ہے جب کہ الحاق فی سبیل اللہ مخلوق کے
 ساتھ تعلق کی دستگی کا پیش خمیہ ہے۔ امام شاہ ولی اللہ فرماتے
 ہیں کہ زکوٰۃ کا فلسفہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے سب کو مل جائے
 اور بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات فروغ
 پاتے ہیں۔ فرمایا میرے ایمان دار بندوں کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ
 نماز قائم کریں اور ہمارے لیے ہونے والے مال میں سے ہمارے راستے
 میں خرچ کریں۔

برجہل
 بروقت
 خرچ

الحاق فی سبیل اللہ کے مختلف معاملات اور مختلف اوقات
 ہیں۔ بعض اوقات ظاہری خرچ کرنا بہتر ہوتا ہے۔ جب کہ دوسرا
 کہ ترغیب دلائے مقصود ہو۔ اور جب رضا الہی اور فضیلت مقصود
 ہو تو پوشیدہ طور پر خرچ کرنا افضل ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے
 اِنْ تَبَدُّوا الْمَسْكَنَاتِ فَبَدِّلْنَھُنَّ اِنْ تَبَدُّوا الْمَسْكَنَاتِ فَبَدِّلْنَھُنَّ
 توبہ اچھی بات ہے۔ وَ اِنْ تَحْنُوْھَا وَ تَوَلَّوْھَا الْفُقَرَاءُ
 فَبَدِّلْھُمْ اِنْ تَحْنُوْھَا وَ تَوَلَّوْھَا الْفُقَرَاءُ
 یہ مریض بہتر ہو گا۔ یا کاری سے بچ جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کے دین مقبولیت
 بھی نیا رہے گی۔

فرمایا ہمارے لیے جو بے رزق سے خرچ کریں وہ سب سبیل
 اللہ کا ہے۔ اِنْ تَحْنُوْھَا وَ تَوَلَّوْھَا الْفُقَرَاءُ

آجائے جس میں کوئی سوداگری نہیں ہوگی۔ اس دنیا میں انسان کا دوبارہ کرنا
 ہے اور تجارت کرتا ہے تاکہ فائدہ اٹھا سکے۔ مگر قیامت کا دن ایک
 ایسا دن ہوگا جس میں اس قسم کی کوئی سودے بازی نہیں ہو سکے گی۔ مگر کوئی
 چاہے کہ وہاں جا کر اس دنیا کی فورت شدہ نمازیں خریدے، روزوں کی
 تجارت کرے یا کوئی دیگر نئی خریدے تو ایسا ممکن نہیں ہوگا۔ جو کچھ کمانا
 اور خریدا ہے، وہ اسی دنیا میں ممکن ہے۔ بیس کی کاپی ہوتی چلی وہاں
 کام آئے گی۔ اسی لیے فرمایا کہ اٹھ دن سے پہلے خرچ کر لو جس دن
 کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی۔

وَلَا تَخْلُقُوا اَدْرَہَہِیْ اَمْشِیْ دُنَیْ کُنْیْ دُوسْتِیْ کَامِ آئِنے گی۔ اس دنیا
 میں بعض کام دوستی کی بناء پر بھی مل سکتے ہیں۔ سفارش کام آجاتی ہے
 کہیں مجھے کام نکال دے، دوست دوست کی مدد کرتا ہے مگر قیامت
 کے دن یہ بھی ناممکن ہوگا۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کی خود جواب دہی کرنا ہوگی
 سورة الزمرت میں ہے اَلَا خَلَقْنَاکُمْ فِیْ یَوْمٍ مَّیْذِیْنٍ لِّتَعْبُدُوْا
 لِبَعْضِنَا عَدُوًّا اَلَا الْعُسْفُوْنِیْنَ کُنْیْ کے دوست وہاں دشمن
 بن جائیں گے البتہ وہ متقی لوگ جن کی دوستی تقویٰ اور ایمان پر قائم تھی،
 وہ وہاں بھی قائم رہیں گی اور ان کی گردش اور سفارش بھی وہاں کام آئے
 گی، وہ ایک دوسرے کی کجاست کے لیے پوری گردش کریں گے
 اس کے علاوہ دنیا کی تمام دوستیاں ختم ہو جائیں گی۔ لہذا اللہ نے
 اہل ایمان سے فرمایا کہ وہ دو باتوں میں ایمان کے تقاضے ضرور پورے کریں
 ایک نماز قائم کریں اور دوسرا ہمارے عطا کردہ مال میں سے ہمارے حکم
 کے مطابق خرچ کریں۔ چنانچہ جہاں پر اللہ نے جماعت المسلمین کا ذکر فرمایا
 ہے، وہاں ارشاد ہے قٰیْلَ اَنْ تَاْتِبُوْا وَاَقَامُوْا الصَّلٰوۃَ
 وَآتُوْا الزَّکٰوۃَ فَاٰخُوْا بِکُمْ فِی الْیَمِیْنِ (التوبة) اگر کافر،

مشک ہٹا دی، بے دین کر بکر میں، نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی شروع کر دیں تو وہ قبائے بھائی ہیں۔ مگر نماز اور زکوٰۃ جماعتی نشانی ہے جو یہ کام کرتا ہے، وہ ہماری جماعت کا آدمی ہے اور جو نہیں کرتا وہ جماعت المسلمین کا نہیں ہے۔ یہی جماعتی خصوصیت اور یہی مسلمان کی پہچان ہے۔ ایک بدنی عبادت ہے اور دوسری مالی۔ اللہ نے ان دونوں کا یہاں بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔

وما آتٰہی ۱۳

ابراہیم ۱۳

سورہ ابراہیم ۱۳

آیت ۲۲ ۲۳

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ
 السَّمَاءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنْ الشَّجَرٰتِ
 رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفَلَکَ لِتَجْرِیَ فِی
 الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْهَارَ ③۲ وَسَخَّرَ
 لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ
 الْبَلَّ وَالنَّهَارَ ③۳ وَاَشْکُرُ مِنْ کُلِّ مَآسَا لَعْنُوۃٍ
 وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوہَا لَیِّنَ الْاِنْسَانَ
 لَظُلُوْمٌ کَفًا ③۴

ترجمہ اللہ نے پیدا کیا ہے آسمان اور زمین کو
 اور امارا ہے آسمان کی طرف سے پانی ۔ پس نکلا ہے اس
 کے لیے پھلوں سے رزق تہا سے لیے ۔ اور اُس نے سفر
 کیا ہے تہا سے لیے کشتیوں کو تاکہ چلیں وہ دیا میں اُس
 کے حکم سے ۔ اور سفر کیا ہے تہا سے لیے سڑکوں کو ③۲
 اور سفر کیا ہے اُس نے تہا سے لیے سورج اور چاند کو
 جو مسلسل چلتے ہیں ۔ اور اُس نے سفر کیا ہے تہا سے لیے
 رات اور دن کو ③۳ اور وہی ہی اُس نے ہمیں تمام ہی
 چیزوں میں سے جو ہم نے اُس سے مانگی ہیں ۔ اور اگر تم
 شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ، تو اس کو ہرے طریقے سے

نہا نہیں کر سکے۔ بیشک انسان بہت بے انصافی کرنے والا اور ناشکر گزار ہے (۴۴)

دلیل آیات

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ترمید کا اثبات اور کفر و شرک کا رد فرمایا تھا۔ اس سلسلہ میں کلمہ ترمید کی مثال پاکیزہ و نعت کے ساتھ اور کلمہ کفر و شرک کی مثال ایک گندے و نعت کے ساتھ بیان فرمائی فرمایا کہ دنیا و آخرت میں ایمان والوں کی ثابت قدمی کلمہ ترمید کے ساتھ ٹھیک ہوتی ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ منکرین نے اللہ کی نعمتوں کی قدر نہ کی جس کی وجہ سے خود بھی جہنم میں پہنچے اور دوسروں کو بھی ساتھ لے گئے۔ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ فرمایا، یہ لوگ چند دن تک قائم اٹھائیں، بالآخر ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ایمان کے تقاضے میں دو باتوں کو پورا کرتے رہیں۔ غمناک نہ رہیں اور اتفاق فی سبیل اللہ بھی کرتے رہیں تاکہ اپنے لیے اس دن سے پہلے کوئی مسلمان پیدا نہ کریں جس دن نہ کوئی سوداگری ہوگی۔ اور نہ کوئی دوستی کام آئیگی۔ گویا ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اشقیاء اور سعداء دونوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اشقیاء وہ ہیں جو خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی نعمت کا انکار کرتے ہیں، اور سعداء وہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد نماز قائم کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی روزی میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی پہچان

اب اس درس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کے دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ ان دلائل کو قرآن کے مختلف مقامات پر جکر لے بیان کیا گیا ہے تاکہ یہ باتیں لوگوں کے اذہان میں بٹھ جائیں اور وہ ان سے نصیحت حاصل کریں جو شخص خدا تعالیٰ کو پہچان کر اس کی وحدانیت کو تسلیم کر لے گا، وہ سعدا میں شامل ہو کر فلاح پائے گا، ورنہ ناشکر گزار اور

کے ٹوسے میں شامل ہو کر جنم کا شکار بنے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ بھران کے نصاریٰ کو سب سے پہلے توحید و رسالت کی دعوت دینا۔ اِذَا كُنَّا لِلّٰهِ عَدُوًّا قَدْ حَرَبْنَا لِلّٰهِ اِيْمَانًا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو صحیح طریقے سے پہچان لیں تو پھر انہیں کہنا کہ اللہ نے دن میں پانچ نمازیں، ایک ماہ کے روزے اور اگر استطاعت ہو تو روزہ اور حج بھی فرض کیا ہے۔ دین اسلام میں خدا کی پہچان سب سے پہلو شرط ہے جب تک صحیح پہچان نہیں ہوگی، انسان اپنے دل میں توحید کو جگہ نہیں دے سکے گا اور نہ ہی کوئی عبارت مقبول ہوگی۔ ”مَا هَذَرُوا اللّٰهَ حَقًّا قَدْ دَرَبَهُ اسْمٰوٰتُ“ نے خدا تعالیٰ کو کافر پہچانا ہی نہیں۔ اگر پہچان صحیح ہو جاتی تو پھر نہ شرک میں مبتلا ہوتے اور نہ رسالت کا انکار کرتے۔ امام شاہ ولیؒ فرماتے ہیں کہ حجابات میں سے تیسرا حجاب سرِ معرفت ہے۔ لوگوں کی اکثریت اسی حجاب میں مبتلا ہے، یعنی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان نہیں ہوتی۔ وہ یا تو اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دے کر عقیدۂ تشبیہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا خدا تعالیٰ کی صفات مخلوق میں مان کر شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ توحید کو ہی سمجھ سکے گا۔ جسے اللہ کی صحیح پہچان ہوگی۔ جب توحید کو سمجھ لے گا تو غرہ پاک ہو جائے گی اور اس کی عبارت بھی ٹھکانے لگے گی۔

اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کو اس کی ذات سے پہچانا چاہے، تو یہ ممکن نہیں، کیونکہ وہاں تک کسی مخلوق کی رسائی نہیں، اللہ تعالیٰ رب و الہداد ہے۔ اس کی صفات کو بھی انسان براہِ راست نہیں پہچان سکتا۔ اس کی پہچان اس کی مخلوق پر غور کرنے سے ہوتی ہے جب اللہ کی صفت سمجھ میں آ جائے تو پھر انسان اللہ کی ذات کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے۔

آسمان
زمین کی
تخلیق

اپنی پہچان ہی کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے ہیں آسمان اور زمین۔ تخلیق اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے کہان اور زمین میں نظر آتے ہیں اور ان کے ساتھ ہمارا تعلق ہے۔ آسانی چیزوں سے ہم غافلہ اٹھاتے ہیں اور زمین پر چلتے پھرتے اور اس سے ضرورت زندگی حاصل کرتے ہیں۔ ان کو یہ اگر نا خدا کا کام ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کو ابداً آج اور غاظر کے لحاظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جیسے فرمایا يَخْلُقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یا قُلْ طَوَّلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ دونوں کا معنی ایک ہے کہ آسمان اور زمین کا پیدا کر کے والا فقط اللہ ہے۔ اللہ کی ان صفات میں ابداع یعنی ایجاد کرنا پہلے نمبر پر ہے اس نے آسمان اور زمین کو بغیر کسی مادے، آلے اور نمونے کے پیدا فرمایا پھر دوسری صفت خلق ہے۔ اس نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور جنات کو آگ کے مادے سے پیدا کیا۔ آگے تیسرے نمبر پر صفت تدبیر ہے۔ يَذَرُ الْاَرْضَ مَوْنِ السَّحَابِ اللہ تعالیٰ (الوہو) عالم بالا سے کہ عالم زمین تک تمام چیزوں کی تدبیر و خود کرنا ہے اللہ کی یہ تینوں صفات آگے دیکھے آتی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسی حصہ آیت میں اپنی صفت ابداع کا ذکر کیا ہے جس کے ذریعے اس کی پہچان ممکن ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کی یہ دلیل بھی دی ہے وَالَّذِي مَنَّ اللہ تعالیٰ نے اس نے آسمان کی طرف سے پانی نازل فرمایا۔ سما و عرش اور فضا کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ سمندروں سے بخارات اٹھتے ہیں، ہوائیں انہیں فضا میں چلاتی ہیں اور بادلوں میں پانی کے قطرات

بارش اور
اس کے
خلاف

بخند ہو کر زمین پر برسنے لگتے ہیں۔ بارش کے پورے نظام میں بعض بخارات سے اٹھنے والی مون مون ہواؤں ہی کا دخل نہیں بلکہ اس میں عالم بالا کا حکم بھی شامل ہوتا ہے، آتب جا کر بارش برستی ہے۔

فرمایا، آسمان کی طرف سے پانی نازل کیا فَخَرَجَ مِنْهَا الشَّعْلَاتُ وَذُفَالُ الْكُحْرِ پھر اس پانی کے ذریعے پھل اگلے جو تیارے لیے روزی کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ پانی ہی کے ذریعے زمین میں نشو و نما پیدا کرتا ہے اور پھر اناج اور پھل پیدا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر موسم کے لیے حسب ضرورت مختلف ملک، ذائقے اور آظہر کے پھل پیدا کرتا ہے۔ کسی پھل کی تاثیر سرد ہوتی ہے کسی کی گرم، کسی کی خشک اور کسی کی مرطوب۔ انسانی غذا کے طور پر یہ اللہ تعالیٰ کا سبب بڑا انعام ہے لوگ ہر موسم میں بے دریغ پھل استعمال کرتے ہیں مگر جیسا کہ آگے آ رہا ہے اس ملک ارض و سما کا شکر یہ ادا نہیں کرتے۔

درجہ العالی
اللیسر

پانی کی اور بھی بہت سی حکمت بیان کی گئی ہے کھلی سورتہ میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہاڑوں پر بارش برسا کر پانی کو ندی نالوں کی صورت میں بہاتا ہے، جس سے دور دور ملک آبپاشی ہوتی ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسانوں اور حیوانوں کی غذائی ضرورت پوری کرتا ہے۔ اسی طرح زمین بھی ٹری ضروری چیز ہے۔ اگر زمین نہ ہو تو انسانوں اور حیوانوں کے قدم کہاں نہیں، ان کی خوراک کا انتظام کہاں سے ہو، معدنیات کہاں سے حاصل ہوں۔ اسی طرح آسمان کے بغیر جائیداد ستارے اور سورج کہاں چلیں۔ ان سے روشنی اور حرارت یکے حاصل ہو۔ اللہ نے انسان کی بنیادی ضروریات کو فری رکھا ہے۔ ذی روح مخلوق کو سب سے زیادہ ہوا کی ضرورت ہوتی ہے جسے اللہ نے بالکل مفت عطا کیا ہے۔ اس کے بعد انسانی ضروریات میں پانی کو سب سے

نیا وہ اہمیت حاصل ہے اور وہ بھی المشرق نے دافتر مہدار میں پیدا کیا ہے اس کے ذوالف میں بارش، ہادی، ناسے اور کنوئیں وغیرہ ہیں جہاں سے یہ آبگانی دستیاب ہے اس کے بعد خوراک لازمی چیز ہے جس کے لیے محنت کی ضرورت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عام نعمتیں ہیں جو اس نے انسان پر کی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے المشرق کی بارگاہ میں عرض کیا۔ پروردگار! تیری ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت کون سی ہے، فرمایا، سانس تو۔ جب آپ نے سانس لیا تو المشرق نے فرمایا یہ میری ادنیٰ سی نعمت ہے حمد و ثناء حیات ہے۔ ہر سانس کے ذریعے انسان کو خدا تعالیٰ کے دوالعالمات حاصل ہوتے ہیں۔ ہر چوبیس گھنٹے میں انسان چوبیس ہزار سانس لیتا ہے تو اندازہ لگائیے کہ صرف سانس کے ذریعے انسان کو کتنے انعامات حاصل ہوتے ہیں مگر اس کے مقابلے میں انسان کی طرف سے شکر یہ کی اور انگی صفر کے برابر ہے۔

تیسری دلیل یہ بیان فرمائی ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ اور تمہارے لیے کشتیوں کو سخر کیا یعنی تیرے لیے کشتیوں کے حکم سے دیاؤں میں چلیں۔ پانی پر چھوٹی چھوٹی کشتیوں سے لے کر بڑے بڑے جہازوں تک کا تیرا المشرق تعالیٰ کے خاص قانون کے مطابق ہے۔ اگر قدرت کا یہ قانون موجود نہ ہوتا تو کوئی چیز پانی میں نہ چیر سکتی۔ آبی شہل ہوں کے ذریعے انسانوں کے علاوہ لاکھوں ٹن وزنی اسٹیل ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے مال بردار جہاز ایک ایک ماہ تک ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک کو سفر کرتے ہیں۔ ابھی چند سال کی بات ہے کہ فیصل آباد کے ایک شخص نے اپنے سمندری سفر کا حال بیان کیا۔ کہنے لگا ہم کچھتر ہزار ٹن لوہا بندر یوکرین جہاز سے کر رہا ہے تھے۔ خدا کی قدرت سمندر میں زبردست طوفان کا جس میں جہاز

کشتیوں کی تیسیر

پھنس گیا اور اس کے بچ بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ بعض انگریز عورتوں نے شراب پی کر محضر میں چھوٹا گنگا گاری جب کمر میں نے ایک چھوٹی رشتی کے ذریعے جان بچائی۔ جہاز ڈوب گیا، میں ہسپتال میں بیہوشی کی حالت میں پڑا اور کئی روز بعد کوشش آیا، غرضیکہ پانی بڑی زبردست طاقت ہے مگر قافلوں خداوندی کے تحت اس پر جہاز اور کشتیاں تیرتی رہتی ہیں اور یہاں اوقات اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ڈوب بھی جاتی ہیں۔ فرمایا وَمَحْنُكُمْ عَلَآ نَهَارٍ اور تمہارے لیے نڈی نالوں اور نروں کو بھی سخر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق نڈی نالوں کو زمین کے اندر چلا آئے ہیں جن سے وہ لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں جہاں بارش نہیں ہوتی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے دلائل قریب میں سے ہے۔

تفسیر
نہ

آگے فرمایا وَمَحْنُكُمْ عَلَآ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو سخر کر دیا وَأَيُّبَ بْنَ جَرْدِ سور کے مطابق چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جدت سے مقرر کر دیے ہیں، ان پر بلا کم و کاست رواں دواں ہیں اور اس میں منہ کیڑا شک کا فرق بھی نہیں آتا۔ تسخیر کا ایک معنی کوئی چیز کا کسی کے قابو میں آنا ہر تہ سے جیسے مالور نوکر غلام و خیرہ انسان کے قبضے میں ہوتے ہیں اور وہ ان سے حسبِ خاکام لیتے ہیں۔ مگر تسخیر کا دوسرا معنی فائدہ اٹھانا بھی ہے۔ شمس و قمر کی تسخیر کا یہی معنی ہے۔ اللہ نے انہیں انسان کے فائدے کے لیے کام پر لگا دیا ہے۔ سورج انسان کو روشنی اور حرارت فراہم کرتا ہے۔ جب کہ چاند کے ذریعے ناکسی روشنی اور پھولوں میں دس پیدا ہوتا ہے اسی طرح ستارے، سیارے اور ہوائیں بھی انسان کی خدمت پر مامور ہیں، انہی نے فرمایا کہ ہم نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے سخر کر دیا ہے وَأَيُّبَ بْنَ جَرْدِ کا مطلب یہ ہے کہ سورج اور چاند مسلسل حرکت کر رہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ

ابن عباسؓ اور امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ان سیاروں کی دو حرکتیں ہیں۔ سورج کی پورے حرکت مشرق سے مغرب کی طرف ہوتی ہے، اور پھر کثرت حرکت مغرب سے مشرق کی طرف ہوتی ہے۔ خمس و قمر کسی مکان یا احاطہ میں جا کر چھپ نہیں جاتے بلکہ یہ مسلسل چلتے رہتے ہیں۔ ان کا طلوع و غروب باعتبار ایک افق کے ہوتا ہے، لیکن ان کی حرکت بند نہیں ہوتی۔ ان مختلف منزلوں کی تبدیلی سے موسم بدلتے ہیں اور یہ بھی انسانی ضرورت میں سے ایک اہم ضرورت ہے۔ اگر سارا سال ایک ہی موسم رہے تو ایک ہی قسم کے الگ یا پھل پیدا ہوں گے جس سے انسانی زندگی پر بڑے اثرات مرتب ہوں گے۔

فرمایا وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور سحر کے تبار سے لیے رات اور دن۔ رات دن کی اولاد ہلی بھی ان فی صحت کے لیے نہایت ضروری ہے دن لوگوں کو کام کاج فراہم کرتا ہے جب کہ رات کو سکون حاصل ہوتا ہے اور پھر انسان نماز و صوم ہو کر اگلے دن دوبارہ کام میں لگ جاتا ہے غرضیکہ اللہ کے رات اور دن کو بھی انسانی خدمت پر مامور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان چند نعمتوں کا ذکر کر کے اپنی پہچان کی دلیل قائم کی ہے۔

پھر اللہ نے بَلَدًا قَانُونَ فرمایا وَلَا تَكُونُ حَتَّىٰ تَكُونَ مَا سَأَلْتُ صَوْنًا اور دیانم کو جو کچھ تم نے مانگا۔ انسان کی طلب کبھی زبانِ قال سے ہوتی ہے کہ انسان زبان سے بول کر کسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے، اور کبھی یہ طلب زبانِ حال سے ہوتی ہے۔ یعنی انسان کی حالت جس چیز کا تعاضد کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے بغیر مانگے ہی عطا کر دیتا ہے۔ یہ عطا کرنے کا قانون اللہ نے بیان کر دیا ہے اس اعتبار پر من تبعین ضیہ ہے یعنی تم نے جو کچھ مانگا، وہ سارا نہیں بلکہ اس

مطلوبہ
نعمت
کی عطا

میں سے کچھ دے دیا۔ دُعا کے بارے میں یہی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا، اس کی عبادت کے مترادف ہے، اس سے انکارا جائے وہ کسی کی دعا و دُعا نہیں کرتا۔ البتہ یہ ہے کہ انسان کی مصلحت کے مطابق کبھی مطلوب چیز فراموش کر دیتا ہے۔ اور اگر مصلحت میں مفید نہیں ہوتی تو اس کے بدلے میں کوئی مصیبت ڈال دیتا ہے۔ اگر ایسا بھی نہ ہو تو دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنالیا ہے۔ وہ اس لئے لکھے والے کے لیے آخرت میں مفید ہوگی۔ چونکہ انسان کا علم محدود ہے اس لیے بعض اوقات وہ ایسی چیز طلب کر لیتا ہے جو اس کے لیے مضر ہوتی ہے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بستر مانتا ہے کہ کون سی چیز مفید اور کون سی مضر ہے لہذا وہ اس کے مطابق ہی دعا کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ ہر نعمت مخلوق ہے اور ہر مخلوق محدود ہوتی ہے جو کہ شمار کی جاسکتی ہے، مگر اللہ نے فرمایا کہ میری نعمتیں شمار نہیں کی جاسکتیں، محضین کریم فرماتے ہیں کہ ایسا کہنا باعتبار انسان کے ہے کیونکہ بوجہ ضعف وہ ان نعمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ سورۃ النہا میں موجود ہے وَيَخْلُقُ الْإِنْسَانَ ضَعِيفًا انسان کو باطبع کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا اس کا محدود چیزوں پر جاری ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ تم اللہ کی نعمتوں کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔ جب شمار نہیں کر سکتے تو حق لشکر کیسے ادا ہو سکتا ہے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان کے تین دستر پیش ہوں گے، ایک میں نیکیاں، دوسرے میں گناہ اور تیسرے میں نعمتیں درج ہوں گی۔ پھر نعمتوں میں سے ایک نعمت کٹری ہو کہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کی جائے، پھر دعا کہ مجھے اس شخص کی نیکیوں میں سے بدلہ دیا جائے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس شخص کی نیکیوں میں

نعمت شادی
پر علم
قدرت

سے اپنا حق وصول کر لو جب وہ ایک نعمت اپنا حق لینا شروع کرے گی تو اس آدمی کی تمام نیکیاں ختم ہو کر صرف گناہ باقی رہ جائیں گے۔ وہ نیکی پھر عرض کرے گی وَ عَزَّ وَجَلَّ مَا اسْتَوْفَيْتُ تیری عزت کی قسم مجھے پورا حق ابھی تک نہیں ملا۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم نہیں فرمائے گا تو کہے گا کہ اے بندے! تیری نیکیاں تو ایک نعمت تھیں کھا گئی، اب تیرے پاس کچھ نہیں بچا۔ جب ایک نعمت کا پورا حق ادا نہیں ہو سکا تو راقیوں کا کیے ہو گا۔ اور اگر اللہ اس شخص پر رحم کرنا چاہے گا تو کہے گا، ہاؤ! ہم نے تمہاری نیکیاں دگنی چوگنی کر دی ہیں اور تمہاری غلطیاں معاف کر دیں وہ شخص نکمے ہو جائے گا۔ بصورت دیگر جسے ایک نعمت ہی پکڑ کر بیٹھ جائے گی اور وہ شخص جان نہیں چھڑا سکے گا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اس قدر زیادہ ہیں مگر انسان اس کی ایک ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

امام رازمی فرماتے ہیں کہ انسان کے منہ میں جانے والے ایک لقمہ میں اللہ تعالیٰ کے بیشمار احسانات پوشیدہ ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر محنت کروانے کے اور بارش کا انتظام کر کے گندم کو کس طرح پیدا کیا۔ پھر اس کے آٹے بننے تک اسے کتنے مراحل سے گزرنا پڑا۔ گندم کے نکلنے تک بے ہوداشت کرنے پھینے اور روٹی بننے تک کتنے ہاتھوں اور مشینوں نے کام کیا، تب جا کر انسان کو ایک لقمہ نصیب ہوا۔ اگر کسی کل کا ایک پرزہ بھی خراب ہو جائے تو سارا کام اوجھڑا رہ جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے گندم کے دانے کو تمام مراحل سے کھسیانی کے ساتھ گزارنے کے بعد انسان کے لئے ایک لقمہ کھنچا یا یہ اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں جو واقعی شمار سے باہر ہیں۔ یہ تو کیسے لقمے جیسی نعمت کی بات ہے، اس کے علاوہ انسان کو لاکھوں کروڑوں نعمتیں میسر ہیں

جن کو نہ شمار کر سکتا ہے اور نہ اُن کا حق لو اگر سکتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ کر سکو گے۔

فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَکَفَّارٌ ۝۱۰۲ کُفَّارٌ عِکَّارٌ ایک انسان البتہ بہت ہی بے انصاف اور ناشکر گزار ہے۔ شب و روز خدا تعالیٰ کے انعامات میں غرق ہے مگر اُس مالک کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ سہا میں فرمایا قَلِيلًا مِّنْ عِبَادِيَ الشَّکُورُ میرے شکر گزار بندے مختور ہے ہیں۔ جب کہ ناشکر گزار بہت زیادہ ہیں۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کر لئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے یہ تمام نعمتیں مہیا کی ہیں۔ اگر انسان ان میں غور فکر کرے تو اُسے معرفت الہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اُسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان تمام نعمتوں کو دیا کرنے والا صرف اور صرف اللہ و مددہ لا شریک ہے جب یہ بات سمجھ میں آجائے تو توحید کا مسئلہ خود بخود سمجھ میں آجائے یہ تو اللہ نے عام نعمتوں کا ذکر کیا ہے، اُس کے خصوصی نعمتوں کا ذکر بھی آ رہا ہے۔

بنا فی
کفر و سیا

وَسَاءَ بَرِيٍّ ۱۳

ابراہیم ۱۳

آیت ۲۵ تا ۳۷

سورہ بقرہ ۱۳

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا
وَجَبِّنِي وَبَنِيَّ إِنَّ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ②۵
رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ
فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي
فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ②۶ رَبَّنَا إِنِّي أَتُكَّنْتُ
مِنَ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ
الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ
أَفِيدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ
وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ②۷

ترجمہ :- اور اس بات کا خیال کرو جب کہ کہ ابراہیم
علیہ السلام نے اے پروردگار ! بتائے اس شہر کو امن دلا ،
اور وہ دکھ مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم
بتوں کی عبادت کریں ②۵ اے پروردگار ! بیشک انہوں نے
گمراہ کیا ہے بہت سے لوگوں کو ۔ پس جس نے میری پیڑی
کی بیشک وہ مجھ سے ہے ، اور جس نے میری گمراہی کی ،
پس بیشک تو بخشش کرنے والا مہربان ہے ②۶ اے
پروردگار ! بیشک میں نے بتایا ہے اپنی اولاد میں

سے ایسی داری میں جو کھیتی باڑی والی نہیں ہے تیرے
محترم گھر کے پاس ۔ اے چارے پروردگار ! تاکہ یہ غماز
قائم کریں ۔ پس بنائے لوگوں کے دلوں کو کہ مائل
ہوں ان کی طرف ، اور روزی دے ان کو پھلوں سے
شاید یہ شکر ادا کریں ﴿۲۷﴾

دلیل اثبات

پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عام نعمتوں کا ذکر تھا جن میں سے
ہر نعمت اللہ کی وحدانیت کی دلیل بنتی ہے ۔ اب اللہ نے خاص نعمتوں
کا ذکر فرمایا ہے ۔ اس ضمن میں قریش مکہ کو یہ بات سمجھائی ہے کہ تم ابراہیم
علیہ السلام کو اپنا پیشوا اور جانشین مانتے ہو ۔ انہوں نے جس خانہ کعبہ کی تعمیر کی
تھی اس کی بنیاد توحید پر تھی مگر تم کفر اور شرک میں کیسے مبتلا ہو گئے ہو ۔ پھر
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی ان دعاؤں کا ذکر کیا ہے جن سے کفر و
شرک سے بیزاری کا اظہار ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی وجہ سے
سرزمینِ مکہ پر جو خصوصی انعامات فرمائے تھے ، ان کا ذکر بھی کیا ہے ۔
توحید کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ کفار و مشرکین کو تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ
کی وحدانیت کو اختیار کریں اور خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کریں ۔

شہر امن

ارشاد ہوتا ہے وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْهُ لِي ذِكْرًا مُبَارَكًا فِي الْأَرْضِ
لاذ جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی رَبِّ اجْعَلْهُ لِي ذِكْرًا مُبَارَكًا فِي الْأَرْضِ
اے پروردگار ! اس شکر کو اس دنیا میں دے ۔ شہر سے مراد شہرِ مکہ ہے جہاں ابراہیم
علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے آباد کیا تھا ۔ دراصل آپ نے خانہ کعبہ کی عمارت
از سر نو تعمیر کی اور پھر اپنی پوری اہل و عیال کے ساتھ وہاں چلے گئے
اس وقت یہ ایک بے آب و گیاہ داری تھی مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا کہ اس
جگہ پر حکیم الثمن اور فضیلت والا شہر آباد ہوگا ، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے اس
شہر کے ناموں ہونے کی دعا کی ۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ابراہیم کا ذکر

قرآن پاک میں دو حکم مقامات پر بھی آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر بعض جہاد کے ہوئے فرمایا کہ تمہارے دو گروہ اسن ولمان نام کی کوئی چیز نہ مٹی۔
يُخْلَعُ الثَّامِنُ مِنْ مِثْلِ حَتَوَلَّهِمْ لَوْ كُنُوا كِرَامًا اس نے
حرمت دے بیٹوں کے کوئی آدمی سفر نہیں کر سکتا تھا۔ سال کے آٹھ
بیسے تک لوگ افراتفری کے عالم میں گزرتے، پھر باقی چار ماہ میں تجارت
وغیرہ اور دوسرے سفر کرتے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا کہ حرم مکہ کو
بالکل پر امن بنا دیا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا ثبوت تھا کہ اللہ نے
شہر مکہ کو امن والا شہر بنا دیا۔ اس کا ذکر سورۃ والتین میں آئے ہیں اللہ تعالیٰ
نے جن چار چیزوں کی قسم اٹھائی ہے ان میں "هَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ"
یہ امن والا شہر بھی شامل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شہر مکہ کو مامون بنانے کی دعا کی اور شرک
سے پناہ بھی مانگی۔ وَاجْعَلْنِي وَمِثْلِي اِنْ تَعْبُدُوا اِلٰهًا سِوَاكَ
مجھے اور میری اولاد کو تمہوں کی پوجا سے دور رکھ۔ یہاں پر اشکال پیدا ہوتا ہے
کہ اللہ کے نبی تو کفر و شرک جگہ ہر گاہ سے پاک ہوتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ
کی طرف سے گارنٹی مل جاتی ہے کہ وہ کسی معصیت میں مبتلا نہیں ہوتے
تو اس صورت میں ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے بہت پرستی میں طوط نہ
ہونے کی دعا کا کیا مطلب ہے! مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کے
انبیاء جس قدر بلند مرتبہ ہوتے ہیں انہی قدر وہ اللہ سے زیادہ ڈرنے
والے ہوتے ہیں اور اسی بنا پر وہ خدا تعالیٰ کی کبریائی کے سامنے ہمیشہ عاجز
اور انکساری کا اظہار کرتے رہتے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی اللہ کے
حضور نیاز مندی کی ایک علامت ہے۔

نام راز مٹی فرماتے ہیں کہ بہت دو قسم کے ہوتے ہیں۔ جو بہت کسی
خاص شکل و صورت پر بنایا گیا ہو اسے منہم کہتے ہیں اور جو بغیر شکل کے ان گھڑا

شرک سے
بیزاری

ہو۔ وہ دشمن کہلاتا ہے۔ عربوں میں بھی وہ قسم کے بت پائے جاتے تھے۔ جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ حدیث، تشریف میں صلیب کو بھی دشمن کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جب حدیث بن مسلم طائی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے گھٹے میں صلیب دکھا رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا اَلَيْسَ هَذَا الدُّشْمَنُ اِس بت کو امار پھینکو۔ غرضیکہ صنم یا دشمن وہ بت ہوتا ہے جس کے متعلق زعم ہو کہ یہ نفع نقصان کا مالک ہے یا کسی کی حاجت بڑی اور مشکل کشائی کر سکتا ہے۔ اس قسم کے بت خانہ کبر میں اور اس کے ارد گرد رکھے ہوئے تھے، صفا اور مردہ پاٹریوں پر بھی بت موجود تھے اور بکے کے لوگ ان کی پرستش کرتے تھے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں یہ دُعا کی کہ انہیں اور ان کی اولاد کو اس نام کے پاک رکھا جائے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ دُعائے ابراہیم میں مِنْ دُرِّسَیْ یعنی کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دعا پوری نسل ابراہیم کے لیے نہیں تھی بلکہ اس میں سے بعض کے لیے تھی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابوجہل وحیرہ آپ کی نسل میں آپ کی اولاد ہونے کے باوجود شرک پر اکتے رہے اور اسی پرگن کی موت آئی۔ البتہ آپ کی جلیبی اولاد یعنی آپ کے بارہ راست بیٹے مکمل طور پر شرک سے مبرا رہے۔ دُعا کی قبولیت کا یہی مطلب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی کارگزاری کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مزید عرض کیا رَبِّ ارْأُونِي آيَاتِكَ اَصْلَافًا مِنْ النَّاسِ اُسے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے یہاں پر پھر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بت تو پتھر اور مٹی کے بے جان بت ہوتے ہیں، وہ کسی کو گمراہ کیسے کر سکتے ہیں؟ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ وہ خود تو گمراہ نہیں کر سکتے، البتہ تَسْبِيْحُ الْاَصْنَانِ گمراہی کا سبب

موت ڈرتی تھی، لئے پروردگار! میں نے بایا ہے اپنی اولاد میں سے
 یہاں پر من تبیضہ ہے یعنی ساری اولاد نہیں بلکہ اس میں سے بعض
 کو آباد کیا ہے۔ آپ کے بیٹوں میں سے اسحاق علیہ السلام تو شام اور
 فلسطین کے علاقے میں ہی ہے۔ البتہ حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے
 اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ کی بے آب و گیاہ زمین میں آیا و کیا۔ اللہ تعالیٰ
 کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ جب ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی
 سارہ کے ہمراہ مصر پہنچے تو شاہ مصر نے حضرت ہاجرہ کو بطور غلام لئے
 دیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا تو ان سے حضرت
 اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس پر آپ کی پہلی بیوی سارہ کو رشک
 ہوا اور اس نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو
 کہیں دور چھوڑ آئیں۔ چنانچہ ان حالات میں ابراہیم علیہ السلام نے ان
 دونوں کو اس سرزمین عرب میں آیا و کیا۔ غرضیکہ جس طرح آدم علیہ السلام
 کا لڑنے کھانے کی وجہ سے زمین پر نزول ہوا۔ اسی طرح حضرت سارہ
 کا رشک سرزمین مکہ کی آبادی کا سبب بن گیا۔

فرمایا میں نے بایا ہے اپنی اولاد میں سے یحیٰ و عیسیٰ ذی
 کرجع کھیتی باڑی کے نامزدار واری میں۔ یہ خط بھر حرم سے اڑا آئیس
 میل کے فاصلے پر گرم خشک، پتھر ملا اور بے آب و گیاہ علاقہ ہے
 جہاں پر بارش کے علاوہ سیرابی کی کوئی صورت نہیں۔ یہاں پر بظاہر
 کشش کا کوئی سامان موجود نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محترم گھر کے
 لیے اسی خط کو منتخب کیا۔ اب اسی بیت اللہ شریف کی کشش کا یہ
 عالم ہے کہ اطراف عالم سے لوگ کھینچ کھینچ کر یہاں پہنچ جاتے ہیں
 سخت گرمی ہو یا سردی، بارش ہو رہی ہو یا آندھی چل رہی ہو چوبیس
 گھنٹے میں کوئی ایک لاکھ بھی ایسا نہیں آتا۔ جب کہ اس گھر کا طواف

نہ ہو رہا ہو۔ یہ عاشقانِ الہی کی بستی ہے، ایک دفعہ جا کر قسلی نہیں ہوتی اور ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ وہاں کی حاضر جمعی کا بار بار موقع ملتا ہے۔

خط عرب میں سبز و زار
حدیث میں آتے کہ قیامت کے قریبی زمانہ میں قصہ یثرب
آرَضَ الْعَرَبُ مَحْرُوقًا وَأَنْفَقُوا عَرَبُ کی سر زمین سبز و زار
اور باغات میں تبدیلی ہو جائیگی۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے تک اس
پیشین گوئی کے پورے ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے، مگر اب وہاں
پر سبز و زار اور باغات کی ابتداء ہو چکی ہے۔ سعودی عرب کے دار الحکومت
ریاض کے علاوہ مکر ام دینہ کی شاہراؤں پر بھی درخت لگائے جا رہے ہیں
عرفات کے پورے میدان میں درختوں کی لمبی لمبی قطاریں اب نظر
آ رہی ہیں اور اس طرح حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔
سبز و زار اور عام استعمال کے لیے سیٹھ پانی کی اس ضرورت ہے
وہاں پر زیر زمین پانی تو موجود نہیں، قریبی سمندر کا پانی سخت کڑوا ہے
جسے صاف کرنے پر بہت زیادہ خرچ آتا ہے، لہذا سعودی حکومت
اب قابل استعمال پانی کی بہم رسانی کے لیے در سکر ذوالحجہ تلاش
کر رہی ہے اس منصوبے میں دور دراز کے دیاؤں سے پانی کی
پلائی یا پھر کھرنجندے سے بڑے بڑے تودوں کی ترسیل شامل ہے۔

فرمایا میں نے بسایا اپنی اولاد میں سے ہے آباد زمین میں عِندَ
بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ تیرے محترم گھر کے پاس حضور علیہ السلام کا فرمان
ہے کہ اللہ نے جس دن سے زمین کو پیدا کیا ہے، اسی دن سے اس
خطا ارض کو عزت والا مقام عطا کیا ہے۔ یہاں پر لڑائی جھگڑا اقلی حرام
ہے۔ فتح محمد کے دن اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اجازت دی
تھی کہ اگر کافر مقابلہ کریں تو ان کے خلاف ہتھیار اٹھا سکے ہیں۔ وگرنہ

محترم
گھر

امس کے بعد قیامت تک کے لیے یہ سرزمین واجبہ اور مقرب ہی رہے گی۔

فرمایا میں نے اپنی اولاد کو یہاں لیے آباد کیا ہے وَبَنَّا لِكُمُ الْمُقَدَّاتِ
اے پروردگار! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دُعا میں اپنی
اولاد کے لیے نماز جیسی اہم ترین عبادت کا ذکر کیا۔ نماز کا قیام ایک
عظیم مقصد ہے جسے انبیاء علیہم السلام خود اختیار کرتے ہیں اور دوسروں
کو متحلیں کرتے آئے ہیں۔ نماز کے بغیر انسان کا حلق اُسے پروردگار
کے ساتھ درست نہیں رہ سکتا۔ نماز کوئی پرائیویٹ معاملہ نہیں کہ جس نے
چاہا ادا کر لی اور جس کے دل نے نہ مانا اُس نے چھوڑ دی بلکہ یہ تو اہم
ترین عبادت ہے جس کی دُعا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے کی۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی عرض کیا: اے پروردگار!

فَلَجَعَلَ أَفْئِدَةً مِنِّي إِلَىٰ النَّاسِ نَفْسًا تُدْرِكُهُم مُّوَدَّةً
دلوں کو ان کی طرف اُٹل کر دے۔ آپ نے بعض لوگوں کے لیے
دُعا کی جو مستجاب ہوئی اور اب دنیا کے تمام انسان تو اس سرزمین کی
طرف نہیں آئے، البتہ کچھ اہل ایمان نہایت ذوق و شوق کے ساتھ
الٹر کے اس گھر کی زیارت کے لیے دور دراز کا سفر اختیار کرتے ہیں
یہاں پر عبادت بھی کرتے ہیں اور دل کی پیاس بھی بجھاتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے اس بستی کے باشندوں کے لیے یہ دُعا بھی کی
کہ اے پروردگار! وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الشَّعْرِ ان کو پھلوں سے
رزق عطا فرما۔ الٹر تعالیٰ نے آپ کی یہ دُعا بھی قبول فرمائی۔ آج کل آبِ حیات
زمین میں کہیں کہیں کھجور کے شعلستان یا ریگستان کے کسی حصہ میں تریز تو ہوسکتا
ہے عام پھلوں کا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ الٹر نے ایسا انتظام کر دیا
ہے کہ دنیا بھر کے بہترین پھل تو آزدہ حالت میں اس سرزمین میں پہنچے رہے

دلوں کی
کشش

ہیں۔ مولانا ماکر احسن گیلانیؒ نے اپنے سفر ہمسار میں لکھا ہے کہ انہیں عراق کے میدان میں لہیوں کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہیں لے دیاں بھی حیا کر دیا۔

وگر نہ عام حالات میں دیاں لہیوں بیچنے کے لیے کون جاتا ہے؟ الغرض اب ملکیت سعودی عرب میں ہر موسم میں ہر قسم کا پھل باغیچہ میسر ہے۔

فرمایا ان کو چیلوں سے روزی عطا فرما لَعَلَّہُمْ کَثْرَتُ کُرْوٰتِہُمْ

ہا کر یہ تیرا شکر یہ ادا کریں۔ اسی سورۃ میں پہلے گزرا چکا ہے لَیْسَ لَکَ کُرْوٰتٌ

لَا دِیْنُ لَکَ اِذَا کَرَّمْتَہُ ادا کر دے گئے تو میں مزد عطا کروں گا۔ یہ عام طور پر اِنْ اِذَا لَکَ اَنْ لَّکَ لَوْ کَرَّمْتَہُ انسان بے انصاف اور انحراف پر ہی ہوتے ہیں کفر اور شرک سے بڑھ کر کرن ہی ناشکری ہو سکتی ہے۔

آج بھی انسانوں کی اکثریت اس میں مبتلا ہے۔ بہر حال ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے حق میں یہی دعا کی کہ وہ اپنے پیور دگوار کے شکر گزار بندے بن جائیں۔

وما البریٰ ۱۳

ابراہیم ۱۳

درس چارم ۱۴

آیت ۳۸ تا ۴۱

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا
 يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا
 فِي السَّمَاءِ ③۸ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي
 عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۖ إِنَّ رَبِّيَ
 لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ③۹ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ
 وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ ④۰ رَبَّنَا
 اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ
 الْحِسَابُ ④۱

ترجمہ :- اے ہمارے پروردگار ! تجھ تو جانتا ہے
 جس چیز کو ہم چھپاتے ہیں اور جس کو ہم ظاہر کرتے ہیں
 اور نہیں ہے مخفی اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز زمین میں اور نہ
 آسمان میں ③۸ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس
 نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام بخشے۔ تجھ
 پروردگار البتہ دعاؤں کو سننے والا ہے ③۹ اے میرے
 پروردگار ! بنا دے مجھے نماز قائم کرنے والا اور میری اولاد میں
 سے بھی ۔ اے ہمارے پروردگار ! اور ہماری دعا قبول
 فرما ④۰ اے ہمارے پروردگار ! بخش دے مجھے اور میرے
 والدین کو ، اور مومنوں کو کہ جس دن حساب قائم ہوگا ④۱

گذشتہ درجہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی جس میں انہوں نے
 قریش مکہ پر ہونے والے خصوصی العلامت کا ذکر کیا تھا۔ خود مکہ منکرہ کے حق
 میں آپ کی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے جزا میں شریعت دے۔ پھر اپنے لیے اور
 اپنے متعلقین کے لیے شرک سے بچنے کی دعا کی کیونکہ اصنام پہلے ہی
 بہت سے لوگوں کی گمراہی کا سبب بن چکے تھے۔ پھر عرض کیا کہ میں اپنی
 اولاد میں سے بعض کو تیرے گھر کے قریب بے آب و گیاہ سرزمین میں
 چھوڑ رہا ہوں تاکہ نماز قائم کریں کیونکہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جس
 سے تعلق باللہ قائم ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی دعا کی کہ اے اللہ! لوگوں کے
 دلوں کو میری اولاد کی طرف مائل کر دے اور ان کو بھلوں سے روزی بھلا
 کر تاکہ یہ خدا کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کریں۔ ظاہر ہے کہ جب دل اس طرف
 مائل ہوں گے تو آمد و رفت میں اصناف بہرہ و سائل رزق میں توسیع
 ہوگی۔ چنانچہ کنع سے تقریباً پانچ ہزار سال پہلے مانگی گئی دعا کو اللہ تعالیٰ
 نے قبول فرمایا۔ اب مکہ مکرمہ کی طرف مخلوق خدا کا سارا سال تانا بانا
 رہتا ہے اور موسم حج میں تو بے اندیش ہوجاتا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کی دعا کی قبولیت کا صلہ ہے کہ اس سرزمین میں اچھے سے اچھا پھل اور
 ہر چیز دستیاب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا بھی کی رَوَّحًا اَنْتَ تَكْفُو
 مَا لَخَفِيَّ وَ مَا لَعَلَّنَا لَے ہمارے پروردگار! بیشک تو جانتا
 ہے جس چیز کو ہم مخفی رکھتے ہیں اور جس کو ہم ظاہر کرتے ہیں۔ ماضی و ماضی
 میں کوئی چیز تیری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ تو ہماری نیت،
 ارادے اور عزائم کو بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اخلاص اور لفاق کو
 بھی جانتا ہے جو دلوں کی گمراہیوں میں پنہاں ہوتے ہیں اور جو لوگ دیکھنے
 کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی واقف ہے۔

اس مہمان کے ذریعے ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حضور نہایت عاجزی اور
 انکساری کا اظہار کیا۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ چونکہ آگے ابراہیم علیہ السلام
 کی اولاد کا ذکر بھی آ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دعائیں حضور خاتم النبیین
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خاص اشارہ پایا جاتا ہے۔ سورۃ بقرہ اور دیگر سورتوں
 میں آپ کی واضح دعا بھی موجود ہے رَبَّنَا وَاقِمْ شَہِدَاتِنَا ۖ إِنَّہُمْ قَدْ کَفَرُوا
 قَدْ کَفَرُوا یعنی اے اللہ! ہماری اولاد میں ایک عظیم الشان رسول بعوث
 فرما۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کے چھپانے اور ظاہر کرنے میں آپ کا
 اشارہ حضور علیہ السلام کی بعثت کے متعلق ہی تھا۔ بہر حال آگے پھر وحی
 کی توجہ سے یَحْفَی عَلَی اللّٰهِ صَیْءٌ شَئْءٌ فِی الْاٰمَنِیْنَ وَلَا فِی السَّآءِ
 خدا تعالیٰ پر آسمان وزمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ چھپنے سے چھپتی
 اور بڑی سے بڑی چیز کائنات کے کسی گوشے میں موجود ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ
 کے علم میں ہے۔

عطا اولاد
 پر شکر

آگے ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے کہ اٹھنے
 بڑھنے میں اولاد عطا فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَوَّیْ
 لَیَّ عَلَی الشَّکَکِیْمِ اِسْمٰعِیْلَ وَاسْحٰقَ اس خدا تعالیٰ کا شکر ہے
 جس نے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام جیسے فرزند عطا فرمائے
 امام بیضاوی کی روایت کے مطابق جب ابراہیم علیہ السلام کی عمر تیرہ سال
 برس کی ہوئی تو اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ یہ آپ کی دوسری
 بیوی حضرت اسمہ کے بطن سے تھے جو کہ شاہ مصر نے آپ کو خادمہ کے
 طور پر دی تھی۔ پھر جب آپ کی عمر مبارک ۱۲ سال ہوئی تو پہلی بیوی حضرت
 سارہ کے بطن سے اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہ آپ کی چچا زاد ممتی اور
 اس نے آپ کے ساتھ عراق سے ہجرت بھی کی تھی۔ آپ کو ساری عمر اولاد
 کی خواہش رہی مگر اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا کہ اس نے جوانی کے بعد

بڑھاپے میں یہ عطا فرمایا اللہ تعالیٰ کی یہ بھی خاص مہربانی تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹے یعنی اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام اللہ کے عیال القدر پر ہمیشہ ہونے اور پھر اپنی کی نسل سے انبیا کا سلسلہ لگے بھی پلا۔

اس ضمن میں بائبل کی روایت قدرے مختلف ہے۔ اس کے مطابق ابراہیم علیہ السلام کا پہلا بیٹا ۸۳ سال کی عمر میں اور دوسرا بیٹا سو سال کی عمر میں پیدا ہوا۔ جب کہ آپ یورپی کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ پھر اللہ نے بیٹے کے ساتھ پوتے کی بنیاد بھی دی **اقربا و اقربا**۔ قرآن و اسحق یعقوب کہ وہ وہاں تھے تم اپنی زندگی میں پوتے کو بھی پار لگے چنانچہ اچھی زندگی میں ہی حضرت یعقوب علیہ السلام بھی پیدا ہوئے۔ وہ بھی اللہ کے عظیم رسول تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ۵۰ برس عمر پائی۔ آپ نے یہ بھی کہا **اِنَّ رَبَّكَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ**۔ اے پروردگار! تو سب کو سننے والا ہے۔ اس نے اس دعا کو ظرف قبولیت بخشا **رَبِّ هَبْ لِي مِنْ الصَّالِحِينَ** (اللہ تعالیٰ) اے پروردگار! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔ اللہ نے اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام جیسی نیک اور صلح اولاد عطا فرمائی، جس پر آپ پروردگار کا شکر یہ ادا کیا۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اور اپنی اولاد کے لیے اقامت صلوٰۃ کی دعا بھی کی۔ **رَبِّ اجْعَلْنِي مُسْلِمًا مُّسْلِمًا**۔ اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنائے۔ **وَمِنْ ذُرِّيَّتِي** اور میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرما جو نماز کو قائم کریں اقامت صلوٰۃ بہت بڑی حقیقت ہے جس کے ذریعے تعلق باللہ درست ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے اپنے اور اپنی اولاد کے حق میں یہی دعا کی کہ جہیں مکمل شرائط اور اخلاص کے ساتھ نماز ادا کرنے والے بنائے۔

اقامت صلوٰۃ کی دعا

اگر نماز درست ہو گئی تو ہر چیز درست ہو جائیگی، اور اگر نماز ہی درست نہ ہوئی، تو نہ دین درست ہو گا اور نہ دنیا۔ انسان کا خدا اور بے علی کا شکار ہی ہے گا۔

ہمارے بزرگوں میں سے حضرت مولانا نور شاہ صاحب کا ٹیڑھی ایک دفعہ دیوبند سے مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں بارہ چودہ کوئی کا سفر پیدل طے کر کے پہنچے۔ حضرت گنگوہی نے آمد کا مقصد پوچھا تو عرض کیا کہ میرے حق میں دعا کریں کہ میں نماز ٹھیک طریقے پر ادا کروں۔ میرا یہاں آنے کا اور کوئی مقصد نہیں۔ اس پر حضرت گنگوہی نے عجیب جملہ ارشاد فرمایا، کہنے لگے اگر نماز ٹھیک طریقے پر آگئی تو سب کچھ آگیا پھر اتنی کیا رہ گیا۔ فرمایا اسی بات تو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ جس کام کی جبرئیل صلی علیہ وسلم نے اُن کے سارے معاملات میں سمجھ ہو گئے۔ اللہ کے ساتھ تعلق بھی درست ہو جائے گا اور دنیا کے سارے معاملات بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ سیاست ہو یا عیشت، حقوق اللہ ہو یا حقوق العباد نماز کی درستگی کے ساتھ ہی سب کچھ درست ہو جائے گا۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی دعا کی کہ مولاکریم! مجھے اور میری اولاد کو ناری بنا دے۔

ابو داؤد شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ جب آدمی نماز پڑھ کر فارغ ہوتا ہے تو اُن کی نماز کا صرف دو سو حصہ قبول ہوتا ہے جبکہ نو حصے ضائع ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کا تو اُن حصہ بعض کا اُن حصہ اور بعض کی نصف نماز قبول ہوتی ہے۔ جس کی آدمی نماز قبول ہو جائے تو وہ بڑی شان والا آدمی ہوتا ہے اور جس کی پوری کی پوری

نماز قبول ہو جانے وہ مقربین الہی میں شمار ہوتا ہے۔ اس حدیث کے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی قبولیت کا دار مدار اخلاص، صلاحیت اور نیکی پر ہے نماز میں جس قدر ان چیزوں کا حصہ ہوگا، اسی قدر نماز کی قبولیت بھی ہوگی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت عاجزی کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں عرض کیا رَبِّیَّكَ وَتَقَبَّلْ دُعَاؤَیْ ہمارے پروردگار ہمارے اس دُعا کو قبول فرمائے۔ پھر آخر میں عرض کیا رَبِّیَّكَ اَعْلَفُ لَیْ ہمارے پروردگار! مجھے معاف فرمائے۔ مجھے بخش دے۔ جو کوتاہی اور لغزش ہوئی ہے اس سے دو گزر فرما۔ ذمہ تو مجھے معاف کر دے وَقُلُوا لِلّٰہِ بگو میرے والدین کو معاف فرمائے وَاللّٰہُ وَرِیَّانَ یَوْمَ یَقُومُ الْحِسَابُ اور جس دن حساب قائم ہو، تمام مومنوں کو بھی بخش دے۔ سب کی خطائوں کو معاف فرما دینا۔

یہاں پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ترکھڑ پڑتے اور اسی پر ان کا خاتمہ ہوا تو ایسی حالت میں ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے مغفرت کی دُعا کیسے کی جب کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَلَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (النساء) وہ مشرک کو نہیں بخشے گا۔ اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کرے۔ مغفرت کرانے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں بعض فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے لیے دُعا ابتدائی درجہ میں کی تھی۔ پھر جب ان کو علم ہو گیا کہ ان کا خاتمہ ترکھڑ پر ہی ہے تو آپ نے اپنے والد سے بیزاری کا اعلان کر دیا۔ سورۃ توبہ میں موجود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی باپ کے لیے دُعا تکب وصدہ کی بنا پر تھی فَلَمَّا تَبٰیۡنَ لَہٗ اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّکَیۡۤہِ تَبٰیۡنَ لَہٗ پھر جب آپ پر واضح ہو گیا کہ ان کا باپ دشمن خدا ہے تو آپ نے بیزاری کا اعلان کر

مشرک کے
بے دُعا
مغفرت

یا بغیر کسی کے کفر پر نکتے کا یقین نہ ہو جائے اس کے لیے بحث و کشاکش کی دعا کی جاسکتی ہے اور دعا کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ اے اللہ! اس کو مغفرت کا اہل بنائے یعنی اسے توبہ کی توفیق عطا کر دے۔ ملت ابراہیم کا یہ مسئلہ اصول ہے کہ مومنین کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیے خواہ وہ فاسق اور گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔

بعض نے یہ توجیہ بھی کی کہ جس شخص آذر کے حق میں اللہ نے مشرک ہونے کا ذکر کیا ہے، وہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا اور آپ کے والد کا نام تاریخ تھا، شیخ حضرت کا یہ مسلک درست نہیں ہے۔ سورہ النعام میں صاف موجود ہے **وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً** جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا۔ دراصل آذر اور تاریخ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ چونکہ ابراہیم علیہ السلام کے والد بڑے معزز کے پوتہ تھے، اس لیے ان کا لقب آذر تھا اور نام تاریخ ہی تھا۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایک نو مسلم جس کے والدین کفر و مشرک پر ہوں وہ بھی **وَبَيْنَا أَغْفِرُ لِي وَأَبَوَاسِي** کہہ کر اپنے والدین کے حق میں دعائے مغفرت کر سکتا ہے۔ امام بیہقیؒ، صاحب کتاب ترمذی اور صاحب تفسیر حینی نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ ایسے شخص کے والدین سے مراد اہل حق و حقیقی والدین نہیں ہوں گے جن کا خاتمہ کفر و مشرک پر ہوا، بلکہ اس سے مراد اہل حق کے اولین والدین حضرت آدم علیہ السلام اور حوا ہوں گے لہذا اس اصول کے تحت کوئی مسلمان اپنے غیر مسلم والدین ہونے کے باوجود دعائے مغفرت کر سکتا ہے اور اس سے مراد اولین والدین ہوں گے نہ کہ وہ والدین جن کے گھر میں اس کی پیدائش ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی اسی اصول کا اطلاق کیا جاسکتا ہے ان کی والدہ کے متعلق تو تفصیلات

معلوم نہیں، تاہم ان کے والد کے کفر و شرک میں کوئی شبہ نہیں۔ تو ان کی رُخا کے معذرت کی بھی یہی توجیہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے اپنے اولین والدین حضرت آدم اور حوا کے جن میں دُعا کی۔

عرض کیا، اے ہمارے پروردگار! مجھے میرے والدین اور تمام ایمان والوں کو معاف کر دے جس دن قیامت برپا ہوگی اور حجابِ کتاب قائم ہوگا۔ اس دُعا میں ملتِ برصیہ کا پرہیز ذکر نہ آگیا ہے اس کے بنیادی اصولوں اور خصوصی نعمتوں کا ذکر نہ ہو گیا ہے پہلے عام نعمتوں کا ذکر تھا، پھر خصوصی انعامات کا ذکر ہوا، اور محاسبہ اعمال کی بات ہوئی۔ اب سورۃ کے آخر میں قرآن کی دھوت کو عام کرنے کا بیان ہوگا۔

وما آتٰہی ۱۳

دریں پارہ میں ۱۵

ابراہیم علیہ السلام

آیت ۴۲ ۴۱

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ
 إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿۴۱﴾
 مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ
 طَرْفُهُمْ وَأَفْذَتْهُمْ أَسْوَادُ ﴿۴۲﴾ وَأَنْذِرِ النَّاسَ
 يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ
 ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نَّجِبْ
 دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرَّسُولَ الْوَلَمَّا تَكُونُوا
 أَقْسَمْتُمْ مَن قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ
 زَوَالٍ ﴿۴۳﴾ وَسَكَنْتُمْ فِي مَسْكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا
 أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمُ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ
 وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْآمَثَالَ ﴿۴۴﴾ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمُ
 وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ
 لَيَنْزُولٍ مِنْهُ الْحَبَالُ ﴿۴۵﴾

ترجمہ :- اور نہ خیال کرو اللہ تعالیٰ کے ہرے میں
 کہ وہ غافل ہے اُن کاموں سے جو ظالم لوگ کرتے ہیں
 بلکہ وہ اُن کو جلت دیتا ہے اس دن کے لیے کہ

جس دن اُچھڑ اٹھی وہی گی آٹھیں (۴۲) دوڑنے لگے ہوں گے
 اور سر اُچھڑاٹھائے ہوئے ہوں گے۔ نہیں پائیں گی اُن
 کی طرف اُن کی نگاہیں۔ اور دل اُن کے اڑ رہے ہوں
 گے (۴۳) اور آپ ڈرا دیں لوگوں کو اُن دن سے کہ آج
 اُن کے پاس عذاب۔ پس کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے
 حکم کیا، اے تمہارے پروردگار! ہیں مہلت مٹے مٹے تھوڑی
 مدت کے لیے تاکہ ہم قبول کریں تیری رحمت کو، اور ہم
 پیروی کریں رسول کی (اور اُسے جواب آئیگا) کیا نہیں تھے
 تم قسمیں اٹھاتے اس سے پہلے کہ تمہارے لیے کوئی نازل
 نہیں ہے (۴۴) اور مشرے تم ان لوگوں کے گھروں میں
 جنہوں نے حکم کیا اپنی جانوں پر، اور واضح ہو گیا تمہارے
 لیے کہ ہم نے کیا سلوک کیا اُن کے ساتھ، اور بیان کریں
 ہم نے تمہارے سامنے کیا (۴۵) اور تحقیق ان لوگوں نے
 تدبیر کی اپنی تدبیر۔ اور اللہ کے پاس تھی اُن کی تدبیر،
 اگرچہ، اُن کی تدبیر ایسی تھی کہ اس سے پاڑ ٹل جائیں اپنی
 جگہ سے (۴۶)

پہلے قرآن کریم کی حیثیت اور قیامت کا ذکر ہوا، پھر رسالت اور توحید
 کا بیان آیا۔ اللہ کی نعمتوں کا ذکر ہوا جن میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت
 کی دلیل بنتی ہے۔ پھر اللہ نے قریش مکہ و عرب پر ہونے والی خاص نعمتوں کا ذکر
 کیا اور اس ضمن میں شرک اور کفر کی بے فائدگی کا ذکر کیا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت براہیم
 علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر کیا جن میں توحید کی تخریب اور شرک سے بیزاری کا سبق
 ملتا ہے۔ اور اخلاقیات الہی کے حصول پر اس کا شکریہ ادا کرتا بھی ضروری ہے اور

وہابیات

کفر و شرک سے بڑھ کر کوئی ہتھکری نہیں، لہذا اس سے بچنا چاہیئے۔ پھر اللہ نے قیامت کے لمحے کا ذکر کیا اور پھر اس ضمن میں دعا لے ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہوا کہ اے پروردگار! مجھے میرے والدین اور سب مومنوں کو صاف کر دے، کل بیان کیا تھا کہ یہاں پر والدین سے مراد ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی والدین نہیں ہیں بلکہ ان کے اولین ماں باپ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا مراد ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت حمید اللہ بن مسعود اور امام زہری کی قرأت کے مطابق **وَالِدَیْ** گر **وَلَدَیْ** پڑھا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولاکریم مجھے اور میرے دونوں بیٹوں کو بخش دے۔ وہ آپ کی آخری عمر کی اولاد حضرت اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام ہیں۔ اب اس قرأت میں یہ اعتراض باقی نہیں رہتا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک والدین کے لئے کیوں دعا کی، اب آج کے برس میں اللہ تعالیٰ نے محاسبہ اعمال کی منزل کا ذکر کیا ہے۔

ظالموں کے
لیے جلت

ارشاد ہوتا ہے **وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ** اللہ تعالیٰ کو ان کاموں سے غافل نہ سمجھو جو ظالم لوگ کھتے ہیں۔ ظالم لوگ کون ہیں؟ اس کا ذکر مجھے گور چکا ہے **إِنَّا إِلَهُكُمْ فَتَلَوْنَا كَلِمَاتٍ بَيْنَ يَدَيْهِ** ان ظالم اور شکر گزار ہیں جو منہم حقیقی اور مالک حقیقی کی توحید میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ ان کافر، مشرک اور معاصی کے شرکب لوگوں کے متعلق فرمایا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کارگزاری سے غافل ہے، بلکہ وہ ظالم کل ہے اور سب کچھ اس کے سامنے ہر لمحہ ہے۔ البتہ اس کا قانون یہ ہے **لَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا تَعْمَلُونَ** **لَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا تَعْمَلُونَ** وہ ان کو جلت دیتا ہے اس دن کے لیے جب آنکھیں پھڑپھڑائیں گی یعنی آؤ پر امنی رہیں گی۔ وہ سرکشوں کو ذریعہ پر گرفت نہیں کرتا یہ مضمون سورۃ اعراف میں بھی گور چکا ہے کہ بڑا لوگ

ہیں۔ بہر حال اللہ نے فرمایا کہ ظالموں کو اسی دین کے لیے مؤخر کیا گیا ہے۔ یعنی اس وقت تک مہلت ایسی ہی گنتی ہے۔

دنیا میں پانی
کی خواہش

انگے اللہ نے حکم دیا وَ أَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ کہ جس دن ان کے پاس عذاب آجائے گا۔
اُس وقت یہ لوگ جیلے جیلے کریں گے مگر وہ کچھ مفید نہیں ہوں گے۔
فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا پھر کہیں گے ظالم لوگ وَكَيْفَ أَخْرَجَنَا
إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ہمارے پروردگار! ہمیں عسٹری ویر کیلے
مہلت دے کر دنیا میں واپس بھیج دے فَجِبَّ دَعْوَانَا اب ہم
تیر ہی دعوت کو قبول کریں گے وَكَيْفَ الرُّسُلُ اور رسولوں کا
اتباع کریں گے۔ سورة المنافقون میں ہے کہ جب کسی کو موت ملنے
نظر آجاتی ہے فَيَقُولُ رَبِّ كُنْ لَنِي آخِرًا یعنی إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ
پھر وہ کہتا ہے کہ پروردگار! مجھے عسٹری ویر کے نیلے مہلت دے دے
فَأَمَّا ذَٰلِكَ وَ أَكُنْ مِنَ الصَّابِرِينَ اب میں صدمہ خیز است
اور نیکی کے کام کروں گا اور سب کو کاروں میں ہو جاؤں گا۔ مگر اوصیت جواب
آتا ہے وَلَكِنْ يُؤَخِّرِ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَهُ أَجَلُهَا جب
وقت آجاتا ہے تو پھر ایک بہانہ کی مہلت بھی نہیں دی جاتی اور فوری طور
پر کام تمام کر دیا جاتا ہے۔

جاں بحق دعوت قبول کرنے کا تعلق ہے تو وہی دعوت
ایمان ہے جو اللہ نے اپنے انبیاء کے ذریعے اپنے بندوں
کو بھیجی۔ جب یہ دعوت اس کے بندوں کو پہنچتی ہے تو وہ پکار اٹھتے ہیں
رَبَّنَا إِنَّا أَسْمَعْنَا دَعْوَايُنَا دَعَىٰ إِلَيْهِ فَيَكُنْ أَلَّا أَهْمُنَا پرست کر تو
فَأَمَّا ذَٰلِكَ (آل عمران) ہم نے ایمان کی دعوت سنی ہے اسے منادی کہہ دے
کو سن لیا اور اس کو قبول کر لیا۔ اس کے بعد ظالم لوگ کہیں گے کہ دنیا

اختیار کی۔ وَكَذَٰلِكَ لَنُصِصَنَّٰهُمُ اور تمہیں واضح ہو چکا تھا کَیْفَ فَعَلْنَا بِهٖمُ کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ سابقہ اقوام کے انجام سے تمہیں عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ قوم عاد، ثمود، قوم لوط، قوم صلح اور قوم فرعون کے ساتھ ہم نے کیا معاملہ کیا۔ یہ لوگ بڑی بڑی تحذیروں کے وارث تھے، بڑے کاریگر اور انجینئرز تھے مگر جب ہماری گرفت آئی تو ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ آج تم انہیں کے بنائے ہوئے عالیشان محلات میں رہ کر بھی ان سے عبرت نہیں لے سکتے فرمایا وَحَسْرَتُنَا اَلَا تَلُمُوْنَ کہ تمہارے سامنے ان لوگوں کو بطور مثال پیش کر دیا ہے۔ یہ نافرمان قومیں تھیں جنہیں اللہ نے نیست و نابود کر دیا ہے۔ پھر تم کس بات پر مغرور ہو۔ اگر تم بھی نافرمانی اور ظلم سے باز نہ آئے تو خدا وحشر بھی دیا ہی ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمادی۔

فرمایا وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرًا کَبُورًا انہوں نے مخفی تدبیریں کی کہ کے دیکھو اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ مَکْرُوہٌ اور ان کی تدبیریں تو اللہ کے پاس تھیں وہ جو کچھ بھی مخفی طور پر تدبیر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا۔ پنجابی زبان میں مکر کا معنی فریب اور دھوکہ ہوتا ہے جب کہ عربی زبان میں یہ لفظ پرشیدہ تدبیر کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا وَيَقْضِیْکُمْ وَاٰیٰتُکُمْ اللّٰہُ وہ بھی مخفی تدبیر اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ایسی ہی تدبیر کرتا ہے۔ ظالموں کی یہ مخفی تدبیریں اللہ کے انبیاء کی مخالفت میں اور قرآن پاک کے پروگرام کو ناکام بنانے کے لیے جوشیہ سے ہوتی آئی ہیں اور کج بھی دنیا میں ہر دہی ہیں۔ غیر مسلم اقوام نہیں چاہتیں کہ دنیا میں اللہ کا دین اور قرآن کا پروگرام غالب آئے۔ پرانی اقوام میں سے فرعون، ضرور، اہل تبرک اور اہل تجر نے کیا کیا تدبیریں اختیار کیں تاہم ان کے باشندوں اور مصریوں نے اللہ

اللہ کی
مخفی تدبیریں

کے دین کے خلاف کیسے کیسے پروگرام بنائے، جسمانی اور ذہنی تکالیف پہنچائیں اور لوگوں کو دین کے راستے سے روکنے کے لیے بڑے بڑے لالچ دیے اور مال صرف کیا۔

آج بھی دنیا میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ یہود، نصاریٰ، ہندو، دھرمیہ، قرآن پاک کے خلاف طرح طرح کے حربے استعمال کر رہے ہیں۔ کہیں ہسپتال کھول کر لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا جا چکا اور کہیں سکول و کالج بند کر کے لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ عورتوں اور ایڈ کی پیش کش کر کے اہل دین کو دین سے برگشتہ کر نیچی کر کشش کی جاتی ہے۔ کیا یہ بہت بڑا سانحہ نہیں کہ پاکستان بننے کے بعد اس سرزمین میں تیس چالیس لاکھ لوگوں کو عیسائی بنایا گیا ہے۔ یہ سب اُن کی مصلحتی تدابیر کا نتیجہ ہے مگر مسلمان اس سے بالکل غافل رہے ہیں اور اس کا کوئی نوٹس ہی نہیں لے رہے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے مغربی ممالک میں مستشرقین کے نام پر ایسے عالم گمراہ کیے ہیں جہاں مغربی باشندوں کو مشرقی علوم کی تربیت دی جاتی ہے۔ ان کی یونیورسٹیوں میں قرآن، احادیث اور فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے، انہیں ڈگریاں دی جاتی ہیں اور پھر اسی سے اسلام کے خلاف کتابیں اور مضامین لکھائے جاتے ہیں تاکہ لوگ دین اسلام سے محروم ہو جائیں ان کا مقصد یہ ہے کہ لوگ دین کا فتویٰ علمائے حق سے لینے کی بجائے یہودی اور عیسائی ماہرین علوم شرقیہ کی طرف رجوع کرنے لگیں اور اس طرح اسلام کا پروگرام تہ و بالا ہو جائے۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ آج ہندو، عیسائی اور یہودی تو اپنے مذہب پر کاربند ہیں مگر مسلمان اپنے بچے دین سے غافل ہیں ہندوؤں نے اپنے مبلغ مغربی ممالک میں بھیج رکھے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے امریکن ہندو مت قبول کر چکے ہیں۔ مگر مسلمان اپنے حال میں مست

مسلمانوں کے
لیے خوف ہے

ہیں۔ انہیں اپنے دین کی کوئی فکر نہیں۔ اگر تبلیغ کے نام پر کوئی بیرونی ملک جاتا ہے تو وہ اپنی کے رنگ میں رنگ کر رہ جاتا ہے اور اپنی بات کو بھبل جاتا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ کی یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم کے لیے وظائف پانے والے مسلمان کہتے ہیں جو اپنا ایمان سلامت لے کر واپس آتے ہیں مسلمانوں کے پاس مسائل موجود ہیں مگر صلاحیت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان آج ساری دنیا میں انحطاط کا شکار ہیں۔ یہ سب کافروں کی باریک تدبیروں کا نتیجہ ہے۔

فرمایا ان کفار کی تدبیریں اتنی بڑی بڑی تھیں وَإِنْ كَانَ مُكْتَفٰمٌ
لِّتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ کہ اُن کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے
 مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی بقا کی خاطر انہیں ناکام کیا۔ پہاڑوں کو
 سرکھینے والی محض تدابیر بھی کارگر نہ ہو سکیں۔ انگریزوں نے قرآن پاک کے
 معنی میں تغیر و تبدل کی کوشش کی مگر ناکام ہوئے۔ انہیں بعد میں پتہ
 چلا کہ قرآن ایک منجزہ ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ
 نے لے رکھا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا میں مسلمانوں کی ایک
 ارب کی آبادی میں کم و بیش ایک کروڑ حافظ قرآن موجود ہیں۔ اگرچہ
 مسلمان قومی اور اخلاقی لحاظ سے تشرل کا شکار ہیں مگر پھر بھی قرآن کو کوئی
 نہیں مٹا سکتا۔ حضور نے فرمایا تھا کہ یہ تو وہ کتاب ہے جس کو نہ پانی دھو سکتا ہے
 اور نہ آگ جلا سکتی ہے۔ یہ مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ آج ساری
 دنیا میں انجیل کا ایک بھی حافظہ موجود نہیں مگر قرآن کے حافظ آپ کہے
 چھ میں ملیں گے، لہذا اختیار کی مخفی تدبیریں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفًا وَعْدَهُ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ④۸ يَوْمَ تُبْكَلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ④۹ وَتَوَدَّى الْمُجْرِمِينَ يَوْمِذٍ مُّقَرَّبِينَ فِي الْأَصْفَادِ ⑤۰ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطَرَانٍ وَتَعْشَىٰ وُجُوهُهُمْ النَّارُ ⑤۱ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ⑤۲

ترجمہ: آپ نہ خیال کریں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہ وہ وعدے کی خلاف دہی کرے گا جو اپنے رسولوں کے ساتھ کیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے اور انتقام لینے والا ہے ④۸ جس دن تبدیل کی جائے گی زمین اس زمین کے علاوہ دوسری زمین کے ساتھ اور (اسی طرح تبدیل کیے جائیں گے) آسمان (دوسرے آسمان کے ساتھ) اور لوگ ظاہر ہوں گے اللہ کے سامنے جو ایک اور زبردست ہے ④۹ اور نیچے گا تو مجرموں کو اُس دن کہ جڑھے ہوئے ہوں گے زنجیروں میں ⑤۰ ان کے کُرتے گندھک کے بارے سے ہوں گے اور ڈھانچے گی اُن کے چہروں کو آگ ⑤۱ تاکہ ہر نئے اللہ تعالیٰ نفس کو جو اُس نے کیا، بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے ⑤۲

دلیل کات

گذشتہ آیات میں کافروں کی عسکری اور پابندی کا ذکر تھا کہ حق کے مقابلے میں وہ کس قسم کی تدبیریں اختیار کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرکوں اور کافروں کی بری حالت کا ذکر کیا کہ کس طرح وہ قیامت والے دن ذلیل و خوار ہوں گے۔ اب آج کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو تبلی دی ہے اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے کہ اگر دنیا میں کفار کو مصلحت ملتی رہتی ہے۔ وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں تو اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے اور نہ بد دل ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان حالات کا ذکر کیا ہے جو ان بد بختوں کو آخرت میں پیش آنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ

اِرْشَادُہُوَ اَنَّہٗ قَالَ تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ یُخْلِفُ وَعْدَہٗ رُسُلَہٗ اَیُّہٗ ذٰلِکَ اَنْ کَرِیْہُ کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیروں سے کیے گئے وعدے کی خلاف ورزی کرے گا۔ اور اس کا وعدہ یہ ہے کہ وہ اپنے انبیاء کے مشن کو ضرور غالب کرے گا اور دین حق کے مخالفین بالآخر مغلوب ہو جائیں گے۔ سورۃ المجادلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ اِنْفَاقًا وَّ اُیُّسْرًا اللہ نے یہ بات بتکدی ہے کہ مجھے اور میرے رسولوں کو ضرور قلبہ حاصل ہو گا۔ یعنی دنیا میں انہی کے مشن کو کامیابی حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ صحیح بات کو غالب کرتا ہے چاہے بظاہر کتنی ہی کمزوری نظر آئے اور کتنی ہی آزمائشوں سے گزرنا پڑے۔ سورۃ المؤمن میں بھی اللہ کا فرمان ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَکَ اَوَّلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْخَبْرِ وَ الْاٰیٰتِ وَ یَوْمَ یَقُومُ الْاَشْہَادُ ذٰلِکَ ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کی ضرور مدد کرتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور اس دن بھی مدد کریں گے جس دن گواہ گھڑے ہوں گے یعنی جو قیامت کا دن ہو گا۔ بہر حال اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے رسولوں کے مشن کو ضرور غالب کرے گا۔ لہذا کافروں کی

ظاہر ہی حالت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے اور یہ کبھی گمان نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی غلامت و ہڈی کرے گا۔ اِنَّ اللہَ کَعِزِّزٌ مُّبِیْنٌ۔ بے شک اللہ تعالیٰ کمال قدرت کا مالک اور غالب ہے وہ ذَوِ الْاِزْتِیَاقِ پر یعنی انتقام لینے والا بھی ہے وہ مصلحت دیتا ہے، مسک مجرموں کو چھوڑا نہیں۔ وہ اُن سے ضرور انتقام لے گا کیونکہ وہ حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگر دنیا میں پرہیزگاری بھی اُن کی گرفت نہ ہو تو آخرت میں تو ضرور ہی پکڑے جائیں گے اور انہیں اپنے اعمال کی سزا عطا ہوگی۔

زمین آسمان
کی تبدیلی

فرمایا یہ بھرم خدا تعالیٰ کے انتقام کا کب فکرا ہوں گے یَوْمَ یُجَدِّلُ الْأَرْضُ مَعْنٰی الْأَرْضِ جِسْمِ دُن تَبْدِیْلِ کَرْدِی جِلْدِی گِی زمین دوسری زمین کے ساتھ وَالسَّمٰوٰتُ اور یہ آسمان بھی تبدیلی کر دیے جائیں گے، گویا قیامت کے دن یہ زمین و آسمان نہیں ہوں گے بلکہ ان کی جگہ دوسرے لائے جائیں گے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آسمان اور زمین کی یہ تبدیلی دو صورتوں میں ہوگی، یعنی ان کی صفت بھی تبدیلی کر دی جائے گی اور حقیقت بھی۔ صفت کی تبدیلی کے متعلق سورۃ الْاِنْشِقَاقِ میں آتا ہے: "وَ اِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ" اور زمین کو اس طرح پھیلا دیا جائے گا جیسے کھال کو کھینچا جاتا ہے اور اس کی تمام سلوٹیں نکل جاتی ہیں۔ اسی طرح جب زمین کو پھیلا دیا جائے گا تو اس پر نہ کوئی غار رہے گا اور نہ پہاڑ بلکہ سب ہموار ہو جائیں گے یہ تو صفت کی تبدیلی ہوگی۔ اور حقیقت کی تبدیلی اس طرح ہو گی کہ پہلے صور پھونکے جائے پھر تو اس کی اونچی نیچ ختم ہو جائیگی اور جب دوسرے صور پھونکا جائے گا اور حساب کتاب کی منزل آئے گی تو اس زمین کی جگہ بالکل دوسری زمین لائی جائے گی اور محاسب اعمال کی ساری کارروائی ہی نئی زمین پر کی جائیگی۔ جَسُوْرٌ طٰیْلٌ الْعِلٰزَةُ وَالسَّلَامُ کافر مان ہے کہ نئی زمین پر جسے

قَرَأَ سَوَابِقَهُمْ مِّنْ قُطْرَانٍ اُنْ كے کڑے گندھک آمیز مے سے
 بنائے گئے ہوں گے۔ ان کی قیصوں کا خام مال مارگل، گندہ بوندہ یا گندھک
 وغیرہ کا ہو گا جو فوراً آگ پکڑے گا۔ عربی میں قطر ان اسی مرکب وغیرہ کو کہتے ہیں
 جو اونٹوں کی غدش زدہ جگہوں پر ٹپکا جاتا ہے تاکہ سناڑہ جگہ سے زہریلا مادہ گل
 سڑ جائے اور جسم میں تندرست گوشت اُسنے لگے۔ بہر حال اس دن بھر میں
 کپڑے اس قہم کے ہوں گے جو خود آگ کو دعوت دیں گے اور فوراً بھڑک
 اٹھیں گے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُس نے جو کرنے والی عورت کو بھی
 گندھک کا کڑہ پینا یا جائے گا اِذَا كَلَعْتُ ثَدِّي قَبْلَ مَوْتِي ہا جو مرنے
 سے پہلے اس قبضہ فعل سے توبہ نہیں کریتی۔

اس قسم کے بارود آمیز کپڑوں کا تجربہ ہو گا وَنَفْسِي وَجُوهُهُمْ
 النَّارِ اُنْ کے چہروں کو شعلہ بنائی جائے گی۔ چہرہ جو بڑے جسم کا افضل عضو ہے
 اس لیے اس کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے، وَاَرَنَ لَهَا اَجْسَامِي بِمِثْلِ
 كَلَا۔ دوسری جگہ دل کا ذکر آتا ہے کہ دوزخ کی آگ سب سے پہلے دل پر اثر انداز
 ہوگی اور ظاہری اعضاء میں سے اس کا پہلا شکار چہرہ ہو گا۔ اور یہ اس لیے
 لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُفْرًا نَفْسِي مَّا كَسَبَتْ تاکہ اللہ تعالیٰ ہر حال کو اس
 کی کمالی کا بدلہ دے۔ چونکہ مجرمین نے دنیا میں کفر، شرک، انکاد، انکارِ حق
 انکارِ قریم، انبیاء کی مخالفت اور کفر کے بود و گم کی حمایت جیسے اعمال
 کئے، لہذا ان اعمال کا بدلہ انہیں دوزخ کی آگ کی صورت میں ہی دے گا
 اِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔ بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا
 ہے اگر وہ دنیا میں چند دن مصلحت بھی دے دے تو ہو سکتا ہے مگر بالآخر
 وہ پکڑے گا اور ایک ایک عمل کا حساب لے گا کیونکہ وہ جلد حساب
 لینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان والوں کو قتل دی کہ گھبراہٹ میں
 اپنا کام کرتے ہاؤ کیونکہ وہ شریعت حق کی ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دنیا

میں کافروں کو جنت مل جائے اور ان کے وہ دلی قیقا آنے والا ہے جس
 دن مجرموں کا یہ حال ہوگا جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے وہ لوگ انکشیں
 لباس میں بیوس ہوں گے جو ذرا آل پکڑے گا اور ان کا چہرہ ذرا مجلس ہوگا
 گا۔ یہ ان کے لئے کا بدلہ ہوگا۔

وما یؤیئ ۱۳

ابراہیم

درس پنجم ۱۷

آیت ۵۲

هَذَا بَلَدٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا
 أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌُ وَاحِدٌ وَلِيَذْكُرُوا الْأَوَّلِينَ ۝۵۲

ترجمہ :- یہ پیام ہے لوگوں کے بے تکرار کہ
 ڈرایا جائے اس کے ساتھ اللہ تاکہ وہ جانیں کہ جب
 وہ ایک ہی معبود ہے اللہ تاکہ نصیحت حاصل کریں مختلف
 لوگ ۝۵۲

خلاصہ
مباحثین

یہ سورۃ ابراہیم کی آخری آیت ہے۔ یہی سورۃ ہونے کی بنا پر اس میں بھی نیا اور
 تراکیم کے چار بنیادی عقائد ہی کا ذکر ہے۔ پہلی بات قرآن کی صداقت و مصداقیت
 اور اس کا وہی الٰہی ہونا ہے۔ اس سورۃ میں قرآن پاک کی ضرورت اور اس پر اعتراض
 کرنے والوں کا نام طر پر رد کیا گیا ہے۔ اس کی غرض غایت اس کے ابتدائی حصے
 میں بھی بیان کی گئی ہے۔ لَتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
 کہ آپ اس قرآن کے ذریعے لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر بخشنی کی طرف غرض
 کفر، شرک، فتناء، بدعتیگی اور باعتمالی سب اندھیرے ہیں جن کی وجہ سے انسان کی
 روح اور عقل تباہ ہو جاتی ہے اور انسان بصیرت سے محروم ہو جاتے ہیں
 اس کے برخلاف ایمان، توحید، اخلاص اور نیکی روشنی ہے۔ جس کی دولت یہ
 قرآن ہی حکم دیتا ہے۔

اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ معاد بھی اس سورۃ میں بیان ہوا ہے۔ قیامت
 پر ایمان، اس کا وقوع، بعثت بعد الموت اور جزائے عمل اس عقیدہ کی جزئیات
 ہیں۔ اس سورۃ میں ان موضوعات پر بھی بحث کی گئی ہے اور مستتر ضمیمہ کچھ اور اس

کے شافی جوابت دیے گئے ہیں۔

اس کے بعد تعمیل بنیادی عقیدہ رسالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مبارک میں بعض انبیاء کے تذکرہ میں ان کی اقوام کی نافرمانی اور پھر ان پر آنے والے عذاب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آخر میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت رسالت کا تذکرہ بھی آگیا ہے۔

اسلام کا چوتھا اور اہم ترین بنیادی عقیدہ توحید پر ایمان ہے توحید تمام ممالک کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عقلی اور نقلی دلائل کے ذریعے یہ مسئلہ سمجھایا ہے۔ پھر ابراہیم کی دعائوں کا ذکر ہے جن میں تکت حنیفہ کے اصول ہیں اور آخر میں اللہ نے محاسبہ اعمال کا ذکر کیا ہے۔ یہ تمام باتیں بنیادی عقائد سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ نے بنی اور مالی دونوں قسم کی عبادت کا ذکر بھی اس سورۃ مبارکہ میں کیا ہے قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقْبِلُوا الصَّلَاةَ وَهُمْ يُنْفِقُونَ آمَنُوا بِمَا نُزِّلَتْ بِهِ مِنْ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ

ارشاد ہوتا ہے **هَذَا بَلَاغٌ إِلَيْكَ** اس پر پیغام ہے لوگوں کے لیے اس سے مراد اس سورۃ مبارکہ کے مندرجات بھی سمجھ گئے ہیں، اور پورا قرآن پاک بھی ہو سکتا ہے، یعنی جو کچھ اس سورۃ یعنی سورۃ قرآن حکیم میں ہے وہ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پیغام ہے۔ مفسرین کرام جلد بخ کے دو مقامی بیان کرتے ہیں۔ پہلا معنی تو کفایت ہے اور مطلب یہ ہے کہ سورۃ مبارکہ قرآن پاک میں جو کچھ بھی ہے۔ وہ انسان کی نصیحت حاصل کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے کافی ہے، اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور دوسرا

معنی ایسا کہ میں نے ترجمے میں عرض کیا پیغام ہے تمام لوگوں کے لیے ظاہر ہے کہ اگر یہ پیغام ہے تو پھر اس کو پہنچانے والے بھی ہونے چاہئیں تاکہ اس کی تعلیمات تمام متعلقین تک پہنچ سکیں۔ قرآن پاک اللہ نے اپنے نبی پر بلا واسطہ نازل فرمایا اور پھر اہل ایمان کو پابند کیا ہے کہ وہ اس پیغام کو آگے پہنچائیں۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اذان غور اس پر عمل پیرا ہو، اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو، اس کی صحت پر یقین ہو کہ نہ خود قرآن پاک کا یہاں ہے کہ اس کلام الہی پر یقین نہیں رکھو گے۔ ”هَآءِیْ حَکْمٌ مِّنْ مَّقْصَدِ الْکُتُبِ وَهُوَ (المرسلات) تو پھر اس کے بعد کوئی ہی چیز آئزالی ہے جس پر ایمان لائے۔ غرضیکہ انسان کو یقین ہو جائے کہ یہ اللہ کا آخری اور جامع کلام ہے اور حدیث رسول قبول علی اللہ علیہ وسلم اس کی شرح ہے اس کا متن وہی جلی ہے اور اس کی تشریح وہی تفسیر ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی فرماتے ہیں کہ تمام احادیث سمیر قرآن کی شرح ہیں، اور یہی بات مولانا امام شافعیؒ اور امام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں لکھی ہے۔ الغرض! اس یقین ایمان اور عمل کے ساتھ اگر اس پیغام کو پہنچانا ہی اپنی ذمہ داری کی تکمیل ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ علاج کا لفظ عام ہے اور اس پیغام کو لے جانے کے لیے ضروری ہے کہ اس بات پر یقین ہو کہ یہی پروگرام صحیح ہے چنانچہ سورۃ البقرہ کی ابتدا میں ہے ”ذَٰلِکَ الْکِتَٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هِیَ وَہ کتاب ہے جو شک و شبہ سے پاک ہے۔ پھر اس کی تعلیمات اور پروگرام پر عمل پیرا ہونے والوں کے متعلق فرمایا ”اُولَٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ یہی لوگ ہیں کہ جن کو فلاح نصیب ہوگی، اور جو قوم قرآن پاک کے پروگرام کو قبول نہیں کرے گی۔ وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتی۔ اگر اس کتاب کے پیروکار اس پر عمل کرتے ہوئے بغیر شک و تردد کے اسے آگے لے جائیں گے، تو اس کا یقینی اثر ہوگا۔ اور اگر اس کی تعلیمات کا علم ہی نہ ہو اس پر

یقین ہی نہ ہو، اس کی شرح اور اپنے اعمال سے ناواقفیت ہو اور اس کے عقائد اور فکر کا علم نہ ہو، تو یہ قرآن موثر نہیں ہو سکتا، اہل غ کے نقطہ سے یہ ساری بات بھد میں آتی ہے۔ اور اگر قرآن کے ماننے والوں کے پاس کوئی سلطنت اور ملک ہی نہ ہو جہاں اس کے پروگرام کو عملی طور پر نافذ کر سکیں تو وہ اس کی دعوت و سرود کو کیسے مان سکتے ہیں۔ دوسرے لوگ اس کی حقانیت کو جی بھگیں گے جب کہ وہ دنیا کے کسی غلطے میں اس پر عمل ہوتا اور اس کے متبعین کو فیض یاب ہوتا دیکھیں گے۔ ایئر ٹیکسٹ اور سلان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب میں روس گیا تو میں نے شاہن اور اس کے حواریوں کے سامنے اسلام کی حقانیت پر تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو واقعی بڑا اچھا پروگرام ہے مگر یہ بتائیں کہ اس پروگرام پر عمل کہاں ہو رہا ہے اور اس کے ثمرات کیا مرتب ہو رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔ کیونکہ دنیا کی پچاس سے زیادہ مسلم ریاستوں میں سے کسی ایک میں بھی اسلام کے پروگرام پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ اسلام کی ترویج کے لیے اور اس کی تبلیغ کے لیے انفرادی طور پر تو کوشش ہو رہی ہے اور یہ بھی مبارک بات ہے کہ تبلیغی جماعتوں کے گشت دنیا بھر میں ہو رہے ہیں مگر یہ اجتماعی فریضہ کہاں ادا ہو رہا ہے وہ کون سا ملک ہے جس نے قرآنی پروگرام کو اپنے ملک میں نافذ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حدود و تعزیر کے قوانین نازل فرمائے ہیں مگر کہاں ہیں وہ لوگ جو ان کو اپنے سینوں، سماشر سے اور ملک میں جگہ دیں۔ جب یہ بات نہیں ہے تو ہم اہل غ کا فریضہ ادا نہیں کر سکتے ہیں اور قرآن کے پیغام حق ہونے کا حق ادا نہیں کر سکتے ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اسلام میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ اخلاقی تعلیم اور تعزیرات، اگر کوئی اخلاقی تعلیمات سے

مستفید نہیں ہوتا اور قوانین کی خلاف ورزی کر سب تو پھر اس کے لیے تعزیرات کا نظام ہے تاکہ معاشرے میں فساد برپا نہ ہو، مگر تعزیرات کا نظام اجتماعیت اور حکومت کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا۔ اور جو حکومتیں اس وقت موجود بھی ہیں ان کے کارپردازان بھی اسلامی تعزیرات نافذ کرنے کی بجائے من مانی کاروائیاں کر رہے ہیں۔ کافروں کی شاگردی اختیار کرتے ہیں۔ ان سے سیکھیں بنواتے ہیں اور پھر انہی کے مطابق دولت خسر جھگڑتے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ نہ تو قرآنی پیغام پر عمل ہوتا ہے اور اس کے بہتر نتائج برآمد ہو گئے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مسلمان خود اپنی عقل کو استعمال کرتے، سلف صالحین کی طرح ہر کام کے خود بانی مہمان بننے، دوسروں سے راہنمائی حاصل کرنے کی بجائے خود دنیا کے استاد بننے تو انہیں عزت کا مقام حاصل ہوتا، مگر انہوں نے قرآن کریم کے پیروگرام کو نہ خود سمجھا ہے اور نہ اس پر عمل کیا ہے حالانکہ تمام لوگوں کے لیے پیغام ہے اور اس کی تبلیغ کا کام خود اس کے پیروکاروں کو آگے بڑھ کر کرنا چاہیے تھا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے متعلق سبلی بات تو یہ فرمائی کہ یہ لوگوں کے لیے پیغام ہے اور دوسری بات یہ کہ وَلَيْبَسَنَّزَّوَابِلًا تاکہ اس کے ساتھ ڈیرا یا جائے لوگوں کو خبردار کیا جائے۔ منذر آبیاء کی صفت ہے اور لوگوں کو محاسبہ عمل اور جڑے انجام سے خبردار کرنا ان کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ اس وقت جب کہ دنیا فسق و فجور سے بھری پڑی ہے، انذار کی زیادہ ضرورت ہے۔ لوگوں کو خبردار کرنا چاہیے کہ اگر قرآن پاک میں مذکورہ اصولوں کو تسلیم نہیں کریں گے تو انجام بہت بُرا ہوگا۔ انذار ایک عظیم مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بھی فرمایا هَاسْمًا (المدثر) آپ انہیں اور لوگوں کو ان کے انجام سے خبردار کریں۔

(۱۲)
انذار پوری
قرآن

اب صورت حال یہ ہے کہ دنیا کی پانچ ارب آبادی میں سے سوا چار ارب کفر و شرک اور معاصی میں مبتلا ہیں، لہذا قرآن کے پروکاروں کا فرض ہے کہ وہ اس پروگرام کو لے کر اٹھیں اور لوگوں کو آگن کے برے انجمن سے خبردار کریں اور ڈرائیں۔

سورۃ ذی الٰہی آخری آیت میں اللہ نے تیسری بات یہ بیان کی ہے۔
 وَلْيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ اللَّهُ وَاحِدٌ ۖ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كُفْرًا ۚ
 (اور یہ جان لیں کہ وہ اللہ ہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی پہچان نہایت ہی ضروری ہے یہ پورے دینی کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغام میں توحید کے جیسا عقلی اور نقلی دلائل پیش کر کے توحید کی بات سمجھائی ہے امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو انسان کی سعادت و برائی میں ہے ایک انسان کی فکری قوت پاک ہو اور وہ کس کس کی عقلی قوت کمال رہے گی ہو۔ اگر انسان کو فکری یا نظری قوت میں کمال حاصل ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس نے خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کو صحیح طور پر پہچان لیا ہے اور یہی چیز انسان کے عروج اور سعادت کی انتہا ہے۔ اور یہی چیز قرآن پاک میں پیش کرتا ہے۔)

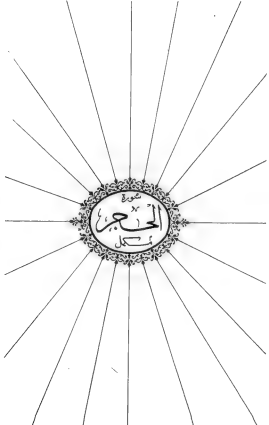
جہاں تک انسان کی فکری قوت کا تعلق ہے تو یہ بھی کمال رہے گی ہو گا کہ وہ بدنی اور مالی عبادت انجام دے سکے، اور ان دونوں چیزوں کا ذکر اس سورۃ مبارکہ میں ہو چکا ہے لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَرَفَعْنَاهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ کہے کہ یہ بدنی عبادت ہے اور ہمارے لیے ہونے والی ہے۔ بہر حال اس آیت کے یہی تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت کو پہچاننا ہی سعادت ہے جس کو یہ چیز حاصل نہیں، وہ سعادت مند نہیں بلکہ شقی اور بد بخت ہے۔

جو حق چیز کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے قُلْ يَذْكُرُوا لِلّٰہِ اَوَّلَ الْاَلْبَابِ
 کہ عقل مند لوگ نصیحت حاصل کریں۔ یہ بھی قوتِ علی کا کمال ہے کہ لوگ
 اچھی بات سے نصیحت حاصل کریں اور تمام عبادت بھلے بنی اور مالی،
 نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، تبلیغ، اور جہاد وغیرہ انجام دیں اور یہی چیز قرآن پاک
 انسانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کہ انسانوں کی قوتِ فطری اور عقلی دونوں
 درست ہوں تاکہ وہ اللہ کی وحدانیت کو پہچان سکیں۔ یہ چاروں باتیں
 ہو گئیں۔

اب آپ اس سورۃ مبارکہ کے تمام مضامین پر نظر ڈالیں گے
 تو خلاصہ یہی نکلے گا جو اس آخری آیت کریمہ میں ذکر کر دیا گیا ہے اور
 وہ یہ ہے کہ قرآن پاک اللہ کا آخری پیغام ہے، اس کے ذریعے لوگوں
 کو ان کے برے انجام سے خبردار کر دیا جائے کہ کس گمراہی کی منزل
 آئے والی ہے۔ نیز یہ بھی کہ لوگ اللہ کی وحدانیت پر یقین کر لیں کہ سجدہ
 برحق ایک ہی ہے۔ جب وہ قرآنی دلائل، شواہد اور انعاماتِ الہی
 میں غور کریں گے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا یقین آجائے گا۔
 اور پھر یہ بھی کہ اس نصیحت پر عمل کرنا عقل مندوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ
 نے سورۃ آل عمران میں عقل مندوں کی یہ صفت بیان کی ہے اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُونَ اللّٰہَ قِیْلًا وَ قَعُوْذًا وَّ عَلٰی جُنُوْہِہُمْ
 جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔
 حضور علیہ السلام کا فرمان بھی ہے اَلَا یُزَالُ لِسَانُکَ وَ طَلَبُ قَلْبِکَ
ذِکْرَ اللّٰہِ تمہاری زبان ہمیشہ ذکرِ الہی سے ترمیمی پائے۔ اگر دلائل
 قدرت میں غور و فکر کرو گے تو روح اور قلب کا ذکر ہو گا اور زبان کا
 ذکر تو عام ہے اور ہر شخص کے لیے ضروری ہے۔ حضرت ام المؤمنین
 فرماتی ہیں اِنَّ رَّسُوْلَ اللّٰہِ یَذْكُرُ اللّٰہَ فِیْ حُلِّیْ اَحْیَانًا
 بلکہ ترمیمی حالت میں

حضور علیہ السلام ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے کہ عقلمندوں کا
یہی کام ہے۔ نہ دیکھو کہ، فریب اور برائی عقلمندوں کا کام ہرگز نہیں۔
یہ بات عقل و معاش تو ہو سکتی ہے مگر عقل و معاد نہیں ہو سکتی۔ گرو سربایا
صیح معنوں میں عقلمند وہ لوگ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں، بدلی اور مانی
عبادات اہتمام دیتے ہیں اور قرآن و پاک کے پروگرام پر یقین رکھتے
ہیں۔ اللہ نے سورتہ کے آخر میں خلاصے کے طور پر چار باتیں فرمائی ہیں





سُورَةُ الْحَجَرِ مَكِّيَّةٌ مَثْنٍ قَدْ سُعُوْنَا لِآيَاتِهَا سِتْرًا كُتِبَ
سورة حجر مکی ہے اور یہ نازلے آیت اور اس میں چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
شرع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے ہم پر یہ ہر ان حدیث ہم کرنا

الَّذِينَ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ ①
رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ②
ذَرْنُكُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِمُ الْأَمَلُ
فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ③ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرِيْبٍ
إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ④ مَا تَسِيْقُ مِنْ
أُمَّلٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ⑤

ترجمہ۔ - الَّذِیْنَ تِلْكَ آیَةُ الْكِتَابِ یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور قرآن کی
جو کھول کر بیان کرنے والا ہے ① یا اوقات آرزو
کریں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، کاش کہ وہ
مسلمان ہوتے ② چھوڑ دیں ان کو کھا لیں اور فائدہ
اٹھالیں اور غفلت میں ڈالے ان کو آرزو۔ پس
غصہ یہ وہ جان میں گئے ③ اور نہیں ہلک کیا ہم
نے کسی بستی کو مگر اس کے لیے ایک نذر تھا

مقرر بھی ہوا ④ نہیں سبقت کرتی کسی امت سے
اُس کی اہل (یعنی موت کا وقت) اور نہ وہ کسی سے
بچتے ہیں ⑤

اس سورۃ کا نام سورۃ الجمر ہے۔ جمر ایک داری کا نام ہے جو مکہ اور شام کے
درمیان جمرک کے قریب واقع ہے۔ ہزاروں سال پہلے ثمود بھی متحد قوم اس
داری میں آباد تھی۔ یہاں پر ان کے سترہ سو بڑے بڑے شہر اور قصبے تھے۔
اس سورۃ کا نام اسی داری کے نام سے الجمر موسوم ہے۔ ان لوگوں نے اپنے بڑی
کی تکذیب کی جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب آیا اور وہ جہنم کے
یہ سورۃ مبارکہ کی دور میں نازل ہوئی۔ اس کی ۹۹ آیات اور چھ رکعت ہیں۔
یہ سورۃ ۶۵۴ الفاظ اور ۲۵۵۰ حروف پر مشتمل ہے۔

سابقہ مکی سورتوں کی مانند اس سورۃ مبارکہ میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد
قرآن پاک کی حقانیت، معاد، رسالت اور توحید ہی کا ذکر ہے۔ گذشتہ سورۃ میں
رسالت کا بیان تفصیل کے ساتھ آیا تھا جب کہ اس سورۃ میں بحیرہ کی مہلت
کے مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ گذشتہ سورۃ میں حضرت ابراہیم اور
موسیٰ علیہما السلام کا ذکر تھا اور اس سورۃ میں حضرت شعیب اور لوط علیہما السلام کی قوم کی
تلافی کا ذکر ہے۔ البتہ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اس سورۃ میں بھی آیا ہے۔ توحید کے
عقلی اور فطری دلائل اس سورۃ میں بھی بیان ہوئے ہیں اور وہ اہل قیامت اور مجاہد
کا عقل حسب سابق بیان ہوا ہے۔ بہر حال اس سورۃ میں بھی زیادہ تر بنیادی عقائد
ہیں بیان کیے گئے ہیں۔

گذشتہ سورۃ کی طرح اس سورۃ کا بھی ایک اہم مضمون حضور علیہ السلام اور
آپ کے ماننے والوں کے لیے قلبی کامیابیوں ہے۔ اللہ نے اہل ایمان
کو فرمایا کہ آپ بحیرہ کی ریشہ دونوں سے گھبراہٹیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مہلت

وہے رابطے مگر بالآخر اس کی گرفت میں آجائیں گے۔

اس سورۃ مبارکہ کا آغاز بھی حروف مقطعات آواز سے ہو رہا ہے۔
جیسا کہ سورۃ ابراہیم کی ابتدا میں بھی عرض کیا تھا مفسرین نے ان حروف کے
مختلف معانی بیان کیے ہیں تاکہ لوگوں کے اذہان قرآن پاک سے ملوس
رہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں اے انا، اے اللہ اور اے
رؤیت مراد ہے اور تینوں حروف کو ملائے سے انا اللہ ازی بننا
ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہاری تمام حرکات و سکنات
کو دیکھ رہا ہوں۔ گویا یہ جزائے عمل کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اے
میرے بندو! تمہارا کوئی عمل میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ میں ایک
ایک عمل کا حساب لے گا اور پھر اس کے مطابق جزا اور سزا کا فیصلہ
کروں گا۔

بعض فرماتے ہیں کہ اے اللہ اے میرا اہل اور اے رسول
مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کے حقائق اللہ رب العزت نے
جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل
فرمائے ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
ذاتی طریقے سے میرے ذہن میں ڈالا ہے کہ ان حروف سے متحدث
انبیاء کی طرف اشارہ ہے۔ عالم غیب کے حقائق الیہ اس مادی جہان میں
آکر تعین ہوتے ہیں اور انفرمان لوگوں کے باطن عمائد اور بڑے اعمال کے
ساتھ ٹکراتے ہوتے ہیں۔ پھر انبیاء کی کوشش سے باطن باتیں ثقی رہتی ہیں
اور حق ظاہر ہوا رہتا ہے۔ یہ تو ان مقامات انبیاء کی طرف اشارہ ہے۔ تاہم
جیسا کہ صاحب جلالین فرماتے ہیں، زیادہ سلاطین والا طریقہ یہ ہے اللہ
أَعْلَمُ بِعِبَادِهِ ان کی حقیقی مراد کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، تاہم اس پر
ایمان آئے کہ اللہ کی ہر گنجی مراد ہم وہ حق ہے ہر چیز کی حقیقت کو جانتا

ہمارے لیے مفید رہیں۔

قرآن کی
حقانیت

ارشاد ہوتا ہے **ثَلَاثَ آيَاتٍ الْكِتَابِ** یہ آیتیں ہیں کتاب کی
لہذا کتاب سے مراد ہے **وَقُرْآنِ مَبِیْنٍ** کہ وہ قرآن ہے جو کھول
کر بیان کرنے والا ہے۔ صحیح معنوں میں کتاب کھلانے کی حد اور صرف
یہی کتاب قرآن پاک ہے جو پڑھ کر سنانی ہمارے ہے اور جس کی یہ آیات
نادرل ہوئی ہیں۔ یہی وہ کتاب ہے جس میں پوری انسانیت کی فلاح
اور نجات کا پروگرام موجود ہے۔ جہاں تک قرآن کے مہین ہونے کا
تعلق ہے تو اس کی یہ صفت خود قرآن میں تجویز بیان ہوئی ہے قرآن
اپنے مطالب کبھی خود براہ راست کھولتا ہے۔ اگر کسی ایک مقام پر
کسی معاملہ میں اجمال پایا جاتا ہے تو وہ ذکر مقام پر اس کو تفصیل کے
ساتھ بیان کر دیا جاتا ہے۔ قرآن پاک کی وضاحت کا دوسرا ذریعہ
حضور فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی زبان مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے
نبی کو اس بات کا پابند کیا ہے **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِیِّ إِذْ أَنْزَلَ**
الْحَقَّ عَلَى قَلْبِهِ چنانچہ قرآن پاک کی تفسیر و تشریح احادیث
مجموعہ میں موجود ہے۔ اگر کوئی بات نبی کی زبان سے بھی واضح نہ ہوئی ہو
یعنی اس کے بعض جزوی مسائل کی تشریح مطلوب ہو تو خود اللہ کا فرمان ہے
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِیِّ إِذْ أَنْزَلَ الْحَقَّ عَلَى قَلْبِهِ اگر اسے استنباط
اور اجتہاد کرنے والے اکثر کے سپرد کر دو، وہ تحقیق کر کے مثلاً کامل بنا
دیں گے۔ امام ابو بکر جصاص جو چوتھی صدی کے عظیم المرتبت حنفی امام گذرے
ہیں جنہوں نے تفسیر الاحکام جیسی عمدہ تفسیر لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، اگر
قرآن پاک کی تعبیر کبھی براہ راست قرآن سے ہوتی ہے، کبھی نبی کی زبان
سے اور کبھی مجتہد اور علامہ قرآنی اصولوں کے مطابق تشریح کرتے ہیں۔ یہ
سارے طریقے قرآن کی وضاحت میں داخل ہیں۔ بہر حال اس سورۃ کی پہلی

کفار کی
آرزو

آیت میں قرآن پاک کی حیثیت اور صداقت کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر من کے متعلق فرمایا ہے وَلَقَدْ جَاءَ بِمَا أُوقَاتَ كِتَابَ الْكَرِيمِ کَفَرُوا کافر لوگ آرزو کریں گے لَوْ كُنَّا نَدْرَأُ عَنْ رَبِّكَ لَعَلَّ نُكَاشَ كَاش کہ وہ مسلمان ہوتے۔ یہ اس وقت کی بات اللہ نے بیان کی ہے جب کافر لوگ عذاب میں مبتلا ہو چکے ہوں گے مگر بعض لمحات ایسے بھی آئیں گے جب وہ تنہا کر سکیں گے، کہ کاش وہ بھی ایمان سے آتے تو یہ روزِ بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حساب کتاب کے سہلے سے گزرنے کے بعد بعض ایمان والے بھی اپنے گناہوں کی پاداش میں کچھ عرصہ کے لیے جہنم میں جائیں گے تو اس وقت کافر لوگ کو طعنہ دیں گے کہ تم نے تو دنیا میں ایمان کرنا سہل کیا، اب ہمارے ساتھ جہنم میں کیوں پڑے ہو۔ پھر وہ سزا بھگتنے کے بعد آہستہ آہستہ جہنم سے نکلنے جائیں گے تو اس وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اگر ہم بھی دنیا میں ایمان سے آتے تو آج ابن کے ساتھ ہی دوزخ سے نکل جاتے۔ مگر اس وقت کا کچھنا کچھ کام نہ آئے گا کیونکہ عمل کا وقت ختم ہو کر جزا کا وقت آچکا ہوگا۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کفار کی یہ حسرت صرف آخرت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام ہے اور اس کا اطلاق اس دنیا پر بھی ہو سکتا ہے چنانچہ ہر اور بعض دوسرے مواقع پر جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور کفار کو ذلت و ناگامی کا منہ دیکھنا پڑا، تو انہوں نے اس وقت آرزو کی کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو آج ذلیل و خوار نہ ہوتے۔ اہم زیادہ لارین قیاس یہی بات ہے کہ کافر لوگ آخرت میں یہ آرزو کریں گے۔

کفار کے
لیے جنت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ارشاد فرمایا ذُنُوبُكُمْ آپ ان کو چھوڑ دیں۔ وَيَا صَاحِبِ الْوَيْدِ متعلق ایہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں۔ فرمایا آپ

ان کی طرف سے زیادہ تشویش میں نہ پڑیں بلکہ انہیں دنیا کی ترغیبات سے مستغنیہ ہونے دیں۔ انہیں مصلحت دی کہ یہ نائدہ اٹھائیں۔ سورۃ کھ میں کفار کے متعلق آتا ہے يَتَعَبُوتُ وَيَأْكُلُونَ حَتَّى قَاقُلُوا الْإِبْعَامَ وَالنَّارُ مَشْجُوعٌ اُٹھ کر لوگ نائدہ اٹھاتے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جیسے موشی کھاتے ہیں مگر بالآخر ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ وَيَأْكُلُونَ مِنْ ثَمَرِهِمْ اور غفلت میں ڈالے ان کو ان کی آرزو اس دنیا میں تو بہ بلا تیز حلال و حرام چوپایوں کی طرح کھاتے رہتے ہیں اور دنیا کے لالچ سے نائدہ اٹھاتے رہتے ہیں انہیں کوئی فکر نہیں مگر هَكَوْفٌ كَيْفَ يَكْفُوتُ انہیں غم قریب پہنچل جانے کا کہ ان کی غفلت، لاپرواہی اور عیش و عشرت کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور نے فرمایا أَلَا كَاهِرٌ يَا كُفْلُ فِي سَبْعَةٍ امتعای یعنی کافر آدمی سات آئینوں میں کھانا کھاتا ہے وہ خوب پیٹ بھرتا ہے کیونکہ اسے آخرت کی کوئی فکر نہیں ہوتی اس کے برخلاف وَالْمُؤْمِنُ يَا كُفْلُ خِفٌ معنی وَلِجِدٍ سوسن آدمی صرف ایک آنت میں کھاتا ہے۔ یعنی وہ صرف اتنا کھانا کھاتا ہے جس سے اس کی روح اور جسم کا رشتہ برقرار رہ سکے اور اس میں اتنی قوت موجود ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دیگر فرائض انجام دے سکے اسی لیے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دیں، کھانے دیں اور نائدہ اٹھائے دیں انہیں جلد ہی نیچے کا پتہ چل جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا تشریف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ دو چیزوں کے متعلق میں اپنی امت کے لوگوں پر خوف رکھتا ہوں یعنی اتباع الہوی و طول الامل ان میں سے ایک خواہشات کی پیروی ہے اور دوسری لمبی لمبی آرزوئیں ہیں۔ اتباع ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کے قانون

کو چھوڑ کر شیطان کے پیچھے چلتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا
 وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (البقرہ) لوگو! شیطان کے نقش قدم پر
 نہ چلو، کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ حق کے مقابلے میں رحم و راجح اختیار
 کرنا خواہشات اور شیطان کی پیروی کے مترادف ہے۔ اگر سنت کا خیال
 نہیں رکھو گے، خدا تعالیٰ کے حکم اور شریعت کی پرواہ نہیں کرو گے، تو غنی
 اور غنی کے موقع پر قوم، خاندان اور بڑائی کے کسے پر چلو گے، تو یہی خواہشات
 کی پیروی ہے۔ فرمایا، مجھے دوسرا خطرہ ایسی ہی آرزوؤں کا ہے۔ انسان
 بے شمار منصوبے بناتے ہیں کہ یہ کریں گے، پھر وہ کریں گے، اتنا فائدہ ہو
 گا، اتنی شہرت ہوگی، انسان اسی بات میں لگا رہتا ہے آخرت کی طرف
 تو یہ ہی نہیں دیکھا حتیٰ کہ اُسے موت آجاتی ہے اور اس کی ساری آرزوئیں
 دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے اتباع ہوا ایسی
 چیز ہے بَصْدٌ عَنِ الْحَقِّ جو حق بات سے روکتی ہے وَأَمَّا طَوْلُ
 الْأَعْمَلِ فَيُتَّبِعُ الْأَخْيَرَ اور ایسی آرزو وہ ہے جو آخرت کو فراموش
 کر دیتی ہے۔ انسان کو آخرت کی فکر کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ جتنی ایسی
 آرزو ہوگی اتنی ہی آخرت سے غفلت ہوگی۔

مقررہ وقت
پر ہلاکت

فرمایا کہ کافر لوگ جو کچھ کہتے ہیں انہیں کرنے دیں، اس وقت انہیں
 غفلت مل رہی ہے مگر ہر فرد اور قوم کے لیے ہم نے ایک وقت
 مقرر کر رکھا ہے وَمَا أَهْلُكُم مِّنْ فَرِيْقَةٍ إِلَّا لَهَا
 كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ہم نے کسی بھی گروہ کو نہیں کیا مگر یہ کہ اس کی ہلاکت
 کا مقررہ وقت لکھ دیا تھا۔ ہم نافرمان قوموں کو ہلاکت دیتے ہیں، پھر
 جب ان کا مقررہ وقت آگیا تو وہ گرفت میں آئے اور ہلاک ہو گئے۔
 فرمایا ہاں یہ ایک یہ قانون بھی ہے مَا تَنفِقُ مِنْ أَمَةٍ أَجَلُهَا
 وَمَا تَسْتَخِرُونَ كَسِيَ اسْتِ كِ مَوْتِ آگے دیکھے نہیں ہوتی، مگر

عین وقت مقررہ پر وارد ہر جاتی ہے۔ چنانچہ اس سورۃ میں اللہ نے کئی قزوں کے حالات بیان کیے ہیں جن کو صحت دی گئی اور پھر جب ان کی طاقت کا وقت آگیا تو لحظہ بھر ہی آگے پیچھے نہیں ہڑا، بلکہ عین وقت پر انی کا کام تمام کر دیا گیا۔

اس میں حضور علیہ السلام اور آپ کے ماننے والوں کے لیے تسلی کا مضمون بھی ہر گیا کہ کفار کے جوش معذبہ اللہ ان کے غلبے کو دیکھ کر گھبرانا نہیں چاہیے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صحت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور آخرت میں ان کا انجام بہت بُرا ہو گا۔ فرمایا ان کو چھوڑ دیں اور دُنیا کے لوازمات سے فائدہ اٹھانے دیں۔ ایک مقررہ وقت آنے والا ہے جب خدا تعالیٰ کی گرفت آنے لگی اور یہ مجرم لوگ پکڑے جائیں گے اگر دنیا میں مصلحت خداوندی کے مطابق سزا سے بچ بھی گئے تو اگلے جہان میں یقینی طور پر سزا میں مبتلا ہوں گے۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ⑥ لَوْ مَا تَلَيْنَا بِالْمَلِكَةِ ابْنُ
 كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ④ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَكَةَ
 إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذَا مُنْظَرِينَ ⑧ إِنَّا نَحْنُ
 نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ⑨ وَلَقَدْ
 أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شَيْعِ الْأَوَّلِينَ ⑩
 وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ
 يَسْتَهْزِئُونَ ⑪ كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ
 الْمُجْرِمِينَ ⑫ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ
 الْأَوَّلِينَ ⑬ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنْ
 السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ⑭ لَقَالُوا إِنَّمَا
 سُكُّوتُ آبِصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ⑮

ترجمہ :- اور کہا اے لوگوں نے، اے وہ شخص کہ

اتارا گیا ہے جس پر ذکر، ایک تو البتہ دلائل ہے ⑥

کیوں نہیں آتا تو ہمارے پاس فرشتوں کو، اگر

تو سہا ہے ④ (فرمایا) نہیں امارتے ہم فرشتوں کو

مگر حق کے ساتھ۔ اور نہیں ہوں گے وہ بہت یافتہ

لوگوں میں سے (۸) بیشک ہم نے اٹرا ہے فکر کی اور بیشک ہم ہی اس کی مخالفت کرنے والے ہیں (۹) اور ابہر تحقیق نیچے ہم نے آپ سے چلے چل ، چلے مگر وہوں میں (۱۰) اور نہیں آتا تھا اُن کے پاس کوئی دھول مگر وہ اس کے ساتھ ٹٹھا کرتے تھے (۱۱) اسی طرح ہم چلائے ہیں اس کو غبروں کے دلوں میں (۱۲) نہیں ایمان لاتے اس پر اور تحقیق مگر چکا ہے دستور چلے لوگوں کا (۱۳) اگر ہم کھول دیں ہی پر صدارہ آسمان سے اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگ جائیں (۱۴) لوگیں گے بیشک ہماری آنکھوں کی نظریں کر دی گئی ہے ، بھگد ہم سینے لوگ ہیں جن پر سحر کر دیا گیا ہے (۱۵)

ربطائیت

سورة نازکی پہلی آیت کریمہ میں قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت بیان ہوئی پھر کفر کرنے والوں کا آخرت میں آرزو کرنا مذکور ہوا کہ وہ کہیں گے کاش کہ وہ ملکیں ہوئے تو اس دن کی ذلت سے بچ جاتے پھر اس ہیئت کا ذکر ہوا جو کافر ہر شرک اور مصیبت شعار لوگوں کو دنیا میں حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا وہیں کو چھوڑ دیں اور کھالے پہنچیں دیں ، یہ دنیا میں غافلہ اٹھاتے رہیں اور آرزوئیں ان کو خلعت میں ڈھاتی رہیں ، بالآخر ان کو پتہ چل جائے گا کہ سچ کیا تھا اور باطل کیا۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر قوم اور جماعت کی ہدایت کا ایک وقت مقرر ہے جس پر وہ اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ مجرموں کو ہدایت دیتا ہے مگر انہیں سزا دینے بغیر چھوڑتا نہیں۔

ربطائی
الزم

اب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی بعض حرکات کا شکوہ کیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے وَهَآلُوا اٰمَنُوْنَ نَعْمَ يَاۤیٰہُکَ الَّذِیْ یُرِکَ عٰیۡدُہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

مخلص کہ جس پر نکرانا لگایا ہے کفار و مشرکین کا یہ خطاب حضور علیہ السلام سے ہے کہ آپ ہی پر نکر یعنی قرآن پاک انا لگایا۔ قرآن پاک کے بہت سے ناموں میں سے ایک بھی ایک نام ہے جس کا معنی 'یست' ہے تو نافرمان اور سرکش لوگ کہتے تھے اِنَّكَ لَمَجْنُونٌ کہ تو تو دیوانہ ہے (الغیر ذالک) وہ لوگ اپنے تعصب و عناد و نادانی اور حماقت کی بناء پر آپ سے استہزاء کرتے تھے کہ آپ تو دیوانوں جیسی باتیں کرتے ہیں مثلاً آپ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے، وہ وحدہ لا شریک ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی عقل مند کی بات ہے؟ اَجَعَلْنَا الْاِلٰهَ اِلٰهًا وَاحِدًا وَاَنَّا هٰذَا كَثٰیؕ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ اٰیٰتٍؕ کیا ہم بدے سجدوں کو چھوڑ کر صرف ایک الٰہ کو مان میں، یہ تو عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ یا آپ کہتے ہیں کہ قیامت برپا ہوگی، محاسبے کا عمل آئیگا، اہمیر جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ بھلا یہ بھی کوئی قابل یقین بات ہے کہ مرنے کے بعد پھر سامنے جی اٹھیں گے؟ یہ تو پاگلوں جیسی باتیں ہیں ہم ان کو نہیں مانتے۔

نزل ملک
کفر و کفر

کہنے لگے اگر آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے؟ اِنْ كُنْتُمْ مِنَ الْغٰثِقِیْنِ اگر آپ سچے ہیں اللہ کے فرشتے ہمارے سامنے آکر گواہی دیں کہ آپ اللہ کے پیچھے رسول ہیں تو پھر ہم مانیں گے۔ کہ اللہ نے واقعی آپ کو ہدایت و طرف مبہوت فرمایا ہے۔ اور آپ پر قرآن بھی نازل کیا ہے، اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا مَا نُنَزِّلُ الْقُرْاٰنَ اِلَّا بِالْحَقِّ ہم ہیں فرشتوں کو ارادے مگر حق کے ساتھ۔ جب اللہ کی حکمت اور مصلحت ہوئی ہے، تو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ جب فرشتے اتریں گے وَمَا كُنَّا اَنۡزِلُا اِلَّا مُنۡظَرٰتٍ تو پھر انہیں مصلحت بھی نہیں رہے گی، انہی گرفت ہوگی اور خدا میں قبلاً ہو جائیں گے۔

حفاظت
قرآن کا نام

اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ قرآنِ حکیم میں خورد کر رہے ہیں اور اسے خدا کا کلام نہیں مانتے مگر حقیقت یہ ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ہم ہی نے اس ذکر و قرآن کو نازل کیا ہے وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ اور بیشک ہم ہی البتہ اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مطلب یہ کہ مشرکین اس منہائی پید گزیم کو مٹانے کی جتنی بھی کوشش کریں، ہم خود اس کے محافظ ہیں۔ اس قرآن کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا اور یہ اپنی اصلی حالت میں قیامت تک محفوظ رہے گا۔ مشرکین نے جنگ و جدل کے ذریعے قرآن کو ختم کرنے کی کوشش کی جب کہ یہودیوں نے سازشوں کے ذریعے اہل ایمان اور ان کی کتاب کو شامیہ و آہنگی سے اٹھانے کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا۔

حدیثِ قدسی میں آتے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا أَنْزَلْتُ الْكِتَابَ الی کتاب میں ہے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جسے ذراگ جدا رکھتی ہے اور نہ پانی دھو سکتا ہے۔ اللہ نے سورۃ العنکبوت میں یہ بھی فرمایا ہے بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيْنَاتٌ فِيْ ذِكْرِ الذِّیْنَ اَوْفَوْا بِالْعَهْدِ یہ تو ایسی واضح آیت ہیں جو اللہ نے اہل علم کے سینوں میں جمع کر دی ہیں لہذا اسے کون مٹا سکتا ہے ہوا و فضا میں جو مٹا دیتی ہے کہ اللہ نے اس کتاب کی حفاظت کا الیا انتظام کر دیا ہے جس سے متعصب اور خوردہ مخالفین کے سر بھی نیچے ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس کی حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے۔

یہود ایک انگریز پارسی تھا، ہندوستان میں یورپی کا گھر بھی رہا شدید متعصب عیسائی تھا۔ اس کا مقررہ ہے کہ دو چیزیں انسانیت کی دشمن ہیں ایک محمد کا قرآن اور دوسری محمد کی تلوار۔ اس کے باوجود وہ کہتا ہے کہ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے دنیا بھر میں ایک بھی کتاب ایسی نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک تحریف سے پاک رہی ہو۔ بعض دور سے یورپی محققین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ جس طرح مسلمان قرآن پاک کو فدا کا کلام سمجھتے

ہیں اسی طرح ہم بھی اُسے بعینہً مجد کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں۔ یسود و نصاریٰ اگرچہ قرآن کو خدا کا کلام نہیں مانتے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ وہ بھی مانتے پر مجبور ہیں۔

حفاظت
قرآن کا
تقدیر کی نظام

لکھنا سیکھ کر وہ ہے کہ ہر زمانے میں علماء کا ایک عظیم گروہ موجود رہا ہے جس نے قرآن پاک کے علوم و مطالب اور اس کے لافتنہ عجائبات کی ہمیشہ حفاظت کی ہے۔ یہ حضرات ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کو یاد کرتے رہے ہیں اور آئندہ نسلوں تک پہنچاتے رہے ہیں۔ قرآن پاک کا رسم الخط بھی اس کی حفاظت کا ذمہ دار رہا ہے۔ پرانے کوئی رسم الخط بتلیق نسخ اور دیگر خطوں میں قرآن پاک ہمیشہ محفوظ رہا ہے۔ حفاظ نے اس کو حرف بکرت نامی یاد کر کے اور قدی حضرات نے اس کی صحت لفظی کے لحاظ سے حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی جزئیات کو شک کی ہے اس کی حفاظت کی ہے۔ کسی نے قرآن کے رکوع شمار کیے تو کسی نے آیات، کسی نے اس کے الفاظ کو گنا ہے اور کسی نے حروف کو شمار کیا ہے۔ نزول قرآن کے ناد سے لے کر آج تک کوئی نادر ایسا نہیں گزرا جس میں لکھوں کی تعداد میں حفاظ موجود نہ ہوں، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ آٹھ دس سال کا پاکستانی یا ہندوستانی بچہ، افریقی یا اٹلی جس کی اپنی مادری زبان بھی عربی نہیں اور وہ خود اپنی زبان میں پھولی کی کتاب بھی پڑھیں دیکھ سکتا، مگر قرآن پاک اُسے حرف بکرت زبان یاد ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی اگر تحفہ میں غلطی کرے تو وہ بچہ فوراً ٹوک دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا ایسا اچھا نظام قائم کر رکھا ہے۔

قول
اللہ تعالیٰ

صاحب "معارف القرآن" مفتی محمد شفیعؒ نے امام قرطبی کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کا راوی خلیفہ مامونؒ کثر شیعہ عباسی کا بڑا قاصبی انکسار تھا۔ خلیفہ کے دربار میں بڑے بڑے علماء، عالم اور ماہرین جمع ہو

سر مخالفت مٹائی پر بحث کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایسی ہی ایک بحث چل رہی تھی کہ ایک نہایت ہی وجہ شخص فصل میں شامل ہوا اور اس نے نہایت فصیح و بلیغ زبان اور علما نہ الفاظ میں بحث میں حصہ لیا۔ اختتام مجلس پر خلیفہ نے اس شخص سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ یہودی مذہب رکھنے والا ہے خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ اگر تم سلطان ہوتے تو ہم تمہاری بہت قدر و منزلت کرتے، اس شخص نے کہا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑنے کے لیے تیار نہیں اور چلا گیا۔ کوئی ایک سال بعد وہ بار میں پھر اسی قسم کی مجلس برپا تھی کہ وہ شخص پھر داخل ہوا اور بحث میں پورا پورا حصہ لیا۔ جب مجلس برفاسست ہوئی تو اس شخص نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم وہی شخص نہیں جو گذشتہ سال بھی یہاں آئے تھے؟ اس نے کہا میں وہی شخص ہوں۔ اس وقت میں یہودی تھا۔ مگر اب مسلمان ہو چکا ہوں۔ خلیفہ نے پوچھا کہ تم نے اسلام کیسے قبول کر لیا حالانکہ تم اپنا مذہب چھوڑنے پر تیار نہیں تھے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ آپ کی گذشتہ سال کی پیشکش پر میں نے بڑا غور و فکر کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ مجھے مخالفت مذاہب پر تحقیق کرنے کے بعد کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ میں نے نہایت عمدہ خط میں توہم کا ایک نسخہ لکھا اور اس میں کہیں کہیں تغیر و تبدل کر دیا۔ وہ نسخہ میں نے یہودی علماء کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے خوشی سے قبول کر لیا پھر میں نے انہیں کی بڑی خوش خط کتابت کر کے عیسائیوں کے سامنے پیش کی، تو انہوں نے اُسے شکر بے کے ساتھ قبول کر لیا۔

میر تقی میر اٹانہ قرآن پاک تھا۔ میں نے اس کو بھی بہت اچھے خط میں نسخہ برکھا اور حسب معمول اس میں تحریف بھی کر دی۔ پھر جب میں نے اسے مسلمان علماء کی خدمت میں پیش کیا تو کسی نے بھی بڑا تحقیق سے قبول نہ کیا۔ انہوں نے حفاظ سے اس کی تصدیق چاہی مگر جب معلوم ہوا کہ اس میں

رویداد کیا گیا ہے تو نسخہ واپس کر دیا کہ یہ ہمارے کام کا نہیں ہے۔ وہ
مختص کئے گئے کہ اس بات پر مجھے یقین آگیا کہ قرآن پاک ہی ایک واحد
کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے اور یہی اس کی صداقت کی
دلیل ہے۔ اس پر میں نے اسلام قبول کر لیا۔

تفصیلی اور
معنوی
حفاظت

جب حج کے لیے مکہ مکرمہ گئے تو قاضی اکثم نے یہ واقعہ امام سفیان
ابن عیینہ کے سامنے ذکر کیا۔ آپ امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ اور امام بخاریؒ کے
استاد ہیں اور اُنہوں نے زمانے کے امام، محدث اور فقیہ ہیں اس پر امام سفیان
ابن عیینہ نے فرمایا کہ یہ واقعہ لیا ہی ہونا چاہیے کیونکہ اللہ نے قرآن مجید
کے متعلق فرمایا ہے **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا حٰفِظُوْا حُرْمَتَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ هُوَ الْاَلِفُ**
لَامُ مِمْ۔ پھر اللہ نے قرآن پاک کے متعلق فرمایا **اِنَّا نَحْنُ نَحْكُمُ**
لَا تُكْرِهْ وَلَا يَكُلُ الْكَافِرُ۔ مگر اُسے ہم نے ہی لانا ہے اور ہم ہی اس
کے محافظ ہیں، لہذا قرآن کریم ہر قسم کی غلطی اور معنوی تحریف سے بالکل
پاک ہے اگر کوئی بد بخت اس کے معانی میں غلط بیانی کی جہارت کرتا
بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اہل علم کو کھڑا کر دیتا ہے جو فوراً اس غلطی کی نشاندہی
کر دیتے ہیں۔ سرسید احمد خاں، امجدی، نیاز فتحپوری اور علامہ احمد قادیانی وغیرہ
نے غلط معانی کیے تو علمائے حق نے ان کے دہل و فریب کو چاک کر دیا
اہل بدعت اور رافضی وغیرہ جو بھی غرائی کہتے ہیں، اہل علم اس کو ظاہر کر
دیتے ہیں۔ حضور کافران ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں ایسے لوگوں کو کھڑا کر
دیتا ہے جو قرآن پاک کی حفاظت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یہودیوں نے
قرآن میں تحریف کرنے کی بڑی کوشش کی اور افریقہ کے مسلمانوں کو تحریف
شہ پہنچنے دیکھے مگر اللہ نے مصر میں کذل ناشر کو کھڑا کر دیا جس نے اس
سازش کو چاک کیا، لاکھوں کی تعداد میں غلطی سے پاک نسخے تیار کر لے اور انہیں

پسے افریقہ میں تعمیر کرایا۔

رسول کے
ساتھ سفر

اُس کے تعلق کا حضور اُرُط ہے وَلَقَدْ ارْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي
شَيْعِ الْاَوَّلِيْنَ اور تحقیق ہم نے بھیجے آپ سے پہلے رسول پہلے لوگوں
 میں۔ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّكَ اَوْ كَانُوا بِهِ
 يَسْتَكْبِرُوْنَ اور نہیں آتا تھا اُن کے پاس کوئی رسول مگر وہ اس سے
 مُطَّاع کرتے تھے۔ کہتے تھے ہمارے سامنے فرشتوں کا آمد و اُتم لو
 در انزل جیسی باتیں کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا كَذٰلِكَ فَتٰ
قُلُوْبَ الْمُجْرِمِيْنَ اسی طرح ہم پہنچاتے ہیں اللہ مجرموں کے دلوں
 میں۔ یعنی مجرم لوگ لَا يَذْكُرُوْنَ یہ اس رسول پر ایمان نہیں لانے بلکہ اُسے
 جھٹلاتے ہیں۔ وَقَدْ جَاءَكَ سُؤْلُ الْاَوَّلِيْنَ اور پہلے لوگوں سے
 یہی دستور چلا اُرُط ہے۔ مگر وہ اپنے رسولوں کے ساتھ استغناء کرتے تھے
 ہیں اور اللہ کی کتاب کا انکار کرتے تھے میں فرمایا، یہ کوئی نئی بات نہیں
 ہے جو آپ کو پیش آرہی ہے بلکہ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی اسی قسم کے
 معاملات پیش آتے تھے ہیں۔ مجرم لوگ پہلے رسولوں کا بھی انکار کرتے
 تھے اور ان کی کتبوں، شعراء کا بھی انکار کرتے تھے۔ بہر حال یہ
 حضور علیہ السلام کے لیے تعلق کا حضور بھی ہو گیا۔ ۱۰

کتاب کا
مسلک

کنارے کے اس مطالبے کے جواب میں کہ آسمان سے فرشتے کیوں نہیں
 نازل ہوتے، اللہ نے فرمایا وَلَوْ فَهَتَا عَلَيْنَا يَا اٰمَنُ السَّكَا
 اُرُط ہم ان پر آسمان کا دروازہ بھی کھول دیں قَطُّ لَوَافِدٍ يَعْرُجُوْنَ
 کہ یہ اس میں ٹیڑھی کے ذریعے چڑھتے رہیں، تو پھر بھی مقصوب اور غرضی
 لوگ آگیا کرتا یہی کہیں گے اِنَّمَا سُبُكُنَّ اَلْبَسَا اُرُط کہ ہمارے
 نظر بند کی کر دینی ہے۔ ہَلْ تَخْنَقُوْنَ تَخْنَقُوْنَ بَلْ كُمْ اُرُط کہ ہم ایسے لوگ ہیں جن پر
 کوئی ایسا بے طلب یہ کہ لوگ آسمان پر چڑھ کر بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئیں

گئے اور قرآن اور نبی برحق کا انکار ہی کرتے رہیں گے۔ اللہ نے حضور
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل دی ہے کہ آپ ان کے اعتراضات
کی طرف توجہ نہ دیں بلکہ اپنا کام کرتے رہیں۔ یہ تو اپنی مطلوب نشانیاں دیکھ
کر بھی یہی کہتے ہیں **يُحْزَنُ لِمَن كَانَ عَلٰى رَأْسِ الثَّنَجِ** یہ تو چلتا ہوا جادو ہے
پہلے بھی لوگ ایسا جادو کیا کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں شق القمر
کا معجزہ دیکھ کر انہوں نے یہی کہا تھا۔ قرآن ایسے لوگ ہدایت سے محروم
رہیں گے۔ آپ ان پر زیادہ افسوس نہ کریں۔ اسحاق تبلیغ ادا کرے رہا
جس کے نتیجے میں نصف مزاج لوگ ہدایت حاصل کریں گے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا
 لِلنَّاظِرِينَ ①۶ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ
 رَجِيمٍ ①۷ إِلَّا مَرِيًّا اسْتَفْرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ
 شَهَابٌ مُبِينٌ ①۸ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَالْقَبَا
 فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
 مَوْزُونٍ ①۹ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَاشًا
 وَمَنْ لَكُمْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ②۰ وَلَنْ مِنْ شَيْءٍ
 إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنْزِلُ إِلَّا بِقَدَرٍ
 مَعْلُومٍ ②۱

ترجمہ :- اور البتہ تحقیق بندے ہم نے آسمان میں بُرج
 اور مزین کیا ہم نے ان کو دیکھنے والوں کے لیے ①۶
 اور ہم نے حفاظت کی ہے ان کی ہر شیطان مرود
 سے ①۷ مگر وہ جو چہی چپے سنا ہے، پس بھیجا کر
 ہے اس کا ایک روشن شہاب ①۸ اور زمین کو پھیلا
 ہم نے اور لکے ہیں ہم نے اس میں برجیل پہاڑ، اور
 کئی ہم نے ہر چیز اس میں کیسے افازے سے ①۹ اور
 بنائے ہیں ہم نے تمہارے لیے اس (زمین) میں

معبثت کے سلطان ، اور ان کے لیے بھی کر نہیں ہو تم ان
 کو روزی پہنچانے والے (۳۰) اور نہیں ہے کوئی چیز مگر ہلکے
 ہی پاس ہی اس کے خزانے ، اور نہیں امانت ہم اس
 کو مگر ایک معین امانت پر (۳۱)

وہابیات

کافر اور مشرک قرآن حکیم کی حیثیت پر شبہ کرتے تھے اور صاحب قرآن
 کو کہتے تھے کہ تو دلازد ہے۔ اور اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو ہمارے سامنے
 فرشتوں کو نازل کر تاکہ وہ تیری اور قرآن پاک کی صداقت کی گواہی دیں۔ اللہ نے مشرک
 کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو جس کے ساتھ
 امانت ہے اور جب امانت ہے تو پھر انہوں کو صحت نہیں ملتی بلکہ ان کا کام تمام کر
 دیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کے حق میں گواہی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس
 کو ہم نے ہی امانت ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں ، لہذا حفاظت کے
 سلطان ہم خود پیدا کریں گے۔

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے نشانیاں طلب کرنے کے جواب میں
 فرمایا ہے کہ تمہارے اور گروہ قدرت کی جیسا کہ نشانیاں بھری پڑی ہیں۔ اگر نیت صاف
 ہو تو ایمان لانے کے لیے یہی کافی ہیں ، اور اگر ضد اور غلو پر ہی قائم رہنا چاہے تو پھر
 کوئی بھی نشانی کارگر نہیں ہو سکتی۔

آسمانی

ارشاد ہوا ہے وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا الْعِزَّةَ لِنَحْنُقَ فِيهَا
 نے آسمانوں میں بُرج بنائے ہیں۔ پہلی ریاضی اور ماہرین ٹکیات بارہ برجوں کا تصور دینی
 کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چاند اور سورج ہر ماہ ہر ماہ بُرج میں ہوتے ہیں۔ ہر برج ایک
 کی تاثیر مختلف ہوتی ہے۔ جس سے مومنوں کا تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے۔ بارہ برجوں
 کا تصور یونانیوں سے آیا ہے۔ انہوں نے یہ تصور یونانیوں سے لے کر ایرانیوں نے
 بابلیوں یعنی آشوریوں سے اخذ کیا تھا۔ تاہم بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ برجوں

سے مراد مطلق سدا سے یا بڑے بڑے سیارے ہیں۔ جہاں سے فرشتے اللہ کے حکم سے بھیجے اترتے ہیں۔ وہاں پر دروازے بنے ہوئے ہیں۔ جہاں سے فرشتے اُترتے جاتے ہیں۔ اور پھر برہمن، سادوں، استادوں کو اللہ نے اس طریقے سے ترقیب دیا ہے وَرَزَقْنَاهَا لِمَنْ ظَلَمَ مِنْكُمْ کہ دیکھنے والوں کے لیے بڑے بڑے پردوں معلوم ہوتے ہیں۔ دن کے وقت تو سورج کی حکومت ہوتی ہے اور رات کو چاند روشن ہوتا ہے اور جب چاند بھی موجود نہ ہو تو اس وقت سدا سے غیب روشن ہوتے ہیں جن کا منظر بظاہر روشن ہوتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ ہم نے ستاروں کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔ اندھیری راتوں میں ستاروں کا نظارہ بظاہر بہت ہوتا ہے۔

شیطان کے لیے ترقیب

ارشاد ہوتا ہے وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ اور ہم نے آسمانوں کی حفاظت کی شیطان مردود سے۔ ان کو اُڑ پر جانے سے روک دیا ہے إِنَّ أَسْفَلَ السَّمْعِ مَكْرُودٌ جو چوری چھپے من کر بیگانا چاہتا ہے فَأَشْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ۔ پھر اس کے پیچھے روشن انگڑا آتا ہے۔ بڑے شہاب ثاقب کہتے ہیں جو کسی سدا سے ٹوٹ کر شیطان کا پچھا کرتا ہے۔ سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق اُپر لکھنے والے سمادات میں حرارت ہوتی ہے۔ پھر جب ان میں آگ لگتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ٹوٹا ہوا سدا ہو۔ اس نظریے کی نفی نہیں کی جا سکتی کیونکہ قرآن پاک نے اس قسم کے امکان کی نفی نہیں کی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح سورج میں ایک بہت بڑا لودہ ہے جو جلتا رہتا ہے، اور کشتی اور حرارت دیتا ہے، اس طرح ستاروں کے اندر کوئی ایسا مادہ ہو جو بجھٹ جاتا ہو اور وہ توڑا بڑا ستارہ نظر آتا ہو یہ حال قدیم زمانے سے ہی کچھ مشاہدے میں آ رہا ہے۔ اس

ضمین میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جنات کی تخلیق سے
 پہلے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمے نہ تک ثیابین کے لیے آسمان
 پر جانے میں کوئی خاص رکاوٹ نہیں تھی، لہذا وہ اوپر جا کر فرشتوں کی کچھ
 کچھ باتیں سن لیتے۔ پھر وہ اسے واپس آ کر اپنے چیلوں، اکا، ہنوں وغیرہ کے
 کانوں میں پھونکتے جو اس میں سو جھوٹ بھرا کر آگے چلا دیتے۔ پھر جب
 حضور علیہ السلام کا زمانہ آیا اور قرآن کا نزول شروع ہوا تو ثیابین کے اوپر
 جانے میں رکاوٹ پڑنے لگی۔ اب اگر یہ اوپر جانے کی کوشش کرتے
 ہیں تو اللہ کے فرشتے ان پر شاب پھینکتے ہیں۔ پھر ان ثیابین میں سے
 کچھ زخمی ہو جاتے ہیں اور بعض ہلاک ہو جاتے ہیں۔ سورۃ جن میں ہے کہ
 جنات نے کہا کہ جب ہم اوپر جاتے ہیں "مُتَلَيَاتٌ حَمِئًا مُّثَدِّدًا" اور
 "مُتَلَيَاتٌ حَمِئًا مُّثَدِّدًا"۔ بعض جدید ماہرین تعلیمات کہتے ہیں کہ اوپر فضا میں کائناتی مشینیں
 (COSMIC RAYS) کا تک پہنچنا ہیں جو بڑی بڑی چیر کھڑکیوں پر سے فضا میں بھیجی
 جاتے ہیں۔ کائناتی ٹھنڈیوں کی حفاظت کا خصوصی انتظام کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح
 اللہ تعالیٰ نے ثیابین کو بھگائے کے لیے شاب مقرر کر رکھے ہیں۔ بہر حال
 یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ
 کی وحدانیت کا یقین آ جاتا ہے۔ انصاف پسند آدمی ایسے دلائل سے
 بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں۔

یہ تو عالم عکری کا حال تھا، آگے آئے اللہ نے عالم سفلی کا حال بھی بیان
 کیا ہے۔ "وَالْأَرْضُ مَكَدُّ لَهَا" اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے۔
 اگرچہ زمین بظاہر چٹائی نظر آتی ہے مگر حقیقت میں بالکل گیند کی طرح
 گول ایک بہت بڑا کرہ ہے۔ چونکہ اس کا حجم بہت بڑا ہے اس
 لیے یہ ہر جگہ سے پھیلی ہوئی نظر آتی ہے اور اس کی گردانی محسوس نہیں

زمین کے
 فوائد

۵۹

ہوتی، فرمایا ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے وَالْقَيْنَا فِيهَا دَرَاسِي
اور اس میں جو پھل پھاڑ رکھ دیے ہیں۔ دَاسِي جیسے ہونے پاڑ کو کہتے
ہیں۔ ان پھاڑوں کو بھی اللہ نے بے سود نہیں پیدا کیا بلکہ ان کے ساتھ
بھی انسانی زندگی کے بہت سے مفادات وابستہ ہیں۔ اگر پھاڑ نہ ہوں
تو انسان ان سے پیدا ہونے والے، پھلوں، جڑی بوٹیوں اور معدنیات
سے محروم ہو جائیں۔ تو پھاڑ بھی اللہ نے انسان کی خدمت کے لیے
پیدا فرمائے ہیں۔

فَرَايَا وَابْتَلَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ اور ہم نے
اس زمین میں ہر چیز ایک اندازے کے مطابق اگائی ہے۔ ان کی کل
قدرت کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نباتات کی ہر قسم کو موزون
پیدا فرمایا ہے۔ الْمَرْجُ کا دانہ ہو یا ہڈیاں اور پتے۔ چھوٹی سی بیل ہو یا
تندر درخت، ہر چیز میں موزونیت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے ہر اگنے والی چیز میں مختلف قسم کے رنگ، خوشبودار تاثر رکھی ہے
جو انسان کی بے شمار ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر دل کا نگاہ
خوش ہو جاتے ہیں۔ فَرَايَا فرمائیں کہ جس قسم کا بیج برائیں گے، ہزار دفعہ
بھی اگائیں تو اسی قسم کا پودا، درخت اور پھل پیدا ہوں گے اور ان میں
کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، اسی رنگ، اسی ذائقہ اور وہی شکل و صورت
ہوگی۔ مگر حیرت کا مقام ہے کہ اتنے بڑے بڑے نباتات قدرت
دیکھ کر بھی لوگ کفر و شرک کر لھوڑ کر اللہ کی وحدانیت کے قائل نہیں
ہوتے۔ یہ ان کی ناشکر گزاری کی علامت ہے۔

ارشاد ہوتا ہے وَجَعَلْنَا كَهْفًا فِيهَا مَعَابِدًا
اور ہم نے تمہارے لیے زمین میں معیشت کے سامان پیدا کیے
ہیں۔ ہم نے تمہاری زندگی کے لیے اسباب فراہم کیے ہیں۔ ان اسباب

کی تعداد اس قدر زیاد ہے کہ انسان انہیں شمار بھی نہیں کر سکتے۔ فرمایا ہم نے تمہیں بھی پید کیا ہے اور تمہاری روزی کا سامان بھی دیا کیا ہے، اور ان کو بھی پید کیا ہے وَمَنْ لَّسْتُ لَكُمْ بِمُؤَدِّيْنَ جن کی روزی کے ذمہ لگے تم نہیں ہو۔ اللہ نے تمہاری خدمت کے لیے کتنے عظام اور نوکر چاکر پیدا کیے مگر ان کا روزی رسال بھی میں ہوں، تم نہیں ہو۔ پھر اللہ نے کتنے چوپائے، پرندے، اونٹ، بچھلیاں، کیڑے مکوڑے اور لاتعداد مخلوق پیدا کی ہے اور ان کے لیے معیشت کے سامان بھی خود ہی پیدا کیے ہیں۔

اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اللہ نے کسی دوسری مخلوق کی روزی تمہارے ذمے نہیں لگائی، بلکہ ہر جاندار کا روزی رسال وہ خود ہے، تو فرمایا یہ باتیں اہل خرد کے لیے بڑے بڑے دلائل ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آ جاہیے، نہ کہ من مانی نشانیاں طلب کی جائیں۔ اللہ نے تو پہلے ہی بیشمار نشانیاں پیدا کر رکھی ہیں جنہیں تم ہر وقت دیکھتے ہو مگر ان میں غور و فکر نہیں کرتے۔

آگے فرمایا وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خُزَائِنُهُ اور ایسی کوئی چیز نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں۔ اللہ کی کوئی قسم لے ہیں، پھولوں اور پھلوں پر نگاہ ڈال لیں، پانی، دھوا، ایجادات، نباتات، اور معدنیات کو دیکھ لیں، ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہی انہیں تقسیم کر رہے ہیں۔ انسانی دل و دماغ، شکل و صورت، حسن و علم اور صحت ہر چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں سے عطا کر رکھی ہے۔ اور اس کے خزانے اللہ وسیع ہیں کہ ان میں کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ فرمایا وَمَا نَكْمُلُكَ إِلَّا فَعْدًا مَّا تَكْمُلُ جِہْمُ بِهٖ تَامُ نَعْمَتِیْ ایک معین انداز سے کے مطابق نازل فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کو دوسری کوئی مخلوق نہیں سمجھ سکتی، وہ اپنی قدرت نامراد حکمت بالغہ

قدرت
خدا کے

کے مطابق جہاں جس چیز کی جتنی ضرورت ہوتی ہے، اتنی مہیا فرما دیتا ہے
 یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کسی کی شکل و صورت کیسے بنانی ہے، اسی
 کو حسن و جمال اور علم و حکمت کئی دینی ہے۔ یہ سب چیزیں اس کے علم
 و قدرت میں ہیں اور وہ اسی کے مطابق انہیں نازل فرماتا ہے۔

وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاحٍ قَانِثًا مِّنَ
السَّحَابِ مَاءً فَاسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ
بِخَبِيرِينَ ۝ (۲۳) وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ
الْوَارِثُونَ ۝ (۲۴) وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ
مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُتَأَخِّرِينَ ۝ (۲۵) وَلَئِن
رَّبُّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ (۲۶)

ترجمہ: اور ہمیں ہم نے ہوا میں لہلہا ہوا . پس اگر ہم نے
آسمان کی طرف سے پانی . پس ہم نے پلایا وہ پانی تم کو
اور نہیں تمہیں تم اس کو غزا کرنے کے لئے (۲۳) اور ایک
ابنہ ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور
ہم ہی مرث ہیں (۲۴) اور ابنہ تحقیق ہم جانتے ہیں
اُنی لوگوں کو جو آگے بڑھنے والے ہیں تم میں سے اور
ابنہ تحقیق ہم جانتے ہیں اُنی لوگوں کو جو پیچھے رہنے
والے ہیں (۲۵) اور ایک تیار ہوا دلا دین کو اٹھا گئے
گا . ایک وہ حکمت والا اور سب کچھ جانتے والا ہے (۲۶)

سورۃ کے پہلے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت
کا ذکر کیا، اور اس کی حفاظت کا قانون بتلایا . پھر منکرین قرآن کی ندامت بیان فرمائی
پھر اللہ نے اپنی وحدانیت اور قیامت کے دلائل ذکر کیے . پہلے علوی دلائل

بیان کیے یعنی آسمانی برحق اور ان کی مخالفت کا ذکر کیا۔ پھر علمی دلائل میں یہ بیان کا پھیلانا اس میں پیارگوں کو پیدا کرنا اور ہر چیز کو موزوں طریقے سے رکھنا بیان ہوا۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر چیز کے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ پانی صحت، علم اور مادی زندگی کے تمام لوازمات اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں، وہ ہر چیز کو معلوم مقدار کے مطابق نازل فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کمال قدرت کے علوی اور سفلی دلائل کے بعد اب تیسری دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ اور ہم نے پرجھل ہوائیں بھجوائیں۔ شاہ عبدالقدوس اس کا ترجمہ رس بھری ہوائیں کرتے ہیں۔ یعنی وہ ہوائیں جو پانی سے بھر پور ہوتی ہیں۔ بقدر ماحول یا دور درستی والے مادہ کو کجا جاتا ہے۔ تعلق کا معنی پیریزنگ بھی ہوتا ہے۔ اس سے بھی پرجھل ہو جاتی ہے اور آگے دوسری چیز نکلتی ہے آجکل کی میڈیکل سائنس میں اسے ٹیکہ لگانا

(INOCULATION) انوکیولیشن کہتے ہیں۔ اس عمل کے ذریعے انسانی جسم میں خاص قسم کے جراثیم پنپانے جاتے ہیں جن سے بیماری کو ابھارنا مقصود ہوتا ہے تاکہ اس کا واضح طور پر علاج کیا جاسکے یا خوردانہ طبیعت کو اس قابل بنایا جاسکے کہ وہ بیماری کا متحمل ہو سکے۔

بہر حال یہ پرجھل ہوائیں کمند سے اٹھنے والے سمجھارت کو اٹھاتی ہیں اور پھر قدرت کو جہاں بارش برسانا مقصود ہوتا ہے، وہاں سے جاتی ہیں۔ بارش برستی ہے جس سے انسان، حیوان، کیڑے مکوڑے اور نہایت سیلاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا خود کار انتظام کر رکھا ہے جس سے پانی جیسی بنیادی ضرورت ہر ایک تک فری پہنچتی ہے اللہ نے اس نظام کو اس حکمت کے ساتھ قائم کیا ہے کہ بارش حسب ضرورت کبھی بھی ہوتی ہے اگر ہر وقت بارش برستی ہے تو دنیا کا سارا

پانی کی
قدرتی
بہم پانی

کاروباری ٹھپ ہو جانے اور زمین اس قابل ہی نہ ہو سکے کہ اس میں کاشت کی جاسکے اور وہ بار آور ہو سکے، اللہ تعالیٰ کی ایک اور حکمت یہ ہے کہ اس نے سمندری پانی کو کھاری بنایا ہے اس میں ایسی تیز بہت پانی جاتی ہے کہ پانی میں پہنچنے والی غلاظت اور اس میں مرنے والے جانور اس طرح گل سٹر جاتے ہیں کہ اُن کا تعفن باقی نہیں رہتا۔

پانی کی بہم رسانی کا اللہ نے یہ عجیب نظام قائم کیا ہے کہ سمندروں کے کھاری پانی سے بخارات اٹھتے ہیں۔ یہاں اُنہیں اٹھا کر مختلف سمتوں میں پھیل جاتی ہیں اور پھر اُن سے مختلف مقامات پر بارش ہوتی ہے مگر کڑوے سمندر کے بخارات جب پھر پانی میں تبدیل ہوتے ہیں تو وہ پانی میٹھا ہوتا ہے جو حیوانات اور نباتات کے استعمال کے قابل ہوتا ہے۔ یہی پانی اُسکے پاٹوں پر بہتا ہے تو مٹی اُن کی صورت میں میدانِ علاقوں میں پہنچ کر یا سی زمین کو سیراب کرتا ہے جس سے کھیتی باڑی ہوتی ہے۔ انسان اور جانور سیراب ہوتے ہیں۔ اور کچھ پانی برف کی صورت میں جم جاتا ہے۔ پھر موسم گرما میں برف پگھلتی ہے جس سے چشمے، ندی نالے اور پھر دریا سدا سلی جاری ہوتے ہیں اور اس طرح سال بھر کی ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کچھ پانی کو زمین کی گہرائی میں اتار دیتا ہے جسے کنوؤں اور ٹیوب ویلوں کے ذریعے نکال کر انسانی ضروریات اور کھیتی باڑی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

بہر حال اللہ نے فرمایا کہ ہم نے جو اُنہیں چلاؤں گا اُنہیں فَاَنزِلْکَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً اور اُسماں کی طرح سے پانی نازل فرمایا۔ آسمان کا اطلاق فضا پر بھی ہوتا ہے۔ بادل فضا میں ہی گھومتے پھرتے ہیں جن سے بارش ہوتی ہے۔ اگرچہ بادل ہی بظاہر ذریعہ

پریش ہیں مگر اس کے لیے عالم باہر کا حکم بھی ضروری ہے۔ جب تک انسان کا حکم نہ ہو پریش نہیں ہوتی۔ ہوا، روشنی، خوراک، لباس، مکان کی طرح پانی بھی انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہے جو بنیادی طور پر ایشیائی تھائے ہیں نازل فرما ہے فرمایا فَأَسْقِیْهُمْ مَّاءً ہم نے یہ پانی تمہیں پلایا اور تمہارے ساتھ دیگر جانوروں اور نباتات کو بھی سیراب کیا۔ پانی درحقیقت ہے۔ اس کی اصل قدر صحرائی علاقوں کے باشندوں کو ہوتی ہے۔ جہاں سینکڑوں میلوں تک اس کا نام نشان نہیں ملتا۔

فرمایا پانی ایک ایسی چیز ہے کہ بنیادی ضرورت ہونے کے باوجود وَمَا أَشْعُرُ بِخُضْرَتِیْ تم اس کو ذخیرہ (STORE) نہیں کر سکتے۔ تم چند دن کے لیے تو پانی جمع کر سکتے ہو مگر سالوں تک اس کی بہم رسانی کے لیے تمہارے پاس کوئی انتظام نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ اللہ نے چشموں، اچھیلیوں، انڈی نالوں اور یاؤں اور برف کے تودوں کی صورت میں ایسا مربوط نظام قائم کر دیا۔ کہ انسان، حیوان اور نباتات سال بھر کی ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں اور اللہ کے یہ خزانے ختم نہیں ہوتے مروجہ دور میں پانی ذخیرہ کرنے کے لیے بڑے بڑے ڈیم بنائے گئے ہیں مگر پھر بھی سال میں کئی مواقع ایسے آتے ہیں کہ ضرورت کے مطابق پانی میسر نہیں آتا جس کا اثر نہ صرف کھیتی باڑی پر پڑتا ہے بلکہ ہمارے ملک کی کھلی گی پیداوار میں بھی کمی آجاتی ہے اور پھر لوڈ شیڈنگ کرنا پڑتی ہے۔

میڈیکل سائنس والے بتاتے ہیں کہ انسان کی ہڈیوں میں گردش کرنے والے خون پر زندگی کا دارومدار ہے اور اس خون میں اسی فیصد پانی اور میں فیصد باقی غذائی اجزاء ہوتے ہیں۔ اگر پانی جیسی عظیم نعمت نہ ہو تو نہ کوئی انسان زندہ رہ سکے، نہ کوئی جانور اور نہ ہی نباتات پیدا ہو سکے۔ اسی لیے

تو اللہ نے فرمایا ہے **وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيًّا** (الانبیاء) ہم نے ہر چیز کی زندگی کا انحصار پانی پر رکھا ہے۔ اور پانی بھی ایسا کر جو گندایا بدبو دار نہیں بلکہ **وَإِنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُّوْنَا ۚ وَالْأَنْهَارُ قَالِی** ہم نے پاکیزہ پانی نازل فرمایا ہے جو خود بھی پاک ہے اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کر دیتا ہے۔ چنانچہ غلطی کو دور کرنے کے لیے بھی پانی ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرضیکہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے آسمان کی طرف سے پانی نازل فرما کر تمہیں سیراب کیا ہے۔ اب تم اللہ یعنی تمام حکومتوں کا بھی فرض ہے کہ لوگوں کے لیے پانی کی فری سہولت کا بندوبست کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی یہ میری دلیل بیان فرمائی ہے۔

زندگیاں
موت کا حکم

اب اپنی وحدانیت کی چوتھی دلیل اللہ نے یہ بیان فرمائی **وَإِنَّا لَخَنَّٰ** **لُعْنٰی وَتَلْعٰی** اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دے کر دیتے ہیں۔ **گرایاوت** حیات اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے یہ کسی انسان، جن، فرشتہ یا دیوی دیوتا کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس کی حکمت اللہ کے مطابق جب تک کسی کی زندگی مقصود ہوتی ہے، اُسے زندہ رکھتا ہے اور پھر موت سے ہٹا کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب تک چاہے گا کائنات کو بھی جی ملے پر زندہ رکھیں گے اور جب چاہے گا قیامت برپا کر کے ہر چیز کو فنا کر دیگا۔ غرضیکہ جس طرح پیدائش اس کے اختیار میں ہے اسی طرح موت بھی اس کے ہاتھ میں ہے اس کی مرضی کے خلاف نہ کوئی پیدا کر سکتا ہے اور نہ کسی کو مار سکتا ہے پھر فرمایا **وَلَخَنَّ الْوَاوُتُ** اور ہر چیز کے وارث بھی ہم ہی ہیں۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وارث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے تو اس کی چھوٹی بیوی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں

ہوتی ہے۔ یہاں پر اولاد والی وراثت مراد نہیں بلکہ ہر انفرادی موت اور پھر قیامت کو مجموعی موت کے بعد ہر چیز کا وارث اللہ ہی ہے سب کی کائناتی اسٹی کے قبضہ قدرت میں ہوتی ہے۔

متقدمین
اور متاخرین

ارشادِ برسانے وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْبَشَرَ مَا عَنِتُّوا حَتَّىٰ كَانَ مِنَ الْإِنسَانِ أَنَّىٰ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں تم میں سے آگے بڑھنے والوں کو وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْبَشَرَ مَا عَنِتُّوا حَتَّىٰ كَانَ مِنَ الْإِنسَانِ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں پیچھے بننے والوں کو بھی۔ مفسرین کرام نے مقدمین اور متاخرین کی تفسیر مختلف طریقے سے بیان فرمائی ہے۔ امام ابن جریر طبری اور بعض دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ متقدمین سے پہلی امتوں کے لوگ مراد ہیں اور متاخرین سے حضور علیہ السلام کی امت یعنی آخری امت کے لوگ مراد ہیں۔ فرمایا ہم تمام اولین اور آخرین کے حالات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا علم تمام چیزوں پر محیط ہے بعض فرماتے ہیں کہ متقدمین سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیکی میں آگے بڑھنے والے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے حکم دیا ہے فَاتَّبِعُوا الْاٰمِلَاتِ (المائدہ) نیکی کے کاموں میں آگے بڑھو۔ اور متاخرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے متقدمین سے مراد نماز اور جہاد کی صفوں میں آگے بڑھنے والے لوگ ہیں بعض لوگ کستی کرتے ہیں نماز کی اگلی صفوں میں پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ کھلی صفوں میں ہی بیٹھ جاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اگر لوگ کو پتہ چل جائے کہ ان کے کئے کا کتنا اجر ہے اور اگلی صفوں میں نماز پڑھنے کی کتنی فضیلت ہے تو لوگ اگلی صفوں میں شامل ہونے کے لیے قمر اندازی کرنے لگیں۔ حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ امام قرطبیؒ نے اُن سے روایت نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام کی امت میں بعض ایسے مقبول بندے بھی ہوں گے کہ اُن سے کھلی

صف میں نماز ادا کرنے والے لوگوں کی بھی بخشش ہو جائے گی۔ اگر کوئی مقبول تھا
 بندہ اگلی صف میں نماز ادا کرتا ہے تو یہ جیسے والوں کے سب کے گناہ معاف
 ہو جائیں گے۔ تاہم فضیلت اگلی صف کو ہی حاصل ہے اور اگلی صف
 والے کی وجہ سے ہی پچھلی صف والوں کے گناہوں کی معافی کا ذکر آیا ہے
 لہذا حتی الامکان اگلی صفوں میں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

عزیزوں
 عزیزوں
 کی صفیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کے
 زمانے میں ایک خوبصورت عورت نماز باجماعت کے لیے مسجد میں آئی
 تھی اس لیے بعض آدمیوں کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اگلی صف میں پیچ جائیں
 تاہم ان کی نگاہ عورت پر نہ پڑے۔ اور بعض منافق صفت آدمی ایسے بھی
 تھے کہ وہ پچھلی صفوں میں رہنا پسند کرتے تھے تاکہ انہیں تاک جہاں تک
 کا موقع مل سکے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ ہم جانتے ہیں آگے بڑھنے والوں کو
 اور پیچھے رہنے والوں کو۔ ان کی نیت اور ارادہ بھی ہمارے علم میں ہے
 اسی لیے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مردوں میں سب سے اچھی اگلی
 صفیں ہیں اور عورتوں میں اچھی صفیں پچھلی ہیں۔ مرد و عورتوں سے جتنے
 دور رہیں گے اتنے ہی جتنے سے محفوظ رہیں گے اس سے یہ مراد
 بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نیکو میں آگے بڑھنے اور پیچھے رہنے
 والوں کو جانتے ہیں۔ یا میدان کارزار میں آگے بڑھ کر حصہ لینے والوں
 کو بھی جانتے ہیں اور پیچھے رہنے والوں سے بھی واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ
 ہر ایک کے حالات، انیت اور عزم کو جانتا ہے۔

قیامت
 جزائے عمل

وللّٰہی ترجید کے بعد اللہ نے فرمایا **وَإِنْ رَجَعْتَ فَاصْبِرْ**
 اور بیشک اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا اور سب کو جزائے عمل
 کے مرتبے سے گزرتا دیکھے گا۔ اور سب کو اپنے اپنے کئے کی جزا دے گا
 بھگتا ہوگی۔ فرمایا **إِنَّكَ حَرَكٌ مِّنْ جَلِيلٍ** اور اللہ تعالیٰ کمال حکمت

کامیاب ہے۔ اس کی ہر بات چکاڑ ہے اور اسی کے مطابق وہ فیصلہ کرتا ہے۔ وہ عظیم سمجھی ہے کہ ہر شخص کے مختفی عزائم کو بھی جانتا ہے۔ قیامت کے دن ہر ایک کو اس کی نیت اور اعمال کے مطابق جزا دے گا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ
 حَمِإٍ مَسْنُونٍ ۝ (۲۹) وَالْجَبَانَ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ
 مِنْ نَارِ السَّمُومِ ۝ (۳۰) وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَأِكَةِ
 إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمِإٍ
 مَسْنُونٍ ۝ (۳۱) فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ
 رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۝ (۳۲) فَسَجَدَ الْمَلَأِكَةُ
 كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ (۳۳) إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى أَنْ
 يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ (۳۴) قَالَ يَا إِبْلِيسُ
 مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ (۳۵) قَالَ كَفَرْتُ
 أَكُنْ لَا سَجْدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ
 مِنْ حَمِإٍ مَسْنُونٍ ۝ (۳۶) قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ
 رَجِيمٌ ۝ (۳۷) وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ
 الدِّينِ ۝ (۳۸)

ترجمہ: اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا ان
 کو بھنے لئے، متعیر، طرے ہوئے مارے سے (۲۹)
 اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی
 رُسے سے (۳۰) اور (اس بات کو دیکھیں یہ لڑا جیکہ

فرایا میرے پردہ نگار نے فرشتوں سے کہ بیگم میں پیدا
 کرنے والا ہوں انسان کو ایک بچہ ملے، متغیر مڑے ہوئے
 گاہ سے سے (۲۸) پس جب میں اس کو ہار کر لوں
 اور پھونک دوں اس میں اپنی طرف سے روح۔ پس
 اگر پڑو تم اس کے سامنے سجدے میں (۲۹) پس سجدہ کیا
 فرشتوں نے سب کے سب نے (۳۰) لیکن ابلیس نے
 سجدہ نہ کیا۔ اس نے انکار کیا کہ ہر وہ سجدہ کرنے والوں
 کے ساتھ (۳۱) فرایا (اللہ نے) اے ابلیس! کیا ہے تجھ
 کو کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا (۳۲) کہنے
 لا۔ میں نہیں ہوں کہ سجدہ کروں انسان کے سامنے جس کو
 پیا گیا ہے تو نے بچنے ملے، متغیر، مڑے ہوئے گئے
 سے (۳۳) فرایا (اللہ نے) نکل جاؤ یہاں سے۔ بیگم تم
 مردود ہو (۳۴) اور بیگم تجھ پر لعنت ہے انصاف
 کے دن تک (۳۵)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کے دلائل بتائے
 ہوئے۔ پہلے بیرونی دلائل کا ذکر ہوا جن میں آسمانوں کی عظیم اس میں ستاروں
 اور سیاروں کو چلانا، پھر زمین کو پھیلانا اور اس میں طرح طرح کی چیزیں پیدا کرنا۔
 پھر زمین و آسمان کے درمیان فضاؤں میں ہواؤں کو چلانا، بادلوں کو اٹھانا، باران
 رحمت کا نازل، انسانوں، جانوروں اور نباتات کے لیے پانی کی ہم رسائی
 اور اس کے نتیجے میں خوراک کا دیا کرنا وغیرہ بیرونی دلائل تھے۔ اس کے
 ساتھ ساتھ اللہ نے قیامت کا ذکر بھی فرمایا ہے رَبَّكَ هُوَ يَخْشَىٰ
 تَبَرَّأَ مِمَّا دُونَهُ سَبَّحُ لِلَّهِ الْأَشْيَاءُ كُلِّهَا وَمَا يَدْرِي أَلَمِ الْإِنسَانُ إِلَّا دَارًا مَّوَدَّةَ

قدرت رکھتا ہے۔ پھر حجاب کتاب کی منزل آئے گی اور جہزائے عمل واقع ہوگی مگر یہ انسان کی پیدائش کے ساتھ لازم ہے۔

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مسئلہ بیان فرمایا ہے اور اس میں اپنی قدرت اور علمیت کے اندر ولی دلائل ذکر کیے ہیں۔ ہر دینی دنیا کے علاوہ اللہ نے انسان کے اندر بھی عجز و فخر کھیلے والوں کے لیے بہت سے دلائل رکھے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں دوسری جگہ موجود ہے **وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ لُوطٍ نُّعَذِّبُهُ فَأُولَٰئِكَ يُنظَرُونَ (الذَّارِعَاتِ)** تبار سے نفسوں کے اندر بھی اللہ نے بہت سے دلائل رکھے ہیں، کیا تم سمجھتے نہیں؟ اسی طرح حشر اموات بھی خود انسان کے اندر ولی دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

مشرقِ حلق
انسان

اللہ نے انسان کو پیدائش کے لئے اس کو جو دلائل رکھے بہت بڑا احسان فرمایا کہ اس سے نوع انسانی قائم ہوئی ہے انسان میں اگرچہ نافرمانی کا مادہ بھی پایا جاتا ہے، مگر اللہ نے اس میں کماؤت بھی بہت زیادہ پیدا کیے ہیں۔ اگر انسان ان سے کام لے تو ہر کمال خدا تعالیٰ کی معرفت کی دلیل بن سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ** اور البتہ تحقیق ہم نے پیدایا انسان کو **مِنْ صَلْصَالٍ مِّثْلٍ نَّحْمٍ** سے بچنے والے متغیر مٹے ہوئے گھسے سے۔ صلصال اس خشک مٹی کو کہتے ہیں کہ جب اسے آگ پر پکایا جائے تو ٹوٹ کر ٹکڑے سے بکھرنے لگتی ہے۔ سورۃ الرحمن میں ہے **تَخْلُقُ الْإِنسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ** انسان کو پیدایا خشک مٹی سے جیسے ٹیکری ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کی تخلیق ٹیکری یعنی پکی ہوئی مٹی سے ہوئی ہے تو اس میں حرارت کا جزو بھی یقیناً موجود ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تمام روئے زمین کی مٹی اکٹھی کر کے لاؤ

انسانی وجود
کے عناصر

پھر اس کو گزندھا گیا، اس کا گلہ اُٹا گیا، اور پھر اس سے انسان کا مجسمہ تیار ہوا۔
عام مشہور ہے کہ انسان چار مراحل یعنی مٹی، آگ، ہوا اور پانی کا مجسمہ
ہے۔ یہ نظریہ یونانیوں کے ہاں اُٹا جاتا تھا جسے بعض دوروں نے بھی تسلیم
کیا۔ تاہم بعض لوگ انسان کو پانچ، سات یا اس سے بھی زیادہ عناصر کا مجموعہ
سمجھتے تھے۔ موجودہ سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ انسان
بیرونی دنیا میں پائے جانے والے لاتعداد عناصر کا مرکب ہے۔ باہر کی دنیا میں
جتنے عناصر موجود ہیں، انسانی وجود ان سب کا خلاصہ اور پختہ ہے اللہ تعالیٰ
نے انسانی جسم کی شیشی بڑی پیچیدہ بنائی ہے اس کی ہر ایک ہڈی رگیں
اور دماغ کے پہنچ دھم میں اپنی قدرت کے بے شمار کمالات اور حکمت رکھتی
ہیں اور پھر یہ سب کہ روئے زمین کی مٹی کیسے نرم ہے کیسے سخت کہیں
مستحکم ہے، کیسے سیاہ اور کیسے سرخ، اسی طرح یہ خواص انسان میں بھی
پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگ نرم مزاج ہوتے ہیں اور بعض سخت مزاج
بعض رنگت میں کاسے اگر دیکھیں گے اور مشرق ہوتے ہیں یہ مختلف
ظہنوں کی مٹی کی تاثیر ہے۔

بہر حال اللہ نے انسان کی تخلیق کے سلسلے میں فرمایا کہ ہم نے
انسان کو مصلحتاً یعنی کھٹکھٹانے والی، حیا، یعنی بدلی ہوئی اور مستحکم یعنی
گلی سٹری مٹی سے پیدا کیا۔ اس بات کی تفصیل تو نہیں مٹی کہ آدم علیہ السلام
کا مجسمہ تیار ہو کر کتنی دیر تک پڑا رہا اور پھر خشک ہوا۔ البتہ فرشتے اور
انجیس اس مجسمے کو دیکھ رہے تھے۔ انجیس کے متعلق آتا ہے کہ اُس نے
دیکھا کہ یہ مجسمہ اللہ سے خالی ہے اور اس میں دوسرے ڈالنے کی گنجائش
موجود ہے۔ ان فرشتے بھی اس عجیب و غریب مجسمے کو دیکھ کر حیران
ہو رہے تھے کہ یہ کیسی مخلوق ہے۔ کافی عرصہ کے بعد اس مجسمے میں
روح ڈالی گئی۔ بہر حال فرمایا کہ ہم نے کھٹکھٹانے والے، مستحکم اور سٹری

ہوئے گارے سے انسان کو تخلیق کیا۔ اس مٹی میں اللہ نے وہ کمال رکھا جو کسی دوسرے مٹی میں نہیں پایا جاتا۔ اس میں خدا تعالیٰ کی ذاتی تجلیات کو برداشت کرنے کی صلاحیت موجود ہے جو کسی دوسری مخلوق جنت ملائکہ وغیرہ میں بھی نہیں رکھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کائنات میں انسان کو برتری عطا فرمائی ہے۔

فرشتوں
کی تخلیق

فرشتوں کی تخلیق انسان کی تخلیق سے کروڑوں سال پہلے ہوئی۔ امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا دور بھی آیا جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اعلیٰ کے فرشتوں جبرائیل اور میکائیل کو پیدا فرمایا۔ ان فرشتوں کے مادہ تخلیق کی مثال شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں اگ سے دی ہے جسے موسیٰ علیہ السلام نے کہ طور پر دیکھا تھا۔ وہ ایک خاص نوری یا ناری مادہ تھا جو درخت کے سے ظہر ہو رہا تھا مگر درخت کو جلاتا نہیں تھا۔ جوں جوں اس کی روشنی میں اضافہ ہوتا تھا۔ درخت کی سرسبزگی اور شادابی بھی بڑھتی جاتی تھی۔ تو اس قسم کے حیرت انگیز مادے سے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اعلیٰ کے فرشتوں کی تخلیق کی۔ پھر ملائکہ اعلیٰ کے دوسرے طبقے کے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے عالم مثال کے لطیف مادے سے پیدا کیا، پھر باقی فرشتے پیدا کیے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تمام فرشتوں کا تعلق ایک ہی طبقے سے نہیں بلکہ ملائکہ اعلیٰ سے زمین تک ان کے تورات طبقے ہیں اور ہر طبقے کا مادہ تخلیق مختلف ہے۔ بعض کا مادہ برف کے ٹکڑے کی مانند ہے جس سے دھواں سانسکتا ہوا دکھائی دیتا ہے پھر مال فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نوری انسانی کی مصلحت کی خاطر پیدا فرمایا۔ فرشتے جنت، زمین اور آسمان وغیرہ تمام چیزیں پہلے پیدا کیں اور اس کے بعد انسان کو پیدا فرمایا۔

انسان
کی برتری

اللہ تعالیٰ نے انسان کو باقی تمام مخلوقات پر برتری اور فضیلت

علا فرمائی ہے کہ چونکہ اس کے مادہ تخلیق میں جو لطافت اور کمال رکھتا ہے اور جو خوبیاں اور صفات اس میں ودیعت کی ہے، وہ کسی دوسری مخلوق میں نہیں پائی جاتیں۔ مٹی جیسی حقیر چیز کو دیکھیں اور پھر اس سے پیدا ہونے والا اللہ کا شاہکار ملاحظہ کریں کہ انسان کو کیسی عظیم ہستی بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد ہے **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ** (المتین) ہم نے انسان کو بہترین شکل و صورت اور بہترین قد و قامت میں پیدا فرمایا۔ اللہ کا یہ بھی ارشاد ہے **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ** (سجۃ السجۃ) ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔ انسان کا مجسمہ بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی طرف سے روح ڈالی۔ انسان کا شرف و کمال اسی روح کی وجہ سے ہے روح نہایت ہی لطیف چیز ہے اور اسی کی بدولت انسان کی صفات اور کمالات قائم ہیں۔

جنت کی
تخلیق

انسان کی تخلیق کے بیان کے ساتھ اللہ نے نافرمان عنصر یعنی جنت کی تخلیق کا ذکر بھی کیا ہے۔ **وَالْحَبَانُ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ** اور اس سے پہلے ہم نے جنوں کو آگ کی لڑ سے پیدا کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جہنم سے مراد جنوں کا جہانم جہنم ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ان میں شامل نہیں بلکہ الگ ہے۔ تاہم جہنم کی مراد ہی اولاد نافرمان ہے مگر جنت میں سے فرمانبردار بھی ہیں اور نافرمان بھی جیسا کہ سورۃ جن میں آتا ہے **وَإِنَّا لَمَّا خَلَقْنَاكَ وَرَحْمَةً مِنَّا فَأَمَّا لَكَ فِيهِ نَارٌ أَوْ نَارٌ** اور یہ حال جنت کو اللہ تعالیٰ نے از محوم سے پیدا کیا۔ سورۃ الرحمن میں ہے **وَخَلَقَ الْحَبَانَ مِنْ مَّزْجٍ** جن ناریہ جنت کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کی تخلیق میں مٹی کا عنصر زیادہ ہے جب کہ جنت اور شیاطین کی تخلیق میں آگ کا عنصر غالب ہے۔

انسان کی
تخلیق

اب اللہ نے انسان کی تخلیق کا مصلح حال بیان فرمایا ہے۔ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِذَا جَاءَ اَمْرِيْ بِكَ لَا تَجْعَلْنٰهُ سَفِيْهًا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ یہ انسان کی پیدائش سے پہلے کا واقعہ ہے۔ فرمایا اِنِّیْ خَالِقُ الْاِنْسٰنِ میں بشر یعنی انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ انسان کو بغیر اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کی کمال نمایاں نظر آتی ہے۔ یہ انسان کا خاصہ ہے کہ اس کی کمال واضح طور پر نظر آتی ہے جب کہ جانوروں اور پرندوں کی کمال پوشیدہ ہوتی ہے اور واضح طور پر نظر نہیں آتی۔ فرمایا میں انسان کو پیدا کرنے والا ہوں مِنْ صَلَٰصٰلٍ مِّمَّتْ ۚ جَعَلُوْا مَسٰكِيْنًا متغیر اور مٹنے والے سے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو انسان کی پیدائش کے متعلق پہلے ہی آگاہ کر دیا۔

روح کا
مسئلہ

فرمایا فَاِذَا اسْتَوٰیۤ اَمْرُنَا بِكَ بِرُوحٍ مِّنْۢ مِّنْۢ مَّوْجِيۡنٍ اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں۔ برابر کرنے سے مراد ہے کہ جب میں آدم علیہ السلام کے تمام اعضا و قویٰ اپنے اپنے مقام پر رکھ دوں۔ جہاں تک روح کا تعلق ہے، یہ حادثہ یعنی اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے اپنی روح پھونک دی۔ اس طرح طوطا کا مسئلہ بن گیا کہ انسان خدا ہو گیا اور خدا آدم بن گیا۔ بلکہ روح تو مخلوق ہے اور اس کا تعلق عالم امر اور عالم خلق دونوں سے ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں موجود ہے کہ لَیْسَ بِشَیْءٍ اِلَّا رُوْحٌ مِّنْ رَّبِّکَ روح کے متعلق سوال کرتے ہیں تو کہہ دیں قُلِ الرُّوْحُ مِنْۢ مَّوْجِۡدٍ ۚ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْۢ مِّنْۢ مَّوْجِۡدٍ اِلَّاۤ اَنۡ یُّکَلِّمَۤہُ مَا یَشَآءُ بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔

روح کا مسئلہ بڑا پیچیدہ اور مشکل ہے۔ بڑے بڑے فلاسفوں اور علما

نے اس پر کلام کیا ہے۔ امام رازی نے کتاب النفس لکھی ہے جس میں روح اور نفس کی جملہ معلومات جمع کی ہیں اور اس میں قدیم نظریات کا ذکر بھی کیا ہے۔ امام غزالیؒ نے بھی کتاب الروح کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں روح کی حقیقت کو کھیلنے کی کوشش کی ہے۔ امام ابن قیمؒ کے شاگرد امام ابن قیمؒ نے بھی کتاب الروح جیسی کتاب پیش کی۔ اہم اس مسئلہ میں سب سے زیادہ کلام امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ روح کے بارے میں خواص تو بحث کر سکتے ہیں مگر عوام کے لیے یہی کافی ہے کہ روح امیر ربی ہے جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل کا حوالہ پہلے دے دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ روح کی نسبت اللہ کی طرف اس کی شرافت کی وجہ سے کی گئی ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ کو یہ نام ان کی شرافت کی وجہ سے دیے گئے ہیں۔

فرمایا جب میں آدم کو پرہیزگاروں اور اس میں اپنی طرف سے روح ڈال دوں فَخَلَعُوا لِذٰلِكَ سُلْجٰدًا تو قوم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا۔

جائزہ لیا ہی ہوا جب اللہ نے آدم علیہ السلام میں روح ڈال دی فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ كُلُّهُمْ اٰخَفَعُوْۤا اَۡفَخَفَعُوْۤا تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس ضمن میں متکلمین اور علماء سارے ہی کہتے ہیں کہ عالم بالا اور عالم زیریں کے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حکم خدا اعلیٰ کے فرشتوں کو نہیں تھا بلکہ عالم عنصرین کو تھا جن کی تخلیق جن سے ہوئی تھی۔ اہلیس اور شیاطین بھی مخلوق ان میں سے ہیں، اس لیے ان کو بھی سجدے کا حکم ہوا تھا۔ سورۃ اعراف میں موجود ہے کہ جب اہلیس نے سجدہ نہ کیا تو اللہ نے فرمایا مَا مَعَكَ اَلَّا تَسْجُدْ اِذَا مَرَرْتَ بِہِمْ تَجِبۃً سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح فرشتوں کو سجدے کا حکم ہوا تھا، اسی طرح

فرشتوں کو
سجدے کا
حکم

الجیس کو بھی حکم تھا، مگر اس نے انکار کر دیا۔

سجدہ قیامی

اللہ تعالیٰ نے جس سجدے کا حکم فرشتوں اور انجیس کو دیا تھا، وہ سجدہ قیامی تھا۔ سجدہ عبادت اللہ کے سوا کسی کے لیے رہا نہیں، اگر کوئی کھڑا ہو کر اس پر کفر لازم آئے گا۔ یہ سجدہ تعلیم و تحذیم آیا ہی ہے جیسا یوسف علیہ السلام کے صحابیوں نے آپ کے سامنے کیا تھا۔ قدم نہانے میں لوگ سجدہ قیامی بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے سامنے بھی کرتے تھے۔ اس کو سجدہ تحقیر یعنی ملاقات کا سجدہ بھی کہتے ہیں اور یہ پہلی امتوں میں ممنوع نہیں تھا مگر اس آخری امت کے لیے سجدہ قیامی بھی حرام ہے خواہ یہ کسی بادشاہ پیر، استاد یا قبر کے سامنے کیا جائے۔ البتہ مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ فرق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی انسان یا قبر کو سجدہ قیامی کرے، تو وہ حرام ہے، سجدہ کرنے والے پر کفر کا فتویٰ نہیں لگ سکتا۔ اور اگر کوئی شخص کسی مخلوق کے سامنے عبادت کا سجدہ بجالا دے تو یہ صریح کفر ہوگا کیونکہ عبادت کا سجدہ ہر امت میں حرام ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ سجدہ آدم علیہ السلام کے سامنے نہیں ہوا تھا، بلکہ سجدہ تو اللہ تعالیٰ کو ہی تھا۔ اور آدم علیہ السلام بمنزلہ قبلہ کے تھے جس طرح ہم بیت اللہ شریف کو قبلہ اور جنت مان کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ہوتے ہیں، اسی طرح فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو قبلہ مان کر اللہ کو سجدہ کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحقیق یہ ہے کہ خانہ کعبہ مرکز عالم ہے، اس کی سمت پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات بہت زیادہ پڑتی ہیں، تو جہاں سجدہ دراصل اس تجلی کو ہوتا ہے۔ اسی طرح آدم علیہ السلام بھی بمنزلہ قبلہ تھے جن کی طرف فرشتوں نے سجدہ کیا۔

بعض فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کے لیے سجدے کا حکم ہوا تو اس وقت ان کے قلب مبارک پر اللہ تعالیٰ کی ذاتی تجلیات

پڑھ رہی تھیں اس لیے آدم علیہ السلام کی سمت میں فرشتوں کو سجدہ کا حکم ہوا۔
بعض فرشتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی محض تعظیم کوئی معنی اور فرشتوں
نے اس حکم کی بجا آوری کی۔

بہر حال تمام فرشتوں نے سجدہ کیا إِلَّا ابْنِيسَ ماسوائے ابلیس کے
أَبُو أَنْ يَسْكُوكَ مَعَ السَّجِدِينَ اس نے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے
والوں کے ساتھ ہو قَالَ اللَّهُ نَزَّاهُ أَكْبَرُ فرمایا کیا ابلیس ممالک أَلَا يَسْكُوكَ
مَعَ السَّجِدِينَ لے ابلیس! تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ کروں گا پرا
قَالَ كُنْ أَكُنْ لَآ سَجِدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ
مَلَصَالٍ مِنْ حَآبٍ مَسْنُونٍ میں اس بشر کو سجدہ نہیں
کر سکتا ہے تو نے کہنا کہ میں نے اپنے متغیر گارے سے پیدا کیا ہے
گیا ابلیس نے آدم علیہ السلام پر اپنی برتری ظاہر کی سورۃ اعراف میں
ہے قَالَ أَتَأْمُرُونِي أَنْ أَسْجُدَ لَهُمْ میں اس سے بستر ہوں خَلَقْتَنِي
مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ میں نے آگ سے
پیدا کیا ہے اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق کیا ہے۔ اور آگ مٹی
سے فائق ہے، لہذا میں مٹی جیسی ادنیٰ چیز کے سامنے سجدہ نہیں کر سکتا
بشار ابن بد شاعر نے کہا ہے۔

إِبْلِيسُ أَفْضَلُ مِنْ آدَمَ
فَكَيْفَ نُوَايَا مَعْشَرَ الْأَشْرَارِ
الَّذِينَ عَصَوْا وَآدَمَ طَيْبَةً
وَالطَّيِّبُ لَا يَسْمَعُ سَمَوًا لَذَر

ابلیس تو اچھے جدا مجھ آدم علیہ السلام سے زیادہ فوقیت رکھتا
ہے کیونکہ ابلیس کا عنصر آگ ہے اور آدم کا مٹی۔ اور آگ کو مٹی پر فوقیت
حاصل ہے۔ یہ ابلیس کا تکبر اور حسد تھا کہ اچھے آدم علیہ السلام پر

اپنی ہر قری ظاہر کی جنگ بہت بری بیماری ہے۔ اسی لیے جنگاں میں جب کسی کی قربیت کہتے ہیں تو شکر سب سے آخر میں لکھتے ہیں۔ یہ سب سے خطرناک اخلاق ہے تو شیطان نے اکثر کی وجہ سے کہا کہ میں آدم علیہ السلام سے افضل ہوں۔

شیطان
و فرعون

قَالَ اللَّهُ نَزَلْنَا فَاخْرُجْ مِنْهَا يَا نَارُ فَخَرَجَ نَارُ الْإِنسَانِ الَّذِي كَفَرَ عَلَى الْخَبْرِ وَالْعِصْيَانِ إِنَّهُ قَدْ كَفَرَ إِنَّهُ لَمِنْ الْكَافِرِينَ
 اس نے انکار اور تکبر کیا تو کافروں میں ہو گیا۔ حضرت شمس الدین عجمی
 منیریؒ کے معنوں میں ہے کہ ابلیس نے سات لاکھ سال عبادت
 کی مگر اللہ کے ایک حکم کی سرطانی کی وجہ سے ماری عبادت راہیگاں
 چلی گئی۔ فرمایا، **يَا نَارُ خُزِّي فِي الْأَرْضِ الْحَاقَّةِ** اے آگ جو زمین
 تم پر قیامت تک لعنت ہی پرستی رہیگی۔ اس کا یہ مطلب نہیں
 کہ قیامت آئے پر لعنت سے نکل جائیگا بلکہ قیامت برپا ہونے
 کے بعد تو جزائے عمل کی منزل آئے والی ہے اور پھر اس کا عذاب
 تو مزید بڑھ جائے گا۔ کافروں کے متعلق سورۃ بقرہ میں اللہ کا واضح
 حکم ہے **إِنَّ الْإِنْسَانَ كَذِبٌ** کفار و منافقوں کو کفار
أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ وہ
 اللعذاب وَلَا هُمْ يُنْقِضُونَ فَمَنْ رَفَعِ صَوْتَهُ بِكُفْرٍ فِي مِلَّةِ
 مر گیا، اٹھ پر اللہ اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ وہ
 اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے عذاب میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ انہیں
 مہلت دی جائیگی۔ بہر حال فرمایا کہ اے ابلیس! تم پر قیامت تک لعنت
 پڑتی رہیگی اور پھر آخرت کا عذاب تو دائمی ہوگا۔

وہ ماہ ۳۳

درجہ ششم ۶

الحجرہ ۱۵

آیت ۳۶ ۳۷

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ
 فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ
 الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي
 لِأُزَيِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَا أَغْوِيَهُمْ
 أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ
 الْمُخْلِصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ
 مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
 سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾
 وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾
 لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ
 جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾

ترجمہ :- کہا (شیطان نے) اے پروردگار! میں
 ملت میں سے ہرگز کہ اُس دن تک جس دن میں لوگوں
 کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ﴿۳۶﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ
 نے کہ تو ملت میں سے ہرگز کہ اُس دن تک جس دن میں لوگوں
 کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ﴿۳۷﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ
 کہ تو ملت میں سے ہرگز کہ اُس دن تک جس دن میں لوگوں
 کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ﴿۳۸﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ
 کہ تو ملت میں سے ہرگز کہ اُس دن تک جس دن میں لوگوں
 کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ﴿۳۹﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ
 کہ تو ملت میں سے ہرگز کہ اُس دن تک جس دن میں لوگوں
 کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ﴿۴۰﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ
 کہ تو ملت میں سے ہرگز کہ اُس دن تک جس دن میں لوگوں
 کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ﴿۴۱﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ
 کہ تو ملت میں سے ہرگز کہ اُس دن تک جس دن میں لوگوں
 کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ﴿۴۲﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ
 کہ تو ملت میں سے ہرگز کہ اُس دن تک جس دن میں لوگوں
 کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ﴿۴۳﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ
 کہ تو ملت میں سے ہرگز کہ اُس دن تک جس دن میں لوگوں
 کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ﴿۴۴﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ

مزین کر کے دکھائیں گا ان کے لیے زمین میاں (برائوں کو)
 اور میں مزدور گزار کروں گا ان سب کو (۳۹) ہمارے
 تیرے شخص بندے ان میں سے (۴۰) فرمایا (اللہ تعالیٰ
 نے) یہ ہے راستہ سوچا مجھ تک (۴۱) بلکہ میرے بندے
 کو نہیں ہے ان پر کوئی غلبہ، مگر وہ جس نے پیری
 کی تیری گزروں میں سے (۴۲) اور بلکہ جہنم ان سب
 کے وعدے کا وقت ہے (۴۳) اور اس کے سات ملازم
 ہیں۔ ہر ایک دروازے کے لیے ان میں سے ایک
 حصہ ہے تقسیم کیا ہوا (۴۴)

پلے اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کیا۔ ایک معمولی چیز یعنی مٹے
 ہوئے بہبود گزارے والی مٹی سے انسان کو پیدا کیا اور طے کمال دہے کی حیثیت
 اور شان عطا فرمائی، اس میں روح ڈالی، فرشتوں سے اس کو سجدہ کرایا، اسی نے
 سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اپنی برتری جتانے کی کوشش کی کہ میں ماری ہو کر شاکی
 کے سات جسے سجدہ بہا ملاں۔ اُس نے خبر میں آکر اللہ تعالیٰ کے حکم کی سرٹائی
 کی، تو اللہ نے اسے مردود مقرر کیا اور فرمایا کہ قیامت تک تجھ پر لعنت ہی بستی
 ہے گی۔

رابطہ کیات

اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کے بعد شیطان نے اللہ تعالیٰ سے قیامت
 تک کے لیے ملت طلب کی، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے
 قَالَ شَيْطَانُ نَسِيَ كَمَا رَبَّتَ قَدْ أَفْضَلْتُ لَكَ لَمْ يَكُنْ لَكَ مِلَّةٌ
 مِّنَ الْإِلَهِ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَ كُلِّ مِلَّةٍ كَيْفَ تَقُولُ
 دُوبَرُ هِيَ أَطْيَبُ لَكَ لَكَ مِلَّةٌ يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَ كُلِّ مِلَّةٍ
 يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَ كُلِّ مِلَّةٍ كَيْفَ تَقُولُ
 دُوبَرُ هِيَ أَطْيَبُ لَكَ لَكَ مِلَّةٌ يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَ كُلِّ مِلَّةٍ

ملت کی
 دُوبَرُ

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ فِي كَيْفٍ لَا يَخْلُقُ إِلَّا بِإِذْنِهِ جَوَادِ كَيْفٍ
 کو مہلت دے یا قرضہ صاف ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے
 دن اپنے عرش کے سامنے میں جگہ دیگا، جس دن اُس کے سامنے کے
 سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ تو بہر حال ابلیس نے بھی قیامت تک کے
اپنے مہلت مانگی تو اللہ رب العزت نے فرمایا قَالَ جَاءَكَ مِنْكَ
الْمُفْلَكُ پس جب تک تو مہلت دے ہوؤں میں سے ہے، گویا
 اللہ تعالیٰ نے شیطان کی درخواست قبول کر لی۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان جیسے بدترین
 کافر کی دعا قبول کر لی جس کا یہ مطلب نہیں ہے جس کی دعا قبول کر لی
 جائے وہ لازماً مقبول مستی ہوتا ہے، یعنی دعا کی قبولیت دعا کرنے والے
 کی مقبولیت کی شرط نہیں ہے، اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنی بدترین مخلوق
 کی دعا بھی قبول کرے، اس کا انحصار اس کی حکمت اور مصلحت پر ہے
 مومن کی دعا کی قبولیت تو اس کی سعادت کی بات ہے مگر ہر مومن کی دعا
 کہ دنیوی مفاد کے لیے دعا کسی نافرمان کی بھی قبول کرے، وہ مالک الملک
 اور مختار کل ہے، اُس کے سامنے میں کوئی چیز داخل نہیں ہوگی اس کی
 سعادت کی علامت نہیں سمجھی جائے گی۔

یہاں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ شیطان نے دوبارہ اٹھائے جانے
 کے دن تک اپنی زندگی کی مہلت طلب کی، جس سے اُس کی ہزاروں مہلتی کہ
 یوم البعث تک تو اُسے ویسے ہی زندگی حاصل ہو جائے گی اور اُس دن سب
 کو پھیری اٹھنا ہے، اس طرح وہ موت کی کٹھن گھاٹیوں سے بچ جائے
 گا مگر اللہ نے فرمایا کہ تمہیں مہلت دیدی ہے مگر وہ یوم البعث تک
 نہیں بکریگا۔ يَوْمَ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ معلوم وقت کے دن
 تک یعنی اُس دن تک جس دن قیامت پہنچے گی، گویا اُسے قیامت

کے اعلان کے ساتھ ہی باقی ماندہ مخلوق کی طرح موت سے ہلکا رہا اور دنیا
قیامت سے متعلق قرآن وحدیث میں تصریح موجود ہے کہ دو دفعہ صور پھونکا
جائے۔ جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ ہر زندہ جی پر
موت طاری ہوگی اور کوئی بھی چیز باقی نہیں رہے گی۔ پھر چالیس سال کے بعد
دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ
نے شیطان کو رعایت دینے سے سزا دے دی تاکہ موت اس پر بھی طاری ہو۔
روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شیطان سخت پریشان ہوگا۔ فرشتے
اس کو گھیریں گے اس سے بڑی تلخی ہوگی اور وہ بہت ترپے گا۔ پھر دوسرے صور
پر دو بارہ زندہ ہو کر اللہ کے حضور حجاز الیٰ علی کے لیے پہنچے ہوگا۔

مگر کھڑا
عزم

بہر حال جب شیطان کو حالت مل گئی قَالَ لَوْ كُنْتُ عَلَا رَبِّ بَسْمًا
أَعُوذُ بِكَ اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ نہیں کیا ہے۔ اب میں یہ کہوں گا
لَا رَبِّ لَكَ نَحْمُ وَفِي الْأَرْضِ ان لوگوں کے لیے میں زمین میں عزت
کروں گا۔ یعنی اس سطح ارضی پر جو نے والی تمام برائیوں اور بے حیائیوں کو
لوگوں کے لیے خراب کر کے دکھاؤں گا تاکہ انہیں کی طرف مائل ہو جائیں اور
تیرے راستے سے ہٹ جائیں گے تاکہ وَلَا تَعُوذُ بِكَ اجماع میں ہے کہ
ضرور سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ
شیطان نے یوں کہا تھا کہ لے اللہ! جب تک ان لوگوں کی دھمیں ان کے
جسموں میں موجود ہیں۔ میں انہیں گمراہ نہ کرنا رہوں گا اور ان کی گمراہی کا کوئی
موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔ میں ان کو گمراہ کرنے کے لیے تمام مسائل
برائے کار لڈوں گا۔ سورۃ اعراف میں ہے میں تیری عبارت کے راستے سے
آکر بھی گمراہ کروں گا۔ میں ان کے آگے سے بھی آؤں گا اور پیچھے سے بھی
ان کی دائیں طرف سے بھی آؤں گا اور بائیں طرف سے بھی میں ان کو دنیا
کے معاملات کے اعتبار سے بھی گمراہ کروں گا اور آخرت کے اعتبار سے

کے راستے سے اٹھ کر بھی گمراہ کروں گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب انسان نیکی کے راستے پر چنا شروع کر آئے تو شیطان راستے میں اٹھ بیٹھ جاتا ہے۔ جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے، اگر کھانا دیتا ہے، روزہ رکھتا جادراج کے لیے نکلتا ہے تو شیطان اس کے دل میں طمع طرح طرح کے دوسرے ڈان شروع کر دیتا ہے اس نے قسم کیا رکھی ہے کہ وہ مخلوق خدا کو کفر، شرک، بدعات، رسوم باطلہ، عیاشی، فحاشی اور بے حیالی کے کاموں کو مزین کر کے دکھائے گا اور اللہ کے بندوں کو گمراہ کر نیکی کو گمشدہ کرے گا اللہ نے بھی فرمایا کہ مجھے میری عزت و جلال کی قسم جب تک میرے بندے اپنے گناہوں اور غلطیوں کی معافی طلب کرتے رہیں گے، میں انہیں معاف کر رہوں گا۔

تفصیل
کا خلاصہ

لوگوں کو گمراہ کرنے کے عزم کے ساتھ شیطان نے کچھ استثناء بھی کی ہے، کہا میں سب کو گمراہ کروں گا إِلَّا عِبَادَكَ وَنَهْنَهُمُ الْخَالِصِينَ سوائے تیرے مخلص بندوں کے، یعنی تیرے برگزیدہ اور منتخب بندوں پر میرا دانا نہیں چل سکے گا، باقی سب کو اپنے دام میں پھنسا لوں گا۔ قَالَ اللَّهُ فرمایا هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ یہی مجھے سیدھا راستہ ہے، اللہ نے مزید فرمایا إِنِّي جَعَلْتُ لَكَ عَلَيْهِمُ سُلْطَانًا بیشک میرے بندے ایسے ہیں کہ تجھے ان پر جبرِ مطلق نہیں ہو سکے گا، یعنی تم انہیں گمراہ نہیں کر سکو گے إِلَّا مَن تَشَاءُ الْغَوِيں سوائے ان گمراہوں میں سے جنہوں نے تیری پیروی اختیار کر لی۔ ایسے لوگوں کو تو گمراہ کر سکے گا۔ وگرنہ میرے مخلص بندے تیرے دام میں نہیں پھنسیں گے۔

مفسرین کرام اس بات میں کلام کرتے ہیں کہ شیطان نے تو یہ کہا کہ تیرے مخلص بندے میرے قابو میں نہیں آئیں گے مگر حضرت آدم علیہ السلام

اور جزا اللہ کے برگزیدہ بندے ہونے کے باوجود شیطان کے دوسرے
میں آگئے۔ اسی طرح بعض دوسرے اہل ایمان اور بزرگ مہتمم کے متعلق بھی
اس قسم کے واقعات ملتے ہیں۔ خود موسیٰ علیہ السلام سے جب ایک لغزش
ہوگئی تو انہوں نے یہی کہا تھا لَظْمًا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
(القصص) یہ تو شیطان کا عمل ہوا ہے۔ گویا شیطان نے موسیٰ علیہ السلام کو
بھی پھسلا دیا۔ تو مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کے مخلص بندوں کے ہستیا
کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان سے کوئی ایسا گناہ سرزد نہیں کرا سکے گا، جس
سے بندے قرب نہ کر سکیں یا جن کی معافی کی گنجائش نہ ہو۔ اگر شیطان دوسرے
انڈازی کو دے گا تو اللہ کے بندے معافی مانگ لیں گے اور انہیں معافی
مل جائے گی۔ مگر نیز شیطان مخلص بندوں سے کوئی ناقابل معافی گناہ کا ارتکاب
نہیں کر سکتا۔ اور اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ کے مخلص بندوں
پر شیطان کی معمولی معمولی باتیں بھی اثر انداز نہ ہوں۔ حدیث شریف میں
آتا ہے کہ اللہ کا ذکر ایک قلعہ کی مانند ہے جس کی وجہ سے عوام شیطان
کے دھادس سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ سورۃ اعراف میں یہ بھی موجود ہے
وَلَا يَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ کہ اے اللہ! تو اپنے اکثر بندوں
کو شکر گزار نہیں پائے گا، تو گویا لوگوں کی اکثریت ناشکر گزار ہی ہوگی۔
چنانچہ یہی ہوا وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ فِرْعَوْنُ طَمَعًا
کہ اے فرعون! تیرے اہل بیت نے اپنا گمان بچ کر دکھایا اور لوگوں کی اکثریت
نے شیطان کی پیروی کی۔ چنانچہ دنیا بھر میں نافرمانوں کی اکثریت ہی
رہی ہے اور آج بھی یہی حال ہے کہ فرما سبزدار حضورؐ سے ہیں

آبِ حیات اس کے سات دروازے ہیں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ سات گیٹ سات طبقات کے لحاظ سے ہیں۔ جہنم کے کل سات طبقے ہیں اور ہر طبقے کا الگ الگ دروازہ ہے۔ ہر طبقے کے لوگ اپنے مخصوص دروازے سے جہنم میں داخل ہوں گے۔ جہنم کے ان سات طبقات کا ذکر قرآن پاک میں بھی آتا ہے۔ یعنی جہنم سبعہ (سبعہ، ستر، ستر، ستر، ستر، ستر، ستر)۔

کچھ فرماتے ہیں کہ جہنم کے دروازے جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے ہوں گے۔ مثلاً کفر اور شرک کوٹے واسے ایک گیٹ سے داخل ہوں گے، زنا کار اور اس سے متعلقین دوسرے دروازے سے ظلم کرنے والوں کا دروازہ علیحدہ ہوگا۔ حقوق خدائع کرنے والوں اور سرکش لوگوں کے داخلے مختلف دروازوں سے ہوں گے۔ گویا کل جہنم کو سات گروہوں میں تقسیم کر کے ان کے لیے ایک ایک دروازہ مختص کر دیا جائے گا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حشر کے میدان میں مختلف گروہ یا جماعتیں بن جائیں گی مثلاً سونبر کی نیکی والے ایک صف میں کھڑے ہو جائیں اور تانہ سے نمبر والے دوسری صف میں۔ اسی طرح جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے بھی الگ الگ صف بندی ہوگی اور اس طرح لوگ جنت یا جہنم میں داخل ہوں گے۔ آہم فرمایا کہ دروازے کے سات دروازے ہیں لیکن قیام و نسیہ جزاء و عقوبت ان میں سے ہر دروازے کے لیے ان ان کا ایک تقسیم شدہ حصہ ہے جو اس میں سے داخل ہوگا۔

جہنم کے سات دروازے ہیں تو جنت کے آٹھ ہیں۔ خدیفہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جنت میں بھی لوگ اعمال کے لحاظ سے داخل ہوں گے۔ مثلاً ایک دروازے سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے، علی بن ابی قیس، اور آٹھواں دروازہ محض صحیح عقیدے والے لوگوں کے لیے

مخصوص ہوگا۔ ایسے لوگ جن کے پاس عمل ترک کرنا نہیں ہوگا، مگر عقیدہ بالکل درست ہوگا، ان کے ایمان اور توحید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و کرم سے اس دروازے میں داخل کرے گا۔ جس شخص کا عقیدہ غاسد ہو گا، وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

یہ جہزائے عمل کا ذکر بھی ہو گیا۔ شیطان کے انحراف اور اس کی پیروی کرنے والوں کی بات ہوئی۔ اب اگلی آیات میں اللہ نے اپنے نیک بندوں یعنی متقین اور ان کو ملنے والے انعامات کا ذکر فرمایا ہے۔

وربما

در مثل ختم

الحجرات ١٥

آیت ٣٥ تا ٦٠

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ③٥
 ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِينَ ③٦ وَنَزَعْنَا مَا فِي
 صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ
 مُتَقَابِلِينَ ③٧ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ
 مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ③٨ نَبِيٌّ عِبَادِي إِنَّكَ آتَاكَ
 الْعَفْوَ الرَّحِيمُ ③٩ وَأَنَّ عَذَابُ
 هَؤُلَاءِ الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ④٠ وَلَيْسَ عَنْ
 صَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ④١ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ
 فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ④٢
 قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَظِيمٍ ④٣
 قَالَ أَبَشِرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنِّي مَسْنِي الْكِبَرِ
 فِيمَ تُبَشِّرُونَ ④٤ قَالُوا بِشْرُكَ بِالْحَقِّ فَمَا
 تَكُنْ مِنَ الْقَاطِعِينَ ④٥ قَالَ وَمَنْ يَفْقَهُ
 مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ④٦ قَالَ فَمَا
 خَطَبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ④٧ قَالُوا إِنَّا
 أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ④٨ إِلَّا آلَ لُوطٍ

لَا مَنجُوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۹﴾ إِلَّا أَمْرًا قَدَرًا
إِنِّهَا لَمِنَ الْغَيْرِينَ ﴿۶۰﴾

توجہ دے۔ ایک متق لوگ انوں اور چٹوں میں ہیں
گے ﴿۵۹﴾ (اُن سے کہا جائے گا) داخل ہو جاؤ اس کے
اندہ سلاطین کے ساتھ اس سے ﴿۶۰﴾ اور ہم نکالیں گے
جو کچھ اُن کے سینوں میں ہو گا کچھ کھوٹ داس حال میں
کہ وہ سبائی سبائی ہوں گے تختوں پر بیٹھے ہوئے آئے
ساتھ ﴿۶۱﴾ نہ پہنچے گی اُن کو ان (بشتوں) میں کوئی
تھکاوٹ، اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے ﴿۶۲﴾ بتا
دیں آپ میرے بندوں کو کہ بیک میں بہت
بخشنے والے صبراں ہوں ﴿۶۳﴾ اور بیک میرا غلاب
وہ دردناک غلاب ہے ﴿۶۴﴾ اور بتا دیں اُن کو ابراہیم
(علیہ السلام) کے معافوں کے بارے میں ﴿۶۵﴾ جب وہ داخل
ہوئے اُن کے پاس تو انوں نے کہا سلام۔ (ابراہیم علیہ السلام)
نے کہا تحقیق ہم تم سے کچھ غوث معلوم کئے ہیں ﴿۶۶﴾
انوں نے کہا کہ آپ نہ ڈریں، بیک ہم آپ کو
خوشخبری سناتے ہیں ایک علمدار لڑاکے کی ﴿۶۷﴾ (ابراہیم علیہ السلام)
نے کہا، کیا تم مجھے خوشخبری سناتے ہو حالانکہ پہنا ہے
مجھ کو بٹھپا۔ پس کس چیز کی تم مجھے خوشخبری دیتے ہو ﴿۶۸﴾
کہنے لگے ہم خوشخبری سناتے ہیں تم کو حق کے ساتھ
ہیں نہ ہوں آپ تائید ہونے والوں میں سے ﴿۶۹﴾

کہا (ابراہیم علیہ السلام نے)۔ اور نہیں تائید ہوتے اپنے رب کی رحمت سے مگر وہی لوگ جو گمراہ ہوتے ہیں (۵۶) کہا (ابراہیم نے) ہیں کیا حال ہے قدار، اے نیچے ہوئے لوگ! (۵۷) کہنے لگے، تحقیق ہم نیچے گئے ہیں ایک مجرم قوم کی طرف (۵۸) مگر لوہا علیہ السلام کے گھر والے، تحقیق ہم بچانے والے ہیں ان سب کو (۵۹) مگر اس کی بھری۔ ہم نے خطر دیا ہے کہ بیشک وہ (ان کی بھری) البتہ جیسے پہنے دلوں میں ہوگی (۶۰)

وہ آیت

پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی نعمت کا ذکر کیا اور اس مسئلے میں شیطان کے اخلاء اور اس کی طرف سے اللہ کے حکم کی سرکشی کا ذکر کیا۔ اس کے نتیجے میں اللہ نے اُسے مردود مقرر کیا۔ پھر اس کے ملت طلب کی تو اللہ نے قیامت تک کے لیے ملت بھی مے دی شیطان نے قسم اٹھا کر کہا کہ وہ اللہ کے بندوں کو گمراہ کر آئے گا، البتہ مخلص بندوں پر اُس کا دار کارگر نہیں ہو سکے گا۔ اللہ نے فرمایا یہ اخلاص ہی میرا یہ عارستہ ہے۔ میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہوگا۔ البتہ گمراہ لوگ تیری پیروی کر کے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لیں گے جو ان کے دھمے کی جگہ ہے۔ پھر فرمایا جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے سے مقررانوں کا مندرجہ حصر داخل ہوگا۔

اب آج کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے متیقن کے لیے بشت اور دواں لینے والے اعدائے کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: وَالْمُتَّقِينَ رَفَعْنَا جَبَلًا وَعِيقُونَ بِشَکْ مَتَقَى لُک بَانَات اَوَّحْشُونَ مِنْ ہُوں کے حضرت عبداللہ میں بیشک فرماتے ہی کہ متقی وہ لوگ ہیں جو کفر شرک اکبار وفاطی سے بچتے ہیں۔ اور پھر تدریجاً مشتبہ اور مشکوک چیزوں اور گناہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے

متیقن کے لیے بشت

بھی اجتناب کرتے ہیں۔ ایسے لوگ کمال درجے کے متقی ہوتے ہیں۔ تو لغوئے
 کا پتلا درجہ یہ ہے کہ ان بن بدعتیگی، اکابر، کفر، شرک اور لغات سے بچ جائے
 سورۃ توبہ میں اللہ نے ایمان والوں کی سات صفات بیان کی ہیں جن میں
 ساتویں صفت ہے وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ یعنی وہ اللہ کی قائم
 کردہ حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور یہی تقویٰ ہے۔ امام شاہ ولی اللہ
 اپنی کتاب الطواف القدس میں لکھتے ہیں تقویٰ محافظت بر حدود شریعہ
 است یعنی شریعت کی قائم کردہ حدود کی حفاظت کرنے اور ان پر
 قائم رہنے کا نام تقویٰ ہے۔ تو فرمایا متقی لوگ باغات اور چشموں میں ہوں
 گئے جب وہ وہاں پہنچیں گے تو حکم ہوگا۔ أَدْخَلُوهَا يَسْلَجِ
الْأُفْدِينَ داخل ہو جائے اس بہشت میں سلامتی اور پرسے اطمینان کے
 ساتھ۔ یہاں تیس ہر قسم کی سلامتی حاصل ہوگی۔ دکھ اور تکلیف
 سے پاک ہو گئے۔ اور کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے معلق ایک اور بات بھی بیان فرمائی ہے
وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ ہم نکال دیں
 گے جو کچھ ان کے سینوں میں کسوٹ، کینڑا عداوت و خیر ہوگی۔ کوئی
 شخص دل میں اس قسم کی بات کہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اس مقام
 میں کدورت کو کوئی دخل نہیں ہوگا۔ وہاں ہر ایک کا سینہ صاف ہوگا اور
 تمام جنتی ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں گے
 اگر وہاں کسی کو کسی دوسرے جنتی کے خلاف شک و شبہ بھی تھی، تو وہاں پہنچ
 کر صفائی ہو چکی ہوگی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ٹیڑھ سے گزر جانے
 کے بعد لوگوں کو پھر روک دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ اگر کسی جنتی نے
 کسی سے کوئی بدلہ لینا ہے تو ابھی سے لے کیونکہ جنت میں داخلے سے پہلے

کدورت سے
 پاک دل

ہر قسم کا بغض، عداوت اور دشمنی کو سینوں سے نکال دیا جائے گا۔

پھر جنت میں نہ صرف یہ کہ کدورت کو نکال دیا جائے گا بلکہ تمام جن جن
 رَحْمَتًا اَکْبَرًا دوسرے کے ساتھ بھائیوں کا سلوک کریں گے، اور ان کی
 حالت یہ ہوگی عَلٰی سُرُورٍ مُّقْتَدِلِیْنَ تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے
 سامنے بیٹھے ہوں گے۔ رحمت کے اس مقام میں نفرت کی بجائے محبت
 اور دشمنی کی بجائے دوستی ہوگی۔ وہاں پر کوئی لغو اور عبودہ بات نہیں ہوگی
 اس کے علاوہ لَا یَمَسُّهُمْ فِيْهَا کُفٌّ وَّهٰمْ پر انہیں کوئی خشکاوٹ
 یا تکلیف نہیں پہنچے گی وَفَا هُمْ وَفَّيْهُمْ اَبْعَدُ حِجَابٍ اور وہاں
 سے نکلے بھی نہیں جائیں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
 جنہوں سے فرمایا کہ یہاں پر تمہیں کوئی بیماری لاحق نہیں ہوگی، بلکہ ہمیشہ
 تندرست اور جوان رہو گے۔ دنیا میں ملنے والی ہر نعمت اور آسائش کے
 متعلق کھٹکا رہا ہے کہ یہ چمن نہ جائے یا انسان خدا اس سے مستفید ہو
 کے قابل نہ ہے۔ مگر جنت میں جا کر ایسا کوئی غرض نہ ہوگا۔ وہاں پر نہ تو
 کوئی نعمت چمن جانے کا خوف ہوگا اور نہ کسی جنّت کے نکلے جانے کا
 غلو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے جنہوں کے انعامات کا ذکر کر کے قریب
 کے بعد تر خیب کا ذکر بھی کر دیا۔ گذشتہ درس میں منکرین کے لیے عذاب
 کی بات تھی اور اب اللہ کی رحمت کا ذکر بھی ہو گیا۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مکی زندگی کے دوران ایک موقع پر حضور
 علیہ السلام بیت اللہ شریف کی طرف آئے تھے کہ جب باب الی شہر
 کے قریب پہنچے تو وہاں صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی جو کسی بات
 پر مہلے رہے تھے، حضور علیہ السلام نے فرمایا، کیا بات ہے کہ میں تمہیں
 چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آگے جہنم بھی ہے۔
 حضور علیہ السلام کی زبان سے یہ بات سن کر صحابہ بخت پریشان ہو گئے۔ پھر

جب آپ حلیم میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَلْعَصُوْۤا لِلّٰہِ حَتّٰی یَسْرِعَ بَیْزُکُمُ الْمَوْتَ۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمادیں کہ اِنَّ عَذَابَ اِہْلِ الْعَذَابِ الَّذِیْنَ کَرِہَکُمْ فِیْہِمْ اَعْدَابٌ لِّہُمْ۔ عذاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذرا اللہ کی بخشش اور رحمت سے بالکل مایوس ہی ہو جائیں کیونکہ وہ غفور اور رحیم ہے لہٰذا یہی بالکل بے فکر ہو جائیں کیونکہ اس کا عذاب بھی بڑا شدید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا ایمان خوف اور امید کے درمیان ہونا چاہئے اُسے اللہ کی رحمت کی امید بھی ہو اور اس کی سزا کا خوف بھی۔

ابراہیم علیہ السلام
کیسے
خوشخبری

اب اللہ تعالیٰ نے اپنی دو شانوں یعنی رحمت اور غضب کو کھیلنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاذوں کا ذکر کیا۔ ارشاد ہوا ہے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا عَنْکَ حَیْثُ شِئْتَ اِبْرٰہِیْمُ۔ بندوں کو ابراہیم علیہ السلام کے معاذوں کے متعلق بتلادیں اِذَا دَخَلُوا عَلَیْہِ فَقَالُوْۤا سَلَامًا جب وہ مہمان ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کیا۔

اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے سلام کے جواب کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ سورۃ الذّٰر میں ہے اِذَا دَخَلُوا عَلَیْہِ فَقَالُوْۤا سَلَامًا قال سَلَامٌ یعنی جب فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے۔

پاس آئے تو انہوں نے سلام کیا۔ تو اس کے جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کیا۔ آگے یہ بھی آئے کہ ابراہیم علیہ السلام معاذوں کی خاطر درت کے لیے فوراً پٹے لگے فَجَاؤْۤا بِعَجَلٍ مسرعین اور پیچھے کا تلو ہوا گوشت لے آئے پھر جب دیکھا کہ معاذوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں۔

اہم فرشتوں نے کہا قَالُوا بَشِّرْهُ بِمَا كُنْتَ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ يُنْفَخُ الْغُفْرَانُ بالحق ہم آپ کو بالکل ٹھیک
 ٹھیک خوشخبری سے بہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُنْظَرِينَ
 مِّنَ الْقُنُوطِيَّةِ لہذا آپ، امیدوں میں سے نہ ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
 نے اس کے جواب میں قَالَ فَرَأَيْتَ إِيَّاهِ ایسی کی کوئی بات نہیں، کیونکہ
وَمَنْ يَقْضُ صَرْفَ رَحْمَةٍ رَبِّهِ إِلَّا الْفُتُورُ اپنے پروردگار
 کی رحمت سے ناامید تو گمراہ لوگ ہوتے ہیں۔ اللہ کے نبی کسی مایوس نہیں
 ہوتے۔ مگر ظاہری اسباب کی بناء پر حیرانگی ہوتی ہے کہ اس عمر میں یہ کیسے
 ممکن ہوگا۔

عالم اسباب میں رہ کر اسباب پر نگاہ تمام انبیاء علیہم السلام کا شیوہ رہا
 ہے۔ جنگ احد کے موقع پر حضور علیہ السلام آپ نیچے دوڑ رہے تھے کہ تشریف
 لانے جس سے امت کی تعلیم مقصود تھی کہ عالم اسباب میں اسباب ہی انبیاء
 کرنے کا حکم ہے، اگرچہ فتح و شکست تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت
 میں ہے۔ لیکن اسباب کو اختیار کرنے کے باوجود حضور علیہ السلام کو بڑی
 تکلیف پہنچی آپ گڑھے میں گر گئے، سر مبارک اور دانت زخمی ہو
 گئے۔ سورۃ یوسف میں جو جود ہے کہ اللہ نے یعقوب علیہ السلام کی
 زبان سے بھی یہی کھلوا تھا۔ إِنَّا لَا يَأْتِيَنَّكَ مِن دُونِ اللَّهِ
إِلَّا الْفُتُورُ الْكَافِرُونَ اللہ کی رحمت سے تو کافر لوگ ہی مایوس
 ہوتے ہیں۔ اور بے فکر ہو جانا بھی کفر کی بات ہے۔ اصل ایمان بین
 الخوف والرجاء یعنی خوف اور امید کے درمیان ہے۔ اپنے انبیاء
 کے متعلق بھی اللہ نے یہی فرمایا ہے يَذَعُونَ خَوْفًا وَطَمَعًا
 وہ ہمیں خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کو یہ تو پتہ چل گیا کہ ان کے عمان اللہ کے پیچھے
 ہوئے فرشتے ہیں اور انہوں نے آپ کو اہل علم بیٹے کی خوشخبری بھی

وہی گچھر بھی ان کی آمد کے متعلق کب مطلع نہیں تھے۔ آپ کا قلب صافی
 گواہی دے رہا تھا کہ ان فرشتوں کے آنے کا کوئی اور مقصد بھی ہے چنانچہ
 قَالَ فَمِمَّا خَطَبُ كُرْكُرَ اَيْهَكَ الْعُرْسُ كُنْ كَمَا لَمْ يَنْهَى
 ہونے لگو کہ تمہارے آنے کا اصل مقصد کیا ہے۔ خطب کا لغوی معنی کلام
 یا مالیت ہوتا ہے اور مراد یہ تھی تم کس کلام کے لیے آئے ہو۔ فَاَ كُنْ
 رَا اَوْ تَسْتَسْرِا اَوْ تَوْبِخْ بِسَائِنِ كُنْ لَکَ ہیں مجرم قوم
 کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ ان کو ان کے بڑے عمل کی سزا دی جاسکے
 اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کی تباہی کا حال تذکرہ نہیں کیا، البتہ ان پر سے
 ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے فرشتے اس بد بخت قوم کو صفا رہتی سے مٹانے
 کے لیے آئے تھے۔ یاں پر لوط علیہ السلام کے گھر والوں کا ذکر ہے کہ
 آپ کی بیوی کے سوا باقیوں کو عذاب الہی سے بچایا جائے گا۔
 فرمایا ہم مجرم کو سزا لینے کے لیے آئے ہیں اِلَّا اَنْ لَّوْطَ سَوَّالِے
 لوط علیہ السلام کے گھر والوں کے۔ اِنَّا كُنَّا نَجْزِيْكُمْ اَحْسَنَ مِمَّا
 تحقیق ہم پہلے دے رہے ہیں ان سب کو۔ اِنَّ اَمْرًا کُنَّا سَوَّالِے
 ان کی بیوی کے فَکُنَّا اَہْمَ نَفِیْ اَمَّا نَہْ کَرِیْہَہ۔ مٹا دیا ہے یا ہم
 جلتے ہیں اِنھَا کَحْنِ الْعِیْرِیْنِ کہ وہ بھیجے ہوئے والوں میں ہوگی
 وہ مجرم قوم کے ساتھ ہی سستی میں رہ جائیں اور عذاب کا خاکہ ہوگی جب
 کہ باقی اہل خانہ آپ کے ساتھ سستی سے نکل جائیں گے اور عذاب الہی
 سے بچ جائیں گے۔ سورۃ ہود میں تفصیلات موجود ہیں کہ ہم نے
 لوط علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو کہے کہ رات کو سستی سے نکل
 جائیں اور صبح پھر مڑ کر نہ دیکھیں۔ چنانچہ اہل خانہ میں سے آپ کی بیوی ہی
 نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور پھر اس کا حشر بھی ناخبرانہ قوم کے ساتھ ہی ہوا
 اللہ نے فرمایا ہم نے ان کی بیوی سستی کو الٹ دیا اور اوپر سے پھینک دیا

کی بارش بھی کی جس سے وہ جہاد و برباد ہو گئے۔ یہی مضمون اگلے رکوع میں
 میں بھی آ رہا ہے۔ سورۃ تحریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مثال بیان
 فرماتے ہوئے فوج علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا ذکر کیا ہے کہ
 وہ دونوں دو صالح بندوں کے گھروں میں تھیں مگر انہوں نے خیانت
 اور نافرمانی کی تو باقی قوم کے ساتھ ہی جہنم داخل ہوئیں۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی دونوں شانوں یعنی رحمت اور غضب
 کا اظہار فرمایا ہے۔ اللہ نے اپنی رحمت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کو وہ اولاد نصیب فرمائی جس کا عظیم سلسلہ آگے چلا۔ یہ اس کی نافرمانی کی
 شان تھی اور اُدھر ایک مجرم قوم کو صفحہ ہستی سے ناپید کر دیا اور یہ اس کی
 غضب کی شان ہے۔

فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ﴿٦١﴾ قَالَ إِنَّكُمْ
 قَوْمٌ مُّسْكِرُونَ ﴿٦٢﴾ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِهَا كَاثِرًا
 فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٦٣﴾ وَآتَيْنَكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا
 لَصَادِقُونَ ﴿٦٤﴾ فَأَسِرْ بِاهْلِكَ يَقْطِعْ مِنَ السَّبِيلِ
 وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ
 وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ
 ذَلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ﴿٦٦﴾
 وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٦٧﴾ قَالَ
 إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا
 تُخْرِؤُنِي ﴿٦٩﴾ قَالُوا أَوَلَمْ نُنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ :- پس جب آئے لوط (علیہ السلام) کے گھر
 بھیجے ہوئے ﴿۶۱﴾ تو کہا (لوط علیہ السلام نے) بھیک تم
 لوگ کچھ اور کسے معلوم ہوتے ہو ﴿۶۲﴾ کہا انہوں نے
 (نہیں) کچھ ہم لانے ہیں آپ کے پاس وہ چیز
 جس میں یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں ﴿۶۳﴾ اور لانے ہیں
 ہم آپ کے پاس بھی بات لہہ بیشک ہم سچے
 ہیں ﴿۶۴﴾ پس اپنے گھر والوں کو روک کر نکل

جائیں بات کے حصے میں ، اور آپ اُن کے پیچھے
 رہیں ، اور نہ ہٹ کر پیچھے تم میں سے کوئی بھی ۔ اور
 پھر جہاں پر تم کو حکم دیا ہوتا ہے (۶۵) اور ہم نے فیصلہ
 کیا اُس کی طرف اس سلسلے کا کہ بجک ان لوگوں کی جڑ
 کاٹ جائے گی اس حال میں کہ یہ صبح میں ہوں گے (۶۶)
 اور آئے خیر والے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے (۶۷)
 تو کہا لوط (علیہ السلام) نے کہ بجک یہ میرے مہمان ہیں
 پس نہ دسوا کرو تم مجھے (۶۸) اور اللہ تعالیٰ سے اور
 مت بے آبدی کرو (۶۹) وہ کہنے لگے ، کیا ہم نے تمہیں
 نہیں دیکھا تھا جہاں والوں کی حمایت سے (۷۰)

رابطہ آیات

پہلے اللہ نے شیطان کا اتباع کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا اور پھر متقی
 لوگوں کے انعامات کا ذکر کیا۔ پھر اللہ کی حدوں شانوں یعنی رحمت اور غضب
 کی بات کہنی ، ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے واقعہ میں یہ دونوں چیزیں پائی جاتی
 ہیں ۔ ایک طرف ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہورہا ہے ۔ انہیں
 ثنیٰ فیل کے قیام کے لیے ایک عظیم بیجے کی بشارت دی جا رہی ہے ، اور دوسری
 طرف ایک چوری قوم کو سزا ہوتی سے سنانے کی بات ہورہی ہے ۔

کل کے درس میں اللہ کے فرشتوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس
 آکر بیٹے کی خوشخبری سنانے کا ذکر تھا اور ساتھ انہوں نے یہ بھی بتادیا تھا کہ وہ قوم لوط
 پر غضاب لانے کے لیے آئے ہیں اور یہ بھی کہ وہ لوط علیہ السلام کے گھر والوں
 بھوسہ چائیں گے ، البتہ آپ کی بیوی چوری قوم کے ساتھ ہی جاوے گی ۔ اب آج
 کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لوط علیہ السلام کے پاس آنے کا واقعہ
 بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو مہمان بکھرا کر ان کی عزت افزائی کرنا چاہی

مگر قوم اپنے شیعہ فعل پر مصر ہوئی۔ ان آیات میں واقعاتی لحاظ سے کچھ تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے۔ واقعہ کے تسلسل کے لحاظ سے آیت ۶۱ کے بعد آیات ۶۲، ۶۳ کی تشریح ہوگی اور اس کے بعد آیت ۶۴، ۶۵ کا بیان ہوگا، انشاء اللہ۔

فرشتے لوٹنے کے پاس

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دینے کے بعد اللہ کے یہ دس فرشتے جن میں جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام بھی شامل تھے حضرت لوط علیہ السلام کی بجائے قیامِ سدوم بستی کی طرف چل دیے۔ انشاء ہوتا ہے۔ فَاَلْعَا جَاءَ اِلَیْ لُوطٍ اَلْمُرْسَلُونَ قَالَ اِنَّكُمْ کَوْمٌ مَّکْشُورُونَ جب اللہ کے بھیجے گئے یعنی فرشتے لوط علیہ السلام کے گھر آئے تو لوط نے کہا کہ تم لوگ کچھ اور پسے سے ملو کہ تم ہو۔ یہ نوجوان اور حسین و جمیل لڑکوں کی شکل میں تھے۔ لوط علیہ السلام نے انھیں انسان ہی سمجھا، کیونکہ غیب دان تو نہیں تھے غیب کی علم تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے۔ لوط علیہ السلام کو ان کے مہمان ہونے میں کوئی شک بھی نہیں تھا۔ کیونکہ بستی میں پہنچ کر فرشتوں نے آپ ہی کے گھر کا پتہ پوچھا تھا۔ لہذا ان کی مہمانداری کا حق ادا کرنا بھی ضروری تھا۔ مہمان نوازی کیسے بھی ملت ابراہیمی کا ایک اہم اصول ہے اور اسی لیے خود ابراہیم نے بھی ان مہمانوں کی خاطر مہربانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ انہوں نے ان کے لیے فوراً تیلے ہوئے بکھڑے کا گوشت پیش کر دیا تھا۔ مگر انہوں نے نہ کھا نہ پیا۔ لہذا ان کا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان بھی ہے مَنْ لَوْ هَيَّجَکُمْ صَنِيفًا فَمِیْسٌ مِثْنًا جو شخص مہمان کی مہمان نوازی نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے چنانچہ شریعت نے مہمان نوازی کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں کہ اجنبی کی مہمان نوازی تین دن تک کی جا سکتی ہے۔ اس میں ایک دن رات کا پورے شعلت کھا، ابھی شامل ہے۔ اگر کوئی میزبان کسی مہمان کو تین دن سے

زیادہ محشر لے کر اس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔ اگر خدمت کر سکا ہے تو کرے، ورنہ اس پر کوئی عداوت نہیں ہوگی۔ البتہ خاص دوست احباب یا رشتہ دار وغیرہ تین دن سے زیادہ بھی قیام کر سکتے ہیں۔ بیہر حال مہمان کی عزت افزائی ضروری ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کے اخلاق سے واقف تھے، لہذا ان کے نزدیک ایسے خوش وضع مہمانوں کی خاطر درست سے ان کی عزت و ناموس کی حفاظت زیادہ ضروری تھی۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ کو جو تشویش لاحق ہوئی اس کا ذکر سورۃ عبور میں بیان ہو چکا ہے ”یَسْتَعِیْذُ بِہُمْ وَیَسْتَأْذِنُہُمْ کَرۡہًا قَرۡہًا ۚ ہٰذَا یَتَوَمَّعُ غَیۡبُکَ ۚ اَبۡیَ سَبۡتٍ پَرِیۡشَانَ ہُوۡنَے اور فرمایا آج بڑا مشکل دن آگیا ہے۔ آپ کو فکر اس بات کی تھی کہ قوم کے لوگوں سے مہمانوں کی حفاظت کیسے کریں گے؟ یاد ہے کہ بکریت کے کنارے جاں یہ قوم آباد تھی وہاں ان کی پانچ چھ بڑی بڑی بستیاں تھیں جن میں سدوم سمجھے نمایاں تھی امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اس قوم کی کل آبادی چار لاکھ سے زیادہ تھی لوط علیہ السلام کو اسی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا، یہیں آپ نے شادی کی، آپ کے ہاں بچیاں بھی پیدا ہوئیں جو آپ پر ایمان لائیں مگر آپ کی بیوی آپ پر ایمان نہ لائی اور منافقہ کی طرح آپ کے ساتھ ہی رہی۔ حقیقت میں وہ اپنی قوم کے مذہب پر ہی تھی۔

اور حضرت لوط علیہ السلام تو پریشان ہوئے تھے کہ اگر ضرورت پڑے تو اس قوم کے مہمانوں کی آمد کی خبر ہوئی وَجَاءَ اَہْلُ الْمَدِیۡنَۃِ یَسْتَشِیۡرُوۡنَ شَہۡرَکَ لَوۡکَ خَوۡشِیَآئِ مُنۡتَہَیۡنَے کہئے۔ خلافت وضع فطری فعل کے علوی لوگوں کو طوطی ہو رہی تھی کہ وہ اپنے مذہم فعل کی تکمیل کر سکیں گے۔ اس بیماری کے موجد بھی دراصل ہی لوگ تھے سورۃ اعراف میں گزر چکا ہے ”مَسَا

اہل بیت کی
اخلاق پر

تعدی کرنے سے روکتے، تو وہ کہتے کہ تم اجنبی لوگوں کو سنے ہاں پناہ
 دیتے ہو، یہ رونی لوگوں سے ساز باز کرتے ہو اور پھر ان کی مدد کرتے ہو۔
 لہذا ہم نے آپ کو کئی بار منع کیا ہے کہ آپ جودھ لوگوں کی حمایت نہ کیا کریں
 سورۃ الاعراف میں ہے کہ جب لوط علیہ السلام قوم کے لوگوں کو ہم جنسی جیسے
 فعل سے منع کھتے، تو وہ کہتے، انہیں اپنی بستی سے نکال دو! اَنَّا لَكُم مِّنْ
 اٰمَاتٍ يَتَذَكَّرُوْنَ تَبْرُءُ پاکیا لوگ بے پھرتے ہیں اس
 پاک بستی میں چلے جائیں۔ پھر حال قوم نے لوط علیہ السلام کی کوئی بات نہ مانی
 اور مہانوں پر قابو پانے کے لیے دیواریں بچھا لگنا اور دروازے توڑنا شروع
 کر دیے۔ سورۃ قمر میں ”وَلَقَدْ زَاوَوْا ذُو الْحَسْبِ ضَيْفَہٗ فَمَقْنَا
 اَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِیْ وَنُذِرًا لِّمَنۢ لَّوۡ لَاحِظٌ مِّنۡہُمْ“
 مہانوں کو لینا یا انہیں نے ان کی آنکھیں مٹا دیں اور کہا کہ اب میرے
 عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ پھر حال لوط علیہ السلام اپنے مہانوں کا ہر
 ممکن دفاع کر رہے تھے، لوگوں کو زبان سے کھیا لے تھے مگر مہان
 بالکل خاموش بیٹھے تھے۔ مفسرین کلام فرماتے ہیں کہ ”اِنَّکُمْ قَوْمٌ
 مُّشْکِرُوْنَ“ کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ لوط علیہ السلام نے مہانوں کو مخاطب
 کر کے کہا کہ تم عجیب و گم ہو۔ میں ابن جحاشوں سے تمہارا دفاع کر
 رہا ہوں مگر تم میری کوئی مدد نہیں کرتے۔

فرشتوں کی
مداخلت

جب لوط علیہ السلام مہانوں کا دفاع کرتے کرتے، بہت ہی
 تنگ ہو گئے، آپ کی پریشانی میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تو پھر
 مہانوں نے مداخلت کی۔ لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ دیکھیے ہرٹ
 جائیں، ہم فرشتے ہیں اور ابن جحاشوں سے خود ہی پنٹ لیں گے
 چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے ذوق سا پڑھ لیا تو جیسا کہ پہلے عرض کیا، اللہ
 نے فرمایا ”فَمَقْنَا اَعْيُنَهُمْ“ (دفع) ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں

مگر اس کے باوجود وہ دیواریں پھٹنے کی کوشش کرتے رہے۔ یہ لوگ غوراً
ان فطرت ہمچکے تھے۔ یہ وہ فسادِ ارضی کی فطرتِ تو معکوس پہنچی ہے، مگر
قومِ لوط کی فطرت بالکل ہی سخ پہنچی تھی۔

بہر حال اب فرشتے کھل کر سامنے آ گئے۔ فَاَتَاكَ بَلِّغُكَ
بِمَا كُنْتَ تَوَاضِعُ وَيَخْتَارُونَ، کہنے لگے۔ اے لوط علیہ السلام
ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس کے تعلق یہ لوگ جبراً کرتے
تھے۔ یہ لوگ خدا کے عذاب کا انکار کرتے تھے اور آپ سے جبراً لے
تھے۔ اب ہم ان کے لیے عذاب لے کر آئے ہیں۔ وَأَتَيْنَكَ
بِالْحَقِّ اور ہم آپ کے پاس بھی بات لائے ہیں۔ وَأَنَّا لَصَدِّقُونَ
اور جیکے ہمچے ہیں۔ فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو تسلی دی کہ آپ
فکر نہ کریں، یہ لوگ آپ تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے، ہم تک کیے
پہنچیں گے۔

اب قوم پر عذاب کا وقت قریب آرہا تھا۔ فرشتوں نے
الترک کے حکم سے لوط علیہ السلام سے کہا فَاَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ
الَّيْلِ آپ اپنے گھر والوں کو رات کے کچھ حصے میں نکل جائیں
وَاتَّبِعْ أَزْوَاجَهُمْ اور آپ ان کے پیچھے رہیں یعنی اپنے گھر
والوں کو اپنے گھر کے چلا لیں۔ وَلَا يَلْبِسْكَ ظَنُّهُمْ اور تم میں سے
کوئی بھی پیچھے پٹ کر نہ دیکھے۔ وَأَقْبِصُوا حَبِطَ النَّوْمِ
اور جاؤ جہاں تمہیں حکم دیا جا رہا ہے۔ بائبل میں ذکر ہے کہ آپ کو زمر نہی
سبتی میں چلے جانے کا حکم ہوا تھا۔ اسبیل تو اس سبتی کا نام و نشان تک
باقی نہیں، اہم لوگ کہتے ہیں کہ یہ سبتی بکرمیت کے جوب میں واقع تھی۔
بائبل کی روایت میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام جب مدوم سے نکلے تو
ان کے اہل خانہ میں سے کسی کی بیوی بھی شامل تھی، مگر اس کے حکم خداوندی

بقیہ
ظہر کا
سکھ

کے خلاف پیچھے پلٹ کر دیکھ لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اُسے اُنھی وقت پہتر
 میں تبدیل کر دیا۔ یہ روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ البتہ بعض کہتے ہیں
 کہ آپ کی پہری آپ کے ساتھ روانہ ہی نہیں ہوئی تھی بلکہ قوم کے ساتھ
 بستی میں ہی رہ گئی تھی۔ آپ کے ساتھ صرف بچیاں تھیں۔ ان کے علاوہ
 کوئی فرد ہو تو اس کا ذکر نہیں ملتا۔ پیچھے پلٹ کر نہ دیکھنے میں یہ حکمت تھی
 کہ قوم پر عذاب کر دیا تھا اور دیکھنے والا بھی کہیں اُن کی نزدیکی نہ آجائے۔
 اللہ نے فرمایا وَمَنْ يَنْصُرُنَا الْيَوْمَ فَلَهُ الْكَوْثَرُ ہم نے ابراہیم علیہ السلام
 کے سامنے اس بات کا فیصلہ کر دیا تھا۔ اور آپ کو اس سے آگاہ کر
 دیا تھا اَنْتَ كَايِسْ هَؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ کہ ان لوگوں کی
 جبر کاٹ دی جائیگی اس حال میں کہ یہ صبح میں ہونگے۔ جب ابراہیم علیہ السلام
 کے راتوں رات بستی سے نکل جانے کے بعد اگلی صبح طلوع ہوگی تو
 پہری قوم کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ واقعہ کا باقی حصہ اور عذاب کی
 تفصیل اگلی آیات میں آ رہی ہے۔

عذاب کا
 فیصلہ

دسواں
درس نمبر ۹

الحجر ۱۵
آیت ۴۱ تا ۴۹

قَالَ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فَعِيلِينَ ﴿٤١﴾ لَعَمْرُكَ
إِنَّهُمْ لَكُنِي سَكَرَتَهُمْ يَعْمَهُونَ ﴿٤٢﴾ فَلَحَذَتْهُمُ
الصَّبْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿٤٣﴾ فَجَعَلْنَا عَلَيْهِمَا سَافِلَهًا
وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَابًا مِّنْ سِجِّيلٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّ
فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٤٥﴾ وَإِنَّهَا لَكِبِيلٌ
مُّقِيمٌ ﴿٤٦﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾
وَلَوْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ظَالِمِينَ ﴿٤٨﴾
فَأَنزَلْنَا مِنْهُمْ

ترجمہ: کہ (لو علیہم السلام نے) یہ میری بیٹیاں ہیں،
اگر تم کو کچھ بات کرنی ہے ﴿۴۱﴾ (اے پیغمبر) آپ کی
عمر کی قسم وہ لوگ اپنی بہنوں میں اندھے ہو رہے تھے ﴿۴۲﴾
پس پڑا انکو ایک بجلی نے سورج نکلنے وقت ﴿۴۳﴾ پس کر دیا
ہم نے ان بہنوں کے اُپر دالے جتے کو نیچے اور برساتے
ہم نے ان کے اُپر پتھر کھینٹ کے ﴿۴۴﴾ ایک اس میں
ابتر نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو دھیمان کہتے
ہیں ﴿۴۵﴾ اور ایک یہ بتیاں ابتر آباد شاہراہ پر ہیں ﴿۴۶﴾
ایک اس میں نشان ہے بیان والوں کیجیے ﴿۴۷﴾ اور تحقیق
شان یہ ہے کہ تھے ایچ دالے ابتر نظم کہنے والے ﴿۴۸﴾ پس ہم
ان سے انتقام لیا۔ اور تحقیق یہ دونوں بستیاں ابتر ایک رخ

راتے پر واقع ہیں (۵۹)

گزشتہ حصہ میں بیان ہو چکا ہے کہ لوط علیہ السلام مہمانوں کے بارے میں قوم سے کہا جست کر رہے تھے کہ خدا کے لیے مجھے رسوا نہ کرو، میرے مہمانوں کی بے کبروئی نہ کرو۔ مگر لوگوں نے کہا کہ تم خواہ مخواہ اجنبی لوگوں کو اپنے گھر میں سٹھرتے ہو۔ ہم تمہیں منع کر چکے ہیں کہ جہان والوں میں سے کسی کی بھی حمایت نہ کیا کرو، غرضیکہ بدعاش قوم نے اپنے قبیح فعل کے جواز کے لیے اس حضرت لوط علیہ السلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اب لوط علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو دوسرے طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی اور کہا کہ یہ ناپاک کام نہ کرو، اس کی بجائے قائل ہو جاؤ کہ میری بیوی بیٹیاں ہیں ان کے ساتھ کھو فطریہ اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو مطلب یہ ہے کہ اگر تم اپنی انسانی خواہش کی تکمیل کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹیاں حاضر ہیں، مگر اپنی محالوں کو نظر بد سے نہ دیکھو۔

لوط علیہ السلام کی پیشکش

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ لوط علیہ السلام کی طرف سے اپنی بیٹیوں کی پیشکش نکاح کے لیے تھی، نہ کہ کسی نابالغ و کمسن لڑکی کے لیے کیونکہ اللہ کا نبی کسی کو گناہ کی دعوت نہیں دے سکتا۔ دوسری بات جسے عالم مفسرین تسلیم کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ لوط علیہ السلام کی بیوی بیٹیوں سے مراد قوم کی بیٹیاں تھیں کیونکہ قوم کی ساری عورتیں پمپلبر کی بیٹیاں اور پمپلبر بہنز کہ باپ ہوتا ہے۔ بہر حال اللہ کے نبی نے اپنی قوم کو جائز کام کی دعوت دی۔ قوم ہم جنسی جیسا غیر فطری کام کرنا چاہتی تھی، حالانکہ یہ فعل اگر جانوروں میں بھی نہیں پایا جاتا چہ جائیکہ انسان جیسی اعلیٰ و ارفع مخلوق اس فعل کا ارتکاب کرے۔ حضرت مولا عابد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام جانوروں میں سے صرف بندروں میں یہ قبیح خصلت پائی جاتی ہے، ان کے علاوہ کسی جانور میں نہیں

پائی جاتی۔

فقہائے کرام نے زنا اور ہم جنسی کے تعامل میں بحث کی ہے قرآن پاک میں دونوں افعال کو فحش کہا گیا ہے۔ دونوں ہی طبعاً شہوت رانی کا ذریعہ ہیں مگر فرق یہ ہے کہ زنا میں یہ تعلق محالعت جنس سے قائم کیا جاتا ہے جو کہ خطری امر ہے اور قانون توڑنے کی بنا پر فحش خیال ہے۔ مگر ہم جنسی تو ہے ہی خلاف فطرت کام، لہذا اس کو بھی فحش سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس بدے میں آدمہ کرام کا اختلاف ہے کہ آوازا کی طرح ولایت کے جرم میں بھی عداوت ہوگی یا نہیں۔ زنا کی حد یہ ہے کہ شادی شدہ جوڑے کو طلاق کیا جاتا ہے اور غیر شادی شدہ کو کوڑے لگتے ہیں۔ چنانچہ بعض آثار اس فعل کو زنا کے مساوی قرار دیکر اس کے متعلقین پر بھی عداوتی کٹنے کے حق میں ہیں۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ اور بعض دوسرے آثار فرماتے ہیں کہ ہم جنسی زنا کی تعریف میں نہیں آتی بلکہ یہ قابل تعزیر جرم ہے جس کی سزا قید و بند سے ہے کہ سزائے موت تک ہو سکتی ہے تاہم امام ابن کثیرؒ نے بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سزائے موت کے قائل ہیں فرماتے ہیں کہ ایسے مجرم کو کسی بلند عیار پر چڑھا کر نیچے پھینک دیا جائے یا کسی دیوار کے نیچے گھسٹا کر کے نیچے دیوار گرا دی جائے اگر یا اس فحش عمل پر عبرت تک سزا ملنی چاہیے۔ جسی تو لوط علیہ السلام قوم سے کہتے تھے "ثُمَّ لَنَقُولَ لَكُم مِّنْ أَهْلِ الْاَلَمِیْنِ (الشعراء) اے لوگو! میں تمہارے عمل سے سخت نفرت میں ہوں۔

چونکہ قصائے شہوت، جنی فروع انسان پر مسلط کی گئی ہے، لہذا اس کو فریاد کرنے کے لیے ہماری شریعت کا حکم ہے کہ شہوت رانی جائز نہیں "لَا تَحْزَنْ اَزْوَاجَهُمْ اَوْ مَمْلُکَتِمْ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہُمْ (المومنون) سوائے اپنی بیویوں اور نوادریوں کے ساتھ۔ پہلے زمانے میں نوادری کا دلالت

عام تھا اور اب ڈیڑھ دو صدی سے بالکل ختم ہو چکا ہے، لہذا اب قضائے شہوت کا جائز طریقہ صرف منکوحہ پر ہی رہ گیا ہے۔ فرمایا **وَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ (المومنون)** جو کوئی اس کے علاوہ دوسرا راستہ تلاش کرے گا، تو وہ فاسق کہلے والا ہو گا۔

اسی اصول کی بناء پر شہوت رانی کے درست طریقے بھی ناجائز ہیں مثلاً مشیت رانی کرنا بھی منکوحہ کو تحریم ہے۔ اپنی منکوحہ پر ہی سے منکوحہ مقام پر طے کرنے کے متعلق حضور علیہ السلام کا فرمان ہے **مَنْ أَقْبَلَ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ جَاءَ طَعَامًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا نَزَّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** جو کوئی بری سے خلاف وضع فطری فعل کرے گا یا کھانے کے پاس جائے گا، تو اس نے گویا شریعت محمدی کا انکار کر دیا۔ اب چونکہ قضائے حاجت کی ایک ہی صورت یعنی نکاح باقی رہ گئی ہے۔ اس لیے شریعت نے نکاح کو آسان تر بنایا ہے۔ نکاح کے معاملہ میں جتنی آسانی ہوگی اتنا ہی بتر ہے۔ اس میں جہیز اور زیور کی پابندیاں عائد کرنا سخت ناجائز ہے۔ بہر حال لوط علیہ السلام نے قوم کے لوگوں سے کہا کہ قضائے حاجت کے لیے قوم کی لڑکیاں موجود ہیں، ان سے نکاح کرو اور غلط طریقہ اختیار نہ کرو، کہ یہ خدا تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

اے اللہ تعالیٰ نے جملہ معترفہ کے طور پر فرمایا ہے **لَعَمْرُكَ** آپ کی قسم یعنی آپ کی جان کی قسم **لَئِنْهُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** بھیک دو لوگ اپنی پیمبری میں مدبوش، سرگردان اور اندھے ہوئے تھے۔ ان پر اس فعل کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ کوئی بات سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ کہنے لگے **مَا كُنَّا فِيْ بَلَدٍ مِّنْ**

قوم کا
امرار

قوم پر ہند

الغرض ! قوم نے لوط علیہ السلام کی کسی نفیست پر کان نہ دھرا۔
 بلکہ اپنی ضد پر اڑے رہے ، لہذا خدا تعالیٰ کی گرفت کا وقت قریب آچکا
 تھا۔ ارشاد ہوتا ہے فَاَخَذْنَا مِنْهُمُ الصِّيْحَةَ مُشْرِقِينَ پس پڑاؤں
 کو صبح نے سورج نکلتے وقت ۔ اللہ نے کئی قوم کی سزائیں نازل فرمائیں جن
 کا ذکر مختلف مقامات پر آتا ہے ۔ سخت عرصہ کی آواز کے علاوہ ان پر
 پتھر بھی برسائے گئے اور جس خطاؤں میں وہ قوم آباد تھی اللہ نے اُس کیلئے
 طلعہ کو الٹ دیا۔ فَرَمَا بِجَعْلِكَ اَعَالِيكَ اَسَافًا ہم نے اس کے
 اوپر طلعے جسے کو نیچے اور نیچے والے جسے کو اوپر کر دیا۔ وَاَمْطَرْنَا
عَلَيْكَ حُمْرَ جَدَارَةٍ وقت ۔ مچھیل اور ان پر گھنٹہ قسم کے پتھروں
 کی بارش کی۔ تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے تین سزاؤں کا ذکر کیا ہے ایک
 توبہ بدستِ جماع کی جس سے ان پر بدبخت طاری ہوئی کہ ان کے
 دل بھٹ گئے۔ اللہ نے ان کی ساری بقیوں کو آسمان کے قریب تک
 اٹھا کر الٹ دیا، اور پھر ان پر پتھر بھی برسائے۔ ہر پتھر پر اس شخص کا نام
 لکھا ہوا تھا جسے ہلک کرنا مقصود تھا۔ اس طرح چار لاکھ سے زیادہ
 آبادی کی یہ بقیائیں آفاقاً مسموم ہوتی سے مٹ گئیں۔

مذہب فرست

ارشاد ہوتا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّمَنْ تَوَكَّلٰ
 بیشک اس میں الہامی نشانیاں ہیں خود دیکھ کر کہنے والے لوگوں کے
 لیے۔ تو ہم کا معنی تارنا ، دیکھنا ، دھیان کرنا اور خود کرنا ہے۔ اس میں
 یہ لفظ کسی علامت کے مشابہ کے لیے استعمال ہوتا ہے ، اور
 یہاں پر فراست کے معنوں میں آیا ہے۔ فراست ایک قسم کی دانائی اور
 اندر دیکھ کا نام ہے جس کے ذریعے خود دیکھ کرنے سے انسان کو بعض
 چیزیں معلوم ہوجاتی ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے اَلْغَوَا وَرَدَّ
فِرَاسًا لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّهُ يُنْظَرُ بِتَوَدِّ لِّلّٰهِ ایک روایت

میں بتوفیق اللہ کے الفاظ بھی آتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہوس کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور یا اس کی توفیق سے بعض چیزیں دیکھ لیتا ہے۔

امیر عبدالرحمن، امیر امان اللہ خان والی کابل کے دراستے۔ بادشاہ وقت اور صاحبِ ظلم آدمی تھے، آپ نے ہندو کی کتاب بھی لکھی ہے۔ ان کے متعلق حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ آپ کے نزدیک کشف اور فراست میں اسی قدر فرق ہے جس قدر ثلیغون اور ٹیلیگرام (دار) میں جب ٹیلیغون پر بات ہوتی ہے تو اس میں صریح الفاظ کا تبادلہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آٹے سے بیٹہ کر گنشکو کی جاتی ہے۔ البتہ ٹیلیگرام ایک ایسا قدریدہ مواصلات ہے جس میں ٹکٹ ٹکٹ کی صورت آواز ہوتی ہے، اور پیغام بھول کر سنے والے ان آوازوں کو الفاظ کا بار خود پہناتا ہے، تو گویا صاحبِ فراست آدمی بعض اشارات سے بات کا معنوم خود سمجھتا ہے۔ صاحبِ تفسیر حسین لکھتے ہیں کہ مشائخ نقشبندیہ میں سے ایک اونچے درجے کے بزرگ خواجہ عبدالرحمن مجلس میں بیٹھے معرفت کی باتیں کرتے تھے کہ ایک فرجوان آدمی مجلس میں آیا جس نے درویشوں کا خوف نہیں رکھا تھا اور کندھے پر پھٹی تھا۔ جب مجلس ختم ہوئی تو وہ درویش فرجوان خواجہ صاحب کے قریب ہوا، اور پوچھا حضرت ! اَلْهَوَا اِذَا سَاكَا الْعَوْرَتِ والی حدیث کا کیا مطلب ہے؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث کی حقیقت یہ ہے کہ قہنے جو زنا رہن رکھتا ہے، اسے توڑ دو اور ایمان قبول کر لو۔ اس پر پیلے تو اس شخص نے انکار کیا، مگر جب اس کی بھلاشی لی گئی تو اس کے جسم کے ساتھ زنا رہن بھا ہوا چلا۔ چنانچہ اس شخص نے اقرار کیا کہ وہ مجوسی ہے اور خواجہ صاحب کی آزمائش کے لیے آیا تھا۔ اس نے

خواجہ صاحب کی اس فرست کو کلامت پر محمول کیا، اور زمار توڑا کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ دیکھو! اس نو مسلم شخص نے ظاہری زمار کو توڑ دیا ہے، آؤ ہم سب مل کر توبہ کریں اور باطنی زمار کو بھی توڑ دیں۔ اس پر مجلس میں شور اٹھا اور سب نے توبہ کی مطلب یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنی فرست سے اُس شخص کو پہچان لیا تھا کہ یہ مجوسی ہے۔

نشاات
عبرت

اللہ نے فرمایا کہ صاحب فرست لوگ مجھ سکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو اُن کے جرم کی کسی عبرت ناک سزا دی۔ ہر فرد اور قوم کو جان لینا چاہیے کہ اگر اس قسم کے جرائم ان میں بھی ہوں گے تو وہ بھی عذاب الہی سے نہیں بچ سکیں گے۔ ارشادِ ہما ہے وَإِنَّمَا يُعِطِلُ الْمُفْسِدِينَ وَأُولَئِكَ يَكُونُ لَكُمْ عِبْرَةً لِّئَلَّكُمْ تُرْجَوْنَ۔ یعنی عبرت کے نشاات لینے راستے پر ہیں جہاں لوگوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ وَإِنْ رَفُتَ ذَلِكَ تَرَأَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ اسی لیے ان میں ہوسوں کے لیے بھی نشانی ہے۔ جب وہاں سے گزرتے ہیں اور ان بستیوں کے گھنڈرات کو دیکھتے ہیں تو انہیں بھی عبرت حاصل کر کے ایسی برائیوں سے بچنے کی کوششوں کرنی چاہیے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے باغیوں کو کسی عبرت ناک سزا دیتا ہے فَرَأَىٰ فَإِنَّ صَكَّا أَصْحَابَ الْأَيْكَةِ لَنظَرِ لِحُورٍ، شک شان یہ ہے کہ ایک دالے میں بڑے ظالم لوگ تھے۔ دین اور ایک دالے ایک ہی قوم کے افراد تھے، دین بٹھرتا اور ایک اس کے نار میں جھلکتا۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ دو مختلف قومیں تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف حضرت قعیب کو مبعوث فرمایا تھا۔ فرمایا فَأَسْقَمْنَا مِنْهُمْ پھر ہم نے اُن سے اُن کی سرکشی کا انتقام لیا۔ لوط علیہ السلام کی قوم اور

ایک دے وَافِقُہَا کب اچانچ صَبَّیْنِ دونوں بڑی شاہراہ پر واقع تھے
عراق سے مصر جانے والے لوگ بھی اسی راستے سے ہو کر گزرتے تھے اور
مجاز سے شام اور فلسطین کے مسافروں کو بھی اسی شاہراہ سے گزرنا ہوا
تھا اور وہ اِن اجڑی ہوئی بستیوں کے گھنڈرات کو دیکھتے تھے۔ سکے
کے لوگ بھی اسی راستے سے گزرتے تھے، اُن ہیے اللہ نے ان کو بھی یاد
دلا کہ وہ اِن ویران بستیوں سے عبرت حاصل کریں۔

جغرافیائی لحاظ سے بھی کجمریت کا علاقہ سلج مند سے کافی فِضیب میں
واقع ہے۔ اس کے بعض خطوں کا پانی اس قدر زہریلا ہے کہ اس میں کوئی
مینڈک، مچھلی یا کیڑا مکوڑا زندہ نہیں رہ سکتا۔ سفیر شوک کے دوران جب
حضور علیہ السلام کا اس وادی سے گزر ہوا تو آپ نے سر پر چادر ڈال لی اور
جلدی جلدی گزرنے کی کوشش کی۔ فرمایا مجھے ڈر ہے کہ جو عذاب ان قوموں پر
آیتا، کہیں ہم بھی اس میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے
کہ جس خطہ کو اللہ تعالیٰ نے جانے عبرت قرار دیا ہے، اُسے جدید روٹنی و لوگوں
نے تفریح گاہ بنالیا ہے۔ وہاں پر عجائب گھر قائم کر دیا گیا آسمان پر ٹل بھی
ہیں جہاں لوگ تفریح کے لیے آتے ہیں حالانکہ ایسے مقامات سے عبرت
حاصل ہونی چاہیے تھی اور لوگوں کو سماجی سے باز آگاہنا چاہیے تھا۔

الحجر ۱۵

آیت ۸۰-۸۹

ربہا ۱۳

دس دہم ۱۰

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحَجَرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾
 وَآتَيْنَهُمْ آيَاتِنَا فَكَأَلُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾
 وَكَأَلُوا يَنْجِحُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا إِمْنِينَ ﴿٨٢﴾
 فَآخَذْتَهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَنَمَا
 أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾ وَمَا
 خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا
 بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَأَتِيَةٌ ۖ فَاصْفَعْ الصَّفْعَ
 الْجَمِيلَ ﴿٨٥﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ﴿٨٦﴾
 وَلَقَدْ آتَيْنَكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَكْنِيِّ وَالْزُرَّانِ
 الْعَظِيمِ ﴿٨٧﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا
 بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَخَفَضْ
 جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾ وَقُلْ إِلَٰهِيَ أَنَا التَّوَّابُ
 الْمُبِينُ ﴿٨٩﴾

ترجمہ :- اور البتہ جلیا حجر والوں نے اللہ کے دوس

کر ﴿۸۰﴾ اور ہم نے دی ان کو اپنی نشانیاں ، پس وہ تھے

ان سے اعراض کرنے والے ﴿۸۱﴾ اور وہ لوگ پہاڑوں میں

گھر تراشتے تھے بے فکری سے ﴿۸۲﴾ پس پڑا ان کو

خونگاہ آواز نے اس حال میں کہ وہ صبح کے وقت تھے (۸۳) ہیں نہ پہچانے کہ اُس چیز نے جو وہ کہاتے تھے (۸۴) وہ نہیں پہچانے کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو، اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے، مگر حق کے ساتھ۔ اور جیسا قیامت الہیہ آنے والی ہے، پس آپ دیکھ کر، اچھی طرح درگزر کریں (۸۵) جیسا کہ پہلے دیکھا کہ وہ بہت بڑا پہاڑ بننے والا ہے اور سب کی خبر رکھنے والا ہے (۸۶) اور الہیہ تحقیق وہی ہیں ہم نے آپ کو ساری دہائی جانے والی آیتیں اور بڑا قرآن (۸۷) آپ نے بیسیوں اپنی آنکھوں کو اس کی طرف جو ہم نے نامزد پہنچایا ہے اس کے ساتھ لے لیں یہ سے مختلف لوگوں کو۔ اور نہ ٹھیک ہوں آپ لے پر۔ اور آپ جھکا دیں اپنے بازو ایمان والوں کے لیے (۸۸) اور آپ کہہ دیں کہ جیسا میں ڈر سنانے والا ہوں کھول کر (۸۹)

پہلے اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کی قوم کی نافرمانی اور اُن کی سزا کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ایک والوں کا تذکرہ بھی ہوا۔ ایک اور دین والے قریب ہی راستے پر تھے تو اللہ نے اُن کی سزا کا بھی اجمال طور پر ذکر کیا۔ اِن کا تفصیلی بیان سورۃ اعراف اور سورۃ ہود میں آپ کا ہے اور آگے بھی بعض سورتوں میں آئے گا۔ یہ نافرمان لوگ اللہ تعالیٰ کی مصیبت غضب کا نشانہ بنے۔ آج کی ابتدائی آیت میں قوم ثمود ہی کا مختصراً ذکر ہے۔ جنہیں یہاں پر اصحابِ حجر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

الْحَجَرِ

اور اللہ تحقیق جھٹلایا حجر والوں نے اللہ کے رسولوں کو۔ اہلِ حجر صالح علیہ السلام کی

قوم ثمود میں جو ترک سے لے کر داؤنی قرطی تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ شاہ
عبد العزیز رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ اس خط میں اس قوم
کے سترہ سو مشر، قصبات اور دیہات آباد تھے۔ یہ لوگ صنعت و حرفت
میں بڑے ماہر تھے۔ بڑے تمدن اور آسودہ حال لوگ تھے، حجر بنی کے مراکز
میں واقع ایک جگہ کا نام ہے جس کی نسبت سے انہیں حجر کہا گیا ہے۔

سورۃ ہود میں ہے قُرَاطُ ثَمُودَ اَنَحَا هُمْ صِلٰہَا یعنی
ہم نے قوم ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔
اس کا مطلب ہے کہ اس قوم کی طرف ایک ہی رسول مبعوث ہوا جب کہ
اس آیت کرمہ میں ہر ملین جمع کا لفظ ہے یعنی بہت سے رسول مبعوث
فرمائے اس ضمن میں امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ اس قوم کی طرف حقیقت
میں حضرت صالح علیہ السلام کو ہی مبعوث کیا گیا مگر یہاں پر جمع کا صیغہ اس
لیے آیا ہے کہ کسی ایک رسول کے جھٹلانے سے تمام رسولوں کا جھٹلانا
صادق آتا ہے۔ دین کی مرکزی تعلیم اور خاص طور پر عقیدہ توحید کے بارے
میں اللہ کے سارے نبی متفق ہیں تو اس لحاظ سے اس قوم نے صرف صالح
علیہ السلام کو ہی نہیں جھٹلایا بلکہ انبیاء کی پوری جماعت کی تکذیب کی۔ اس
قسم کی مثال حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق بھی قرآن میں مذکور ہے۔ وہ بھی
اپنی قوم عاد کی طرف واحد رسول مبعوث ہوئے مگر سورۃ ہود میں اللہ نے
ان کے متعلق فرمایا اَتَجِدُّہَا یٰ اَبْنٰیۃ وَ قَوْمُہٗ وَ عَصَاوُا رُسُلَکَ کہ
انہوں نے اپنے بھائیوں کی آیات کا انکار اور اپنے رسولوں کی نافرمانی کی
یہاں پر جمع کا صیغہ استعمال کرنے سے مراد یہی ہے کہ کسی ایک رسول کا
انکار سارے رسولوں کے انکار کے مترادف ہے۔

فرمایا اہل حجر نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا وَ اَنَحَاہُمْ اَبْنٰیۃ
اور ہم نے انہیں اپنی لاشیاں دیں فَکَانُوا عَنْہَا مُعْرِضِیۡنَ

پس وہ ان نشانوں سے اعراض کرنے لگے تھے۔ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے خود مطالعہ کیا کہ پتھر میں سے اونٹنی کو نکال جو دس ماہ کی لکڑی کا ہے اور ان کے سامنے بچہ بنے۔ جب صالح علیہ السلام نے انٹر کے حکم سے نشانی پیش کر دی تو قوم پھر بھی انکار کرائی۔ مہسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! ان نیاں نہ طلب کیا کرو۔ قوم ثمود کو ان کی مرضی کی نشانی ملے دی گئی مگر انہوں نے اس نشانی یعنی اونٹنی سے تعرض کیا، اس کی کوئی کٹاٹ ڈالیں تو اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور ساری قوم ہلاک ہو گئی۔ غرضیکہ اہل جہنم کے متعلق فرمایا کہ یہ بھی معجزات سے اعراض کرنے والے لوگ تھے۔

مجموعہ دلوں کی کارگزاری کے متعلق اللہ نے فرمایا: وَمَا كُنَّا بِمُعْجِزِينَ
عَنِ الْجَبَالِ جیسو! اچھین! وہ لوگ پاٹوں کو تراش کر ان
 میں گھر بناتے تھے بے فکری سے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہنر عطا کیا تھا کہ
 پاٹوں کو کاٹ کاٹ کر ان کے اندر ہی نہایت دیدہ زیب مکان
 تیار کر دیتے تھے۔ ان میں کھدائی کے ذریعے خوبصورت نقش بناتے
 یہ ایسے محفوظ مکان ہوتے تھے کہ کوئی چور ڈاکو ان میں نقب بھی نہیں
 لگا سکتا، اس لئے ان کے باشندے بالکل بے فکری کے ساتھ رہتے تھے
 ان مکانات کے بچے کچے نورے آج بھی موجود ہیں جنہیں دیکھنے کیلئے
 دند وند سے سید آتے ہیں۔

اس قسم کی پرانی تمدنیوں کے آثار دنیا بھر میں ملتے ہیں۔ یہاں جنوبی
 ہندوستان میں کھنڈا اور آکھڑہ کی تمدنیوں کے نشانات ابھی تک موجود ہیں
 یہ لوگ بھی پاٹوں کو تراش تراش کر مکان بناتے اور ان کی چھتوں کو دیواروں
 پر چھت انچیز نقش و نگار بناتے۔ ان کی دیواروں پر بنے ہوئے اس زمانے
 کی تندیب و تمدن کے آثار اب بھی ملتے ہیں کسی جگہ شادی کی کسی

تقریب کی تصاویر میں اور کہیں کوئی تھی مجلس دکھائی گئی ہے۔ بعض مقامات پر عبادت کا طریقہ نظر آتا ہے۔ اسی طرح شکیہ کی بھی ایک تہذیب تھی۔ یہ قوم زمین میں دب گئی جس کے آثار کو کھنڈرات میں سے نکالا گیا ہے۔ ہرچہ اور موانہو و عداوت کی تہذیب کو بھی محفوظ کرنے کی کوشش ہو چکی ہے عراق میں آشوریوں کی تہذیب کے بہت سے آثار ملے ہیں۔ مصر میں پانچ چھ ہزار سالہ عمارات ابھی تک موجود ہیں۔ چار چار سو فٹ اونچے ہر لم ہیں جو تختوں و زنی پتھروں سے تعمیر کیے گئے ہیں جنہیں دیکھ کر لوگ ششدر رہ جاتے ہیں۔

عذاب کی آہ

فرمایا جب ان لوگوں نے اپنے رسولوں کی تہذیب کی اور اللہ کی نشانیں سے اعراض کیا فَاَلْعَدَّ لَهُمُ الْعَذَابَ مُتَعَبًا ان کو تیرے آگیا صبح کے وقت، سورۃ اعراف اور ہود میں ہرج کے ساتھ ذلالت کا ذکر بھی ہے بہر حال جس طرح کل قوم کو ط کے متعلق پڑھا تھا کہ ان پر سورج نکلنے کے وقت عذاب آیا، اسی طرح قوم ثمود کو بھی عذاب نے صبح کے وقت ہی آن کر لیا اور پھر ان کی حالت یہ تھی فَنَسَا عَنْهُمْ اَعْنٰی عَنْهُمْ شَاكِرًا ذُوًا يَكْبِتُونَ پس نہ کام دیا ان کو اس چیز نے جو وہ کہتے تھے مطلب یہ ہے کہ جب اس قوم پر عذاب آیا تو ان کی کار بگئی، ہنسی، افواہ اور ان کی عقل و دانش کچھ کام نہ آئے اور ساری قوم ہلاک ہو گئی۔ پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ نے اپنی صفت غفور اور رحیم کا ذکر فرمایا تھا اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ اور اس واقعہ میں صفت غضب کا ذکر کیا ہے۔

حضرت علیہ السلام کے لیے تسلی

آگے ارشاد ہوا ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، مگر حق کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کوئی چیز بیکار محض نہیں بلکہ ہر چیز کی تخلیق اس کی حکمت پر مبنی ہے

زمین، جنگل، پہاڑ، دریا، سمندر، ستارے اور سیدے غرض ہر چیز کے ساتھ
انسان کا مفاد وابستہ ہے۔ اور ان تمام اشیاء کا خالق اور مالک بھی موجود ہے
وہی ہر چیز کی تدبیر کر رہا ہے اور ہر چیز کو اپنے اپنے کام پر لگا رکھا ہے۔
فرمایا جو خالق ان اشیاء کو پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ ان کو ختم کھنے
کا بھی مجاز ہے، لہذا یاد رکھو! وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ بِشَكٍّ لَا رَيْبَ فِيهَا
آنے والی ہے۔ جس کائنات کا آغاز دیکھ رہے ہو اس کا انجام بھی ہوگا۔
پھر صحابہ کی منزل آئیگی، ہر چیز کے تعلق باز پرس ہوگی۔ جو شخص آٹھ
میں سدا کی ڈالنا ہے یا انگلی کے ساتھ گارے کا ڈاسا کر لگا آئے
بھی حساب دینا ہوگا۔

اس سورتہ کی ابتداء میں گزر چکا ہے کہ جب حضور علیہ السلام اپنے پیغمبر
کو قیامت کی ہولناکیوں اور حساب کتاب کی منزل سے ڈرانے لگوں گے
کہ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ، آپ تو دیوانہ ہیں جیسی باتیں کرتے ہیں۔ بھلا
کسی مردے کو زندہ ہونے کسی نے دیکھا ہے؟ کوئی قیامت لہ جرنے
عمل نہیں ہے۔ ایسے ہی تو ہیں آمیز کلمات سے حضور علیہ السلام اور آپ کے
صحابہ کو سخت گرفت ہوتی ہے۔ ایسے ہی مواقع پر تِلْكَ أَلْمُوتِ نے
فرمایا ہے۔ اے پیغمبر! آپ دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ فَاضْطَجِعِ الصَّفْحَ
الْجَنِينِ درگزر کریں، اچھی طرح درگزر کرنا۔ جب قیامت برپا ہوگی تو
یہ لوگ یقیناً پکڑے جائیں گے اور پھر اپنے انجام کو بھی پہنچیں گے، لہذا
آپ درگزر کریں۔ إِنَّ زَيْنًا لَّهُوَ لَخَالِقٌ الْعَالَمِينَ آپ کا
پروردگار بہت بڑا پیدا کرنے والا ہے اور اس کے علم سے کوئی چیز
بہر نہیں۔ اس نے کائنات کا عظیم سلسلہ پیدا کیا ہے، اس میں انسان جیسی
اشرف مخلوق پیدا کی ہے۔ پھر ان کی آزمائش بھی لی ہے، لہذا آپ
خاطر جمع رکھیں اور ان لوگوں کی کارگزاریوں پر بدلہ نہ ہوں بلکہ اپنا

کام کرتے رہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام پر ہونے والے ایک
عظیم احسان کا ذکر کیا وَلَقَدْ اَنْكُنَّاكَ سَبْعًا مِنْ الصَّكَاةِ
وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ۔ اہل بیت خلیفہ ہم نے آپ کو سات دہرائی جانے
والی آیتیں اور قرآن عظیم عطا فرمایا ہے۔ اللہ نے اس عظیم نعمت کا نزول آپ
کے قلب مبارک پر کیا۔ بیع مثانی کے متعلق بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس
سے سات لمبی سورتیں مراد ہیں یعنی سورۃ بقرہ سے لیکر سورۃ یونس تک۔ مگر
صحیح تفسیر یہ ہے کہ اس سے سورۃ فاتحہ کی سات آیات مراد ہیں اور یہی آیتیں
غازیوں پر بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ امام بخاری نے بھی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت
سے یہی ثابت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ بیع مثانی بھی
سورۃ فاتحہ ہے اور قرآن عظیم بھی سورۃ ہے۔ قرآن پاک میں سب سے زیادہ
فضیلت والی سورۃ یہی ہے اور یہ پورے قرآن کا لب لباب ہے اس لیے
میں قرآن عظیم بھی کہا گیا ہے۔ دوسری روایت میں آتے ہیں کہ قرآن پاک میں
سب سے زیادہ فضیلت والی آیت اُمّی اور سب سے فضیلت والی سورۃ
سورۃ فاتحہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے اس لیے علمائے کرام
فرماتے ہیں کہ جس کو قرآن کریم آتے ہیں اسے اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے
کیونکہ اللہ نے اُسے عظیم نعمت عطا کی ہے۔ دنیا کا مال و منافع اس کے
مستطاب میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا لہذا ایسے شخص کو خدا تعالیٰ کا شکر
ادا کرنا چاہیے۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے رُكِعَتِي الْعَجْزُ خَيْرٌ مِنْ
الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا یعنی نماز فجر سے پہلے دو سنتیں دینا اہ اس کی ہر چیز
سے بہتر ہے۔ دنیا کا مال و اسباب تو عارضی ہے مگر ٹھیک طور پر ادا
کی گئی یہ سنتیں اگر قبول ہو گئیں تو ان کا اجر کبھی ختم نہیں ہوگا، لہذا یہ دنیا

اور مافیہا سے بہتر میں۔ خود قرآن پاک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم کتاب کثیف اور کتاب ہدایت ہے "خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ" جو چیز لوگ جمع کرتے ہیں۔ قرآن پاک اس سے بہتر ہے۔

مال و دولت
بے فائدہ

ارشاد ہوتا ہے، اے پیغمبر! لَا تَمْلِكُ عَيْنُكَ رَأْيَ مَا مَنَعَكَ رِيبَةَ أَرْوَاجٍ بَنَتْهُمْ عَنْ طُرُحِ طَرَحِ لُغُوں کو جو سامان دیا ہے آپ اپنی آنکھوں کو اس کی طرف نہ پھیلائیں۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو غنے والے مال و متاع کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں کہ یہ عارضی چیزیں ہیں۔ اس کے مقابلے میں اللہ نے جو چیز آپ کو عطا کی ہے اس کے مقابلے کی کوئی چیز نہیں۔ بعض مفسرین نے ازواج سے مختلف لوگوں کی بجائے مختلف اشیاء مراد لی ہیں یعنی جتنی بھی چیزیں ہم نے دنیا میں لوگوں کو دی ہیں وہ سب قرآن پاک کے مقابلے میں حقیر اور فانی ہیں جبکہ کلام الہی اور سورۃ فاتحہ ابدی چیز ہے۔ فرمایا وَلَوْ كُنَّ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُ بَشَرٍ لَّكُنَ لَكُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ یہ آپ کی ذمہ داری نہیں بلکہ آپ اپنا حق تبلیغ ادا کرتے رہیں اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیں کیونکہ وَلَوْ كُنَّ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُ بَشَرٍ لَّكُنَ لَكُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ (البقرہ) آپ اہل دوزخ کے متعلق باز پرس نہیں ہوگی کہ یہ وہاں کیوں گئے بلکہ یہ تو خود ان سے پوچھا جائے لَآ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَكْرَةٍ وَلَآ اَلَمَدٍ کہ تم جنہم میں کس وجہ سے پہنچے آپ کا فرض یہ ہے اَنْتُمْ اَنْتُمْ عَلَیْكُمْ الْبَلٰغُ الْكَمَالُ (الرعد) کہ آپ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہیں۔ کوئی ایمان قبول کرتا ہے یا نہیں، یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ فرمایا وَاحْفَظْ جَنَاحَكَ لِقَوْمٍ یُنِیْنُ آپ نے اپنے بازو لیا ان والوں کے لیے جھکا دیں۔ جس نے اللہ کی وحدانیت کو قلم کر لیا ہے آپ کی نبوت پر ایمان لایا ہے اور معاد پر یقین کیا ہے، آپ اس کے

اہل ایمان
کے لیے
شفقت

ساتھ شفقت و محبت سے پیش آئیں تاکہ ان کی تپلی سے۔ وَقُلْ
أَنتُمْ كَرِيمٌ بھی سمجھا دیں إِنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ میں ترکِ اصول
 کر ڈرنے والا ہوں۔ میں تو تمہیں خطرناک انجام سے آگاہ کرنے والا ہوں۔
 اگر کفر، شرک، معصیت اور ناشکر گزاری کا راستہ اختیار کر دے تو میں تمہیں
 برے انجام سے خبردار کر رہا ہوں۔ جس طرح قرآن میں ہے یعنی ہر چیز
 کو واضح کرتا ہے، اسی طرح اللہ کے نبی بھی تدریس میں ہیں کہ کسی چیز کو نشہ
 نہیں پہنے دیتے بلکہ ہر چیز کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ پہلے نشانے میں
 عربوں میں تدریسِ عربیوں کی اصطلاح پانی جاتی تھی یعنی سخت خطرے کے
 وقت کوئی شخص اپنا تہ بند اندر کر جھنڈے کے طور پر لہراتا تھا اور خطرے
 سے آگاہ کرتا تھا، وہ تدریسِ عربیوں سمجھا جاتا تھا اسی طرح اللہ کا نبی بھی
 لوگوں کو شدید خطرے سے آگاہ کرنے والا ہے کہ انے واسطے وقت
 سے ڈر جاؤ اور اللہ کے احکام کو تسلیم کر لو۔

المعجم ۱۵

آیت ۹۰-۹۱

ربما ۱۳

درس یازدهم

كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ۝۹۰ الَّذِينَ
 جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۝۹۱ فَوَرَّكَ لَئِيْلَتُهُمْ
 أَجْمَعِينَ ۝۹۲ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۹۳ فَاصْدَعْ
 بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝۹۴ إِنَّا
 كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝۹۵ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ
 مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝۹۶
 وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا
 يَقُولُونَ ۝۹۷ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ
 السَّاجِدِينَ ۝۹۸ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ
 الْيَقِينُ ۝۹۹

وَلَقَدْ

ترجمہ:- جس طرح کہ ہم نے آزل کیا تقیم کرنے
 والوں پر ۹۰ وہ جنہوں نے بتایا ہے قرآن کو ٹکڑے
 ٹکڑے ۹۱ پس تیرے رب کی قسم ہم ضرور ان سب
 سے سوال کریں گے ۹۲ اس بارے میں جو کچھ وہ
 کیا کرتے تھے ۹۳ پس آپ واضح طور پر وہ بات
 سنا دیں، جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے اور آپ اعراض کریں
 شرک کرنے والوں سے ۹۴ بلکہ ہم کفایت کرتے

ہیں آپ کے چلے ٹٹا کرنے والوں کے شر ہے (۹۵)
 وہ جو ٹھراتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ، پس
 عنقریب وہ جان لیں گے (۹۶) اور اللہ تحقیق صم
 جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ تنگ ہوا ہے ان
 باتوں سے جو وہ کرتے ہیں (۹۷) پس آپ تسبیح پکڑ
 کریں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور جو جانیں آپ
 سجدہ کرنے والوں میں سے (۹۸) اور عبادت کریں اپنے
 پروردگار کی یہاں تک کہ آجائے آپ کے پاس
 یقین بات (۹۹) ۔

وہابیہ

پہلے اللہ تعالیٰ کی دونوں شانوں یعنی اُس کے غفور اور رحیم ہونے اور
 غضبناک ہونے کی شان کا ذکر ہوا پھر اللہ نے دونوں قسم کے لوگوں
 کی مثالیں بیان فرمائیں جن پر اللہ کا انعام ہوا اور جن پر غضب نازل ہوا پھر
 آخر میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کے لیے تسبیح کا
 مضمون نازل ہوا بشرط کہ آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ سنائیت
 غلطیوں کا سلوک کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ دل برداشتہ ہوتے تھے ۔ تو
 اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسبیح بھی دی ، اور ساتھ یہ بھی اشارہ کر دیا کہ نافرمان لوگ
 بالآخر ناکام ہوں گے ۔ اس ضمن میں قوم لوط کی ناہنجاری کا ذکر فرمایا ، اہل مکر کی بات
 کی کہ کس طرح انہوں نے اللہ کے پسے نبی اور پسے دین کی مخالفت کی ، اہل ایمان
 کو اذیت پہنچانی تو اللہ نے اہل کفر میں ہلاکی کا مطلب یہ کہ جس طرح سابقہ انبیاء کے
 مخالفین تباہ و برباد ہوئے ، اسی طرح آپ کے مخالفین بھی اللہ کے غضب سے
 بچ نہیں سکیں گے ۔

اب اللہ نے اس بات کو ایک مثال یا شبہ کے طور پر سمجھایا ہے

کتاب اللہ
 کا ترجمہ

كَقَمَارٍ نَزَّلْنَا عَلَى الْمُقَشَّرِ حِينَ جَاءَهُمْ مِنَ آثَارِ عَذَابِ تَقْسِيمِ
 کہنے والوں پر تقسیم تقسیم کے ادسے سے بھی ہرکات ہے اور قسم کے
 ادسے سے بھی اور اس مقام پر دونوں معنی درست ہیں، البتہ تقسیم وکلامی
 زیادہ محروفت ہے۔ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضًا وہ تقسیم
 کرنے والے جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اگر قرآن سے اللہ
 کی یہی کتاب مراد لی جائے جیسا کہ قیاس سے تو تقسیم کرنے والے مشرکین
 محکم ہیں جنہوں نے قرآن کو تقسیم کر دیا تھا یعنی وہ کتاب الہی کے ساتھ غلط
 باتیں منسوب کرتے تھے، کوئی کتاب یا شاعری ہے، کوئی علم ہے کھربا
 اور کوئی علم ہے أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (الانفال) پر اسے لوگوں کی قصے
 کہانیاں کتاب۔ بعض لوگوں نے قرآن کو سفر کے طور پر اس طرح تقسیم کر
 رکھا تھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا کہ سورۃ بقرہ کو میں بنگالوں لگا
 تم ذرا سورۃ العیل سے پیٹ لو۔ کوئی کتابا مکہ میرے ذمے ہے دلو کہ
 انعام فلاں کے ذمے لگا دو۔ علیٰ ہذا القیاس انہوں نے قرآن پاک کی
 سورتوں کو مذاق کے طور پر تقسیم کر دیا تھا۔ تقسیم کی ایک صودت یہ بھی اللہ
 نے سورۃ مائدہ میں ذکر کی ہے کہ بعض اوقات مشرکین اپنے مقدمات
 حضور علیہ السلام کی خدمت میں فیصلہ کے لیے بھیجتے اور ساتھ ہی قرآن
 مقدمہ کو کس جیتے کہ اگر فیصلہ تمہاری مرضی کے مطابق ہوا تو قبول کر لینا ورنہ
 چھوڑ دینا۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا لَهُمْ فِي
الدُّنْيَا حِزْبٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ
 (المائدہ) یعنی ایسا شخص دنیا میں بھی ذلیل ہوگا اور آخرت میں بھی اس کے
 لیے عذاب عظیم ہوگا۔ بڑے بڑے صحابہ قریش تھے جنہیں اللہ نے
 ہی دنیا میں ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا۔
 بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ مشرکین نے آپ میں دوسرا ہاتھ

تقسیم کر رکھے تھے تاکہ حضور علیہ السلام کے پاس جانے والے لوگوں کو راستے میں ہی پروک دیا جائے۔ آپ کے خلاف پراپیگنڈا کرتے، آپ کو غورباستر ساحر اور دیوانہ کہہ کر لوگوں کو آپ کی ملاقات سے روکتے۔ ایک دفعہ عربوں کا مشہور شاعر اعشى حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے نکل آیا۔ یہ شخص مناجات العرب یعنی عربوں کا بوجھلا آغا۔ اس کی زبان سے نکلی پہلی بات ضرب المثل بن جاتی تھی۔ قریش مکہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر اس نے حضور کی شان میں کوئی قصیدہ کہہ دیا تو پھر آپ کا راستہ روکنا ناممکن ہو جائے گا۔ لہذا انہوں نے تدبیر کی کہ کس طرح اعشى حضور علیہ السلام سے ملاقات نہ کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے الحج سے لدا ہوا ایک سواراٹ اُسے درخت میں اس لیے پیش کیا کہ وہ حضور علیہ السلام سے ملاقات نہ کرے۔ وہ شخص لوناٹ لے کر اپنے وطن میں چلا گیا اور آپ سے ملاقات نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آئمۃ الکفر کو دنیا میں ہی سزا دی۔ چنانچہ بعض جنگ بدر میں مارے گئے۔ کوئی آنکھوں کی بیماری میں مبتلا ہو کر جہنم داخل ہوا کسی کے پاؤں میں کانا چب گیا جس کا زہر سدے جسم میں سرایت کر گیا اور وہ شخص چاک ہو گیا۔ سیر مال جن لوگوں نے قرآن پاک کو ٹکرائے ٹکرائے کیا، اللہ نے ان پر طرح طرح کا عذاب نازل فرمایا۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس مقام پر قرآن سے مراد اللہ کی آخری کتاب نہیں بلکہ اس سے مراد پہلی کتابیں تورات، انجیل وغیرہ ہیں اور ان کو تقسیم کرنے والے ان کے حاملین یہود اور نصاریٰ ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی مذہبی کتابوں کو اس طرح تقسیم کر دیا کہ ان کے کسی ٹکڑے کو مان لیا اور کسی کا انکار کر دیا جیسا کہ سورۃ بقرہ میں موجود ہے **أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ** کیا تم کتاب کے کچھ حصے کو مانستے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو۔ ایسے لوگوں کے عذاب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن

بَلَّغُوا مَوْتَ الْمُجْرِمُونَ بِسَيِّئِهِمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي
 كَأَنَّا قَدْ كَرَّمْنَا مُجْرِمًا لَوَّلَ لِحْظِهِمْ سَيِّئِهِمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي
 سر کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ کر لے جایا جائے گا۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ دونوں باتوں میں کوئی تقاض نہیں ہے
 حشر کے میدان میں کئی واقعات پیش آئیں گے۔ بعض مواقع پر انسان سے
 شدید باز پرس ہوگی اور بعض مواقع پر بغیر پہچانے ہوئے پکڑ کر لے جایا جائیگا
 لام الکوجرا ذی فرماتے ہیں کہ یہاں پر سوال کرنے سے مراد محض باز پرس
 نہیں بلکہ سخت ڈانٹ ڈپٹ مراد ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے
 کہ کسی شخص کو قدم نہیں اٹھانے دیا جائے گا جب تک وہ ان سوالوں
 کا جواب نہ دے کہ اس نے عمر کے شباب کے حصے کو کہاں خرچ کیا
 دنیا میں مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا وغیرہ اسی طرح یہاں پر بھی
 فرمایا ہے کہ اُنی سب سے ہم ضرور سوال کریں گے ان تمام کاموں کے نتائج
 جو وہ دنیا میں انجام دیے ہیں۔

بسم
 حضور
 علیہ
 وسلم

آگے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے خطاب فرمایا ہے -
 فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ قُلْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُصْنَعُونَ
 حکم دیا گیا ہے۔ صبر و تحمل اس برتن کو رکھتے ہیں جو ٹوٹ جائے تو
 اس کے دوبارہ جڑنے کا امکان نہ ہو۔ تو یہاں پر مطلب یہ ہے کہ آپ
 اللہ کی توحید کا واضح طور پر دو ٹوک اعلان کر دیں اور اس میں کسی قسم کی رو
 رعایت نہ رکھیں وَأَعِزِّضْ كَلِمَ التَّوْحِيدِ الَّذِينَ آمَنُوا بِحُكْمِ رَبِّكَ
 سے اعراض کریں۔ آپ ان کی پروا نہ کریں کہ وہ کیا کہتے ہیں، انہیں
 ان کے حال پر چھوڑ دیں، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اِنَّا كُنَّا لَنُكَلِّفُ
 الْمُشْكِكِينَ اِنَّمَا نَحْنُ بِأَعْيُنِنَا وَإِنَّا لَنَاصِرُونَ
 شر سے۔ یعنی ان کے شر کے اثرات آپ تک نہیں پہنچنے دیں گے

سورۃ البقرہ میں بھی گزر چکا ہے "فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ" اللہ تعالیٰ ہی آپ کی کفایت کرے گا کیونکہ وہ سنے والا اور جاننے والا ہے۔ آپ غشاکر نے والوں کی باہنکی پر واہ نہ کریں۔

اور استہزاء کرنے والے کریں لوگ ہیں، "الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَعَ الْاٰلِهَةِ اِلٰهًا اٰخَرَ" جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو بھی معبود بنا رکھا ہے۔ کوئی ان کا سفارشی ہے۔ کوئی معبود، کوئی معیت اور شکل کشا۔ فرمایا "فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" وہ عنقریب جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی نمبر ہے نہ شریک اور نہ ہی اس کے سوا کوئی معبود ہے فرمایا "وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ بَعْضُنَا صِدْرُكَ بِمَا يَقُولُوْنَ" البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ ان باتوں سے تنگ ہوتا ہے جو یہ مشرکین کرتے ہیں۔ یہ لوگ کفر شرک کی باتیں کرتے ہیں، آپ پر طعن اور استہزاء کرتے ہیں، آپ کی شان میں بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کے قلب مبارک کو بہت اذیت پہنچتی ہے، آپ کو سچ ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ آپ زیادہ فکرنہ کریں۔ جب آپ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے اور وہ اسے شدت سے رد کرتے تو پھر بھی آپ کی طبع پر بہت گدگدائیں آپ بنی نوع انسان کے لیے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے اور لوگوں کو بے لوث ایمان اور فلاح کی دعوت دیتے تھے "يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَقْلَعُوا" اگر اکبر وہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، فلاح پامناؤ گے، یہ تو تمہارے ہی فائدے کی بات ہے مگر اتنی غیر خواہی کا جواب جب شروفاؤں سے ملتا تو حضور علیہ السلام کا دل بڑا تنگ ہوا۔ اسی لیے تو اللہ نے فرمایا "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسًا عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمَرُوا بِهَذِهِ الْحَدِيثِ" افسانہ

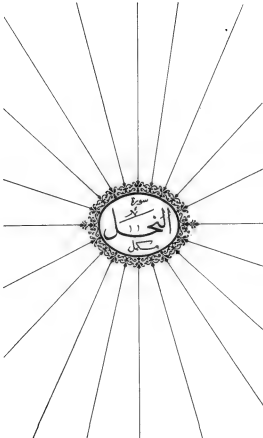
(الحجۃ) اے پیغمبر اگر یہ لوگ اس کلام الہی پر ایمان نہ لائیں تو شاید آپ
مکا گھر نہ کر چکے ہوجائیں۔

فرمایا اس قدر فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا فرض
یہ ہے بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ذَا الْعَابِدَةِ
جو چاہے آپ کے پروردگار کی طرف سے ازلہ ہوا ہے، آپ اُسے
جاہل و کاست آگے پہنچادیں۔ کیونکہ وَأَمَّا إِلَيْكَ الْبَلْغُ وَعَلَيْكَ
الْحِسَابُ (الرعد) خدا کا پیغام پہنچا دینا اور لوگوں کو سمجھا دینا آپ کا کام
ہے، اور ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے۔ "وَلَا تَسْأَلْ عَنْ
أَغْلَابِ الْجَبِينِ" (البقرہ) اہل دوزخ کے متعلق آیتیں نہیں
پرچھنا جائے گا کہ وہ کیوں دوزخ میں گئے، بلکہ اپنی کارکردگی کے وہ خود
ذمہ دار ہوں گے اور اس بارے میں انہی سے سوال ہوگا۔ آپ صرف
اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرتے چلے جائیں۔ یہ حال مشرکین کی بدسلوکی پر حضور
علیہ السلام کے دل کی تنگی قدرتی بات تھی۔ بہرہی امت کا غیر خواہ ہوتا؟
حضرت ہرود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم عاد سے یہی کہا تھا أَتَأْتُونَكُمْ
بِرِسَالَةٍ كَذِبٍ وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ (الاعراف)
میں تمہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ اور
امانت دار بھی ہوں۔ اس میں میرا ذاتی کوئی مفاد نہیں بلکہ تمہاری خیر خواہی مقصود
ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی قوم کو اس طرح خطاب فرمایا
اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا ہے وَصَّيْتُ
كُمْ اللَّهُمَّ اور تمہاری خیر خواہی کر رہی ہے۔ فَكَيْفَ آتَى عَلَى قَوْمٍ
مَكَرَهِمْ (الاعراف) اب میں تمہاری چالاکت پر کیسے انوس کا اظہار
کروں؟

نتیجہ تحریر آگے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو ان کے قلب و صدر کی تنگی

میں زندگی کا جو دم کا خاک رہا ہے، یہ بالکل کمزور ہے اور کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے، لہذا فرمایا کہ زندگی کے آخری سانس تک خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں یہ تسلی کا مضمون بھی ہو گیا۔

سورۃ کی ابتداء میں قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت کا مضمون تھا پھر توحید اور اس کے دلائل بیان ہوئے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کی شان و عظمت اور شان غضب کا ذکر ہوا۔ پھر منافقان قوموں کی سزا کی طرف اشارہ کیا اور آخر میں تسلی کے مضمون پر اس سورۃ کو ختم کیا ہے۔



النحل ۱۱

آیت ۱ تا ۴

ربما ۱۳

دیں اول ۱

سُورَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَعِشْرُونَ آيَةً فِيهَا سِتُّ عَشْرَ كُتُبًا

سورۃ نحل مکی ہے اور یہ ایک سو اٹھائیس آیت الہامیہ سورۃ کتب میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شرح کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ
 عَمَّا يُشْرَكُونَ ① يُزِيلُ الْمَلِكَةَ بِالزُّوجِ
 مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ
 لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ② خَلَقَ السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرَكُونَ ③
 خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ
 مُبِينٌ ④

ترجمہ :- آپہنچا ہے اللہ کا حکم . میں نہ جلدی کرو
 اس کے لیے . پاک ہے اُس کی ذات اور بلند و برتر
 ہے ان چیزوں سے جن کو یہ اس کے ساتھ شریک بناتے
 ہیں ① انا ہے وہ فرشتوں کو روح کے ساتھ
 اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے (اور
 فرما ہے) کہ ڈرنا اور ڈرنا کہ بیک نہیں کوئی معبود میرے

سوا، پس مجھ سے ڈرتے رہو ② پیا کیا ہے اُس نے
 آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ۔ بلند و بلند ہے اُن
 چیزوں سے جن کو یہ اُس کے ساتھ شریک بناتے ہیں ③
 پیا کیا ہے اُس نے انسان کو پانی کے قطرے سے، پس
 ابھک وہ انسان ہو گیا جھوٹا کرنے والا کھلے طور پر ④

نام لکھنا

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ النمل ہے۔ نمل شد کی تکھیوں کو کہا جاتا ہے
 ان تکھیوں میں اللہ نے جہاں تک کہ اُسے اپنی توحید کی دلیل کے طور پر بیان فرمایا
 ہے، اسی مناسبت سے اس سورۃ کو نمل کا نام دیا گیا ہے۔ اس سورۃ کا زمانہ نزول
 میں سابقہ سورۃ کی طرح مکی زندگی کا آخری دور ہے۔ جب کہ ہجرت کا وقت قریب
 آچکا تھا۔

اس سورۃ کی ۲۸ آیات، ۱۶۱ کلمات، ۱۸۴ الفاظ اور ۷۷۷ حروف میں ۷۷۷
 روایات درج کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین
 سورۃ

گذشتہ سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
 کو مخاطب کر کے فرمایا تھا هَلْ لِّلَّهِ اَنَا الشَّٰدِقُ الْعَبِیُّنَ اَمْ اَنْتَ اَنْتَ
 کہ میں کھول کر ڈرتے والا ہوں، تو اس سورۃ میں اللہ نے اُن کی تفصیل بیان فرمائی
 ہے، اور مجرمین کو واضح طور پر خبردار کر دیا ہے کہ وہ اپنی فکر کریں، اُن کی گرفت
 آنے والی ہے۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اور اللہ تعالیٰ
 کی صداقت، توحید باری تعالیٰ اور رسالت اور وقوع قیامت اور اس کے ساتھ
 مجرموں کی سزا کا ذکر کیا ہے۔ اس سورۃ مبارکہ میں علت و حرمت کے احکام بھی بیان
 ہوئے ہیں۔ انسان کی طرف سے ارتداد حرام کردہ چیزوں کی تردید اور اللہ
 کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے کا حکم ہے۔ کسی چیز کو حلال یا حرام مگر اللہ تعالیٰ

کلام اور اس کی صفت ہے اور یہ بات ایمان کی شرط میں داخل ہے حضور علیہ السلام کے صحابی نعمان بن قریظؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا، اگر میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کروں، نماز ادا کروں اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام کہوں، تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ مجبوری کی حالت میں بعض اوقات حرام چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں، تو اس سورۃ میں اللہ نے اضطراب کے مسائل بھی بیان فرمائے ہیں۔ اس کے علاوہ سورۃ ابراہیم کی طرح اس سورۃ میں بھی ابراہیمؑ کی تصریح کی گئی ہے۔ خلائی اور آزادی کا مسئلہ بھی بیان ہوا ہے اہم زیادہ تر توحید کے دلائل اور شرک کی مختلف صورتوں کی تردید کی گئی ہے حضرت محمدنا عبد اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کا عالمی پروگرام پیش کیا ہے۔ جسے اہل اسلام فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ یہ وہی عالمی پروگرام ہے جس کی ایک آیت آپ ہر خطبہ جمعہ میں سنتے سنتے کہتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيَنَّ بِالْحَكْمِ كَوَالِحْكَاۤىۤنِ اللّٰهَ تَعَالٰی تَعَالٰی تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔ یہی سورۃ مبارکہ کی آیت ہے، جسے غلیظ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے خطبہ جمعہ میں شامل کیا تھا ہر جماعت اور حکومت کا ایک منشور ہوتا ہے جس کے مطابق کوئی نظام چلانا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سے اگلی سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ نے منشور اسلام **MANIFESTO OF ISLAM** یعنی منشور آف اسلام بھی پیش کیا ہے اس اگلی دونوں سورتوں میں اللہ نے درجہ کے فتنوں یعنی عیسائیت اور دجائیت کا رد فرمایا ہے۔ اس میں طریقہ تبلیغ بتایا ہے اور اقتصادی مسائل کا حل بھی پیش کیا ہے۔ اللہ نے لیٹائے عہد کی تعین اور نقصان عہد سے منع فرمایا ہے۔

تسبیح کے طور پر بعض سورتوں کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی تعریف سے ہوتی

ہے اور بعض کی ابتداء میں حروف مقطعات آتے ہیں۔ تاہم اس سورۃ مبارکہ میں چونکہ انذار کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے جس سے مجرموں کو اور نافرمانوں کی تنبیہ مطلوب ہے، لہذا اس سورۃ کی ابتداء بلا تنبیہ براہ راست کی گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللّٰہ کا حکم اُن پہنچا ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی لوگوں کو قیامت اور عذابِ اعمال سے ڈراتے تو وہ کہتے تھے کہ جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہیں، اُسے اے اؤ۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ اُن کو سزا دینے والا حکم آپس ہے یہ عذاب الہی کی آمد کی وجہ سے جو کہ مستقبل میں نازل ہونے والا ہے مگر اس آیت کریمہ میں اَلْحَمْدُ ماضی کا میز استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا معنی یہ ہونا چاہیے کہ اللہ کا حکم آپ کا ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قرآن کا یہ اسلوب بیان ہے کہ جو واقعہ مستقبل میں یقینی طور پر پیش آئیگا ہوتا اُسے مضارع کی بجائے ماضی کے صیغہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قیامت اور جنت، اور ذرغ کے اکثر واقعات ماضی کے صیغے کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مَحَلُّ مَآلِیَّتِ ہر چیز جو یقینی طور پر آنے والی ہے، وہ اتنی ہی اُٹل ہوتی ہے جیسے وہ آچکی ہے چونکہ قیامت اور جزائے عمل لازمی طور پر واقع ہونے والے ہیں، اس لیے اللہ نے انہیں ماضی میں بیان کیا اور مطلب یہی ہے کہ اللہ کا حکم عنقریب آنے والا ہے فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ لَہٗ اَجَلٌ دَیْرٌ۔ وہ آیا ہی چاہتا ہے۔

حضرت مولانا عبید اللہ رحمہ اللہ کی تفسیر کے مطابق امر اللہ سے مراد اسلام کی فتح، اس دنیا میں فحائش کی تذلیل اور آگے چل کر بخت عذاب ہے۔ اللہ نے یہ آیت نازل فرما کر پیش گوئی کر دی ہے کہ اس وقت تو کافر لوگ اہل ایمان کو تنگ کر رہے ہیں، ان پر عرصہ حیات

عذاب الہی
کی آمد

غلیظہ
کے پیش گوئی

تنگ کر رکھا ہے مگر ان کی فتح اور کفار کی شکست عنقریب واقع ہونے والی ہے۔ اسی غلبہ اسلام کے ساتھ اسلام کا عالمی پیغام بھی نکلے گا ہے یہاں پروگرام ہے جو اسلام کے سوا کسی مذہب کے پاس نہیں ہے اور اسی کا گناہ کے ذریعے پوری دنیا کی اصلاح مستور ہے۔

فرمایا سُبْحٰنَکَ لَا پَاکَ ہے اس کی ذات قَوْلَکَ لَیْ عَمَّا یُشْرِکُونَ نزول وحی
وہ ان تمام چیزوں سے بند و برتر ہے جن کو وہ اللہ کا شریک بناتے ہیں۔ وہ قادر مطلق اور مجبور برحق ہے اور اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔
انہی کی بتری اسی بات سے ظاہر ہے کہ اُس نے بنی نوع انسان کی فلاح کے لیے اپنے فرشتوں کے ذریعے وحی ازل فرمائی، جو بنو انسان اللہ تعالیٰ سے راہ راست رابطہ قائم کر کے احکام حاصل نہیں کر سکتے، اس لیے اللہ نے کفر، شرک اور معاصی سے بچنے کا پروگرام فرشتوں کے ذریعے ارسال کیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوْا اللّٰہَ بِالْوَجْهِ مِنْ اَمْرِہٖ وہ
ظاہر کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے آتا ہے۔ یہاں پر روح سے مراد وحی ہے جیسے قرآن پاک۔ خود قرآن کو بھی وحی کہا گیا ہے۔ اور ایک روح وہ بھی ہے جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے۔ اسی کے ذریعے انسان میں عقل و شعور پیدا ہوتا ہے۔ اگر انسان کے جسم سے روح خارج ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ جس طرح انسان کو روح کے ذریعے ظاہری حیات نصیب ہوتی ہے، اسی طرح کلام پاک اور وحی الٰہی کے ذریعے انسانوں کے دل زندہ ہوتے ہیں، انہی کے دلوں میں ایمان، توحید اور نیکی پیدا ہوتی ہے گویا وحی الٰہی انسان کی روحانی حیات کا ذریعہ ہے۔ اس کی وساطت سے انسان کا اعتقاد درست ہوتا ہے اور ابدی حیات نصیب ہوتی ہے
دل میں پاکیزہ اخلاق و جنابت ابھرتے ہیں، انسان کا قلب اللہ کی

تجلیات کا مورد بنتا ہے، اور انہیں کی مصلحت ہوتی ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اپنی وحی سے کہ نازل فرماتا ہے حضرت
جبریل امین اس اعلیٰ منصب پر فائز ہیں جن کے ساتھ فرشتوں کی ایک
جماعت ہوتی ہے اور یہ وحی کس پر نازل ہوتی ہے؟ غلبہ۔
یٰٰذَا آدَمُ اسوٰتِ عِبَادِمْ اپنے بندوں میں سے جس پر اللہ چاہتا ہے
مطلب یہ ہے کہ نبوت و رسالت کا انتخاب کسی شخص کی کوشش و محنت
عبادت و ریاضت کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ یہ انتخاب خود اللہ جل جلالہ کا
اپنا ہوتا ہے۔ سورۃ انعام میں گزر چکا ہے: "اَللّٰهُ اَخْلَقَ حَبِثًا
يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اپنے تمام بندوں کی صلاحیتوں کو جانتا
ہے اور پھر وہ حکمت اور مصلحت کے مطابق ان میں سے نبوت و
رسالت کے لیے منتخب کرتا ہے۔ سورۃ حج میں بھی موجود ہے
"اَللّٰهُ يَخْتَارُ مَن يَّصْطَفِيْ مِنْ الصّٰلِحِيْنَ كَمَا رُسُلًا وَّمِنْ النَّاسِ
فرشتوں اور انسانوں میں سے اللہ ہی اپنے رسول منتخب فرماتا ہے۔
گرچہ پیغام رسانی کے لیے فرشتوں کا انتخاب اور نبوت و رسالت کے
لیے انسانوں کا انتخاب دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں
اور وہی الٰہی کا فیصلہ کرتا ہے۔ پیغام رسانی کا یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت
آدم علیہ السلام سے شروع کر کے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
پر ختم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آخری اور ابدی پروگرام قرآن پاک کی مشورہ
میں آچکا ہے۔ اب اگر اس کائنات کی مجموعی عمر دس لاکھ سال بھی ہو
تو بھی کسی دور تک پروگرام کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی نیا ہی
آئے گا۔ اب تاقیام قیامت میں دین باقی ہے گا۔

فرمایا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے
اور حکم دیتا ہے اَنْ اَنْذِرُوْا كُرْهُكُمْ كُرْهُكُمْ وَرَادُّوْا كَلِمَةَ اللّٰهِ
وہی ہے
ترجمہ

اَلَا اَنَّكُمْ مِیْرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، نہ کوئی میری عبادت میں شریک ہے اور نہ توحید میں۔ میں ہی خالق اور مالک ہوں۔ میں ہی قادر مطلق، محض مطلق اور عظیم کل ہوں۔ تمام بنی نوع انسانی کی ضروریات کو جاننے والا میں ہوں۔ نفع نقصان کا مالک میں ہوں۔ میرے سوا نہ کوئی مشکل کش ہے اور نہ حاجت روا اور نہ بچڑی بننے والا۔ ہمدان، ہمدین اور حمدان بھی میرے سوا کوئی نہیں لہذا اَللّٰهُمَّ تَجھدی سے ڈرتے رہو۔ اگر تم نے میرے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو میری گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

فَرَمَا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ اَلْاَرْضِ بِاَلْحَقِّ اَمْسَی نَے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بیکیا ہے۔ کائنات کا پروردگار کوئی کھیل تماشا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ نے انہیں مخلوق کی مصلحت کے لیے پیدا فرمایا ہے، اور پھر اس ساری تخلیق کا نتیجہ بھی سامنے آئے والا ہے۔ لہذا اَمْسَی ذات سے ڈر جاؤ، اور وہ ذات ایسی ہے کَعْدَ اَنْیَ عَصَا یَسْرِ کُوْنُ اَنْیَ قَلَمٍ حِیْرُوْنَ سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اَمْسَی کے ساتھ شریک بنائے ہیں۔ بار بار یاد دہانی کرائی جا رہی کہ وہی ذات اعلیٰ وارفع ہے، اس کے مقابل کی کوئی چیز نہیں، لہذا اَمْسَی کے ساتھ کسی کو شریک اور شفع نہ بناؤ، کسی کو مشکل کے وقت میں مت پکارو، حاجت روائی اور مشکل کشائی صرف اُمْسَی سے چاہو۔ وہی ذات بلند و برتر ہے، باقی ہر چیز نیچ ہے۔

تحقیق الہی
بطلان دلیل

آسمان وزمین کا ذکر کر کے اللہ نے اپنی وحدانیت کی بیرونی نشانیاں پیش کر دیں۔ اب انسان کو خود اس کے وجود کی اندرونی نشانیوں کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ لَکَ فِی سُوْرَةِ الْاَنْکَمِ مَجْدٌ ہم نے انسان کو قطرۂ آب سے پیدا کیا۔ سورۃ الکرہمہ میں ہے کہ ہم نے انسان کی نسل کو نطفہ سے پیدا کیا۔ یعنی حشر پانی سے چھوٹی۔

ایسا حیرانی کہ اگر کپڑے یا جسم کو لگ جیلے تو دھو نایا سنا لازم ہو رہا ہے۔
یہ ایسی نجاست ہے جسے انسانی مزاج برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں
مگر یہی حیرانہ انسانی تخلیق کا ذریعہ ہے۔

فرمایا کہ جب انسان اس حیرانہ سے پیدا ہو گیا تھا تو خصوصیت
میں گرا چنانک کھلے طور پر عجز کرنے والا بن گیا۔ اب یہ توحید الہی
کا انکار کر رہا ہے اور شیطان کی پیروی میں شرکیہ امور کی ترجیحی کر رہا ہے
غیر شرکیہ لذت و نیاز کے حق میں باطل دلائل پیش کر کے عجز کر رہا ہے
کتنے افسوس کا مقام ہے کہ اپنی تخلیق سے اللہ کی وحدانیت کو سمجھنے
کی بجائے شرک کے حق میں دلائل دیتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی
بغاوت پر اتر آتا ہے۔

یہ انداز کا مسئلہ بھی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کی پیروی اور
اندر دینی درویشیں بیان کی ہیں۔ آسمان و زمین کی پیدائش میں عجز کر کے بھی
انسان معرفت الہی حاصل کر سکتا ہے اور وہ اپنی تخلیق پر غور کرے تو پھر بھی اللہ
کی وحدانیت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ یہ تو عقلی دلائل ہیں، اس کے
علاوہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرما کر اہل کتب کا دیر نازل کر کے
انسان کے لیے اپنی وحدانیت کے قطعی دلائل بھی دیا کر دیے ہیں۔ اللہ نے دنیا
کے ہر خطے میں اپنے نبی بھیجے ہیں اور ہر ایک نبی نے یہی تعلیم دی کہ لا الہ الا
انا فاعبدونی (تو انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی لیے
وہ فرما کہ میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میری توحید میں کسی کو شریک
نہ بناؤ۔ انسان کی اپنی عقل و تعلیم یہی کہتی ہے کہ بات سچی ہے، لہذا اسے قبول
کیے بغیر چارہ نہیں۔

وَالْأَنْثَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ
 وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جِبالٌ حِثٌّ
 تَرِيحُونَ وَجِئٌ مَّرْحُومٌ ۝ وَنَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ
 إِلَىٰ بَكْلَيْلٍ تَكَوْنُوا بِلَغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ
 إِنَّ رَبَّكُمْ لَرؤُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ وَالْخَيْلَ وَالْبِغالَ
 وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَأْكُلُونَ ۝
 وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايزٌ وَلَوْ شَاءَ
 لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

ترجمہ :- اور موش، ان کو پیدا کیا ہے۔ ان میں تمہارے

پنے گرمی کا سامان ہے اور بہت سے غاؤں کے ہیں۔ اور ان

میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ۝ (۵) اور تمہارے اپنے ان

موشیوں میں غریبوں کی ہے جس وقت تم انہیں پیرا گاہوں

سے پلا کر پچلے پیراؤں سے ہو، اور جس وقت تم صبح ان

کو چرنے کے لیے لے جاتے ہو ۝ (۶) اور اٹھاتے ہیں

وہ تمہارے رعبہ والی شروں تک کہ تم نہیں پہنچنے والے

تھے ان تک مگر اپنے نفسوں کو مشقت میں ڈال کر۔

جیکے تمہارا پروردگار البتہ ہمدرد شفاقت کرنے والا

اور بہت صریح ہے ۝ (۷) اور گھوڑوں، غنموں اور گھروں

کو (اس نے پیدا کیا ہے) تاکہ اُن کی سواری کرو اور (تمہارے لیے) تربیت ہو۔ اور وہ پیدا کرے وہ چیزیں جو تم نہیں جانتے (۸) اور اللہ شریک ہی پہنچا ہے سیدھا راستہ، اور بعض راستے اُن پر ٹیڑھے ہیں۔ اور اگر اللہ چاہے تو الٰہت تم سب کو ہدایت دے (۹)

سورۃ کی ابتدائی آیتوں میں انذار کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اللہ سے ڈرنے اور اس کی گرفت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے اپنے انبیاء پر بھی نازل فرما کر لوگوں کو ڈرانے اور خبردار کرنے کا حکم دیا کہ اللہ فرما کر میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ لہذا مجھ ہی سے ڈرو اور میری توحید کو مانو، خدا تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا ذکر کیا ہے اور اُنی دلائل کو بیان کیا ہے جن میں غور کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سمجھ سکتا ہے اور خدا کی اعلاست اور شکر گزاری سمجھا سکتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے آسمانوں اور زمین کا ذکر بطور دلائل قدرت کے کیا۔ خدا تعالیٰ کی ذات کو ہر قسم کے شرعیوں سے جند و بدتر قرار دیا۔ اس کے بعد اللہ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کیا کہ اُسے حسیہ قطر و آب سے پیدا کر کے تکامل عطا کیا، پھر افسوس کا مضمون ہے کہ انسان اپنی جبلت کو بھول کر اور خدا تعالیٰ کی قدرت کی طرف عدم توجہ کی بنا پر اس کی توحید میں جھگڑا کرنے لگتا ہے اور شرکیہ عقائد اور باطل رسوم کے حق میں دلائل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اب اللہ نے موشیوں کا ذکر کر کے اپنی قدرت کے بعض دلائل پیش کیے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَقْاَمَ خَلْقُہَا اور موشیوں کو پیدا کیا۔ اِنی موشیوں سے کن سے موشی مر رہی ہیں۔ اس کا ذکر سورۃ الاغنام اور بعض دوسری سورتوں میں بھی آیا

موشیوں کے
قائل

سورۃ الانعام میں ہے فَلْيَسِّرْ لَهُ اذواجہ یہ اکٹھ جوڑے ہیں جو عام طور پر انسانوں کے قریب رہتے ہیں اور ان سے مانوس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کی خدمت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور یہ ان کا دورہ و گشت، کھانا اور پانی استعمال میں لیتے ہیں اور یہ جانور اونٹ (زاور مادہ) گائے بیل (زاور مادہ) بھیڑ (زاور مادہ) اور بکری (زاور مادہ) میں یہ مویشی طاقتور ہیں انسان سے کہیں بڑھ کر ہیں مگر اللہ نے ان کے دامن میں یہ بات ڈال دی ہے کہ وہ انسان کی خدمت پر آمادہ ہیں۔ ایک تین سال کا بچہ بھی اونٹ کی ٹیل پکڑ کر چلے گا تو سو اونٹ اس کے پیچھے چل پڑے گا۔ بعض اوقات سی جانور غلاف محمول جب بگڑ جاتے ہیں تو تباہی مچاتے ہیں۔ اونٹ کے متعلق تو خاص طور پر مشورہ ہے کہ وہ اپنے دشمن کو چاک کیے بغیر نہیں چھوڑا۔ بہر حال اللہ نے ان آٹھ قسم کے مویشیوں کا ذکر کیا ہے اور انسان کو یاد دلایا ہے کہ ان جانوروں کو اس کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور یہ بھی دانش کی وحدانیت کی ایک دلیل ہے۔

ان جانوروں کے علاوہ بعض درختوں کے جانور بھی ہیں جو انسان سے مانوس نہیں ہیں۔ ان میں جنگلی جانور، نیل گائے، ہرن، جنگلی گدھے وغیرہ بھی ہیں جو اگرچہ خفید ہیں مگر انہیں آسانی سے قابو نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ نے ایسے جانوروں کی قرآنی جائز قرار نہیں دی۔ بلکہ قرآنی کے لیے وہی آٹھ جوڑے مقرر کیے ہیں جو ہمیشہ انسانوں کے قریب رہتے ہیں اور آسانی سے دستیاب ہیں۔

فرمایا اللہ نے موسیٰ کو یہ کیا لکھو فَیَسِّرْ لَهُ ان میں سے جس کے لیے گرمی ملے گی ہے۔ اونٹ اور بھیڑ بکری کی اون سے گرم لباس تیار ہوتے ہیں جو موسم سرما میں انسان کے لیے کارآمد ہوتے ہیں۔ انسانی لباس میں کوہستہ، کرٹا، کبل، سویٹر وغیرہ ان سے تیار کیے جاتے ہیں جو کہ ان جانوروں سے حاصل

اور ان
نوشہ

ہوتی ہے۔ اسی طرح ان جانوروں کی کھال سے پرشین، امونے اور صدی
 و غیرہ بنتے ہیں، وہ انسان کے لیے گری پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں، اسی
 لیے فرمایا کہ ان جانوروں میں تمہارے لیے گری کا سامان ہے۔ وَمَنْ لَّيْلٍ اَوْ حَسْبُ قُلُوبِ
 ہیں۔ اس کے بعد ان جانوروں کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ کھانا کھائی
 ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ مذکورہ آٹھ قسم کے جانوروں کا گوشت
 انسانی غذا کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس لیے شریعت میں انہی جانوروں
 کا گوشت حلال ہے۔ جن میں کسی قسم کا جہانی یا روحانی ضرر نہ ہو۔ مرنے والا،
 خنزیر، خنزیر، بلی، کتے وغیرہ اور کچھ دیگر کھانا کھانے پر موزوں نہ
 اسی لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ ان میں جہانی یا روحانی ضرر پایا جاتا ہے اور
 یہ انسان کے لیے غیر مفید ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسان کے پاکیزہ اخلاق
 یعنی طہارت، انہیات، صحت اور عدالت پر خدا کا اثر ہوتا ہے۔
 چنانچہ جس قسم کے جانور کا گوشت کھایا جائے گا۔ انسانی اخلاق پر بھی قسم کے
 اثرات مرتب ہوں گے۔ جن آٹھ جانوروں کا گوشت اللہ نے حلال قرار
 دیا ہے، وہ انسان کے پائے جانوروں ہیں، اس لیے ان کا گوشت بھی انسانی
 مزاج کے مطابق ہے ان کی پیداوار اللہ کا بھی اللہ نے وسیع نظام فرمایا
 اور ہر روز لاکھوں جانور ذبح ہو کر استعمال ہوتے ہیں ان کے علاوہ اگر
 کوئی شخص بھڑیلے کا گوشت کھائے گا تو اسی قسم کی بھڑیلے والی صفت
 پیدا ہوگی۔ خنزیر، کتا، بلی وغیرہ کے گوشت سے ان کی قسم کے اخلاق پیدا
 ہوں گے۔ بہر حال فرمایا کہ مویشیوں میں انسان کے لیے یہ دو بڑے
 فائدے ہیں کہ ان کے ذریعے گرمی کا سامان مہیا ہوتا ہے اور ان
 کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے۔

ان دو بڑے فائدے کے درمیان اللہ نے ایک اور چیز کا ذکر کیا ہے

وَمَنْ كَانَ فِيهِ يَمْنٌ اِنْ جَانُرِدٍ فِي تَهَارِے یے اور بھی بہت سے نام لے
ہیں۔ مثلاً سب سے اہم چیز اہل جانوروں کا دودھ ہے جو بچپن سے لے کر
آخر عمر تک انسانی غذا کا حصہ ہے۔ پھر دودھ سے حاصل ہونے والا دھی
اور گھی بھی بہت بڑی مقدار میں انسانی استعمال میں آتا ہے۔ خاص طور پر
بچوں اور بیماروں کے لیے یہ چیزیں انتہائی مفید ہیں، جنہیں اللہ نے اہل
جانوروں کے ذریعے ہم پہنچایا ہے۔ قرذی شریف کی روایت میں آتا
ہے کہ ایک ایسی چیز جو بیک وقت کھانے اور مشروب کا کام لے، اور دودھ
کے علاوہ کوئی نہیں۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے امت کو سکھایا ہے کہ
جب بھی کوئی نعمت استعمال ہو تو اس کا شکر یہ ادا کرو اور دھاکو کر کے
اللہ! اس سے بہتر عطا فرما۔ مگر جب دودھ جیسی عظیم نعمت استعمال کرو
تو اَللّٰھُمَّ قَدْ کَانَ وَکَلٌّ لِّی دھاکو کر کے یعنی اے اللہ! ہمارے لیے اس
میں اضافہ فرما۔ گریا دودھ سے بہتر چیز کی دھانیوں کی گئی۔ دودھ کے
علاوہ اہل جانوروں کی چربی اور ٹہریاں بھی انسانی نام لے کے کی مختلف چیزوں
میں استعمال ہوتی ہیں۔ تو فرمایا اہل جانوروں میں تمہارے لیے دیگر فائدہ
بھی ہیں۔

فَرَمَا وَکَلٌّ فِیْہَا بَکَالٌ اہل جانوروں کے لیے خوبصورتی
ہے حَبْنٌ تَنْ یَّجُوْنُ جب کہ وہ جنگلوں سے چراگاہ پھیلے پر گھر
واپس آتے ہیں وَحَبْنٌ تَسْتَحُوْنُ اور جس وقت صبح کے وقت
چونے کے لیے باہر جاتے ہیں مطلب یہ کہ مویشیوں کی آلودہ رفت
بھی تمہارے لیے خوشنمائی کا باعث ہے یہاں پر یہ اشکال پیدا ہوا
ہے کہ ترتیب کے لحاظ سے پہلے جانوروں کے چونے کے لیے
جانے اور پھر واپس آنے کا ذکر ہونا چاہیے۔ مگر اس آیت کریمہ
میں پہلے واپس آنے اور بعد میں گھر سے جانے کا ذکر کیا ہے۔ ایسا کیوں؟

خوبصورتی
کا ذریعہ

اس ضمن میں المم داؤج اور بعض دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ خوبصورت حالت کا پہلے ذکر کیا ہے اور لبتاً کم خوشحالی کا بعد میں۔ جس وقت جانور گھر سے چوڑے کے لیے جنگل کی طرف نکلتے ہیں تو بہا اوقات گریب سے متفرق ہونے اور کسی قدر جھوٹے بھی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے زیادہ خوبصورت نظر نہیں آتے۔ البتہ جب جنگل سے پر جاگ کر شام کو واپس آتے ہیں تو دن بھر پھرنے سے ان کی فلاحت وغیرہ بھی دیکھ چکی ہوتی ہے اور پیٹ بھی بھرے ہوتے ہیں، اس لیے زیادہ خوشحال نظر آتے ہیں۔ تو یہاں پر اللہ نے زیادہ خوشحالی کی حالت کو پہلے ذکر کیا ہے۔

اپنے جانوروں کو اچھی حالت میں دیکھ کر انسان کا جی خوش ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے بشرطیکہ اس میں تکبر کا پہلو نہ ہو۔ خوبصورت جانور دیکھ کر انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اگر وہ ان پر غرور کرنے لگے گا تو یہ اس کے حق میں حرام ہوگا اور اسے اللہ تعالیٰ کی ناشکری پر محمول کیا جائے گا۔ پھر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر ان جانوروں کے بھی بعض حقوق رکھے ہیں۔ فرضی حق میں زکوٰۃ ہے جو سال بھر میں ایک دفعہ ادا کی جاتی ہے بشرطیکہ جانور نصاب کو پہنچ جائیں اس کے علاوہ انسان پر ایک اخلاقی حق بھی عائد ہوتا ہے کہ اگر جانور دودھ پیئے والا ہے تو اس میں سے نظر بہوں اور محتاجوں کو بھی حصہ دیا جائے۔ کوئی بیمار ہے یا بچہ ہے جسے دودھ کی ضرورت ہے تو اسے مایوس نہ کیا جائے اس طرح اگر کسی کے پاس گھوڑا ہے تو اس کا حق بھی ادا کرے۔ کسی ضرورت مند پر دسی یا عزیز کو سواری کے لیے ضرورت ہے، تو انکار نہ کرے۔ یہ حق محض گھوڑے کی سواری تک محدود نہیں سواری کی کوئی قسم کار ہوڑ سائیکل یا مائیکل کی سواری موجود ہے تو حاجت مند

کو بوقت ضرورت پیش کرنا۔ اس سواری کا حق ادا کرنا ہے۔ بہر حال ضرر یا کو
اپنے جانوروں کا حق ادا کرو جس دن انہیں گھاٹ پرے جاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جانوروں کا ایک یہ قائلہ بھی بیان فرمایا ہے وَتَحْمِلُ

أَثْقَالَكُمْ إِنْ بَلَدَكُمْ لَعَنَ كُفْرُكُمْ أَلَّا يُغْنِيَكُمْ إِلَّا بُشْعُكُمْ

اَلَا فَفَسْنِمْ اِیہ جانور ایسے شہروں تک تمہارے بوجھ اٹھاتے ہیں، جہاں تم

اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ بار برداری کا کام خالی

سفر سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اللہ کے پیدا کردہ جانور نہ صرف ان لوگوں کے

یہ سواری کا کام دیتے ہیں بلکہ ان کی بار برداری بھی کرتے ہیں۔ اگر بار برداری

کے ذرائع نہ ہوں تو انسان سخت مشکل میں پڑ جائیں۔ اونٹ اور بیل وغیرہ

بار برداری کے لیے خاص طور پر موزوں ہیں اور انسان کی بڑی خدمت انجام

دیتے ہیں۔ فَرَأَىٰ إِنَّ كُفْرُكُمْ لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ

شفقت والا اور بڑا مہربان ہے جس نے تمہیں جانوروں کی خدمات

دیکھ کر کے بہت سی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ اب تمہارا بھی فرض ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی ترمیم کو تسلیم کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، صرف

اسی کی عبادت کرو، اور اس کی نعمتوں کا شکرا ادا کرو۔

فرمایا وَالتَّغْيِيلُ وَالْإِعْكَالُ وَالْحَبْلُ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں

غجروں اور گدھوں کو بھی پیدا کیا ہے لیکن کبوتر تھا تاکہ ان پر سواری کرو۔

وَالْحَبْلُ اللہ یہ تمہارے لیے زینت کا سامان بھی ہیں۔ یہ جانوروں

کا ایسا کردہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ جن کا گوشت تو نہیں کھا جاتا، البتہ

یہ انسان کی دیگر خدمات ضرور انجام دیتے ہیں۔ خالص النسل گھوڑے کی

حالت کے متعلق البتہ دونوں قسم کی روایات ملتی ہیں اور اس میں اختلاف

کا اختلاف ہے۔ اسی اختلاف کی بنا پر امام ابو حنیفہؒ گھوڑے کے گوشت

کو حرام بھی نہیں کہتے اور اسے بہتر بھی نہیں سمجھتے۔ گھوڑے کے متعلق

بار برداری
کا کام

جانوروں
کا کام

حالت و حرمت دونوں قسم کی روایات کی موجودگی میں اس پر مگر وہ کا حکم لگایا جاتا ہے۔ البتہ گھوڑے کی اعلیٰ خدمات کا احترام حضور کے ارشاد مبارک سے ملتا ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں اللہ نے بہتری چھپی ہوئی ہے۔ یہ جانور قیامت تک کارآمد رہیں گے۔ چنانچہ گھوڑا سفر میں سواری کا کام دیتا ہے اور جنگ کے دوران بھی بڑا مفید ثابت ہوتا ہے۔ پھر بھی بڑا مفید جانور ہے۔ یہ گدے اور گھوڑی کا مرکب ہوتا ہے۔ مگر اس کی نسل گدے نہیں چلتی۔ یہ بڑا طاقتور جانور ہے اور بار برداری میں بڑا مفید ثابت ہوتا ہے۔ بار برداری اور سواری کے لیے گدہ بھی بڑا کارآمد جانور ہے۔ تاہم اس کی حماقت بڑی مشہور ہے۔ اس کا گشت بھی حرام ہے کہ اس سے حماقت پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ البتہ سواری کے طور پر خود حضور علیہ السلام نے اسے استعمال کیا ہے۔ بہر حال یہ سارے جانور انسان کے خادم اور خدا کی قدرت کے نمونے ہیں۔

متقبل کی
سوریاں

اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ایک بڑا اچھا مضمون فرمایا ہے **وَيَخْلُقُ مَا يَشَاءُ** **فَيَكْنُفُوهُنَّ** اور اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے یا پیدا کر دے گا۔ وہ چیزیں بھی جو ہم نہیں جانتے۔ مفسرین کو کام فرماتے ہیں کہ اس جملے سے وہ تمام سوریاں مراد ہیں جو بڑوں قرآن کے زمانے میں اس کے اولین مخاطبین کی نظروں سے اوجھل تھیں۔ یا آئندہ قیامت تک معرعنہ وجود میں آئی ہوگی۔ اس وقت جانوروں سے کہیں جانی جانے والی، بھلی، پشور اور عجیب سے چلنے والی سوریاں ایجاد ہو چکی ہیں جن کا اس زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چمکڑا، رنگ، موڑ کا میں، ریل گاڑی، انٹیکل، موٹر سائیکل، ہوائی جہاز اور بحری جہاز کی بے شمار قسمیں انسانوں اور ان کے سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی نظر آتی ہیں۔ تیز ترین سواریوں نے دنیا بھر کو سیکڑوں رکھ دیا ہے بلکہ اب تو کروڑوں سے نکل کر انسان پانڈ پر پہنچ چکا ہے اور سرخا پر پہنچنے کی کوشش

کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام چیزیں پیدا فرما کر بنی نوع انسان پر بڑا احسان کیا ہے۔ وہ نہ انسانی زندگی میں قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی ہوتیں۔ اگرچہ ان تمام مشینیں ذرائع کو ایجاد کرنے کا سہرا بظاہر خود انسان کے سر پہ مگر اس کے علاوہ خام مال کی بہم رسانی اور انسانی اعضاء قوی کی ضمانتیں اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ فضا میں پرواز کا شوق ایک اندھی آدمی کے دل میں پیدا ہوا جس نے اپنے بازوؤں پر گدھ کے پر باندھ کر اڑنے کی کوشش کی مگر گر کر زخمی ہو گیا۔ اس کا جذبہ زندہ رہا۔ لوگ تجربات کرتے رہے حتیٰ کہ آٹھ سو سال کے تجربات کے بعد اس صدی کے آغاز یعنی ۱۹۰۴ء میں ہوائی جہاز کی پہلی پرواز کامیابی سے ممکن ہوئی۔ بہر حال اس دور میں بجلی، ٹرینز اور پٹرول سے چلنے والی بے شمار گاڑیاں منظر عام پر آچکی ہیں اور ایسارٹ کا یہ مسئلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہ چیزیں بھی پیدا کرے گا جنہیں تم نہیں جانتے۔

یہ تو آدمی زندگی کی سواریوں کا تذکرہ تھا، حضور علیہ السلام نے اگلے جہان کی سواری کا تصور بھی دیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا حضور! جنت میں ایک دروازے سے ملاقات کے لیے کیا انتظام ہوگا۔ آپ نے فرمایا، وہاں تمہیں مسرخ یا قوت کا گھوڑا ملے گا۔ جس کی رفتار اتنی تیز ہوگی کہ اس دنیا کی جدید ترین گاڑی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اور پھر یہ ہے کہ وہاں پر کسی حادثے کا بھی کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ جنتی آدمی کو وہاں میلوں کا سفر آسانی سے بلا خوف و خطر کر سکے گا۔ فرمایا وہاں تمہیں ایسی سولہ میسر ہوگی۔

اگے اللہ نے انسان کی روحانی زندگی کو خوشگوار بنانے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے روحانی راستوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَحَلَّكَ اللَّهُ قَسْبُ السَّيْلِ اور اللہ تک ہی پہنچنا ہے سید عارستہ۔ اللہ تعالیٰ

مستقیم اور
منجھتی گنتے

کے بنائے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلے گئے تو یہ زندگی بھی خوشگوار گزرتے گی اور آخرت
 کی کامیابی بھی یقینی ہو جائے گی۔ مگر یاد رکھو اور سننا چاہو؟ ان میں بعض
 راستے ٹیڑھے بھی ہیں۔ اگر بن پر چل نکلے، کفر، شرک، بدعت، اہمیت اور
 گمراہی کے راستے اختیار کر لے تو خدا تعالیٰ کی رضا کے مقام تک نہیں پہنچ
 سکو گے۔ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے راستے واضح کر دیے ہیں، اب یہ ان
 کی اپنی صوابدید ہے، فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ
 (الکہف) کہ وہ ایمان کا راستہ قبول کرنا ہے یا کفر کا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو
 عمل سمجھ، کتب، ہمارے، نبی اور مبلغ جیسے سارے وسائل دیا کر دیے ہیں اب
 متعجب یا متفنی راستہ اختیار کرنا اس کا اپنا کام ہے۔ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ
 سُبُكًا لَّيْنًا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم سب کو زبردستی ہدایت کے راستے پر
 ڈال دیتا۔ مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ وہ انسان کو آزما رہا ہے
 ہے کہ وہ سیدھا راستہ اختیار کرتے ہیں یا ٹیڑھا اور پھر اس امتحان میں
 کوئی کامیاب ہوتا ہے اور کوئی ناکام اس لئے، واضح کر دیا ہے کہ آخرت
 کی کامیابی صراطِ مستقیم کو اختیار کرنے پر منحصر ہے اور جو شخص دوسرا راستہ
 اختیار کرے گا، اس کے لیے آگے جہنم بھی تیار ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ
شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ⑩ يُنْبِتُ
لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ
وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً
لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ⑪ وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِ
إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ⑫ وَمَا
ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ
فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ ⑬ وَهُوَ الَّذِي
سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا
وَتُسَخَّرِجُوا مِنْهُ جَلِيدٌ تَلْبَسُونَهَا ۚ وَتَرَى
الْفُلُكَ مَوَاحِرَ فِيهِ وَلَيَبْتَغُوا مِنْ قَضَاهِ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ⑭

ترجمہ: وہ (یعنی ذات ہے جس نے انعامات
کے طور سے پانی، تیل، جے، اسی میں تیار پینے
کا سامان ہے اور اسی سے درخت لگائے ہیں جس

میں ہاتھوں کو پراتے ہو (۱۰) اے وہ تمہارے لیے کہیں
 اس (پانی) کے (دیے)۔ اور زمین (کے درخت) اور کھجوریں
 اور انار اور ہر قسم کے پھل۔ بیشک اس میں نشانی ہے
 ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں (۱۱) اور سفر کیا
 اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو، اور سورج اور
 چاند کو۔ اور تمہارے بھی سفر کے بدلے ہیں اس کے علم
 سے بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے
 لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں (۱۲) اور جو چیزیں چھپائی
 ہیں اس نے تمہارے لیے زمین میں ان کا نگہ جھٹک
 ہے۔ بیشک اس میں بھی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے
 جو نصیحت پڑھتے ہیں (۱۳) اور وہ وہی ذات ہے جس
 نے سفر کیا تمہارے لیے دنیا کو تاکہ کھانا اس میں سے
 تازہ گوشت، اور نکالو اس میں سے زہر جس کو تم پھینکتے
 ہو۔ اور تم دیکھو گے کشتیوں کو جو چلتی ہیں۔ اس میں
 پانی کو چیرتی پہاڑی، اور تاکہ تلاش کرو تم اس کے فضل
 سے، اور تاکہ تم (اللہ کے احسانات کا) شکر ادا کرو (۱۴)

حورۃ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے نزولِ وحی کا ذکر کر کے اپنے انبیاء کو
 حکم دیا اَنْتُمْ اَنْذِرُوْا اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَظُنُّوْنَ اَنَّا هُنَّ اَعْمٰیۃٌ یَّعْمٰیۃٌ مِّنْ دُوْنِکُمْ خَبْرٌ
 کر دو کہ میرے بہنوئی مسجود نہیں، لہذا مجھ سے ڈرو پھر اللہ تعالیٰ نے نشانات
 قدرت کا ذکر کیا جن میں ہر نشانی اس کی وحدانیت کی دلیل بنتی ہے۔ اور من و سما
 کی تخلیق، حیرت انگیز آب سے انسان کی پیدائش، موسیٰ کیوں سے حاصل ہونے والے
 فرادہ اور ان سے زینت کا سامان پیدا کرنے کا ذکر کر کے اللہ نے اپنی راقبت اور

رہنمائی

شفقت کی طرف اشارہ کیا۔ پھر یہ پیش کرتی کہ مادی کے لیے اس جانور کے
کے علاوہ اللہ تعالیٰ اور بھی بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے گا، جسے تم اس وقت
نہیں مانتے اس مادی توانات کے ساتھ ساتھ اللہ نے انسان کی روحانی
اور اخروی زندگی کا سامان بھی پیدا فرمایا۔ اُنھ نے صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی
فرمائی کہ جس پر چل کر انسان اللہ کی رحمت کے مقام تک پہنچ سکیں گے۔
فرمایا اگر انسان غور و فکر کرے تو یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی قہید کے لائق ہیں
اب آج کے دور میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی مادی ضروریات سے
متعلق بعض انعامات کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے هُوَ الَّذِي
أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَخَرَّتْ مِنَ السَّمَاءِ بُلُوطٌ وہی ہے
جس نے تمہارے لیے آسمان کی طرف سے پانی نازل فرمایا۔ یہ پانی بھی اللہ
کی عظیم نعمت اور اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ سَحَابٌ مِّنْ لَّدُنْهِ
بھی برلا ہوتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ سورۃ الحج میں گزشتہ جگہ ہے کہ ہم نے جو جبلِ نبول
جو ہیں فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً اور بارشوں سے پانی
برسایا۔ جو انہیں جو جبلِ بارشوں کو اٹھا کرے جاتی ہیں اور پھر جہاں مثیبت
ایزدی ہوتی ہے، وہاں بارش جرتی ہے۔ بہر حال السَّحَابُ سے محض بارش
بھی مراد نہیں بلکہ اس لفظ میں عالم بالا کا حکم بھی شامل ہے۔ بارش زمین اور
آسمان کے درمیان فضا میں پڑتی ہیں۔ اور حکم الہی کے مطابق بارشیں
برساتے ہیں۔

فرمایا اس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی نازل فرمایا فَخَرَّتْ
مٹی آج جو تمہارے لیے بطور مشروب ہے انسانی زندگی کا اکھڑ بہت
حکام پانی پر ہے۔ میڈیکل سائنس دانے کہتے ہیں کہ انسانی جسم میں چلنے
والے خون میں اسی فیصدی پانی اور بیس فیصدی غذا شیت ہوتی ہے۔
انسان جو بھی خوراک کھاتا ہے وہ جگر میں پہنچ کر خون میں تبدیل ہو جاتی ہے

انسانی جسم میں جگر اتنی بڑی فیکٹری ہے کہ اس مادی دنیا میں شناخت کوئی کارخانہ نہیں ہے۔ اس قدر قیاسی فیکٹری میں اللہ کے لاکھوں کمشنروں فرشتے مصروف کار ہیں جو غذاؤں کو خون میں تبدیل کرتے ہیں۔ پھر اس خون کو قلب میں بھیج کر سارے جسم میں پھیلا دیتے ہیں اور اس طرح استعمال شدہ غذا جسم کے ہر حصہ میں پہنچتی ہے۔ جسم کا ہر عضو اس میں سے اپنی ضرورت کی غذا حاصل کر لیتا ہے اور غلط مادہ دوسرے راستے سے پھیپھڑے میں آجاتا ہے وہاں پر اسے تازہ ہوا (اکسیجن) میسر آتی ہے لڑائے کا بعض حصہ صاف ہو جاتا ہے، اور گندہ دھان باہر نکل جاتا ہے بڑا لالہ پانی اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت کہ جس کے بغیر ان زندہ نہیں ہو سکتا، ہمارے شیخ الاسلام محمد قادیانیؒ نے اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے کہا: جہاں تک ضرورت کی بعض ایسے اعضاء ہیں جن کے لئے کہ ایک لڑا پانی سے سات سات آدمیوں نے دھو لیا۔ پانی کی قدر ان غلوں میں ہے۔ جہاں اس کی قلت ہے، ہمارے ہاں گریبان کی فراوانی ہے اور قدر نہیں ہے۔ وضو اور غسل پر گھسٹوں پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ غلوں اور ثوبوں وغیرہ نے پانی کی اتنی افزائش کر دی ہے کہ ہر روز کثیر مقدار میں پانی ضائع ہوتا ہے لوگ پانی استعمال کرتے کرتے بعد ڈنسی کو بند کرنے کی تکلیف نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے منوں لہوٹوں ورنی پانی ضائع ہوتا ہے۔ حالانکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ پانی کو ضائع ہونے سے بچاؤ ان کُنْتَ عَطَا شَطَطَ السَّهْمِ یعنی گھڑی تم نہر کے کنارے پر پی کیوں نہ ہو۔ وہاں بھی پانی کا اسراف درست نہیں بلکہ ضرورت کے مطابق ہی استعمال کرنا چاہیئے۔ اسی لیے اعضاء وضو کو تین دفعہ سے زیادہ بلا ضرورت دھونا اسراف میں داخل ہے جو شخص ایسا کرتا ہے قطعاً وہ قادیانی و قادیانی نے بوائے اور تعدی کی۔ انسان کی سعادت مندی اسی میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہی ہر کام انجام دے۔ اگر کوئی حصہ رخصت

رہ گیا ہو یا دھوکے ٹھیکیل کا یقین نہ ہو تو تین سے زیادہ بار بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال پانی جیسی نعمت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے، اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ تمہارے پینے کی چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پانی کا پہلا فائدہ تو یہ بتایا ہے کہ یہ انسانوں کے لیے اور دیگر جانوروں کے لیے مشروب ہے اور دوسرا فائدہ یہ کہ درخت کے پتے شَجَرٍ فِيهِ ثَوْبِيْمٌ اسی پانی سے درخت، پودے، گھاس بھوس اور چرکی بوٹیاں بھی لگتی ہیں جن میں تم جانور چراتے ہو۔ جانور بھی انسانی غذا کا ایک اہم حصہ ہیں۔ جانوروں کا گوشت انسانی جسم کو حیات دہ دین اسیا کرتا ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بہت جلد خور بن جاتا ہے۔ تو جانوروں کا مادی حیات بھی اللہ نے پانی پر رکھا ہے پانی جانوروں کے لیے بطور مشروب بھی ضروری ہے اور ان کی خوراک کا دار و مدار بھی پانی پر ہے۔

فرمایا يَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الْمَرْحَاتِ اَنْثٰرَ تَالٰی اِیْ پانی کے ذریعے تمہارے لیے کھیتی لگاتا ہے۔ پہلے پانی کا ذکر بطور ان فی مشروب کے کیا گیا تھا۔ اب اسے انسانی خوراک کا ذریعہ بھی بتلایا گیا ہے۔ کہ پانی کے ذریعے ہی کھیتی باڑی ہوتی ہے۔ اناج اور غلہ پیدا ہوتا ہے، پھل پیدا ہوتے ہیں جو انسان کی خوراک بنتے ہیں وَالْاَنْثٰرُ اور زمینوں بھی پانی کے ذریعے ہی پیدا ہوتا ہے اس درخت کا پھل بھی کارآمد ہے اور اس کا تیل تو کثرت سے استعمال ہوتا ہے جَمْعُ عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی زمین کی تعریف فرمائی ہے صَلُّوْا عَلَیْہِ زَمٰنًا زمین کو کھانڈو بھی اور اس کی مالش بھی محروم انسانی بدن کی جلدی بیماریوں کے لیے زمین کا تیل بڑا مفید ہے۔ اس کے علاوہ یہ کھانا پکانے میں

نبات کے
پینے پانی

گھی کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اللہ نے اسے بڑا برکت
درخت بنایا ہے جس کے لیے اللہ کے نبیوں نے برکت کی دعائیں
کی ہیں۔

وَالْجَنَّةُ کَھجور کا درخت بھی پانی کا سر ہرل منت ہے۔ یہ
درخت بڑی لمبی عمر کا ہے اور پھل بھی بہت زیادہ دیتا ہے۔ اس کا پھل
جلدی خراب نہیں ہوتا، اس لیے اگلا پھل کئے تک سارا سال استعمال
ہوتا رہتا ہے۔ ریگستانی علاقوں میں کھجور کی بڑی افادیت ہے جہاں پھل
خوراک کے طور پر بھی کھایا جاتا ہے کیونکہ اس میں بڑی غذائیت ہے
اور بطور تفریح تو یہ پھل ہر حال استعمال ہوتا ہے۔ اس کے
علاوہ وَالْأَعْنَابُ انگور کی پیداوار بھی پانی ہی پر منحصر
ہے یہ بھی بڑا عمدہ پھل ہے۔ اس سے مشروب، مربہ اور کئی قسم کی چیزیں
تیار کر کے دیر تک محفوظ رکھی جاسکتی ہیں۔ الغرض! فرمایا وَجَنَّاتٍ مِّنَ النَّخْلِ
اللہ نے اس پانی کے ذریعے ہر قسم کے پھل پیدا کیے ہیں جو انسان کھاتے
ہیں۔ ان میں بڑی غذائیت اور لذائذ ہوتی ہے بلکہ بعض پھل دیگر خوراک
کو بھی بہتر کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ لہذا اللہ نے یہ تمام چیزیں انسان کے
لیے پیدا فرمائی ہیں اور ان سب کا دار مدار پانی پر ہے۔

فَرَأٰ اٰیٰتِیْ فِیْ ذٰلِكَ لَا یَتَذٰکُرُ اِلَّا قَلِیْلٌ مِّنْهُمْ لَقَدْ یَتَفَكَّرُوْنَ اِسْمِی
ظور دیکھ کر نے والے لوگوں کے لیے نشانی ہے۔ دیکھو! ایک ہی
پانی سے اللہ تعالیٰ بے شمار اقسام کا اناج، پھل اور دوسری نباتات پیدا
کرتا ہے۔ یہی اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ اللہ کے سوا کوئی دوسرا
ہوئی کوئی چیز پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ دوسرے مقام پر آتا ہے کہ ایک
ہی پانی سے پیدا ہونے والے پھلوں کے رنگ، شکلیں، خوشبو اور ذائقے
کس قدر مختلف ہیں۔ کیا یہ کسی مادے کی طاقت ہے یا پھر کے مطابق

خود بخود ہوتا ہے، نہیں، بلکہ یہ سارا کارنامہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ تامہ اور حکمت بالغہ سے چل رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن میں غور و جستجو کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سمجھ میں آتی ہے۔ مگر اکثر لوگ ان چیزوں کی طرف دھیان ہی نہیں کرتے۔ نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں، روزمرہ مشاغل کرتے ہیں مگر کبھی سوچا تک نہیں کہ آخر یہ سب کچھ کون کر رہا ہے۔

شمس و قمر
کی بنیاد پر

آگے بعض دوسکھرائیات کا ذکر ہے وَمِنْكُمْ نَكُحُ الْخَافِئَاتِ
وَالنَّهَارَ اللّٰهُ نَعْمَ تَعَالٰی تمہارے لیے رات اور دن کو سفر کر دیا ہے یعنی تمہارے کام پر لگا دیا ہے۔ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور سورج اور چاند کو بھی یہ چار چیزیں ایسی ہیں جن سے ہر انسان کو ہر وقت واسطہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو انسانوں اور جانوروں کے لیے آرام کا ذریعہ بنایا ہے جب کہ دن کے وقت لوگ کام کرتے ہیں اور روزی کھاتے ہیں۔ جانور، پرندہ سب اور چمڑے میں دن بھر اپنی روزی کے لیے لگ دو کرتے ہیں اور رات کو آرام کرتے ہیں۔ پورے نظام شمسی (SOLAR SYSTEM) سورج، مریخ، عطارد، زحل، یوپیٹر، نیپچون، پلوٹو اور دیگر سیارے اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سورج تمام انسانوں اور جانوروں کے لیے روشنی، گرمی، پانی ہے۔ ان کے لیے گرمی مہیا کرتا ہے جس سے فصلیں اور پھل پکتے ہیں اور جانوروں کی خوراک بنتی ہے۔ اسی طرح چاند کی راہی روشنی رات کے اندھیروں میں بہت حد تک کام آتی ہے۔ یہی مدھم روشنی پہلوں میں ریس پیلو کسے کہ اسبابِ فنی ہے اور سمندروں میں مدوجز پیدا ہوتے ہیں۔

فَرَادَا وَالتَّجْوُورَ مَسْجُودَاتِ آج کل کے سارے ہی اللہ تعالیٰ ہیں کے حکم سے سفر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ستاروں اور سیاروں کا وسیع نظام پیدا کر کے ان سب کو اپنے اپنے کام پر لگا دیا ہے مائند انسانوں نے

تجربات کے ذریعے بعض ستاروں اور سیاروں کی حرکات و سکنات کا پتہ چلایا ہے اور مزید تجربات ہو رہے ہیں۔ تاہم عام مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ ستارے ایک جال سے ایک خاص منزل کی طرف دواں دواں بہتے ہیں۔ پرانے زمانے میں لوگ سمجھ رہے تھے اور صحرائی سفر کے دوران انہی ستاروں سے منزل کی طرف راہنمائی حاصل کرتے تھے۔

فَرَأَىٰ اِنَّ فِيْكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾
 ایسے نشانات ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل و فہم سے کام لیتے ہیں جو لوگ اپنی عقل سے کام نہیں لیتے، ان کے لیے تمام مذکورہ نشانات کچھ مفید نہیں ہو سکتے۔ لوگ ان پر سے صبح و شام گزر جاتے ہیں مگر ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ سورۃ النحل میں موجود ہے کہ کافر لوگ اَلْقَسْمُ الْاَبْكُمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْزِلُوْنَ اِیْسے ہیں جو گمراہی اور ہرے میں اور کچھ عقل نہیں رکھتے۔ اگر عقل کو صحیح طریقے پر استعمال کرتے تو کفر اور شرک میں کیوں مبتلا ہوئے۔ ان کی بے عقلی کا یہی ثمرت کافی ہے کہ اللہ کی قدرت کی کوئی نشانی انہیں نظر نہیں آتی۔

نیز ارشاد ہوتا ہے وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَاِذَا كُنْتُمْ اِلٰیْهَا
 مُخْتَلِفًا اَلْوَاكِلُ اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین میں جو چیزیں پھیلائی ہیں، اُن کے رنگ بھی مختلف ہیں۔ انسانوں کو دیکھ میں مختلف خصلوں کے لوگوں کے رنگ، وضع قطع اور قد کاٹھ مختلف ہیں۔ چل ہر قسم کے پائے جاتے ہیں۔ مگر ان کی شکلیں، رنگ، ذائقہ اور بو مختلف ہے۔ اللہ نے پھولوں کی بے شمار قسمیں پیدا کی ہیں۔ ہر ایک کا رنگ اور لمبائی و چوڑائی اور سبزیاں کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ ساری چیزیں شاہکار قدرت ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

لَا يَكْفُرُ الْفَرِيقُ الْكَافِرُونَ إِنَّ سَبَّ جَنِينٍ فِي بطنِ امْرَأَةٍ مِنْكُمْ لَشَأْنٌ عَظِيمٌ۔ مگر ان لوگوں کے لیے جو نصیحت پکڑتے ہیں۔ غافل انسان ان چیزوں سے کچھ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ جب کہ صاحب عقل و دانش اپنی اثبات قدرت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔

مچھلی بطور
تازہ گوشت

فَرَايَا قَوْمُ الَّذِي سَكَنُوا الْبَحْرَ اَوْرَدُوهُ مِنْ ذَاتِ جَنِينٍ
نے تمہارے لیے سمندروں اور دریاؤں کو سحر کیا کہ اُٹھ کر آؤ
لَحْمًا طَرِيًّا مَّا كَرُمَ اَسْ مِنْ سَعَةِ تَزَنُّهُ كَرْمًا وَدَرَاؤُ وَدَرَاؤُ
سمندروں کے کنارے بعض فلوں کی معیشت کا انحصار مچھلی کے شکار
پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی خاطر پانی میں تازہ گوشت پیدا کر دیا ہے
جو انسانی خورد کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس طرح گویا اللہ نے سمندروں کو
بھی انسان کی خدمت پر مامور کر دیا ہے کہ وہ اس کی خوراک کے لیے
مچھلی پیدا کریں۔ مچھلی کا گوشت بھی اللہ نے عجیب نعمت پیدا کی ہے
جس کا فائدہ دوسرے گوشت سے مختلف ہے مگر اس میں بھی انسانی حیات
کے لیے بہت سے پروٹین پائے جاتے ہیں۔ اس کا تیل بڑی مفید چیز ہے
جو اکثر دواؤں میں استعمال ہوتا ہے اس کی چربی اور کانٹے بھی بڑی مفید
چیزیں ہیں۔ بہر حال مچھلی انسان کی حرارت اور توانائی کے لیے ایک بہت
بڑا ذریعہ ہے جسے اللہ نے اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر ذکر کیا ہے
چونکہ مچھلی کا گوشت عام جانوروں کے گوشت سے قدرے
مختلف ہے، اس لیے اس سے متعلقہ مسائل میں بھی فقہائے کرام
کا اختلاف رہا ہے مثلاً اگر کوئی شخص قسم لگاتا ہے کہ میں گوشت
نہیں کھاؤں گا اور بھروسہ مچھلی کا گوشت کھا لینا ہے تو امام سفیان ثوریؒ
فرماتے ہیں کہ اس شخص کی قسم لڑ جائے گی کیونکہ مچھلی کا گوشت بھی
گوشت ہی ہے جسے اللہ نے لَحْمًا طَرِيًّا یعنی تازہ گوشت فرمایا ہے

فقہی مسائل
متعلقہ مچھلی

البتہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عرف عام میں مچھلی کا اطلاق گوشت پر نہیں ہوتا اس لیے مچھلی کا گوشت کھانے سے اس شخص کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ وہ مثال کے طور پر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے خادم کو گوشت ٹٹے کا حکم دے اور وہ مچھلی سے کٹے ہوئے قابل قبول نہیں ہوگی۔ کیونکہ عرف عام کے مطابق گوشت سے مراد بھیڑ بکری یا گھٹے اونٹ کا گوشت مراد لیا جاتا، اور مچھلی کا گوشت مطلوب ہرگز اسے مچھلی کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں مزید متفق پیدا کرنے کے لیے امام صاحب نے ایک آدمی کو امام سفیان ثوریؒ کے پاس بھیجا کہ وہ جا کر ان سے دریافت کرے کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھانے کو میں بباط پر نماز نہیں پڑھوں گا اور پھر وہ زمین پر نماز پڑھ کرے تو کیا اس کی قسم ٹوٹ جائے گی؟ انہوں نے جواب دیا کہ قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس شخص نے بباط یعنی درمی، تالین یا چٹائی وغیرہ پر نماز نہ پڑھنے کی قسم اٹھائی ہے، نہ کہ خالی زمین پر۔ اس پر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اللہ نے سورۃ نور میں زمین کو بھی بباط فرمایا ہے **وَجَعَلَ الْأَرْضَ رِجْسًا** اس نے تمہارے لیے زمین کو بباط بنایا ہے۔ اگر عرف عام میں بباط کو زمین پر قیاس نہیں کیا جاتا تو مچھلی کا گوشت پر کیسے محمول کیا جائیگا؟ بہر حال اگرچہ مچھلی کا گوشت بھی گوشت ہی ہوتا ہے تاہم اسے جانور کے گوشت پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

اس کی ایک مثال اس طرح بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ میں فلاں شخص سے بات چیت نہیں کروں گا۔ اب اس شخص کے مرنے کے بعد اگر قسم اٹھانے والے شخص نے اس کو مخاطب کر لیا تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ عرف عام میں اس کلام کو کلام ہی نہیں کہا جاتا جو کسی کے ساتھ اس کے مرنے کے بعد کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اس کی زندگی میں اس سے کلام کرتا،

ترجمہ ٹوٹ جاتی۔ اسی طرح ایک شخص دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھے بازار سے برسی لائے۔ تو اگر ہمارے معنی یا چٹایا کی برسی ہے یا بیگ تودہ قابل قبول نہ ہوگی۔ بلکہ عرف عام کے مطابق بصیرت بھری یا کاسے بھینس کی برسی کو ہی برسی پر محمول کیا جاتا ہے۔

سمنہ میں
دیگر لائن

فرمایا اور ان اور سمندروں کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ وہ انسانوں کے لیے نازہ گوشت مہیا کرتے ہیں، اور دوسرا یہ ہے وَقَسَّحُوا جُجُوًا مِنْهُ جَلْبَةً تَلْبَسُونَهَا تاکہ تم ان میں سے پھنے کے لیے زبردستی نکالو۔ یہاں زیورات سے مراد منگے اور موتی ہیں۔ جنہیں عورتوں کے علاوہ مرد بھی پہن سکتے ہیں۔ البتہ معدنیات کے طور پر زمین اور پانیوں سے نکلنے والا سونا اور چاندی مرد کے لیے حلال نہیں ہے۔ بہر حال سمندروں سے نکلنے والے زیورات پہنے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا يَكْنِي الثَّلَاجُ مَوَاصِعَ فِيهِ اے مخاطب! تم ان کشتیوں کو بھی دیکھتے ہو جو پانی کو چھپاتی ہوئی چلتی ہیں۔ کج کی دنیا میں کھپتی چھپتی بادبانی کشتیوں سے لے کر تیل سے چلتے والی کشتیاں، سینئر اور بڑے بڑے بحری جہاز سمند کی سطح پر دوڑتے نظر آتے ہیں، جو انسان کی بڑی خدمت بکھالتے ہیں مسافروں کی نقل و حرکت کے علاوہ لاکھوں ٹن روزی سامان ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک منتقل ہوتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے سمندروں اور دریاؤں کو انسانوں کے لیے مسخر کر دیا ہے۔

اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے فَقَسَّحُوا تاکہ تم اللہ کے فضل میں سے تلاش کرو۔ فضل سے مراد رزقِ حلال ہے جو بحری جہاز کے دور دراز کے سفر کے ذریعے تلاش کیا جاتا ہے۔ ایک مؤمن رزقِ حلال حاصل کرنے کا پابند ہے کیونکہ

رزق حرام سے تو عبادت بھی ناقابل ہوئی ہے۔ اللہ کے فضل میں عبادت
 بھی داخل ہے کہ حج و عمرہ کے لیے دوست احباب اور عزیزوں
 سے علاقات کے لیے بھی سفر اختیار کیا جاتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ
 كُنُثًا كَرُونَ اوتار کر تم اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اتنی
 نعمتیں عطا کی ہیں۔ یہ سب اللہ کی وحدانیت کے دلائل ہیں جو کہے
 بھی نہ کیے جائیں گے۔

النحل ۱۶

آیت ۱۵ تا ۲۱

ربما ۱۳

درس چہارم ۴

وَالْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَانْهَارًا
 وَسَبِيلًا لَّعَلَّكُمْ يَهْتَدُونَ ﴿١٥﴾ وَعَلَّمَتْهُمُ
 هُمُ يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾ أَفَمَن يَخْلُقُ كَمَن لَّا
 يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٧﴾ وَإِن تَعُدُّوا
 نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ
 رَّحِيمٌ ﴿١٨﴾ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُلْهِنُونَ ﴿١٩﴾
 وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ
 شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ
 وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾

ترجمہ :- اور رکھ دیے اُس نے زمین میں پہاڑ
 پہاڑ تاکہ زمین تمہارے ساتھ مضطرب نہ ہو۔ اور (اس نے
 چل دیں) نریں، اور (نہا دیے) راستے تاکہ تم راہ پاؤ۔ ﴿۱۵﴾
 اور کئی علامتیں (اُس نے رکھ دیں) اور ستاروں کے
 ذریعے بھی یہ لوگ راہ پاتے ہیں ﴿۱۶﴾ بھلا وہ ذات جو
 پیدا کرتی ہے اُس کی طرح ہو گی جو نہیں پیدا کر سکتا۔
 کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۱۷﴾ اور اگر تم شمار کرو اللہ
 کی نعمتوں کو تو نہیں شمار کر سکتے ان کو۔ بیشک اللہ تعالیٰ

البتہ بہت بخش کرنے والا اور مہربان ہے (۱۸) اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو (۱۹) اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ کے سوا دوسروں کو، وہ نہیں پیدا کر سکتے کوئی چیز بھی، اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں (۲۰) وہ مردہ ہیں، زندہ بننے والے نہیں۔ اور وہ نہیں سمجھتے کہ وہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے (۲۱)

رابطہ آیت

سورۃ نبا کی ابتداء میں بیان ہو چکے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنا عظیم السلام پر وحی نازل فرما کر انیس انداز کا حکم دیا اور فرمایا اُنْذِرُوا اَنْتُمْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتُمْ لوگوں کو ڈرا دو اور خبردار کرو میرے سوا کوئی سبود بحق نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دلائل قدرت بیان فرمائے اور مخلوق کو حکاکر وہ نعمتوں کا ذکر کیا جس میں ہر نعمت اللہ کی ولایت کی دلیل بنتی ہے۔ دلائل قدرت میں سے ارض و آسمان کی پیدائش، انسانی کی قطرۂ آب سے تخلیق، جانوروں کی پیدائش اور انہی کے فوائد بارش کا نزول، باغات اور نباتات کی تخلیق، میل و نثار اور فوس و فطر کی تعمیر و تباہی کی تعمیر و تہذیب و تامل ہونے والے موتی اور تازہ گوشت اور پھران میں ہونے والی جہانزداری اور ان کے ذریعے انسانوں کو ملنے والی سہولتوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

زمین کا
توازن

دلائل قدرت اور انعامات الہی ہی کے سلسلے میں اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور ان سے حاصل ہونے والے فوائد کا ذکر فرمایا ہے اور شاہد ہوا ہے۔ وَاللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ رَءِیْفٌ اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو جبل پہاڑ رکھ دیے۔ عربی زبان میں عام طور پر پہاڑ کے لیے جبل کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور پختہ اور جگہ ہونے پہاڑ کے لیے راسیہ کا لفظ آتا ہے جس کی جمع یہاں پر دہرائی ہے۔ زمین کی تخلیق کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ جبل پہاڑ اس لیے رکھ دیے ہیں۔

اَنْ لِّعَيْنِكَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّظَاهِرٌ تاکر زمین تمہارے ساتھ حرکت کرے۔ اگر زمین مضطرب ہو جائے یعنی ڈوسنے لگے تو انسانی زندگی کس قدر تلخ ہو جائے۔ جب کبھی چنریکنڈ کے لیے زلزلے کے جھٹکے آتے ہیں تو انسان کس قدر پریشان ہو جاتے ہیں اور پوری زندگی معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔ تو فرمایا ان پوجھل سپاڑوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے پوری زمین مضطرب رہتی تو پوری نوبہ انسانی کے لیے زندگی کتنی کمشن ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر یہ احسان فرمایا ہے کہ انھوں نے زمین میں بڑے بڑے پوجھل سپاڑ نصب کر دیے ہیں تاکر زمین پر سکون ہے اور لوگوں کی زندگی میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔

سپاڑوں کے اس بنیادی فائدے کے علاوہ اللہ نے ان میں اور بھی بہت سے فوائد رکھے ہیں۔ سپاڑوں میں موجود بے شمار قسم کی معدنیات نمک، لوہا، تانبہ، سونا، چاندی، تیل، پتھر، انک، بوس و رخت اور کثرت جبری برائیاں ایسی چیزیں جو انسان کی مدد و نفع زندگی میں استعمال ہوتی ہیں۔ اگر سپاڑ نہ ہوتے تو میدانِ علاقوں کے باشندے ان چیزوں سے محروم رہتے اور خود انسانی زندگی مضطرب ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی خاطر ان سپاڑوں میں ہزاروں قسم کی چیزیں پیدا کر کے انسانی زندگی میں توازن پیدا فرمایا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ایک اور نعمت کا ذکر کیا ہے وَ اَنْهَرِ

اس نے تمہارے لیے نہریں، دریا یا سمندر پیدا کر دیے۔ سمندروں اور ان کے فوائد کا ذکر گذشتہ درس میں بھی ہو چکا ہے۔ وہاں پر مَجْرٰو الْبَحْرِ فرما کر اللہ نے ان میں چلنے والی کشتیوں کا ذکر کیا تھا اور یہاں پر اَنْهَرِ کا لفظ آیا ہے اور مطلب وہی نہریں، دریا یا سمندر ہیں جو انسانی خدمت پر مامور ہیں۔ اس آیت کریمہ میں انہار کا ذکر کئی راستوں کی حیثیت سے کیا ہے کہ دریاؤں اور سمندروں میں کشتیاں اور جہاز چلتے ہیں وَ اَنْهَرِ

سمندری
اور زمینی
رہتے

اور اللہ نے راستے بھی چھپا کر رکھے ہیں۔ اس سے علاوہ زمین راستے ہیں جن پر چل کر لوگ دور و دراز کا سفر اختیار کرتے ہیں اور مسلمان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔ یہ راستے ہموار زمین میں بھی جوتے ہیں اور پہاڑوں میں بھی جن کے ذریعے نقل و حمل ہوتی ہے۔ قرآن میں فرمایا کہ اُس نے تمہارے لیے منزلیں اور راستے بنائے لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ تاکہ تم راہ پاؤ یعنی اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکو۔

اللہ نے فرمایا فَتَكَلِّبُواہُنَّ اِنَّ رَاسِطُوہُنَّ لَیْسَ لَہُنَّ شَیْءٌ مِّمَّا کَسَبْنَ یعنی ان راستوں پر اللہ تعالیٰ نے کوئی نشانیاں بھی رکھ دیں تاکہ مسافر اپنی منزل کا تعین کر سکیں۔ متحدہ دنیا میں قواب ڈبی ڈبی شاہراہیں ہیں اور ان پر ملکہ جگہ سیلوں کے نشانات ہیں جن سے مسافر راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ انامہ حدیثی طور پر بھی اللہ تعالیٰ نے زمین میں پہاڑوں، درختوں، دریاؤں اور عام نشیب و فراز کی صورت میں ایسی نشانیاں رکھ دی ہیں جن کے ذریعے لوگ اپنی منزل کا تعین کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ قِبَالُ الْجَبْرِ هُمْ یَهْتَدُونَ ستاروں کے ذریعے بھی لوگ راہنمائی حاصل کرتے ہیں اندھیری راتوں میں جب حق و باطل کا سفر ہوا کمند کا قورا نے زمانے میں لوگ ستاروں کی مدد سے ہی سمت معلوم کر کے راستوں کا تعین کرتے تھے۔ اب تو سائنسی ترقی کی وجہ سے بہت سی آلات ایجاد ہو چکے ہیں اور سمندری یا پہاڑی سفر میں منزل کے تعین میں کوئی وقت نہیں آتی مگر پرانے زمانے میں ستارے ہی راستہ معلوم کرنے کا واحد ذریعہ تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بطور پختہ احسان کے کیا ہے۔

ان نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ نے ان پر اپنی وحدانیت کی دلیل قائم کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان نعمتوں کو ماننے کے بعد ذرا یہ تو کہاؤ اَلْکَعْنُ یَخْلُقُ صَعْنُ لَا یَخْلُقُ مِثْلَہَا یہ کہنے والی بات اُس کی مانند ہوگی جو کچھ یہ انیس کرتا۔ ایک طرف خالق ہے

جس نے خود انسان کو قطرۂ آب سے پیدا فرمایا ہے اور پھر اس کی مصلحت کے لیے تمام چیزیں پیدا کی ہیں۔ اور دوسری طرف تم ایک ایسی جہتی کو معبود بنا رہے ہو جو ایک پتہ اور ایک قطرۂ آب سے انہیں کر سکتی، اس کا پناہ و جود ذاتی نہیں، بلکہ وہ خود مخلوق ہے تو کیا خالق اور مخلوق برابر ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں ہو سکتے تو پھر تم خالق کو معبود کر کے مخلوق کو کیسے الٹا دیتے ہو۔ کتنے انسانوں کا مقام ہے اَفَلَا يَكْفُرُونَ کیا تم ان تمام تر دلائل سے نصیحت نہیں لے سکتے، تم غرور و تکبر کے صحیح نتیجے تک نہیں پہنچتے کہ خالق اور مخلوق اور عباد اور معبود میں کتنا فرق ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نعمتوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ قَرَأْنُ فَكُنْ وَأَفْكُكُمُ اللَّهُ لَا تَحْصُوهَُا اگر تم انہیں شمار کرنا چاہو تو شمار بھی نہیں کر سکتے چہ جائیکہ اللہ کی ہر نعمت کا شکر ادا کر سکو۔ فرمایا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ تم پر گرفت نہیں کرتا، ان نعمتوں کو سبب نہیں کرتا کیونکہ اللَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بہت اپنی بخشش کرنے والا اور ارحم مہربان ہے۔ یہ اس کی دُفَّتِ وَرَحْمَتِ کا نتیجہ ہے کہ وہ اپنے اطاعت گزاروں کے غلوہ نامہ الزلزلوں، مشرکوں اور کافروں کو بھی روزی سے رہا ہے۔ اس کی لَا تَعْدُوْا نِعْمَتُوْنَ سے وہ بھی فائدہ اٹھا رہا ہے، وہ غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔

فرمایا یاد رکھو! وَاللَّهُ يَفْكُمُ مَا كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ وہ جانتا ہے جس چیز کو تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اس کی نگاہوں سے کوئی چیز اور چھل نہیں ہے۔ وہ ظاہری اور باطنی احوال سے واقف ہے بلکہ تمہاری نیت اور ابوے کو بھی جانتا ہے، اس کے علم سے کہ کرن سنا انسان اس کی عطا کردہ نعمتوں سے کس قدر مستفید ہو رہا ہے، کون شخص اپنے قلب اور اعضاء و جوارح سے اس کا شکر یہ ادا

کتاب ہے اور کون ناشکر گزاردوں میں شامل ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون
شخص ایمان لائے گا اس کی وحدانیت کو تسلیم کرتا ہے اور کون ہے جو کفر
اور شرک میں مبتلا رہتا ہے۔ اس دنیا میں کون جلاکھاظ اعلا حضرت مافانی
سب کو اپنی نعمتیں عطا کر رہا ہے مگر ایک وقت آنے والا ہے جب
تمہارے کی منزل آتیگی اور پھر ہر ایک کو اس کی کارگزاری کی بنا پر سزا یا جزا
بجھتا ہوگی۔

شرک کی
ترویج

دلائل توحید بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے شرک کا رد فرمایا ہے
وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ جُلُودًا بَشَرًا
میں اللہ کے سوا دوسروں کو مدد کے لیے پکارتے ہیں یا ان کی عبادت
کرتے ہیں، فرمایا، لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُكْرَهُونَ وہ کڑی چیز پیدا نہیں
کرتے وَهُمْ يُخْلَقُونَ بلکہ وہ تو خود پیدا کیے جاتے ہیں مطلب
یہ کہ جن کی زندگی خود مستحکم ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے، وہ اپنی
فائزات کے بھی مالک نہیں ہیں۔ ان کو مسجد کیے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ یہ
مصفون سورتہ بعد میں بھی گزر چکا ہے۔ اللہ نے استغیا میرا لہ از میں فرمایا
ہے، کیا انہوں نے اس سے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں کہ انہوں نے
بھی خدا تعالیٰ کی تخلیق کی طرح کوئی تخلیق کی ہے۔ پھر خود ہی اپنے پیغمبر کو
خطاب کرتے ہوئے فرمایا قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ
هُوَ الْوَاحِدُ الْعَهْدُ آپ کہیں کہ ہر چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے
اور وہ اکیلا بھی ہے اور غالب بھی ہے۔ عَلَمُ الْغُيُوبِ ارض و سما کی تمام چیزیں
اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں۔ زمین، آسمان، شجر، حجر، جنت اور دوزخ سب
مخلوق ہیں، اللہ معبود رہی ہو سکتا ہے جہاں سب کا خالق ہے۔ مگر ان کی
کی پستی کی انتہا ہے کہ وہ انسانوں کے علاوہ گائے کے گوبر، بندر، بلی،
پتھر۔ اعضاءے شامل تک کی پرہیز کر رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ کائنات

کی ہر چیز مخلوق ہے اور جو خود مخلوق ہے، وہ مجبور دیکھے ہو سکتی ہے
لہذا عبادت کے والی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جو
ہر چیز کی خالق ہے۔

فرمایا یہ لوگ ان شرک کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں افعوات عظیم
لحقیا وہ تو مردہ ہیں، زندہ نہ بننے والے نہیں۔ امام بیضاویؒ۔ مولانا شاہ
اشرف علی تھانیؒ، حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ آمد دیگر مفسرین نے
اموات کی یہ ترجمہ بیان فرمائی ہے کہ شرک لوگ ان شرک کے سوا جن کی پوجا کرتے
ہیں۔ وہ تین لحاظ سے مردہ ہیں۔ یا تو وہ دوائی مردہ ہیں یعنی کھڑکی، پھرتا
مٹی کے بت ہیں جو مستقلاً مردہ ہیں اور ان میں زندگی کے کبھی کوئی آثار نہیں
پائے گئے۔ یا وہ فی احوال اموات ہیں یعنی وہ انسان ہیں جو وفات پا چکے
ہیں اور ان کی پوجا کر رہے ہیں۔ ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے
ہیں اور ان کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں۔ اور یہ دو صورتیں مذہبی ہوں تو تیسری
صورت یہ ہے ہر چیز انجام کے لحاظ سے مردہ ہے کہ اُسے بہر حال
موت کا مزہ چکنا ہے۔ **ثُمَّ لَمْ يَكُنْ لَكَ فَايَةٌ وَكَانَ هُوَ يَبْهَتُهُ**
وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمن) یہاں کی ہر چیز فنا
ہونے والی ہے اور باقی رہنے والی صرف رب ذوالجلال کی ذات ہے
بہر حال فرمایا کہ کائنات کی ہر چیز مردہ ہے۔ اور زندہ رہنے والی نہیں۔ مگر
کس قدر انہوں کا مقام ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہو کہ مردہ چیزوں
کی پوجا کرتے ہیں۔ بعض بد بخت تو ایسے ہیں جو جنوں اور شیطانوں کی
عبادت کرتے ہیں۔ شیاطین تو کجا ان اعلیٰ کے فرشتے بھی فنا ہونے والے
ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا تمام انبیاء بھی اس دنیا سے جا چکے
ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے وقت پر اس منزل سے گزنا ہے، تو
فرمایا کہ ایسی جہنموں کو مجبور بنانا اور ان سے طلبات طلب کرنا کفریہ یعنی کفر کی بات

ہے۔ انسان خود انانوں کے آگے سر بسجود ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو الوہیت کے وجہ پر پہنچا دیا ہے، اور یار اللہ کو مکمل کائنات سمجھا دیا ہے، انا فوق الاسباب ان کو پکارا جا رہا ہے، حالانکہ ان کی اپنی زندگی بھی مستعار ہے، ذاتی نہیں، وہ خدا کے عاجز بندے ہیں اور ان پر موت طاری ہو چکی ہے۔ ایسی ہمتیوں کو مسموم بنانا کہاں کا انصاف؟

فرمایا جن کی یہ پوجا کر رہے ہیں ان کی حالت یہ ہے وَمَا كَيْفَ تَعْبُدُونَ
اَیَّانَ كَتَبْتُ لَهُمْ تَعْبُدَ اِلٰہَیْنَ تَمٰیٰیٰلُہُمْ عَلٰی سَمٰوٰتِہُمْ
 یہ تو خدا کے عزوجل ہی کے علم میں ہے بعث بعد الموت کب ہوگی۔ ان میں سے بعض ایسی ہمتیاں ہیں جنہیں دوبارہ جی اٹھنے کا بالکل تصور اور شعور ہی نہیں ہے۔ ان میں سے بعض تو پتھر اور مٹی کے بت ہیں جو نہ کبھی زندہ تھے اور نہ وہ دوبارہ زندہ ہونگے۔ البتہ دنیا میں بعض ان ایسے بھی گزرے ہیں جو خدا تعالیٰ کی معرفت سے ہلکا نہ ہے، ان کو دوبارہ زندگی کا کوئی تصور ہی نہ تھا مگر لوگ ان کی بھی پوجا کرتے رہے۔ البتہ اللہ کے برگزیدہ نبی اور اس کے اطاعت گزار بندوں کو قیامت اور دوبارہ بعث کا شعور ہے۔ فرشتوں کو بھی معلوم ہے مگر بعث کے وقت سے کوئی بھی ان خبر نہیں ہے۔ یہ علم صرف اللہ کے پاس ہے کہ کب قیامت برپا ہوگی اور وہ کب سب کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ تو فرمایا اللہ کے سوا ہر چیز اموات ہے جنہیں بعث بعد الموت کا بھی شعور نہیں ہے۔

ربما

التحليل

در سنن بزم

آیت ۲۲ تا ۲۵

إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
 بِالْآخِرَةِ فُلُوقُهُمْ مُنْكَرٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ②۱
 لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُشْرُونَ وَمَا يُغْلِبُونَ
 إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ②۲ وَلَئِنْ قِيلَ لَهُمْ
 مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ②۳
 لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 وَهُمْ أَوْزَارُ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ
 عِلْمٍ أَكْثَرُ مَا يَزِيدُونَ ②۴

ترجمہ :- تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے
 پس وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے آخرت پر، ان کے
 دل انکار کرنے والے ہیں اور وہ منکر کرتے ہیں ②۱
 ضرور یہ ضرور (یہ بات برحق ہے) بیشک اللہ تعالیٰ
 جانتا ہے جس چیز کو یہ چھپاتے ہیں اور جس چیز کو
 ظاہر کرتے ہیں۔ بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) نہیں ہنہ کرتا، تکبر
 کرنے والوں کو ②۲ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا
 پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے، تو کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کے
 تھے کہانیاں ہیں ②۳ (اس کا نتیجہ یہ ہوا) اگر انہیں یہ
 لوگ پہلے دیکھوں کہ پروردگار سے قیامت کے دن، اور

یہی اللہ تبارک و تعالیٰ ہے جس کی یہ صفات ہیں "لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ" اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں "خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاصْبِرْ" وہی ہر چیز کا خالق ہے، لہذا اسی کی عبادت کرو "وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ" اور ہر چیز کا کارساز بھی وہی ہے۔

غرضیکہ سمجھا جاوے کہ اللہ وہی ہو سکتا ہے جو رب ہو، خالق ہو، عظیم کل اور مختار مطلق ہو۔ اگر یہ صفات اللہ کے سوا کسی دوسری ذات میں پایا جاتا ہے تو عبادت کے لائق بھی اس کے سوا کوئی نہیں مخلوق میں سے کوئی بھی کسی کا کام نہیں بنا سکتا، نہ کسی کی فریادری کر سکا اس کی حاجت ردائی کر سکتا ہے کیونکہ نافع اور ضار صرف وحدہ لا شریک ذات ہی ہے۔ اس کے باوجود ایسی ہستیوں کو پکھڑنا اور ان کو گوارہی چاہنا جس کا کچھ اختیار ہی نہیں ہے بکنی حماقت کی بات ہے۔ غرضیکہ ہر قسم کی عبادت قولی، فعلی یا اعتقادی سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کوئی کسی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک بنائے گا وہ مشرک ٹھہرے گا اور خدا تعالیٰ کی گرفت میں آئے گا۔

لفظ "الہ"
کی تفسیر

اہم بیضاوی فرماتے ہیں کہ لفظ "الہ" لفظ "اللہ" کی اصل ہے فرماتے ہیں کہ لغوی اعتبار سے الہ کا اطلاق ہر معبود پر کیا جاسکتا ہے مگر شرائع الہیہ، کتب سماویہ اور انبیاء کی تعلیمات میں یہ لفظ صرف معبود برحق کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔ لہذا اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی ذات پر نہیں ہو سکتا۔

بعض فرماتے ہیں کہ الہ کا اشتقاق (ROOT) روت (اللہیت سے) ہے جس کا معنی عبادت ہے، تو اس لحاظ سے الہ وہی ذات ہوگی جس کی عبادت کی جائے اور وہ ذات صرف خدا تعالیٰ ہی کی ہے۔ بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ الہ کا مادہ اشتقاق (اللہ) ہے جس کا معنی

ہیں ہے، وہ خدا تعالیٰ کو الہ کیسے مانیں گے اور اس کی عبادت کیونکر کریں گے۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی عبادت سے منکر کرنے والے اور آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

تنبیہ کی
بیاری

تو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک فکر آخرت کا انکار اور دوسری تنبیہ کی بیاری۔ فرمایا جب خدا کا نبی یا اس کا مہتمم والا اللہ تعالیٰ کی الوہیت بیان کرتا ہے تو یہ لوگ اللہ کی وحدانیت کو تنبیہ اور خود پسندی کی وجہ سے تسلیم نہیں کرتے۔ اکثر لوگ تنبیہ ہی کی وجہ سے ہدایت سے محروم رہتے ہیں حضور علیہ السلام نے ایک موقع پر تنبیہ کی خدمت بیان فرمائی تو ایک شخص نے عرض کیا، حضور! اگر کوئی شخص اچھا لباس پہنتا ہے اور اچھی سواری استعمال کرتا ہے تو کیا یہ تنبیہ میں شامل ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ یہ تو جمال ہے اللہ تعالیٰ جلیل وَّجْهَتُ الْجَمَالِ یعنی اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے ابدت تنبیہ کی تعریف ہے بطور الحق و غمط الناس کو حق بات کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کی تضحیر کی جائے۔ کسی کو اس کی عزت کی وجہ سے یا اس کے غناؤں کی وجہ سے یا جسمانی کمزوری کی بنا پر حقیر جانا تنبیہ میں شامل ہے کسی معمولی آدمی کی بھی بات کو ٹھکرا دینا بھی تنبیہ کی نشانی ہے دنیا میں اکثر مشرکین نے اللہ کے نبیوں کی معمولی حیثیت کے پیش نظر ہی ان کا انکار کیا۔ کہتے تھے کہ تو لڑہارے جیسا کھانا پیا اور چٹا پھرتا انسان ہے، تیرے پاس تو کرچا کر اور کوٹھی اور باغات نہیں ہیں تو ہمیں کیسے تبلیغ کرتا ہے۔ کوئی بڑا آدمی ہم سے بات کرتا تو ہم توجہ بھی دیتے مگر تجھ جیسے معمولی حیثیت کے آدمی کی بات کو کیسے تسلیم کریں۔ وہ لوگ اسی تنبیہ کی بیاری میں مبتلا تھے، اور یہ بیاری اس زمانے میں بھی موجود ہے۔ کج بھی کوئی جاگیردار کسی مزارع کی بات سننے کے

یہ تیار نہیں، کوئی کارخانہ دار کسی مزدور کی رائے کو اہمیت نہیں دیتا اور
 کوئی افسر اپنے ماتحت کی رائے کو درخورد اعتنا نہیں سمجھتا یہ سارا تجربہ کاشا خارا
 تکبر ابلیسی بیماری ہے اور ہدایت سے اکثر حیران اسی بیماری کی وجہ
 سے ہوتا ہے۔ بزرگانِ دین جب لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں تو ان کو عبادت
 اور ریاضت کراتے ہیں۔ ان کو اذکار سکھاتے ہیں اور ان کو روزانہ سے پاک
 کرتے ہیں۔ تکبر ایک ایسی قبیح چیز ہے کہ ان کی تمام بد اخلاقیوں میں سے
 سے آخر میں اس سے خلاصی ہوتی ہے بزرگانِ دین کا مسئلہ ہے کہ ایک
 سنی کے ذریعے کسی پیادہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان ہے
 مگر اس کے مقابلے میں دل سے تکبر کو نکالنا مشکل کام ہے۔

فرمایا اَلْحَجُّ مَسْرُومٌ لازمی امر ہے اَنْ يَكُنْ لَكُمْ مَأْكُوفُونَ
 وَمَا يُكَلِّفُ لَكُمْ الشُّكَّ اَللّٰهُ تَعَالٰی جانتے ہو کچھ یہ چاہتے ہیں اور جو کچھ
 ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ وہ ہر شخص
 کے غور و نیاز مندی اور اس کے اخلاص کو جانتا ہے اور یہ بھی کہ اِنَّهُ لَا يُخَيِّبُ
 الْمُتَكِبِيْنَ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کوئی متکبر
 آدمی خدا کا محبوب نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے اور وہ اپنے
 عاجز بندے ہی کو پسند کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے
 لَا يَبْتَغِيْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ تَمْرًا يَكُوْنُ فِيْهِ عَصِيْرٌ اِذَا شَرِبْتُمْ مِنْهُ
 لَيْسَ مِنْكُمْ ایک دوسرے سے قراضع، ہمدردی اور غمگندگی کے ساتھ پیش آؤ۔ تکبر
 بہانے خود مغرض چیز ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مغرض بناتا ہے
 لہذا اس سے بچنا چاہیے کہ یہ بہت بُری بیماری ہے۔

ان تکبرین کی ایک بے فہمتی بھی بیان کی گئی ہے قَدْ اَقْبَلْتُ لَكُمْ
 مَا اَذْكُرُكُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے
 کیا چیز نازل فرمائی ہے۔ یعنی جب اللہ سے قرآن کریم، وحی الہی اور شرائع الہیہ کے

متعلق دریافت کیا جاتا ہے۔ **فَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ مَلَكُوتٌ** کہتے ہیں کہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ مشرک اور جاہل لوگ جہیز میں بہت کرتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور ماہرین اور پروفیسر اور عیسائی بھی قرآن مجسم کے متعلق یہی کچھ کہتے ہیں۔ ان کی طبیعتوں میں تکبر عظیم ہوا ہے اور وہ اسلام کو ایک دھڑی مذہب خیال کرتے ہیں۔ دنیا کی ناپائیدار اور حقیر تعلیم حاصل کر کے اپنے آپ کو بڑا صاحب کمال سمجھتے ہیں اور قرآن پاک اور نبی آخر الزمان کو اللہ کا کلام اور اس کا آخری نبی منسے کے لیے تیار نہیں۔ وہ بھی اللہ کے پاک کلام کو قصے کہانیوں پر محمول کرتے ہیں۔ بعض مشرک کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں عداوت اور ٹھوک کی کہانیاں سناتے ہیں، آؤ ہم تمہیں دستم داسفندیار کے کارنامے سناتے ہیں۔ جو محمد کی کہانیوں سے بڑھ کر دلچسپ ہیں۔ بہر حال وہ لوگ قرآن پاک اور وحی الہی کا انکار کرتے تھے اور اسی جہیز کو اللہ تعالیٰ نے یہاں پر بیان فرمایا ہے۔

فرمایا اس انکار کا نتیجہ ہو گا **لَيَحْجِلُوْا** اُذْا رَکُتُوْا کَاۤیْلًا **یَوْمَ الْقِيٰمَةِ** تاکہ اٹھائیں یہ لوگ اپنا بوجھ پورا پورا قیامت کے دن جب مہاجر کا وقت آئے گا تو سترین پران کے گناہوں کا پورا پورا بوجھ اُڑا جانے لگا۔ وہ زمین اپنی کارستانی کا بوجھ اٹھائیں گے، بلکہ **وَمِنْ اٰۤیٰتِ الْاٰیٰتِ کُفُّوْا نَفْسًا بِکِبَرٍ عَلٰی** بلکہ ان لوگوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ جن کو انہوں نے گمراہ کیا جا تحقیق اس طرح گمراہی پر دوہرا بوجھ یعنی عذاب ڈالا جائے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو اس نام یا پیشوا برائی کا کوئی راستہ مقصد کرتا ہے، اس کو اپنے گناہ کا بدلہ بھی ملے گا اور ان تمام لوگوں کے گناہ میں سے بھی حصہ ملے گا جو اس باطل راستے پر چل سکے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اس دنیا میں ہونے والے ہر فعل یا حق کا ایک گناہ آدم علیہ السلام

دوہرا بوجھ

ربما ۱۳

النحل ۱۶

دس ششم ۶

آیت ۲۹ تا ۳۶

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَمْ يَلَمْ اللَّهُ
 بُلْبَانَهُمْ مِنْ الْقَوَاعِدِ وَخَرَّ عَلَيْهِمْ
 السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ
 حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۲۹﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُخْزِيهِمْ
 وَيَقُولُ آيُنَ شُرَكَاءِي الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقُّونَ
 فِيهِمْ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ
 الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۳۰﴾ الَّذِينَ
 تَتَوَفَّيهِمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ فَأَلْقَوْا
 السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ بَلْ
 إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِمْ لَبِئْسَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۱﴾
 فَانْخَلَوْا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَاذْكُرُوا
 مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ :- تحقیق پہلے ہی ان لوگوں نے جو تم
 سے پہلے گزرے ہیں پس اللہ نے قصد کیا ان کی
 عذابت کا، پس اس کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا۔ پس گر پڑی
 ان پر پست آویں سے۔ اور لایا اللہ تعالیٰ ان کے پاس
 عذاب جہاں سے ان کو غیر بھی نہ تھی ﴿۲۹﴾ پھر قیامت

والے دن اللہ ان کو دوا کریگا اللہ کے گا، کہاں ہیں چرے
وہ شریک جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے، کہیں
حجے وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے کہ بیک وقت دوئی آج
کے دن اللہ برائی کفر کرنے والوں پر ہے (۲۷) وہ کہ جن
کو وفات ملے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ لوگ اپنی
جانوں پر غلم کرنے والے ہیں۔ پس وہ ظاہر کرتے ہیں
اس وقت اطلاع کو، اللہ کہتے ہیں کہ نہیں تھے ہم
برائی کرتے۔ کہیں نہیں، بیک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ
تم کام کرتے تھے (۲۸) پس داخل ہو جاؤ جہنم کے
دروازوں میں، ابھر پہنچنے والے ہو گے تم ان میں۔ پس
بہت بڑا ٹھکانا ہے سب سے کرنے والوں کا (۲۹)

اللہ تعالیٰ نے پہلے ترجید کے دو ٹک بیان فرمائے اور پھر فیروں کو اڑانے
والوں کی تردید فرمائی۔ اللہ نے واضح فرمایا کہ خالق، رب، حکم کل، قادر مطلق، مانع اور
خدا اس کے سوا کوئی نہیں، لہذا عبادت کے حق بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ سب سے بڑی
وجہ کیلئے ہے اور اس بات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے بعد
اللہ نے منکرین ترجید کے باطل عقیدے کی وجہ پر بیان فرمائی کہ ایک تو
انہیں آخرت کے محاسب کا یقین نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ
خبر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کفر و شرک اور نافرمانی پر مصر ہیں۔ جب ان کے
سامنے اللہ کا کلام بارہوں کی بات پیش کی جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ تو پہلے لوگوں
کے تھے کہانیاں ہیں۔ وہ اپنے منکر کی بنا پر اللہ کے پیروں کی بات کو سمجھتی سمجھ کر
منکر مٹتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ قیامت والے دن وہ دوسرا جوہر اٹھائیں گے۔
انہیں اپنے گنہگاروں کا بار بھی اٹھانا ہو گا اور ان لوگوں کے گنہگاروں کا بھی جن کی ان

نے گمراہ کیا، فرمایا، یہ بہت برا جوہر ہوگا جو وہ اٹھائیں گے۔

مخالفین
کی چال
بازیاں

آج کے دور میں اللہ تعالیٰ نے ذوال قرآن کے ناسخ کے منکران اور نبی اور اسلام کے مخالفین خصوصاً مشرکین مکہ کو تنبیہ فرمائی ہے۔ اور وہ منکر لوگوں کو کبھی سمجھایا ہے کہ جس طرح آج تم مخالفت کر رہے ہو اسی طرح پہلے لوگوں نے بھی اللہ کے پیروں کی مخالفت کی تو وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہو کر جہنم رسید ہوئے، اسی طرح اگر تم بھی انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ کے دین اور پیغمبر خدا کی مخالفت ترک نہیں کرو گے تو تمہارا انجام بھی پہلے لوگوں سے مختلف نہیں ہوگا۔

مشرکین مکہ نے دین اسلام کے خلاف بڑی سازشیں کیں اور نبی آخر الزماں کے مشن کو ناکام بنانے کے لیے بڑی بڑی تدبیریں کیں جن کا ذکر قرآن پاک میں مختلف مقامات پر ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام کے خلاف باطل پرستانہ مشرکین مکہ کا ایک اہم ہتھیار تھا، کبھی سنا کرتے، کبھی کہیں کا لقب دیتے، کبھی آپ کو سناہر کا خطاب دیتے اور کبھی نعوذ باللہ منہ منہ قرار دیتے تاکہ لوگ آپ کی طرف راغب نہ ہوں۔ اس کے علاوہ منجلی بصر مسلمانوں پر تشدد بھی کیا جاتا۔ طرح طرح کی تکالیف پہنچائی جاتی، مذہبی طور پر پریشان کیا جاتا تاکہ وہ اسلام کا دامن چھوڑ دیں۔ باہر سے آنے والوں کو راستے میں ہی روک دیتے اور انہیں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہونے دیتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ میں بھی آپ نے کہ آپ کی قوم کے لوگ راستوں میں میٹھ کر لوگوں کو ڈراتے دھمکاتے اور شعیب علیہ السلام کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ اسی طرح مشرکین مکہ نے اس قسم کا اضطراب کر رکھا کہ لوگ حضور علیہ السلام کی بات نہ سن سکیں۔ وہ جانتے تھے کہ جسے ایک دفعہ آپ کی صحبت حاصل ہوگئی، وہ مٹا کر ہونے بغیر نہیں رہے گا۔ گزشتہ سورۃ النجر کے آخری حصے

میں لفظ عیسیٰ کی تشریح میں عرض کیا گیا تھا کہ ان بدبختوں نے عیسیٰ کو تعظیم کرتے تھے کہ فلاں اُستے سے نم روکے اور فلاں دتے پر ہم عیسیٰ گئے۔ تاکہ لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں۔ چنانچہ وہ صحابیوں کا ذکر آتا ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے ملنے کی کوشش کی تو انہیں سخت تکلیف اٹھانا پڑی۔ مکے پہنچ کر انہوں نے کسی معمولی حیثیت کے آدمی سے حضور علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا تو وہیں پٹالی شروع ہو گئی۔ حضرت عمر و ابن عبسہ کی روایت میں آتا ہے کہ جس زمانے میں وہ مکہ پہنچے تو اُن وقت حجرًا عَلَیْہِ قَوْمٌ مَا آپ کی قوم آپ کے سخت مخالف تھی۔ لہذا حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ابھی حالات سازگار نہیں ہیں۔ تم اپنے اسلام کا برعطا اظہار نہ کرو اور اپنے علاقے میں واپس چلے جاؤ۔ پھر جب تم خبر پہنچے کہ اللہ نے اہل ایمان کو غلبہ عطا فرمایا ہے تو ہمارے پاس آ جانا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔ پھر جب اہل اسلام حضور علیہ السلام کی معیت میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ وہاں آپ کے قدم جھگٹے اور کھادیکھ کر بدر کے میدان میں شکست فاش کا سانہ گوننا پڑا۔ لہذا لوگ دینے پہنچ کر اپنے مسلمان بھائیوں میں شامل ہو گئے۔ پھر حال بیان پر اسی بات کو بیان کیا جا رہا ہے کہ ہمارے مشرکوں نے بھی بڑی بڑی تبلیغ اختیار کیں اور آج کے مشرک بھی اپنی کے نقش قدم پر چل کر دین اسلام کی مخالفت کر رہے ہیں، اللہ کی توحید کو مٹانا چاہتے ہیں اور نبی کے مشن کو کام نہ لانے پر پکڑ بستہ ہیں مگر تم اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے مشن پر قائم رہو، ان کی رسولی کا وقت آنے والا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
بیشک جاہل بازی کی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے نذرے میں۔ انہوں نے خدا کے دین کے خلاف بڑی سازشیں کی، غلط پراپیگنڈہ کیا، راستوں

الْعَذَابِ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ اِن پر ایسی جگہ سے نذا کا عذاب آیا جس کا انہیں درجہ و گمان بھی نہیں تھا۔ لہذا اگر تم بھی پرانے مشرکین کی روش پر چلو گے تو تمہارا انجام بھی اُنی سے مختلف نہیں ہوگا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے چند سالوں میں مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا، مگر فتح ہو گیا اور وہاں سے مشرکین کا نام و نشان تک نہٹ گیا۔

مصلیٰ
درجہ

خدا کے دین کے خلاف سازشیں ابتداء سے ہی ہوتی رہی ہیں پہلے زمانے کے لوگ بھی تدبیریں اختیار کرتے رہے اور پھر نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین نے بھی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور اس کے بعد کبھی ہر دور میں اسلام کے خلاف ٹپے ٹپے منصوبے بنتے چلے آئے ہیں۔ آج بھی یہودی، عیسائی، ہندو اور اشتراکی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ہزاروں گیمیں بنا رہے ہیں، کہیں سکولوں اور کالجوں کے ذریعے بزرگوں کو دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور کہیں ہسپتالوں کی کڑ میں اسلام مخالفت پراپیگنڈا کیا جاتا ہے انسانیت کے نام پر ہٹاؤ خیر خواہ لوگ دراصل دین اسلام پر شب خون مارتے ہیں، ہفت لڑ بچہ قتل کر کے لوگوں کے دین پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔ میرٹھ کی بارسلون (ترقی ۱۹۴۰ء) ٹپے مجاہد آدمی تھے ترکی کے ہسپتالوں کے اسپتال اور دین کے خیلانی تھے، وہ لکھتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے یہودیوں اور عیسائیوں نے قرآن پاک اور پیغمبر اسلام کے خلاف جھوٹا قصہ کہا میں شائع کی ہیں کہ کسی طرح سلطان اپنے دین سے ہٹکا نہ ہو جائیں۔ کہیں یہ سازش مستشرقین کے ذریعے پروان چڑھائی جا رہی ہے۔ مشرقی علوم کے نام پر مغربی لوگ قرآن پاک اور دین اسلام پر مختلف قسم کے اعتراضات جاری کیے لوگوں کو دین سے بظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غرض کہ کبھی مخالفت کر کے اور کبھی موافق بن کر ہر طریقے سے دین کی ترقی میں کاوش ڈالنے کی

گوشش کرتے ہیں۔ خاص طور پر انگریزوں میں مذکور منصوص بند کی کرچکے ہیں کہ جب تک مسلمانوں کا تعلق قرآن پاک سے منقطع نہیں ہوتا۔ یہ حد تک قابو میں نہیں آسکے۔ یہودیوں نے بھی برطانویا کر جب تک مسلمانوں کی حیثیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پختہ ہے، ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ہر دو گروہ اپنے اپنے مشن کی کامیابی کے لیے بھرپور کوششیں کر رہے ہیں۔ اور مسلمان ہیں جو ان سازشوں سے بے خبر سوئے ہوئے ہیں۔ انہیں اس وقت ہمت چلا ہے جب یہود و نصاریٰ کی کوئی تدبیر کامیابی کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ اور وہ اپنی بد عملی کی ذمہ داری سے جانتے ہیں۔

باطل فرقوں میں مرزائیوں اور رافضیوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ بھی دینِ حق کے خلاف مسلسل سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ مرزائیوں کی زد میں ہم ایک صدی سے آئے ہوئے ہیں۔ اب تو قانونی طور پر ان کی حیثیت کمزور ہو چکی ہے۔ وگرنہ اقتدار پر قابض اکثر لوگ انہی کی طر ف داری کرتے آئے ہیں۔ ان کا لڑکھچرا اب تک پھیلایا جا رہا ہے اور وہ دنیا بھر میں اپنے باطل دین کے لیے سرگرم ہیں۔ اور دھرم رافضیوں نے بھی اپنی پراپیگنڈا مہم تیز کر رکھی ہے گویا رافضیت ہی اصل اسلام ہے۔ ایرانی انقلاب کے بعد تحریکوں کی حمایت میں بڑا لڑکھچرا تقسیم ہو رہا ہے وہ اپنے آپ کو اسلام کے نمائندہ کے طور پر دنیا میں پیش کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ رافضی ہیں۔ بہر حال اللہ نے فرمایا کہ دشمنانِ دین کو پہلے بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی، ان کی عمارتوں کو جھڑو بنیاد سے اکھاڑ دیں گے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہو جائیں گے۔ خداوند بول کی طرف سے حق پرستوں کے لیے شور و شر ہونا ہے، بعض لوگ ان سے متاثر بھی ہوئے ہیں، مگر ان کی سازشیں جلد ہی منظر عام پر آجائی ہے اور ان کی تمام ٹیکہیں جھاگ کی طرح ختم ہو جاتی ہیں۔ اسلام اپنی ذاتی خصوصیت اور حقانیت کی بنا پر قائم ہے اور ناقابلِ قیامت

قائم ہے گا۔

ظالموں کی
رسوائی

فرمایا دشمنانِ دین کا دنیا میں تو یہ سال بڑا کُفر کیوں اُفتابِ حق
یُخْرِضُهُمْ پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل و رسوا کرے گا
اس دنیا میں مشرکینِ شرک کی حمایت میں زمین و آسمان کے تلابِ غلامی
ہیں مگر قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔ وَكَيْفَ مَعَهُ
آيَاتُ شَيْءٍ كَذِبٍ الَّذِي كُنْتُمْ تُشَاقِقُونَ فِيهِمْ
باتو آج میرے وہ شرکب کماں ہیں جن کے بارے میں تم دنیا میں عجبر
کیا کرتے تھے۔ میرے نبیوں کی بات نہیں مانتے تھے اور شرکیوں کی
حمایت کیا کرتے تھے۔ اَبَ اَنْ كُنتُمْ تَقْتَارُونَ مَدُورِينَ۔

اُس وقت قَالَ الَّذِيْنَ اَفْتَوْا الْعِلْمَ اَبِلْ عِلْمُ كَيْسٍ
گئے۔ جن کو اللہ نے دنیا میں علم کی روشنی عطا فرمائی اور وہ کفرِ شرک
سے بیزار ہے، وہ کہیں گے اَنْ لِّلنَّبِيِّ الْيَوْمَ وَالسَّكْرَةُ
كُلُّ الْكَافِرِينَ۔ بیشک آج کے دن کی رسوائی اور برائی یعنی عذابِ
کفر کرنے والوں پر ہے۔ انہوں نے دنیا میں اللہ کی توحید کا انکار کیا، خدا
کے شرکب بٹھرنے، اللہ کے نبیوں کی مخالفت کی، وہ دنیا میں بھی
کلامِ ہوسنے اور آج قیامت کے دن بھی ان کے مقدر میں رسوائی اور
ذلت ہے۔

فرمایا اِن کافروں کی حالت یہ ہے الَّذِيْنَ تَتَّبِعُهُمُ
الْعَلَبُ كَذَّةٌ ظَالِمَةٌ اَفَرُضُهُمْ کہ اللہ کے فرشتوں نے
اُن کو اس حالت میں موت دی کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے لگے تھے
کفر اور شرک سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں جس کا ارتکاب کر کے وہ خود
اپنے نفسوں پر ظلم کے مرتکب ہوئے۔ حضور علیہ السلام دعائیں کہتے تھے
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ الْمَخْلُوْقِ وَمِنْ شَرِّ الْمَخْلُوْ

اے اللہ! میں بری زندگی اور بری موت سے پناہ مانگتا ہوں۔ بری زندگی
یہ ہے کہ انسان عمر بھر بدعتیگی میں مبتلا رہے اور بری موت یہ ہے کہ اسی
بدعتیگی پر ختم ہو۔ ایسا شخص تو حید خداوندی سے خالی گیا۔ لہذا اس سے
بری موت گونہ کی ہو سکتی ہے۔ ؟

فرمایا، یہ لوگ دنیا میں آپ پر ظلم کرتے رہے۔ انہوں نے کفر
اور شرک کا راستہ پکڑا، حالانکہ اللہ کا فرمان ہے إِنَّ الْبَشَرَ لَظَالِمٌ
عَظِيمٌ (انہوں نے عظیم شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ نیز فرمایا وَالْكَافِرُونَ
هُمُ الظَّالِمُونَ (الکافروں! البقوہ) اور کافر وہی ہیں ظلم کرنے والے۔ تو فرمایا
کہ دنیا میں تو یہ کفر و شرک میں مبتلا رہے مگر یا موت کے دن اپنے آپ
کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کریں گے فَاَلْقُوا السَّلَامَ اُس
وقت اپنی اطاعت اور کفر و شرک سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور کہیں
گے مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنِّ شَيْءٍ سُوًى ہم تو دنیا میں بدی کا
ارتکاب نہیں کیا کرتے تھے۔ اُس وقت اپنی صفائی پیش کرنے
کی کوشش کریں گے۔ مگر اللہ فرمائیگا أَمْ جَبَّوْثٌ بَرِيَّةٌ
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ کیوں نہیں؟
اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ وہ علیم کل
ہے اور تمہاری ایک ایک حرکت اور ایک ایک عمل سے واقف ہے
وہ جانتا ہے کہ تم دنیا میں کفر اور شرک پر بصد رہے، لہذا آج تمہارا انکار
کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ موجود ہے کہ جب وہ زبان سے انکار
کریگا تو زمین، انسان کے جوارح اور دوسری چیزیں اس کے خلاف
گواہی دیں گی۔ بِحُطِّ اجْنٰی، بِیَاثِرٍ، وَرِخْتٍ بدل کر کہیں گے کہ اس شخص
نے فلاں مقام پر فلاں گناہ کیا۔ لہذا اور پاؤں گواہ بن جائیں گے اور اس کی
کولی بات نہیں چلی سکیگی۔

جہنم میں
داخلہ

پھر ارشاد ہوگا فَادْخُلُوا الْاَبْوَابَ جَهَنَّمَ جہنم کے دروازے
میں داخل ہو جاؤ۔ اب تمہارے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں خلیلہ بن
قیس کہتے ہیں اس جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہوگا۔ پہلی سورتہ میں
گزر چکا ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر گزٹ سے منقسم حرام
کے مطابق داخل ہوں گے۔ فَرِیْضًا فَرِیْضًا مَّشْوٰی الٹ گئی بات
تکرار کرنے والوں کا یہ بہت برا ٹھکانا ہے، انہوں نے مغرور و تکبر کی
وجہ سے انبیاء کی بات کو تسلیم نہ کیا، اُنہوں کی حدانیت کو معمول چیز سمجھ کر
ٹھکرایا، تو فرمایا کہ تمہارے تکبر کی سزا یہ ہے کہ ہمیشہ کے لیے اس جہنم
کا ایندھن بن جاؤ۔

ربما ۱۳

النحل ۱۶

آیت ۳۰ تا ۳۲

وہم

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ
 قَالُوا خَيْرٌ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ
 الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۖ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ
 دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝۳۰ جَلَتْ عَذِيبُ يَدْخُلُونَهَا
 عَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا
 مَا يَشَاءُونَ ۖ كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۝۳۱
 الَّذِينَ تَتَوَفَّيهِمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ
 سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۖ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ يَمَّا كُنْتُمْ
 تَعْمَلُونَ ۝۳۲ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ
 الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرٌ رِيكَ ۖ كَذَلِكَ فَعَلَ
 الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ
 وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝۳۳ فَأَصَابَهُمْ
 سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا
 يَفْعَلُونَ ۝۳۴

ترجمہ :- اور کہا گیا ان لوگوں سے جو بچتے ہیں
 کہ کیا چیز آ رہی ہے تمہارے پاس وہ کہنے لگے کہ انہوں نے

کہا کہ (جو کچھ بھی اُس نے اُکڑا ہے) وہ سراسر غیر ہی ہے۔
 اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے بھولنے کی اس دنیا میں بھولائی
 ہی ہے۔ اور آخرت کا گھر بہتر ہے اور بہت اچھا گھر ہے
 اُن لوگوں کا جو متقی ہیں (۲۰)۔ اہانت وہی کہنے کے لیے
 داخل ہوں گے وہ ان میں۔ بہت ہی ان کے سامنے نہیں
 اُن کے لیے ہو گا ان (بظن) میں جو وہ چاہیں گے۔ اسی
 طریقے سے اللہ تعالیٰ بلادینا ہے متقیوں کو (۲۱) وہ کہ جب
 وفات دیتے ہیں ان کو فرشتے (اس حال میں کہ وہ) پاک ہوتے
 ہیں اور (فرشتے) کہتے ہیں۔ سلام ہو تم پر۔ داخل ہو مبارک
 جنت میں اس کے بسے میں جو کام تم کیا کرتے تھے (۲۲)
 یہ (افغان لوگ) نہیں انتظار کرتے مگر اس بات کا کہ
 آجائیں ان کے پاس فرشتے یا پہنچ آئے ان کے پاس تیرے
 پروردگار کا خاص حکم۔ اسی طریقے سے کیا ان لوگوں نے
 جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اور اللہ نے ان پر حکم
 نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے (۲۳)
 پس ہم نہیں اُن کو وہ برائیاں جو انہوں نے کی تھیں،
 اور تعمیر یا ان کو اُس پہنچنے کے ساتھ وہ مشابہ
 کیا کرتے تھے (۲۴)

پہلے اللہ نے کافروں اور مشرکوں کا حال بیان کیا کہ جب ان کو قرآن پاک
 سے حجتیں پرچھا جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پیغمبر کیا چیز امدادی ہے تو وہ کہتے
 ہیں کہ یہ تو قصے کہانیاں ہیں وہ نہ صرف وحی الہی کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ
 استہزا کرتے ہیں اور اس کی تردید کرتے ہیں۔ اللہ نے ان کا انجھم بیان فرمایا کہ کیا

کے دن یہ لوگ نہ صرف اپنے گناہوں کا بلکہ جو اٹھائیں گے بلکہ ان لوگوں کے گناہوں کا بار بھی ان پر ہوگا جن کو انہوں نے دنیا میں نگرہ کیا۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے دنیا میں اسلام کے خلاف بڑی منصوبہ بندی کی، کبھی عیسائیں بنائیں، چال بازیوں کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر اللہ نے ان کو دنیا میں بھی سزا دی اور آخرت میں تو ان کے لیے عذاب لازمی ہے فرمایا یہ لوگ مرتے دم تک کفر و شرک پر اڑے رہتے ہیں، حتیٰ کہ جب ان کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے اسی حالت میں ان کی جان قبض کرتے ہیں۔ پھر اس وقت یہ تو عید کا اقرار کرتے ہیں مگر اس وقت کا اقرار کچھ مفید نہیں ہوتا اور فرشتے انہیں جہنم کی وعید بتا دیتے ہیں۔ فرمایا انکب کر نے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

متفقین سے
سوال جواب

نافرمانوں کا حال اور انجام بیان کرنے کے بعد اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کا حال بھی بیان فرمایا ہے۔ قرآن پاک کا اسلوب ہے کہ جہاں مشرکین کا ذکر آتا ہے تو ساتھ متقیوں کا بیان بھی ہوتا ہے، اور جہاں مجاہد کا حال بیان کیا جاتا ہے تو ساتھ امراء کا ذکر بھی ہوتا ہے، اور اس طرح ترہیب اور ترغیب ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اب یہاں پر بوقت موت اہل ایمان کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا اَلَمْ يَكُنْ اَلْمَعَادُ ہے ان لوگوں سے جو ڈرتے ہیں۔ اتقی کی تفسیر میں رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انسان سب سے پہلے کفر، شرک اور نفاق سے بچے۔ پھر ہر ایک عقیدے سے پرہیز کرے۔ پھر کافر سے اور پھر بدیع صفات سے بھی بچ جائے۔ متقیوں کی سی نشانیاں ہیں۔ گویا اتقوا کی پہلی تفسیر کفر اور شرک سے پرہیز ہے۔ جو شخص ان سے نہیں بچتا، وہ متقی نہیں ہو سکتا۔ تو فرمایا کہ جب پہنچنے اور ڈرنے والوں سے کہا گیا کہ اذّا

اَنْذَكَ رَبُّكَ كَمَا كُنْتَ تُنْذِرُ الْاَشْرَارَ ۝۱۰۱
 خلیفہ تراشوں نے جواب دیا کہ اللہ کا نازل کردہ کلام تو سرسری خبر اور چوتھی
 برکت ہے اور یہ بے پایاں رحمت کا حامل ہے ۔

حضرت سائیکہ کی والدہ ام ایمنؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گودیا تھا پھر وہ آپؐ
 ایسا بھی بنے آپؐ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت کے وقت تک وہ کافی عمر ریہہ ہو چکی تھیں
 حضورؐ کی رحمت کے بعد حضور ابو جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ اور حضرت عقیلؓ کے لیے ام امیں بن گئے
 پاس گئے تو وہ رونے لگیں ۔ انہوں نے سمجھا کہ ہم امیںؓ حضور علیہ السلام
 کی بدائی کی وجہ سے رو رہی ہیں یا شاید آپؐ کے بعد ہمیں کوئی تکلیف
 پہنچی ہے ۔ پھر جب انہوں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو کھٹکے تھیں
 کہ میں جانتی ہوں کہ اللہ کے نبیؐ اس وقت بڑے آرام و راحت میں ہیں
 مجھے آپؐ کی طرف سے کوئی تشویش نہیں ، بلکہ رونے کی وجہ یہ ہے
 کہ جب نبی علیہ السلام ہم میں موجود تھے تو وحی الہی کا سلسلہ بھی جاری تھا جو کہ
 اب منقطع ہو چکا ہے اور ہم اس کی برکات سے محروم ہو گئے ہیں ۔
 اس پر حضرت ابو جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ بھی آبدیدہ ہو گئے کہ واقعی اللہ
 کی جانب سے جو چیزیں نبیؐ پر نازل ہوتی تھیں وہ سرسری خبر و برکت تھی ۔ اور
 اب ہم اس خیر و برکت سے محروم ہو چکے ہیں ۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی جو سرسری خبر ہے اور اس سے
 مقصود یہ ہے کہ لوگ اس سے ہدایت کی روشنی حاصل کریں اور اچھی
 اچھی باتیں سمجھیں ۔ انسان وحی الہی کے ہر وقت حامل ہے ، اسی لیے قرآن
 نازل کی ہر رکعت میں اِنَّ هٰذَا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَعَلَّہُمْ تَرْجٰۤءُ
 کہتے ہیں ۔ یہ ایسی چیز ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر انسان کی رہنمائی کرتی ہے
 اور ان کی بستی کے سامان پیدا کرتی ہے ۔

فَرٰی اٰیٰۤا دُرِّہٖمۡ ۙ اِلَیْہِمْ اَلَّذِیْنَ اَخْلَسُوْا فِیْہِہِ الدُّنْیَا

مستحقین کے
 لیے ہنر کا

حَسَنَةً لِّمَن لَّوْگُوں نے اس دنیا میں اچھا کام کیا، ایسا ان کے لیے جہنمی ہے۔ خدا تعالیٰ کے ان اچھے کام کا اجر اچھا ہی ہوگا۔ جو دنیا میں نیک کام کرتے ہیں، انہیں نیکی کی مزید توفیق ملتی ہے اور انہیں روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے۔ فرمایا دنیا میں بھی انہیں نیکی کا بدلہ نیکی کی صورت میں ملتا ہے وَلَکُمُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ اور آخرت کا گھر تو بہت بہتر ہے وَلَکُمْ فِيهَا مَنَازِلٌ مُّتَقَدِّمَاتٌ اور متقیوں کے لیے آخرت کا گھر تو بہت ہی خوب ہے ۚ وَفِيهَا مَنَازِلٌ مُّتَقَدِّمَاتٌ اَلَا فَحْشٌ لِّوَالِدَیْنِ کے نصیوں کی پندیدہ ہر چیز ہوگی۔ اور وہ گھر کو نسا ہے ۚ فرمایا جَعَلْتُ عَلَیْکُمْ مَلَكًا وَہ راندش کے باغات میں جن میں متقی لوگ داخل ہوں گے۔ عام باغات تو محض جھل کی طرح ہوتے ہیں جن میں پھول بولے اور درخت ہوں اور تھوڑی دیر کے لیے آرام کرنے کی سہولت موجود ہو، مگر راندش باغات میں راندش کی تمام سہولتیں موجود ہوتی ہیں اور انہیں زیادہ قریب سے سمایا جاتا ہے تاکہ وہاں بھنے والوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ کو فرمایا یَتَقَوَّلُ کے لیے بستر گھر راندش باغات میں ہوں گے یَحْزَنُ جَدَّ جَعَلْتُ عَلَیْکُمْ اَلَا فَحْشٌ جن کے سامنے نہریں بہتی ہوں گی۔ گاندش کی ہر چیز موجود ہوگی، بلکہ گھر گھر جَعَلْتُ عَلَیْکُمْ مَنَازِلٌ مُّتَقَدِّمَاتٌ والوں پر جہانی اور روحانی راحت کی ہر وہ چیز ہوگی، جو وہ چاہیں گے۔ ان کا ہر پندیدہ سامان راندش موجود ہوگا، اور ہر چیز ان کے ساتھ ہی خاص نہیں ہوگی۔ بلکہ فرمایا کَذٰلَکَ یُخْبِرُنِی اللّٰهُ الْمُتَقَاتِیْنَ اللہ تعالیٰ عام تقویٰ اختیار کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ جو بھی کفر، شرک اور نفاق سے بچ جائیگا۔ اللہ تعالیٰ اُسے ایسے ہی انعامات عطا فرمائے گا۔

فرمایا ۚ اِنَّ لِّوَالِدَیْنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَہُمْ الصّٰلِحِیْنَ کہ جب فرشتے ان کی جانیں قبض کرتے ہیں تو اس وقت

وہ طیب ہیں پاک صاف ہوتے ہیں۔ یعنی زندگی کے آخری لمحات میں وہ کفر و شرک، نفاق اور جھوٹ کی سب سے پاک ہوتے ہیں نہایت تو شرک میں ہے، اللہ نے خود فرمایا ہے اِنَّ الْمَشْرِكُوْنَ خَجَسٌ (التوبة) مشرک تو ناپاک ہیں اور یہ ناپاک باطن کی ناپاکی ہے ان پر بخیر کی روح اول اور دماغ پلید ہے۔ سورۃ سج میں فرمایا ہے "فَاَجْعَلْنٰهُمُ الْاَوْجَسَ" جس کا تعلق ان بت پرستی کی گندگی سے ہو۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ہمارے دین کے طہارت کے اصول میں عقیقہ سے کی طہارت کو اولیت حاصل ہے۔ اگر دماغ پاک نہیں تو جسم ہزار بار دھونے اور خوشبو ملانے سے بھی پاک نہیں ہوگا۔ بات واضح ہے کہ کتا اور خنزیر نکاح میں، ان کو کتنی بار بھی صابن کے ساتھ نہلا دیں پاک نہیں ہوں گے۔ شرک کی نہایت بھی ایسی ہی ہے تو منتقی بننے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے دل و دماغ ہر قسم کی نہایت سے پاک ہو، اور جسے باطن طہارت حاصل ہوگئی، اس کے متعلق فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى (الاعلیٰ) جس نے تزکیہ حاصل کر لیا، وہ کامیاب ہو گیا۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا تزکیہ کفر، شرک اور جھوٹ کی کا تزکیہ ہے ہی پلیدی کی بند پر اللہ نے فرمایا ہے کہ مشرک بخیر ہیں قَدْ اَفْلَحَ الْاَوْجَسُ الْحَکَامُ کَفَّ کُلُّهُمْ هَذَا (التوبة) وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی دُائیں سٹو کے بعد کسی مشرک کو حج بیت اللہ کی عبادت نہ تھی۔ یہ حال شرک ایک گندگی ہے۔ جس سے انسان کا باطن پلید ہوتا ہے۔

فرمایا اگر جب منتقی لوگوں کی موت کا وقت آتا ہے یَقُولُوْنَ سَلِّمْ عَلٰی کُلِّ فَرِشْتَةٍ اَنْہیں کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو اور ساتھ یہ خرخری بھی میتے ہیں اَوْخَلُوْا الْجَنَّةَ دِیْمًا کُنْتُمْ تَفْعَلُوْنَ

جنت میں داخل ہو یا نہ، اُن اعمال کی وجہ سے جہنم انجمن دیتے رہے۔ اعمال سے اگر اعمالِ محبوب مراد ہیں تو ظاہر ہے کہ اس سے مراد ایمان کا اور امر ہے جو فرشتوں نے اختیار کیا۔ دوسرے مقام پر ہے **يَكْفُرُ قَوْمًا وَبَآخَرًا** یا **يَكْفُرُ قَوْمًا وَبَآخَرًا** دریں ہائے تعالیٰ اہل ایمان کو ان کے ایمان کی وجہ سے جنت کے شکر پہنچایا گیا۔ اور اگر اعمال سے مراد اعضا و جوارح کے اعمال ہیں تو جنت میں داخلے کا ظاہر ہے جسے حضرت ابراہیمؑ کا فریاد کہ انسان کے ظاہری اعمال اس کی کامیابی کا حقیقی سبب نہیں ہیں بلکہ حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی مصلحتی اور رحمت ہے۔ لہذا ان کو دیا جائے کہ اعمال انجمن دینے کے بعد اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرے۔ ایک موقع پر حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا **أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ** حضرت! سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا **الْإِيْمَانُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ** یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، ظاہر ہے کہ یہ قلب کا عمل ہے۔ اور تصدیقِ قلب کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ لہذا جنت میں داخلے کا اولین ذریعہ نور ایمان ہے۔

عذاب کا
انتظار

اگے پھر **أَفْرَأَوْنَاهُمُ الْأَمْثِلَ** کے متعلق فرمایا **هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يُلَاقِيَهُمْ الْأَمْثِلُ** کہ انہیں انتظار کر رہے ہیں مگر اس بات کا کہ آجائیں ان کے اس فرشتے، مطلب یہ ہے کہ نافرمان لوگ اپنے کفر، شرک، نفاق، بدعتیگی اور مخالفتِ قرآن و رسول کا اظہار کر کے فرشتوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ اور فرشتوں کی آمد کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے پرے اٹھ جائیں اور فرشتے اللہ کا عذاب دے کر پہنچ جائیں۔ ظاہر ہے کہ جب یہ وقت آجائے گا تو پھر ان نافرمانوں کو مزید صلت نہیں دیگی اور وہ عذابِ الہی کا شکار ہو جائیں گے فرمایا ان کو **يَأْتِرُ فُرُشَتَهُمْ** کا انتظار ہے **أَتِيَانِي أَمْ مَرَدُّنِي** یا اس بات کا انتظار ہے کہ تیرے رب کا مخصوص حکم آجائے اور اس سے عذاب ہی ملے **فَلْيَسْلَمْ مِمَّا نَحْنُ**

مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت لطیف پیرائے میں مکر میں خدا و رسول کو
 وحید بنائی ہے کہ اللہ کے پیغمبر آپ کے ہیں، کتاب آپ کی ہے، ہدایت کے
 سارے سامان آپ کے ہیں۔ اور اگر اب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو پھر
 اس کے سوا باقی کیا رہ گیا ہے کہ ان پر عذاب الہی نازل ہو اور وہ ہلاک
 ہو جائیں۔

فَرَأَىٰ كَذِبَكَ فَعَسَىٰ الْأَذِيتُ مِنْ قَبْلِهِمْ أُنْ سَا
 پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ وہ بھی کفر اور شرک پر اصرار کرتے تھے
 رسولوں سے مٹا کرتے تھے، کتاب الہی کو قے کا نیاں بہتے تھے
 اور آج کے یہ مشرک بھی اپنی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ وَسَرَّيَا
وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ أَنْ لَوْ كُنْ بِرِ اللَّهِ نَ زَانِي نَہِی كِی مَی
وَلَكِنْ كُنْ صَافُوا أَلْفُسُهُمْ كَظَلِمُونَ بلکہ انہوں نے خود
 اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کفر اور شرک سے بڑھ
 کر کوئی ظلم نہیں ہے۔ ان لوگوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا یعنی اپنے
 آپ کو مستحق عذاب بنالیا۔

فَرَأَىٰ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا أُنْ سَا
 وہ برائیاں جو انہوں نے کی تھیں یعنی ان کو اپنے اعمال ہی کی سزا ملی، حق
 حاق پر پہنچا۔ مَا كَصَافُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ اور گھبرایا
 ان کو اس چیز نے جس کے ساتھ وہ مٹا کیا کرتے تھے۔ وہ لوگ عذاب الہی
 کا شہر اڑایا کرتے تھے۔ اپنے بیروں سے کہتے تھے کہ بے آؤ۔ وہ
 عذاب جس سے ہمیں ڈراتے ہو، ہم جنت اور دوزخ کو کچھ نہیں
 جانتے۔ یہ سب تمہارے مزکی باتیں ہیں۔ تو فرمایا جس عذاب الہی کا
 وہ مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ لوگ اسی عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اس
 دنیا میں بھی سزا کے مستحق ہوتے ہیں، اور آگے آخرت کا عذاب بھی ان

کے لیے تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں میں سے جن کو یہی اور
 متفقین کے حالات بیان کر کے ان کے انجام سے آگاہ کیا ہے اور
 مشرکین کو اور بعد میں آنے والوں کو بات سمجھائی ہے کہ کہیں قسم بھی
 مشرکین کے نفع پر قدم نہ چل سکے، وگرنہ تمہارا بھی مشرک وہی ہوگا، جو ان
 سے پہلے ہوا۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا
 مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا
 وَلَا حَزَمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ
 فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى
 الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ (۲۵) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ
 أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا
 الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ
 مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فسيروا فِي الْأَرْضِ
 فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ (۲۶)

ترجمہ: اور کہہ اے لوگوں نے جنوں نے شرک کیا، اگر
 پہلا اللہ تعالیٰ تو نہ عبادت کرتے ہم اُس کے سوا کسی چیز
 کی اور نہ ہمارے باپ دلا۔ اور نہ ہم حرم مٹاتے کسی چیز
 کو اس کے حکم کے سوا۔ اسی طرح کیا اُن لوگوں نے جو اُن
 سے پہلے گزرتے ہیں۔ پس نہیں ہے رسولوں کے فیصلے
 مگر کسول کر پہنچا دیا (۲۵) اور البتہ حقیقی جیسا ہم نے ہر
 امت میں رسول (اور حکم دیا) کہ عبادت کرو اللہ کی، اور بچو
 طاغوت سے پس بعض اُن لوگوں میں سے وہ تھے جن کو

اللہ نے ہدایت دی اور بعض اُن میں سے وہ تھے جن پر گمراہی تھی
 ہوئی۔ پس چلے نہیں میں اور دیکھ کیسے الجھم بنائے لوگوں کا جو
 جھٹلنے چلے تھے (۳۱)

پہچانیت

ابتداء سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے وہی الٰہی کا ذکر کیا، پھر اپنی وحدانیت کا تذکرہ
 کیا "اَللّٰهُ كُودٌ وَ اَحَدٌ" اور اس کے وہی بیان فرمائے۔ اس کے بعد اُن لوگوں
 کی ردِ بڑی بنا دیوں کا ذکر کیا جو اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہیں لاتے۔ ایک تو وہ لوگ
 کے منکر ہیں اور دوسرے خبر کرتے ہیں۔ پھر اللہ نے مشرکوں اور مشیتوں کے الجھم
 سے آگاہ فرمایا۔ شرک کی تردید اس سورۃ کا خاص موضوع ہے جو گزشتہ آیات میں بھی بیان
 ہوا ہے۔ اس درس میں بھی اُرد ہے اور آگے مثالوں کے ذریعے بھی اس مسئلہ کی
 وضاحت کی جائے گی۔ بہر حال آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے شرک کے حق میں
 مشرکوں کی ایک نہایت ہی بھونڈی دلیل کا تذکرہ فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ ان کی ضد اور
 ہٹ دھرمی کا ذکر بھی کیا ہے۔

شرک پرانی
 بات ہے

شرک ایک ایسی بیماری ہے جو تمام پرانی قوموں میں رائج رہی ہے۔ حضرت
 نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اللہ کے ہر نبی کی قوم میں شرک پایا گیا اور ہر
 نبی نے سب سے پہلے اسی بیماری کی طرف توجہ فرمائی۔ اور قوم سے یہ سنرایا
 "يَقُوْا وَاَعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا كَفَرْتُمْ" (اور تم میری قوم کے
 لوگو! عبادت صرف اللہ کی کرو کہ اس کے سوا قیاد کوئی معبود نہیں۔ تم نے ہی اللہ
 پر مشرکے جتنے معبود بنائے تھے ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ نہ یہ کچھ کہہ سکتے ہیں اور
 نہ چھین سکتے ہیں۔ ان کی پہچان کے تم پہنے لیے تباہی کا سامان پیدا کر رہے ہو۔ یہ تو
 خدا تعالیٰ کی کھلی مخالفت اور سرکشی ہے۔ مختلف اقوام میں اور بھی مختلف بیماریاں تھیں،
 کسی میں تجرک کی بیماری تھی، کوئی اسب قول میں ڈنڈی مارتے تھے کسی قوم میں سمکھوت کی
 غرابی تھی کسی میں ظلم و ستم بڑھا ہوا تھا اور کوئی قوم صلیب کی پادشاہی میں جھلا تھی۔

مشرکین کی
دلیل

تمام اقوام میں شرک ایک ایسی بیماری تھی جو سب کی قدر مشترک تھی۔ اس لیے
 اللہ کے پیروں نے سب سے پہلے اسی بیماری کو ختم کرنے کی کوشش کی۔
 اس بیماری کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب
 بھی اللہ کے پیروں نے اس بیماری کا قلع قمع کرنا چاہا تو مشرکین نے اس
 کے حق میں دلائل جیسے شروع کر دیے اور برحق ثابت کرنے کی کوشش
 کی۔ آج کے دور میں اللہ نے یہی مضمون بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا
 ہے وَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَشُرُّكُمْ أَوْ كَرُّكُمْ كَرُّكُمْ كَرُّكُمْ كَرُّكُمْ
 یعنی جب اللہ کے پیروں نے شرک سے منع کیا تو کہنے لگے تو سناؤ
 اللہ مَعَاذَہُ فَا مِنْ دُونِہِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ أَكْرَهُ لَكَ شُرَّكَائِہِ
 ہم نہ عبادت کرتے اللہ کے سوا کسی کی وَلَا آتَاكُمَا اور نہ ہی ہمارے
 باپ دادا ایسا کام کرتے۔ وَلَا تَحْقُقُ مَنَّا مِنْ دُونِہِ مِنْ شَيْءٍ
 شئی اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام مانتے، اس کے حکم کے سوا یہ ہے
 وہ دلیل جو مشرکین شرک کے حق میں پیش کرتے تھے۔ مگر اپنے شرکیہ
 افعال کو خدا تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ منسلک کر کے خود پر الزام ہو گئے
 ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارے یہ شرکیہ کام پسند نہ ہوتے تو وہ
 فوراً ہمیں روک دیتا، ہماری زبانوں کو بند کر دیتا یا ہمارے ہاتھ پاؤں کی
 طاقت کو ہی سلب کر دیتا تاکہ ہم ایسا کام نہ کر سکتے۔ اگر اس نے ہمیں
 ان کاموں سے نہیں روکا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان امور پر راضی
 ہے، لہذا ہم انہیں انجام دینے میں حق بجانب ہیں۔ یہ تو بالکل ویسی بات
 ہے کہ کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اس کا اعتراف کرنے اور
 توبہ کرنے کی بجائے اسے توبہ پر ڈال دیتا ہے کہ توبہ میں یوں ہی لٹکا
 تھا، لہذا جھوٹا، اس میں میرا کیا قصور ہے؟

حالت و حرمت کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ مشرکین نے بعض چیزیں

از خود اپنے آپ حرام ٹھہرا رکھی تھیں حالانکہ اللہ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ انہوں نے بعض جانوروں کو بکھرا، ساگر، وکیلہ اور عام کا نام دے کر عام لوگوں کے لیے ان کا گوشت حرام قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ جس بارہ کاودھ نذر کے طور پر وقت کر دیتے تھے کوئی عام مردوزن نہیں بی سکتا تھا بلکہ وہ صرف گدی نشینوں کے لیے حلال ہوا تھا۔ اس طرح جس اونٹ یا بیل کو معبودانِ باطل کی نذر کر دیتے تھے، اندام اس پر سولہ کر دیتے تھے اور نہ کسی دیگر کام میں لاتے تھے۔ اسی طرح جو جانور مقررہ تعداد میں بکے دے، یا قتل کر کے کھلا چھوڑ دیتے تھے، یا اس کا وودھ پختے زگوشت کھاتے اور نہ سولہ کے لیے استعمال کرتے۔ انہوں نے بعض چیزیں غوثوں پر اور بعض مردوں پر حرام کر رکھی تھیں۔ اس کا جواز بھی وہی پیش کرتے تھے کہ اگر اللہ کی ~~مشیت~~ ہوتی تو ہم کوئی چیز حرام نہ کرتے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا کرنے سے نہیں روکا، لہذا ہم ٹھیک کر رہے ہیں۔

سورۃ النعام میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تمام اقسام پر بحث کی ہے اور ان کی تردید فرمائی ہے۔ یہ مضمون اسی قسم کی آیت میں دہاں بھی بیان ہو چکا ہے مَکْفُولُ الذِّیْنِ اَشْرَکُوْا کُوْفَرًا ۚ وَلِلّٰهِ مَّا اَشْرَکْتُمْ ۚ وَلَا اَبَآؤُنَا وَلَا حَمَمُنَا ۚ شَیْءٌ فَرَّیۡا مُّشْرِکٍ لَّوْکُمْ کَیۡنَ ۚ گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤ و اجداد شرک کا ارتکاب نہ کرتے اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ پہلے لوگوں نے کبھی اسی قسم کی بیوقوفانہ دلیل پیش کی تھی کہ انہیں ہماری سزا کا سزا چھنا پڑا۔ فرمایا، اس حرمت کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ تو محض گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور اٹکل و بکھو رہے کر رہے ہیں۔ یہ تو حرمت کی بات تھی، ایک زمانہ ایسا بھی گزر رہا ہے

جب مشرکین بیت اللہ شریف کا رہنہ طواف کرتے تھے اور اس کے لیے بھی امنوں نے خدا کی مشیت کو بار بار دکھایا تھا، مگر اللہ نے فرمایا کہ وہ بھی بے حیائی اور برائی کا حکم نہیں دیتا۔ تم قریشیوں کا ابتداء کر کے اس فعل کو خدا کی طرف منسوب کر رہے ہو۔

بہر حال شرک کے ارتکاب اور حلت و حرمت کے معاملہ میں مشرکوں نے نہایت ہی مہیورہ دلیل پیش کی جس کا اللہ نے رد فرمایا ہے۔ یہاں پر اللہ نے اجمالی طور پر ذکر کیا ہے، آگے عام قانون کی صورت میں بھی حلت و حرمت کا مسئلہ آئے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس باطل دلیل کے جواب میں فرمایا کہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**۔ ان سے پہلے لوگ نے بھی ایسا ہی کیا تھا، اگر ایسا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام کو تسلی و امان مقصود ہے کہ آپ مشرکین کے قبیح افعال سے گھبرائیں نہیں۔ اس قسم کے واقعات آپ کے ساتھ ہی پیش نہیں آئے ہیں، بلکہ پہلی اقوام بھی اس طرح کرتی اور کستی رہی ہیں، وہ بھی کہتے تھے کہ اگر یہ بڑا کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ روک دیتا، لہذا ہم جو کچھ کر رہے ہیں، ٹھیک کر رہے ہیں۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ یہ کتنی نادانی کی بات ہے۔ بھلا یہ تو سوچو کہ ہر فرقے کے نزدیک بعض کام بڑے ہیں جن سے وہ انکار نہیں کر سکتے، مگر لوگ انہیں انجام دے رہے ہیں۔ اگر مشرکین کے فلسفے کو تسلیم کر لیا جائے تو دنیا میں کوئی بھی برائی نہیں رہتی کیونکہ ہر برائی انجام دی جا رہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نہ منع فرماتا۔ لہذا ہر بڑے سے بڑے کام میں بھی مشیت الہی شامل ہے معلوم ہوا کہ بڑا کام بہر حال بڑا ہے اور خدا تعالیٰ کے جبر سے روکنے سے کوئی برائی اجمالی میں تبدیل نہیں ہو جاتی۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی سے جبر کوئی کام نہیں کرا تا

کیونکہ یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ اسی سورت کے پہلے رکوع میں گزر چکا ہے کہ اللہ تک ترسیدھا راستہ ہی پہنچا ہے۔ مگر کچھ ٹیڑھے راستے بھی موجود ہیں وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَهَيَّاكُمْ سَبِيلَ الْجَنَّةِ اِنْ لَمْ يَرْزُقْكُمْ مِنْ اَمَامِنَا لَسَدَّ السُّبُلَ اِنَّكُمْ لَعِنَائِیْ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ہم سب کو سیدھی راہ پر لگا دیتا، مگر وہ کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ اُنس نے انسان کو سیدھا کیا، عقل، شعور اور قویٰ عطا کر کے کچھ اختیار بھی دیے ہیں جن کو بد نے کار لا کر انسان اپنے ہمارے اعمال انجام دیتا ہے۔ اگرچہ خالق سب کا خدا تعالیٰ ہے مگر کاسب خور ان کے لئے اپنے دائرہ اختیار میں رہ کر اپنے یا ہمارے کام کرنے کی اجازت ہے۔ سورۃ النحل میں ہے کہ اللہ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ آپ کہہ دیں، حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے فَهَمَّ شَكَوًا فَاٰیُّهُمْ اَوْفٰی قَوْلًا فَكَفَرَ اَبْرٰہِیْمُ بِمَا یُقَدَّرُ۔ یہ اہل کی اپنی صوابدید پر ہے، اُنس پر جبر نہیں ہے۔ ہاں یہ ہے کہ کوئی جو راستہ اختیار کرے گا، اُنہی کے مطابق جزایا سزا کا سنج ہوگا۔ اللہ نے صاف بتلادیا اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِیْنَ نَارًا جہنم میں تیار کر رکھا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کسی کو اچھائی یا برائی پر مجبور نہیں کرتا، نہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر غلط راستے پر جانے سے روکتا ہے۔ فَطَنَ اللّٰہُ الْاٰتِیَّ فَطَنَ الْاَسَکَ کَلٰہِمَا (الروم) اللہ نے ہر انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے۔ اِنَّا اَلَمَّا سَاکَ نَزَّلْنَا بِیْ جَبْرٍ وَنُزُوْبٍ الرَّحْمٰلِی اللہ تعالیٰ نے امانت یعنی صلاحیت اور استعداد ہر شخص کے دل میں رکھ دی ہے، کسی کو اس سے محروم نہیں رکھا۔ اس امانت کی تفصیل دنیا میں آکر کتاب و سنت سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس صلاحیت سے فائدہ

اٹھائے لی بھانپے اسے خراب کر دینا ہے تو اس کا منہ اس کے حق میں سخت چڑا سکے گا۔ غرضیکہ فرمایا کہ مشرکین کی یہ دلیل ناقابل قبول ہے کہ اگر اللہ جیسا ہوتا تو وہ شرک کا اور کتاب نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے شرک کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اور نہ ہی انہیں جبراً اس سے روکا ہے۔ انہوں نے اللہ کے عطا کردہ اختیارات کو برسنے کا دلاستے ہوئے جو راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ جہنم کا راستہ ہے اور اپنے شرک کی پاداش میں شرک لوگ وہیں پہنچیں گے۔

رسولوں کی
ذمہ داری

جہاں تک اللہ کے رسولوں کی ذمہ داری ہے، فرمایا قَدْ عَلَى الرَّسُولِ إِذَا بَلَغَ الْغُبُورُ ان کا کام کھل کر بیان کر دینا ہے۔ رسولوں کا کام کسی کی جبراً منوانا نہیں۔ اگر لوگ رسول کی بات نہ سمجھنے کی کوشش نہ کریں یا اُن کی مخالفت پر آخر آئیں تو یہ اُن کا عباد ہو گا اور مشرکین اسی بیماری میں مبتلا رہے ہیں۔ اللہ نے اپنے رسول بھیج کر اور کہا ہیں نازک فرما کر برائی سے روکنے کے سامان عیم پہنچا دیے ہیں۔ اگر اب بھی کوئی کفر اور شرک سے باز نہیں آتا بلکہ اس بات کا انتظار کر رکھا ہے کہ کوئی اس کا لہو اندھ بھڑا کر دوکھے اور یہ اُن کی خام خیالی ہے۔ اُسے اس کا کردہ گئی کا سبکدان کرنا ہو گا۔

اللہ نے فرمایا فَلَمَّا بَلَغَ الْغُبُورُ حَقَّ عَلَيْهِ تِلْكَ الْأَمْرُ ہم نے ہر امت، اور قوم میں اپنا رسول بھیجا جس نے ہمارا پیغام اپنی امت تک پہنچایا۔ اور وہ پیغام یہ تھا أَنِ اسْعِبُوا وَاعْبُدُوا اللَّهَ اور اسے عبادت کرو اور عبادت سے بچو۔ اللہ تعالیٰ نے کفر اور عبادت صرف اللہ کی کرو اور اللہ تعالیٰ سے بچو۔ جانو۔ اللہ نے کفر و شرک سے روکنے کا یہی قوسلمان پیدا کیا کہ اللہ کے ہر نبی نے یہی بات کی دعوت دی کہ عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے، کفر اور شرک منکب بیماری ہے۔ اس سے بچ جاؤ۔ اگر

اب بھی کوئی شخص اس سے اجتناب نہیں کرتا تو یہ اس کی اپنی مرعی ہے، اللہ کے بھی کام پہنچا دینا ہے۔ کسی کو مجبور کرنا نہیں۔ تو گویا اللہ نے قانون اور شریعت کے ذریعے لوگوں کو شرک سے منع کیا ہے کسی کی قوتِ سلب گہرے اُسے مجبور نہیں کیا۔

طاغوت کیلئے؟

طاغوت طغیان کے بارے سے ہے جس کا معنی سرکش اور بغاوت ہوتا ہے۔ یہ لفظ شیطان کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور بت کیلئے بھی۔ عام مفسرین فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا جن باطل قوتوں کی پرستش کی جائے وہ طاغوت ہیں۔ مشہور مؤرخ ابن ہشام نے اپنی "سیرت" میں طاغوت کی تعریف یہ کی ہے **كُلُّ مَا أَكَلَتْ عَيْنُ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوتٌ** جو چیز بھی حق کے راستے سے گمراہ کرے وہ طاغوت ہے۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی طاغوت کا ترجمہ ہڑہنگا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہڑہنگا اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بلند سروری کا ناخن دھوی گھرے۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو حقیر غفلوں سے یاد کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو مدین کا جن کوٹھکوانے والے طاغوت کی فہرست میں آتے ہیں ہر ظالم غمراہ وہ فرعون ہو، نمرود ہو، چنگیز ہو یا ہلکا کر سب طاغوت ہیں۔ اکثر و بیشتر ملوک طاغوت ہیں ماضی و کا قانون بھی طاغوتی قانون ہے۔ بغیر حکم حق سے گمراہ کرنے والا کوئی ان ہی ہو، بت ہمارا شیطان ہو، طاغوت کی تعریف میں آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے قانون کو پس پشت ڈال کر من مانی کرنے والی ہر شخصیت طاغوت ہے تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ طاغوتوں سے بھری پڑی ہے۔ اکثر ملوک راج حکم من مانی کرتے آئے ہیں۔ انہوں نے حق و باطل میں تمیز کرنے کی بجائے اپنی مصلحت کو پیش نظر رکھا۔ قوم اور ملک کی دولت کو لوٹ لور عیاشی و فحاشی پر خرچ کرتے آئے ہیں۔ انہوں نے خدا کے قانون کے

اجزا اور مخلوق خدا کے فائدے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ لوگ بھوکے مر رہے ہیں اور یہ فلک بوس عمارتیں بنانے میں مصروف ہیں۔ قوم کو تعلیم اور غذا کی ضرورت ہے مگر یہ قوم کا پیسہ اپنی عیاشیوں پر خرچ کر رہے ہیں۔ گمراہی عام ہے، برہنگی کی وبا پھیل رہی ہے، سود و لعب سے فرصت نہیں ملتی۔ یہ سب طاغوتی کام ہیں جو انجام خرابے جلد سے ہیں۔ ان ہماری تاریخ میں بعض اچھے لوگوں کا نام بھی محفوظ ہے مگر یہ خال خال لوگ ہیں جن کے دل میں خدا کا خوف اور مخلوق کی بھلائی کا جذبہ موجزن تھا۔ خلفائے راشدین کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا نام ہمیشہ سرفراست ہے گا۔ یہاں ہجر میں اورنگ زیب عالمگیرؒ، سلطان محمودؒ، ناصر الدین افشارؒ اور ظہیر شاہؒ جیسی ہمتیاں ہوئی ہیں۔ جن کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ اہم باقی کام طاغوتی کی فرست میں ہی آتے ہیں۔ کوئی بڑا طاغوت ہے اور کئی چھوٹا اسٹرٹے فرمایا کہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا جنہ لوگوں کو ایک الہ کی عبادت اور طاغوت سے بچنے کی نصیحت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللّٰهُ پس ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی۔ جن میں انصاف اور حق طلبی تھی اور وَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللّٰهُ ان کو ہدایت نصیب ہو گئی وَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللّٰهُ ان کو ہدایت نصیب ہو گئی۔ ان پر کفر کے رنگ چڑھ چکے ہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ ان پر کفر کے رنگ چڑھ چکے ہیں۔ جیسے سورۃ المطففین میں موجود ہے كَلَّا بَلْ رَأٰی عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ان پر گمراہی ثابت ہو گئی اور وہ جسم کا شکار بنے۔

ہدایت
اللہ
گمراہی

فرمایا قَسِدًا خَافَ الْأَرْضَ بِنِ دَمِیْنِ پُر چل پھر کر وہ بتیں بہت
 سی چیز نظر آئیں گی۔ تاریخ کے اوراق اور اجڑی بستیوں کے کھنڈرات عبرت
 کا سامان پیش کر رہے ہیں آپ کو جگہ جگہ ایسے کچے نظر آئیں گے کہ یہاں
 فلاں قوم آباد تھی مگر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے ان کے غضب کا نشانہ
 ہو گئی۔ عادیوں اور شہر دیوں کی بستیاں، انٹی بستی والوں کے نشانات
 آشوری، مصری، کلدانی اور بابلی شہریوں کے نشانات آپ کو دعوت دے
 رہے ہیں کہ آؤ دیکھو فَاَنْظُرْ فَاَكَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ اور دیکھو
 کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ ان کی بستیاں تباہ و برباد ہوئیں اور
 یہ سب قَمْرًا جِل بِنِ گئے۔

درجہ ۳

النحل ۱۶

درس نمبر ۹

آیت ۳۷، ۳۸، ۳۹

إِنْ تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِنْ لُجُجٍ ۚ (۳۷) وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ بَلَىٰ وَعَظًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَكِنَّ أَكْثَرِ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۳۸) لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ (۳۹) إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (۴۰)

ترجمہ :- اگر آپ بہت خواہش کریں ان کی ہدایت کی، پس بیک اللہ تعالیٰ نہیں رہے گا! ان کو میں کہتا ہوں کہ تم لوگ اس سے، اور نہیں ان کے لیے کوئی مددگار (۳۷) اور تمہیں اللہ تعالیٰ انہوں نے اللہ کے نام کی پختہ نہیں کہ نہیں اٹھائے گا اللہ ان کو جو مرچے ہیں، کیوں نہیں؟ وعدہ ہے اس کا سچا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۳۸) (اٹھائے گا ان کو) تاکہ ظاہر کرے ان کے لیے وہ بات جس میں وہ اختلاف کرتے تھے، اور اگر جان لیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ بیک وہ جو سٹے تھے (۳۹) بیک ہادی بات کسی چیز کے بارے میں، جب

ہم ارادہ کرتے ہیں اس کا ترکہ کرتے ہیں اس کو ہو جائے، پس وہ ہو جاتی ہے (۴۰)

مذہبیت

مشرکین نے اپنے کفر اور شرک کے جواز میں یہ دلیل قائم کی تھی کہ اگر وہ بڑے افعال میں تو پھر اللہ تعالیٰ جیسے ان سے روکا کیوں نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس بیسودہ خیال کا رد فرمایا کہ اللہ کسی کا ماتر نہ ہوگا کہ اس کو برائی سے نہیں روکتا نہ اس سے برائی کرنے کی طاقت ہی مہرب کر دیتا ہے بلکہ اس نے برائی کی رکاوٹ کے لیے ایک نظام قائم کر رکھا ہے۔ اس نے ہر بات میں اپنے رسول بھیجنے جنہوں نے لوگوں کو حکم دیا اَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا السَّعَاتِ عَن تَعْبَادَتِ السَّرِّ كَرِهَ، اور طاعت کی پرستش سے بچ جاؤ، اگر اللہ تعالیٰ نے قانون کے ذریعے لوگوں کو شرک سے روک دیا اس کے بعد لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ بعض کو قربانیت نصیب ہو گئی، انہوں نے اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کر لیا اور طاعت کی پرستش سے بچ گئے۔ البتہ جس گروہ نے ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا اور کفر و شرک پراٹھے کئے، ان پر نگہ رنجی ثابت ہو گئی۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ ذرا زمین میں پل پھر کر مشاہدہ کرو، جگہ جگہ اجڑی بٹیوں کے کندھرات اور تاریخ کے اوراق بتائیں گے کہ جن لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے کفر و شرک کو ترک نہ کیا۔ ان کا کیا حشر ہوا، ان لوگوں پر اللہ کا سخت عذاب آیا، ان کی مہتیاں تباہ و برباد ہو گئیں اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچا۔ وہ اس دنیا میں بھی ناکام ہوئے اور آخرت میں بھی وہ ناسرور ہی رہیں گے۔

مذہبیت
مخبرہ

اب آج کے دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور اس کے شانے والوں کو قتل دی ہے کہ اگر کج آپ کے مخالفین بھی ضد اور عناد کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کی مخالفت کر رہے ہیں، آپ کو تکالیف پہنچا رہے ہیں، حق بات کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں تو آپ گھبرائیں نہیں۔

لاشرک پر ایمان لے آؤ۔ انبیاء علیہم السلام کی تمام تر خواہش اور تمنا کے باوجود
 کہ سارے لوگ ایمان لے آئیں، اللہ کے سورۃ یوسف میں فرمایا ہے وَمَا
 أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ آپ کتنی بھی خواہش
 کریں مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور وہ ہدایت سے محروم ہی رہیں
 گے۔ آگے اللہ نے اس محرومی کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے هَٰذَا اللَّهُ
 لَا يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ يَفْضَلُ بِشَاءِ اللَّهِ تَعَالٰی نہیں راہ دکھاتا
 ان کو جن کو گمراہ کر دیتا ہے، ان گمراہ اسی کو کراہے جو صندی اور عبادی
 ہوتا۔ اس بات کو اللہ نے قرآن پاک میں متحد مقامات پر بیان فرمایا
 کہ جو شخص ظلم اور فسق پر اڑا رہتا ہے، اس کے دل میں تعصب اور عداوت
 راسخ ہو جاتا ہے اور پھر وہ ہدایت حاصل کرنے کی صلاحیت اور استعداد
 ہی خراب کر بیٹھتا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو ایمان مستہول کرنے کی توفیق
 ہی نصیب نہیں ہوتی۔ البتہ جس کے دل میں ہدایت کے لیے طلب
 پیدا ہو جائے، اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ضرور دروازہ راست و واضح کو دیتا
 ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا وَلٰكِنْ
 كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (النحل) بلکہ لوگ خود ہی اپنی
 جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ مقصد یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بلا وجہ گمراہ نہیں کرتا
 بلکہ ان کی اپنی کفریت، ہٹ دھرمی، تعصب اور تکبر انہیں ہدایت
 سے محروم رکھتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی مثال دیکھیں ان پر کتنوں کو
 کج حکم پتہ نہیں چلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر رسول ہی وہ
 اپنی ضد پر اٹھے بیٹھے ہیں اور حضور علیہ السلام کی رسالت سے شدید
 ترین عداوت رکھتے ہیں، کفر اور شرک میں مبتلا ہیں مگر اپنے آپ پر
 حق پرستی کا میل لگا رکھا ہے، کہتے ہیں کہ ہم آسمانی کتابوں اور اللہ
 کے رسولوں کو ماننے والے ہیں مگر نہ اللہ کی آخری کتاب قرآن حکم

کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ مغیرہ آخر الزمان پر ایمان ہے بلکہ آپ سے شدید دشمنی ہے۔ دنیا کی اڑھائی تین ارب کی آبادی عیسائیوں کی ہے۔ یہ اپنی ضرورت سے اس وقت تک باز نہیں آئیں گے۔ جب تک عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہو کر ان کو ختم نہیں کر دیتے۔

فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ عذاب و عذوب کا بلور گرہ کرے، آپ کتنی بھی خواہش کریں، وہ راہِ راست پر نہیں آئے گا۔ آپ ان کے متعلق زیادہ فکر مت نہ ہوں۔ یہ لوگ عذاب کے مستحق ہوں گے وَمَا أَهْتَفُوتُ فِیْهِمْ نَبِیٌّ اور پھر ان کا کوئی مددگار بھی نہیں ہو گا، محاسب کی منزل اور جزائے عمل کے وقت یہ لوگ بالکل ٹھیکے ہوں گے اور انہیں کسی طرح سے کوئی حمایت حاصل نہیں ہوگی۔

اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تسلی کا مضمون بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون قرآن پاک میں مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ جب بھی پیغمبر علیہ السلام قوم کی طرف سے دل برداشتہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام آ جاتا۔ سورۃ النحل میں جہاں اللہ نے کفار کے اس دعوے کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ (یَعُوْذُ بِاللّٰهِ) اولاد رکھتا ہے۔ وہاں فرمایا قُلْعَلَّاکُمْ بِاِیْحَاجِ نَفْسِکَ کیا آپ اپنا گھانا گھونٹ کر چاک ہو جائیں گے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے فرمایا، آپ ان کو چھوڑ دیں کہ ان کی ہٹ دھرمی میں تصورِ راہنی کا ہے، آپ کا نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے وَ اَنْتَ لَتَهْدِیْ اِلَیَّ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ”چرا (الشوریٰ) آپ کا کام صرف اتنا ہے کہ ان کے سامنے راہِ راست پیش کر دیں۔ اور گذشتہ حدس میں یہ بھی گزرا چکا ہے ”فَهَیْکَ الرُّسُلُ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ“ رسولوں کا کام تو یہ ہے کہ وہ احکامِ الٰہی کی وصول کر بیان کر دیں، لوگوں کو آگاہ کر دیں اور انہیں ان کے بڑے انجام سے ڈرا دیں۔ لیکن کسی کو منزل

کی طرح حرص بھی نہایت ہی قبیح چیز ہے، تاہم اس مقام پر حرص کا لفظ ان معانی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ اس سے مراد خواہش اور تمنا ہے۔ ناظر ہے کہ کسی چیز کی خواہش مہیوب نہیں اور اگر یہ نیکی کے کام سے ہے ہو تو اچھی چیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ مسجد نبویؐ میں نماز اچھا اور اچھری ہوتی تھی۔ جب حضور علیہ السلام کو رخ میں تھے تو ایک شخص منہ میں داخل ہوا اور وہ جماعت میں شامل ہونے سے پہلے ہی رکوع میں چلا گیا اور پھر اُسی حالت میں گھٹن ہٹا جماعت کے ساتھ مل گیا، اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کا رکوع جماعت سے نہ رہ جائے۔ جب نماز ختم ہوئی تو حضور علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا: **إِنَّكَ أَكَلْتَ صَلَاتَنَا وَفَكَدْتَ صَلَاتَنَا** اس حرص کو زیادہ کر کے اس کے دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا، پہلے صف میں شریک ہو جاؤ، پھر تنہا کرنا اور پھر رکوع میں جاؤ۔ جماعت کے ساتھ جتنا حصہ مل جائے شامل ہو جاؤ اور باقی نماز بعد میں ادا کر لو۔ شریعت نے وہ ذکر نماز میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی بلکہ اپنی طبعی چال سے چل کر آؤ، اور جتنا حصہ ملے حاصل کر لو۔ پھر حال اللہ نے فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ لوگوں کی ہدایت کے لیے کئی بھی تمنا کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ تمہارا ہونے والوں کو ہدایت سے نہیں لڑاؤ۔

آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے تصیب کی ایک مثال بھی بیان فرمائی ہے۔ **وَأَقْبَسُوا بِاللَّهِ جَهَنَّمَ أَكْبَرًا** یہ اللہ کے نام کی سخت قسمیں اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ **يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ** کہ جو مر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ نہیں اٹھائے گا۔ کہتے ہیں یہ یحیٰیوں کے ڈھکوسلے ہیں کہ مرنے کے بعد لوگ دوبارہ زندہ ہوں گے اور حساب کتاب ہوگا، یہ سب جھوٹ ہے۔ اس کی شان نزول میں امام ابن جریرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایک مسلمان نے کسی مشرک سے قرض لینا تھا، وہ اس کے ہاں

بعض اشیاء
الموت کا پتلا

پہنچا تو باتوں باتوں میں قیامت کا ذکر بھی آئی، اس پر شرک قہیں اٹھا لکھتے
 لگا کر یہ کہتے ہو کہتا ہے کہ انسان سر کر مٹی ہو جائے اور پھر دوبارہ زندہ ہو
 جائے، یہ ناممکن ہے اور مسلمانوں کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ اللہ نے
 ایسے ہی لوگوں کی تردید میں فرمایا کہ کیوں نہیں۔ یہ حریف ایجاب ہے
 اور مطلب یہ ہے کہ اللہ ضرور مرنے کے بعد اٹھائے گا وَعَدًا عَلَیْہِ حَقٌّ مُّؤَبَّدٌ
 ہے اسکا سچا بیگہاں ہے وَلَنُکْرِئَنَّکُمْ ۚ اِنَّ اِنَّا لَنَرِیْکُمْ لَکُمُ الْعَمَلِ کو اکثر لوگ
 بے علم انسانے سمجھیں جسکی وجہ کثرت بعد الموت کا انکار کر رہے ہیں۔ حالانکہ
 عقل بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ جب تک انسان مرنے کے بعد
 دوبارہ زندہ نہ ہو انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ دنیا کی ہر
 حکومت مجرموں کو سزا دیتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ملک میں اندھیر پڑی
 بچ جائے اور جس کی لامٹی اس کی بھینس والا مسافر ہو جائے۔ اس کے باوجود ہم
 دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں بعض لوگ جرم کا ارتکاب کرنے کے باوجود کسی
 نہ کسی طرح سزا سے بچ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تو کسی اندھری ملک یا
 حکومت کی بات ہو سکتی ہے۔ مگر پوری کائنات پر تمام عارضی حکومتوں
 کے اور برادر تعالیٰ کی ایک حکومت بھی ہے۔ دنیا کی کسی حکومت کا جرم ظالم
 اللہ تعالیٰ کی حکومت کا مجرم ہوتا ہے۔ کوئی شخص اس دنیا کی کسی حکومت
 یا کسی عدالت کی آغٹوں میں داخل کرے یا سفارش اور رشوت کی بنا پر سزا
 سے بچ سکتا ہے۔ مگر اللہ احکم الحاکمین کی عدالت کو دھوکا نہیں دے سکتا۔
 ایک دن آنے والا ہے جس دن اُس کا بھی میزانِ عدل قائم ہوگا، اور
 اُس عدالت میں کسی جرم کی پردہ پوشی نہیں ہو سکے گی۔ اس لیے کہ اللہ
 نے اس دنیا کا نام یوم الدین رکھا جس میں ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا
 جائیگا۔ نہ کوئی بچی کرے اور نہ محروم ہے گا اور نہ کوئی مجرم بچ سکے گا اس دن ہر ایک کی
 پوری پوری دوسری ہوگی اور ہر ایک کو اسکا حق دیا جائیگا، لہذا ضروری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ایک

ایسا دن مقرر کرے جب سب کو اپنے دار میں حاضر کر کے ہر ایک کے ساتھ انصاف کرے۔ تو اس کام کو پانچ ٹھیک تک پہنچانے کے لیے بعثت بعد الموت ضروری ہے، جس کا اللہ نے وعدہ بھی کر رکھا ہے۔

قیامت
کا ضرورہ

فرمایا وقرع قیامت اور بعثت بعد الموت اس لیے بھی ضروری ہے
لَيَبْعَثَنَّ اللَّهُ الَّذِي يَخْتَارُ لِمَنْ يَشَاءُ أَكْثَرُ الْقَوْمِ
لوگوں کے سامنے وہ بات ظاہر کرے جس میں وہ اختلاف کوٹے تھے۔
وہ لوگ اسی بات میں اختلاف کرتے تھے اور تمہیں اٹھا کہہ سکتے تھے
کہ کوئی قیامت نہیں آئے گی، اللہ کا نبی سچ نہیں کہا اور ہمارے مجبور
بالکل برحق ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسے قانود مسائل کو حل کرنے اور ٹھیک
ٹھیک فیصلہ کرنے کے لیے وقرع قیامت ضروری ہے۔ پھر فرمایا
قیامت کا آنا اس لیے بھی ضروری ہے وَلَيُعْلَمَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
تاکہ کافر جان لیں، ان پر واضح ہو جائے اَلْهُمَّ كُنَّا كُفْرًا
کہ وہ جھوٹے تھے۔ قیامت برپا کر کے اللہ تعالیٰ علیٰ ہر بات کو
درجہ کہ کافر جھوٹے ہیں جو قیامت کا انکار کر رہے ہیں۔ اس مضمون کو
سورۃ التغابن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کافر لوگ گمان کرتے ہیں
کہ وہ دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ نے
اپنے پیغمبر کو فرمایا قُلْ بَلٰی وَرَبِّّیْ اَکْبَرُ
کی قسم کہ تم لوگ دوبارہ اٹھائے جاؤ گے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
پکا عہد ہے پھر تمہیں بتلادیا جائے گا جو عمل تم کرتے تھے۔
اُس وقت ان کا جھوٹ ظاہر ہو جائیگا اگر نہ عقل کی بات یہ ہے
کہ انصاف کا ایک دن ہونا چاہیے جب ہر ایک کو پورا پورا انصاف
بخاری شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ انسان
بچے جیٹلا تا ہے اور گالی دیتا ہے حالانکہ اس کے لیے یہ بات ہرگز

مناسب نہیں۔ فرمایا خدا تعالیٰ کہ گالی دنیاویوں ہے کہ وہ کہتے "قَالُوا
 اَتُخَذَ الْمَلِكُ وَلَدًا" (الکھٹ) یعنی اس طرح نے بیٹا بنایا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ
 کا ذکر فی حقیقتی بیٹا ہے اور نہ مجازی، وہ تو کہتا ہے اَنَا الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ
 کہ میں پہلا اور بے نیاز ہوں، میری نہ پوری ہے اور نہ خپے۔ جہاں تک
 عقل کا تعلق ہے۔ یہ بھی دوبارہ اٹھائے جانے کو تسلیم کرتی ہے۔ یہ کہے
 ہو سکتا ہے کہ انسان کو پہلی دفعہ پیدا کرنا تو آسان ہو مگر دوسری دفعہ پیدا
 کرنا مشکل ہو جائے۔ عقل اذلت سے دیکھا جائے تو پہلی پیدائش زیادہ مشکل
 تھی جب کہ نہ کوئی مادہ تھا، نہ نور نہ اور نہ آکر۔ جب ایک دفعہ تخلیق موضوع
 میں آگئی تو اب اس کا اعادہ کرنا کیسے مشکل ہو سکتا ہے۔ اور دوسری بات
 اللہ تعالیٰ کو جھٹلانا اس طرح ہے کہ وہ کہتا ہے، اللہ دوبارہ نہیں اٹھایا
 حالانکہ میرا یہ پکارا وعدہ ہے کہ سب کو دوبارہ اٹھاؤں گا اور پھر حساب کتاب
 کی منزل بھی آئے گی۔

خدا کا اٹل
 فیصلہ

فرمایا اِنَّمَا قَوْلُكَ لِشَيْءٍ بِتَكْ حَسْبُكَ کسی چیز کے متعلق ہماری
 بات بالکل فیصلہ کن اور اٹل ہوتی ہے۔ اِذَا اَرَادْتَ شَيْءًا جِبْ ہم
 کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو وہاں نہ کسی وقت کی ضرورت ہوتی
 ہے اور نہ مائے اور آئے کی، بلکہ جب بھی ہماری مشیت ہوتی ہے
 اَنْ نَقُولَ لَهُ هَكُنْ تو ہم اس چیز کو کہتے ہیں، ہو جاؤ گے تو
 پس وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ ہم کسی بھی کام کو کر گزرنے پر قادر ہیں اور
 ایسا کرنے میں ہمیں کوئی دشواری پیش نہیں آتی جس طرح ہم ہر
 چیز کو کر گزرنے پر مستعد ہیں، اسی طرح قیامت برپا کرنے
 اور لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی مستعد ہیں، ہمیں کسی قسم کی
 رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے قیامت
 بھی برپا کرے گا اور لوگوں کو زندہ کر کے اپنے سامنے کھڑا بھی

کرنے کا۔ یہ لوگ جھوٹے ہیں جو کہنے ہیں کہ میں نے کچھ دیکھا ہے
 زندہ نہیں رہوں گے، اللہ تعالیٰ ان پر ہر چیز کا برکات ہے گا، اور پھر
 ان کا جھوٹ کھل جائے گا۔

ربما ۳۳

النحل ۱۶

سورہ ۲

آیت ۴۱ تا ۴۴

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا
 لَنُؤْتِيَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَآجِرُ الْآخِرَةِ
 أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾ الَّذِينَ صَدَقُوا
 وَعَلَىٰ رِقَبِهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۴۲﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ
 قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ فَاسْتَوُوا أَهْلَ
 الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۴۳﴾
 بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۖ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ
 لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ کے واسطے
 بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا، ابتر ہم ضرور ان کو ٹھکانا دیں گے
 دنیا میں اچھا۔ اور ابتر آخرت کا اجر بہت بڑا ہے اگر یہ لوگ
 جانیں ﴿۴۱﴾ وہ لوگ جنہوں نے سہر کیا اور وہ اپنے رب پر
 بھروسہ کرتے ہیں ﴿۴۲﴾ اور نہیں سمجھا ہم نے تجھ سے پہلے
 کو رسول کو، ہم ہی بھیجتے تھے ان کی طرف، ہمیں پرچہ یاد
 رکھنے والے لوگوں سے اگر تم نہیں جانتے ﴿۴۳﴾ (ہم نے سمجھا
 ان کی کو) کھلی نشانیں اور صحیفوں کے ساتھ۔ اور اذرا آپ
 کی طرف ذکر تاکہ آپ بیان کر دیں لوگوں کے لیے وہ

چیز جو اندھی گئی ہے ان کی طرف، اور تاکہ وہ لوگ
غور و فکر کریں (۴۲)

رابطہ ایکٹ

گذشتہ سے ہیوتہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس باطل عقیدے
کا رد فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے یعنی وہ ہیں نہ بدعتی شرک سے روک
دیتا، اور اگر نہیں روکا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کی پسند کا کام کر رہے
ہیں۔ پھر اللہ نے ہر است میں رسول بھیجے گا ذکر کیا جنہوں نے لوگوں کو حکم
دیا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت کی پرستش سے اجتناب
کریں۔ اس کے بعد اللہ نے نافرمانوں کے انجام کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا
کہ زمین میں پہل پہل کر دیکھ لو کہ جو ٹکڑے والوں کا کٹن عبیر تنگ انجام ہوا۔

پھر گذشتہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے لیے قبلی کا مسنون
بیان فرمایا اور آپ کو خطاب کیا کہ آپ کی شریعہ خواہش کے باوجود یہ لوگ
ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ منہی لوگ ہیں جو تمہیں اٹھا کر کہتے ہیں کہ نہ قیامت
آئے گی اور نہ سڑے دوبارہ زندہ ہوں گے، حالانکہ وہ تو برع قیامت اور
جزائے عمل برحق ہے۔ قیامت واسے دین کا فرمان میں لگے کہ وہ اپنے
دھوٹے میں جھوٹے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا طرہ کا ذکر بھی کیا کہ
وہ جب چاہے کسی چیز کو جو چاہے کا حکم دے تو وہ فوراً ہوا کرتی ہے۔

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کا ذکر کر کے ان
کے اجر عظیم کی بات کی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں جن اہل ایمان نے ابتدائی
دور میں تکالیف اٹھائی تھیں اور پھر ہجرت کی تھی اللہ نے ان کی تعریف
فرمائی ہے۔ دنیا میں ان کو اچھا ٹھکانا اور آخرت میں بہتر اجر و ثواب عطا
کر کے کا وعدہ فرمایا ہے۔

ارشاد ہوا ہے **وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ وَهُدُوا**
جنہوں نے اللہ کی طرف ہجرت کی۔ یعنی انہوں نے اپنا گھر بار اور

واجب
کی وضاحت

اور اسے تکلیف نہیں پہنچاتا۔ اسی طرح جہاد کا باطنی معنی یہ بیان کیا جائے گا کہ جہاد
مَنْ جَاهِدَ نَفْسَهُ یعنی مجاہدہ حقیقت میں وہ سے جس نے اپنے
نفس سے جہاد کیا۔ وہ اپنے نفس پر اس طرح کنٹرول کرتا ہے کہ اس پر شیطان
کے وساوس اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ بہر حال حضور نے مہاجر کی ایک تعریف
یہ بھی بیان کی کہ جو شخص اللہ کی ممنوعہ چیزوں کے قریب نہیں جاتا، وہی
حقیقی مہاجر ہے۔

ہجرت کے
اقام اور
مسائل

مفسرین کو اس نے ہجرت کی بہت سی اقسام بتائی ہیں۔ پہلی قسم اپنے
ایمان اور جان و مال کی حفاظت سے متعلق ہے اور اس کی کئی کئی قسمیں
ہیں مثلاً انسان کسی ایسے دارالکفر میں رہتا ہے۔ جہاں دینی فرائض ادا کرنے
پر پابندی ہو تو ایسی صورت میں ہجرت کرنا فرض ہو جاتا ہے تاکہ وہ دارالسلام
میں پہنچ کر اپنے دینی فرائض کی کما حقہ ادائیگی کر سکے۔ امام مکتب فرماتے ہیں
کہ دارالبدعت سے ہجرت کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ایسی جگہ مقیم
ہے جہاں اہل بدعت کا غلبہ ہے یا صحابہ کو سب دشمن کیا جاتا ہے تو ایک
پے سون کے لیے وہاں رہنا درست نہیں بلکہ وہاں سے نکلنا فرض ہو جاتا ہے
طلب رزق حلال بھی فرائض میں داخل ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی مقام پر
رزق حلال میسر نہ کرنے کی کوئی صورت نہیں تو اس کا بھی فرض ہے کہ وہ اس
جگہ سے ہجرت کر کے دوسری جگہ چلا جائے۔ جہاں سے حلال رزق میسر نہ ہو
بعض اوقات جسمانی اذیت سے بچاؤ کے لیے بھی ہجرت کرنا ضروری
ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں موجود ہے
کہ ان کے جانی دشمن بن چکے تھے کہ انہیں کٹا پڑا وقت مہیا کر
رائی دیتے (معنیکرت) کہ میں تو اپنے پردہ و کار کی طرف ہجرت کرنے
والا ہوں۔ اسی طرح جب موسیٰ علیہ السلام کو علم ہوا کہ فرعون انہیں قتل کرنا
چاہتے ہیں فُتِحَتْ وَشْكَاحُ آدَمَ اَيْ دُرُخِیْ (الشخص تو آپ

دھشت کی حالت میں وہاں سے نکل گئے۔

بعض اوقات آب و ہوا کی ناموافقیت کی وجہ سے امراتین لاجح ہونے کا خطرہ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں بھی ترک وطن جائز ہوتا ہے۔ جب مسلمان ہجرت کر کے دینہ پہنچے تو بعض لوگوں کو وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو وہ طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہونے لگے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو فلاں دیہات میں چلے جانا چاہیے، جہاں کی آب و ہوا ان کے لیے نسبتاً بہتر ہے اور وہاں انہیں اونٹوں کا دودھ بھی میسر ہو گا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اگر کسی مقام پر چوری، ڈاکے وغیرہ کا منتقل خطر ہو اور حفاظت مال کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو۔ تو ایسی جگہ سے دارالامن کی طرف ہجرت کر جانا جائز ہے۔

یہ تو حفاظتی نقطہ نظر سے ہجرت کی اقسام تھیں، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ بعض اوقات طلب اور حجو کے لیے بھی ہجرت کرنا پڑتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے **ثُمَّ يَرْفَأُ الْاَرَضِينَ فَانْظُرْ وَاَكَيْفَ صَعَانَ كَآهِبَهُ الْمُكَذِّبِينَ** (الغزل) زمین میں چل پھر کر اُنہر قدیم کو دیکھو اور عجز کرو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ تو اس حکم کی تعمیل میں ہجرت حاصل کرنے کے لیے نکلنا بھی ہجرت ہی کی ایک قسم ہے۔ اسی طرح اُنہر حج اور عمرے کے لیے نکلتا ہے، یہ فرض اور واجب ہیں داخل ہے۔ جہاد کے لیے ترک وطن فرض ہے۔ بعض اوقات یہ واجب ہوتا ہے اور بعض اوقات مستحب۔ جمیع بھی جہاد ہی کا ایک شعبہ ہے۔ یہ سفر بھی حالات کے مطابق کبھی فرض میں، کبھی فرض گھایہ، کبھی واجب اور کبھی مستحب ہوتا ہے۔ اسی طرح تجارت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بھی ہجرت میں داخل ہے۔ سورۃ بقرہ میں **لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا هَٰذَا مِنَّا وَ لَوْ تَرَوْهُ مُدَّةً مِّنْ يَّمِّنٍ** (بقرہ ۲۱۷) اگر تم پر کوئی

گناہ نہیں کرتے اللہ کا فضل تلاش کرو۔ بعض اوقات حصولِ علم کے لیے ہجرت کرنا فرض میں ہوتا ہے اور بعض اوقات فرضِ کفایہ۔ علاوہ ازیں متبرک مقامات منجملہ بیت اللہ شریف، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کی زیارت کے لیے جانا کہ وہاں پر عبادت کرنے کا ثواب زیادہ ہوتا ہے، یہ بھی ہجرت میں داخل ہے پھر سرحدوں کی حفاظت یعنی رباط کے لیے ہجرت کرنا پڑتی ہے۔ یہ بھی بعض اوقات فرض میں اور بعض اوقات فرضِ کفایہ ہوتی ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ دوست احباب یا عزیز واقارب کی ملاقات کے لیے وطن چھوڑ کر جانا بھی ہجرت ہی کی ایک قسم ہے۔

ہاجرین
کے لیے
احیاء

فرمایا جنہوں نے اللہ کی خاطر ہجرت کی **صِفَ تَقْبَدَ مَا تَطْلُمُوا** بعد اس کے اچھے پر ظلم کیا گیا۔ تو ایسے لوگوں کا سلسلہ ہوگا **لَسَوْفَ نُنْفِئُهُمْ** **فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً** کہ انہیں ہم دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے۔ چنانچہ جب مسلمان بے حد تکالیف برداشت کرنے کے بعد مدینہ طیبہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت اچھا ٹھکانا عطا کیا۔ اور قلیل عرصہ میں انہیں ہر چیز عطا کر دی، حکومت بھی دی، مال و دولت سے بھی نوازا، حکمران بنا دیا اور بار بار عطا کیے، عزت بخشی، حتیٰ کہ مدینہ منورہ مرکزِ اسلام بن گیا اور اس طرح ہاجرین کے نقصان اور ان کی جہانی فلاح و بہبود تکالیف کا ازالہ ہو گیا۔

فرمایا، یہ تو دنیا میں عطا کیا، **وَلَا جَزَاءَ لَاحِقُونَ** اور آخرت کا اجر و ثواب تو بہت بڑا ہے جو آگے چل کر حاصل ہوگا اور جس کے مقابلے میں پوری دنیا کا ساز و سامان بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بہر حال فرمایا کہ ہجرت کی تکالیف برداشت کرنے والوں کو اللہ اچھا بدلہ عطا فرمائے گا مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کو انہیں کی تکالیف و مصائب کا ازالہ اس دنیا میں ضرور ہی کر دیا جائے۔ اس بات میں شک نہیں کہ ہجرت کے بعد

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھڑکی حیثیت سے بہت کچھ دیا مگر یہ کہ
 مسلمان بھی تھے جو ہجرت کے بعد بے سر و سامانی کی حالت میں ہی اس
 دنیا سے جلدی رخصت ہو گئے اور انہوں نے خوشحالی کا دور نہ دیکھا حضرت
 ابو ہریرہؓ کی روایت میں آتا ہے کہ ہجرت کے بعد جو لوگ لمبی مدت تک
 زندہ رہے انہوں نے بڑے فائدے اٹھائے مگر بعض ایسے بھی تھے
 جو اسلام کے چلنے کا پورا پھل نہ کھا سکے اور جلدی ہی اللہ کے پیار سے ہو
 گئے۔ بعض ایسے لوگ بھی تھے کہ جن کا پہل دنیا میں بھی پک چکا تھا اور
 انہوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اسی لیے مہاجرین کے متعلق
 حضور علیہ السلام کا حکم تھا کہ جب وہ مکہ مکرمہ آئیں تو وہاں تین دن سے
 زیادہ قیام نہ کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی موت کا وقت وہیں آجائے
 اور ان کی ہجرت نامکمل رہ جائے۔ ایک صحابی قیام مکہ کے دوران لڑائی
 سے لڑ کر ہلاک ہو گیا، تو حضور علیہ السلام نے بڑے انوس کا اظہار کیا، اور دعا
 کی کہ اے اللہ! میرے جن صحابہ نے ہجرت کی ہے، ان کی ہجرت
 کو نافذ فرما یعنی ان کی ہجرت باطل نہ ہو جائے۔ مکے کی سرزمین میں فوت
 ہو کر دفن ہونا اگرچہ نیت کے اعتبار سے نہ بھی ہو، مگر پھر بھی ان کے
 اجر و ثواب میں کمی کا امکان تو ہے۔ حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔
إِنْ مَثَانُ الْهَاجِرِ قَبِيضٌ ہجرت کا معاملہ بہت بڑا ہے، جس کی
 لئے جتنی زیادہ مکایف برداشت کریں، اس کے لیے اتنا ہی زیادہ اجر و
 ثواب ہے۔ آپ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ہجرت کے بعد
 کسی مہاجر کی موت دینے کی بجائے مکہ میں ہو۔ فرمایا آخرت کا اجر تو
 بہت زیادہ ہے تو کھائو كَيْفَ كَمْوُنَ اگر لوگوں کو اس
 کا علم ہو۔

فرمایا: اے مہاجرین کے لیے ہے الَّذِينَ هَجَرُوا

جنہوں نے صبر کا دامن تھامے رکھا۔ ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور زبان پر صرف تکلیف ڈالنے، حضرت حبیبؑ کی ہجرت کر کے مدینہ جانا چاہتے تھے مگر کافران کے راستہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے اور انہیں محکمت نکلتی نہیں دیتے تھے۔ پھر آپؐ نے کافروں سے سوچے بازی کی اور اپنا سارے کا سارا اثاثہ ان کے سپرد کر کے بے سرو سامانی کی حالت میں مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا کہ حبیبؑ نے سب کچھ لٹا کر بھی بڑا فایز لیا ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضور علیہ السلام کا فرمان بھی ہے کہ حبیبؑ وہ شخص ہے **لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ يَخْفَى اللَّهُ لَكُمْ يَخْفَى** یعنی اگر تم سے الٹہ کا خوف نہ بھی ہوتا، تب بھی وہ نافرمانی نہ کرتا، حضرت حبیبؑ اتنے پاکیزہ دل انسان تھے۔ بہر حال مساجدین نے کفہ کے ہاتھوں بڑے دکھ سے بعض کے بچے رکھ لیے گئے اور بعض کی بیویوں کو روک لیا گیا، مگر اسلام کے ابن شہداءوں نے ہر قسم کی مالی و جسمانی اور ذہنی تکلیف برداشت کیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور اس کے دین کی سرپرستی کے لیے ہجرت کی اور پھر ان تکلیف پر صبر کیا۔ **فَرَأَى النَّاسَ يَرْجِعُونَ مَكَلًا** انہوں نے صبر و سماجی الٹہ تعالیٰ کی ذات پر بھی کیا۔ اگر الٹہ پر جبر و سادہ ہوتا تو اسی تکلیف کے برداشت کر سکتے۔ انہوں نے صبر کیا اور الٹہ پر صبر و سماجی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی قدر والی کی اور انعامات سے نوازا۔

گلدستہ دگرخ میں گندہ چکابے **وَلَقَدْ كَفَحْنَا فِي سُلَيْمَانَ**
 و سولہ یقین ہم نے ہر امت میں ایک رسول مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں
 کو ہماری توحید کی دعوت دے۔ اب آج کی اگلی آیت میں رسول کی ایک
 خاص صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ رسول صرف مرد ہوتے ہیں۔ اور
 اللہ نے کسی عورت کو بھی رسول بنا کر نہیں بھیجا۔ ارشاد ہوا ہے **وَمَا كُنَّا**

رسول
 ہوتے
 ہیں

اَوَسَلْتُ مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا هُمْ نَبِيٌّ
 نہیں بھیجا مگر مردوں کو یعنی منصب رسالت کے لیے اللہ نے ہمیشہ
 مردوں ہی کا انتخاب کیا ہے۔ اگرچہ بعض عورتوں کو بھی اللہ نے بڑی
 فضیلت عطا فرمائی ہے اور ان کا ذکر قرآن پاک میں بھی کیا ہے جیسے
 حضرت مریم علیہا السلام اور فرعون کی بیوی لیڈا اللہ نے منصب رسالت
 و نبوت کسی عورت کو عطا نہیں فرمایا۔ تو مردوں کو رسول بنایا اور ساتھ
 تَوْحِيدَ الْيَوْمِ ان کی طرف وحی بھی کی۔ اور وحی کا تذکرہ بھی گذشتہ
 رکوع میں ہو چکا ہے کہ ہر نبی اور رسول نے اپنی امت کو یہی دعوت دی
 اَنْ اَعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ لوگو! عبادت
 اللہ کی کرو اور طاغوت سے بچ جاؤ۔ نبی ہمیشہ توحید کی دعوت اور شرک
 سے منع کرتے رہے ہیں اور اسی بات کا تذکرہ اللہ نے یہاں اجمالاً کیا ہے
 آیت کے اگلے حصے میں اللہ نے فرمایا کہ بعثت رسل میں اگر تمہیں
 کچھ شک و تردد ہے یا ان کی تعلیمات کے متعلق قلبی کرنا چاہو۔
 فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ تُوہد لو یاد رکھنے والوں سے ان
 كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اگر تم خود نہیں جانتے۔ مطلب یہ اگر
 انبیاء کی تاریخ تم میں جانتے تو ان صاحب علم لوگوں سے دریافت
 کرو جن کو انبیاء کے واقعات یاد ہیں۔ اہل کتاب اور بعض دوسرے
 لوگوں میں بھی بعض اہل علم ہمیشہ رہے ہیں جو انبیاء باخبر کا علم رکھتے تھے
 وہ سابقہ امتوں اور ان کے انبیاء کے حالات و واقعات کے واقف
 ہوتے تھے، لہذا فرمایا کہ ہماری بات کی تصدیق تم ایسے لوگوں سے
 کر سکتے ہو، جو تمہیں بتائیں گے کہ واقعی اللہ نے مرامت، گروہ اور
 قوم میں انبیاء ببعث فرمائے جنہوں نے اپنی اپنی اقوام کو اللہ کی طرف
 دعوت دی اور کفر و شرک سے منع کیا۔

تقلید کی
ضرورت

اس حصہ آیت سے مفسرین نے یہ بات بھی اٹھ لی ہے کہ اس آخری
امت میں مسائل و فیہ سے ناواقف لوگوں کو اہل علم کی طرف رجوع کرنا
چاہیئے اور ان سے مثلہ پوچھ کر اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ تقلید اسی
بات کا نام ہے کہ نہ جاننے والے جاننے والوں سے دریافت کر کے
عمل پیرا ہوں۔ اور یہی اسی صورت میں ممکن ہو گا کہ اہل علم پر مکمل اعتماد کر کے
ان کی بات کو بلا دلیل تسلیم کر دیا جائے۔ جو چیزیں قرآن و سنت میں صراحتاً
نہ ذکر ہیں ان پر تو من و عن عمل کرنا ہی ضروری ہے اور وہاں کسی تقلید کی
ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ جو مسائل کے متعلق قرآن و حدیث میں صراحت
موجود نہ ہو، ان کو معلوم کرنا ہر آدمی کا کام نہیں بلکہ وہ کو مجتہد حضرات ہی
کرسکتے ہیں جنہیں اللہ نے غیر معمولی استعداد اور صلاحیت عطا فرمائی
ہے اسی طرح بعض چیزوں میں تو راضی پایا جاتا ہے اور اس کو رد کرنا
بھی ہر ایک کا کام نہیں ہے بلکہ یہ بھی مجتہد ہی کر سکتا ہے۔ غرضیکہ ایسے
مسائل میں کسی مجتہد کی طرف رجوع کرنا ہی تقلید کہلاتا ہے۔ امام شاہ ولی
محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ عوام کے لیے اس قسم کی تقلید درجہ کا درجہ
دیکھتی ہے کیونکہ وہ خود ایسے مسائل کے حل کی استعداد نہیں رکھتے۔ اور
بعض اوقات بڑے بڑے صاحب علم لوگ بھی بعض مسائل کے حل کرنے
میں عاجز آجاتے ہیں۔ وہ کسی تعارض کو رد نہیں کرسکتے یا کسی مسئلے میں
استنباط سے عاجز آجاتے ہیں۔ مثلاً امام رازی، امام غزالی، امام شاہ ولی
غیر ہم قرآن و سنت کو بخوبی جاننے کے باوجود فروعات میں آئمہ اربعہ
میں سے کسی نہ کسی کے مقلد تھے۔ کہتے تھے کہ ہم بھی قرآن و سنت
کو جانتے ہیں مگر جو کچھ ائمہ ملت جانتے تھے، ہماری رسائی و گہن تک
نہیں ہے۔ اور جس طرح وہ اجتہاد کرسکتے تھے، ہماری وہ طاقت
نہیں۔ چنانچہ یہ بزرگ بھی ائمہ ملت پر اعتماد کرتے تھے۔ امام شاہ ولی اللہ

حنفی مکاتب رکھتے تھے۔ جب کہ امام رازیؒ اور امام غزالیؒ شافعی تھے اسی طرح امام ابن تیمیہؒ حافظ احمدیثؒ ہونے کے باوجود امام احمد کے مقلد تھے۔ غرضیکہ یہ تقلید بری نہیں ہے بلکہ جس اندھی تقلید کی مذمت قرآن میں کی گئی ہے، وہ مشرکانہ تقلید ہے جو اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے خلاف ہو اور مقلدین محض آباد و اجداد کو رسم کے طور پر ملتے پیٹے سے لگائے ہوئے ہوں اور اس کے مقابلے میں صریح حکم بھی ٹھکرا دیں۔ ایسی تقلید حرام ہے۔

فہمونی
کہ حیثیت

اس وقت جو فقہی اختلافات حنفی، مالکی، شافعی، اہل ہری و غیرہ پائے جاتے ہیں۔ ان کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے اور نہ ہی یہ فرقہ واریت کی ذمہ داری آتی ہیں۔ یہ فرض فہم و دلیل کی بات ہوتی ہے جسے مناظر جہم کے لوگ خواہ مخواہ طول و بحر ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا کرتے ہیں۔ فردوسی اختلافات کی مثال حرمت سود کے متعلق دی جا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ سود کی حرمت، قرآن پاک سے ثابت ہے مگر حضرت علیہ السلام نے اس ضمن میں صرف چھ چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوا ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ بھی کوئی چیز سود میں آتی ہے یا نہیں۔ پھر اگر کلام اس بات پر بھی بحث کرتے ہیں کہ سود کی حرمت مذکورہ چھ چیزوں کی ذات تک محدود ہے یا یہ حرمت ان میں سوا ہر کسی علت کی وجہ سے پائی جاتی ہے اب اگر وجہ حرمت علت ہے تو اس کی تلاش کی جائیگی۔ اب علت کی جستجو میں چاروں آئمہ کا آپس میں اختلاف ہے، کسی نے کسی چیز کو علت قرار دیا ہے اور کسی نے کسی چیز کو، مگر سود کی حرمت کے متعلق یہ کہ متعلق ہیں اور اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ سود کیوں حرام ہے اور ایسا اختلاف ہرگز محبوب نہیں۔ اس معاملہ میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کا بیج نہیں بڑھا رہے۔ کوئی

تبعین و تشریح بھی ضروری ہے۔

تشریح
نہایت

اس سبب آخر الزمان کے لیے قرآن کریم کو اسامی قانون کی حیثیت حاصل ہے جب کہ سنت اس کی تبعین ہے۔ امثلہ نے اپنے نبی کی زبان اور اس کے عمل سے جس چیز کو ظاہر کیا ہے، وہ سنت ہے بعض گمراہ فرقے نبی کو محض ڈاکیے سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے کہ نبی امثلہ کا پیغام پہنچا کر عہدہ تعلق ہو جاتا ہے۔ نہیں بلکہ قرآن کی تشریح و تبعین بھی نبی کا کام ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں: ”پس صحیح حدیث شرح ہے قرآن کی؟ امام شافعیؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ صحیح حدیث قرآن کی شرح ہیں، البتہ غلط اور موضوع احادیث اناہل اہل ہیں جنہیں محدثین عظام نے حجاب کر علیحدہ کر دیا ہے۔“

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میرا ملک یہ ہے کہ قرآن پاک کی تشریح کے لیے میں سب سے پہلے قرآن کو دیکھتا ہوں کیونکہ بعض چیزوں کی تشریح خود قرآن پاک کرتا ہے۔ اگر ایک مقام پر کسی بات میں اجمال ہے تو دوسرے مقام پر تفصیل مل جاتی ہے۔ اگر کوئی چیز قرآن پاک سے نہ ملے تو پھر میں سنت ائمہ کی طرف رجوع کرتا ہوں، اولیٰ سے منسلک ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہاں بھی کوئی چیز ثابت نہ ہو تو پھر صحابہ کرامؓ کے قول کو دیکھتا ہوں کیونکہ قرآن کے اولین متعلمین اور عاملین علیہ یہی لوگ ہیں۔ امام صاحب

فرماتے ہیں کہ اگر کسی معاملہ میں صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہو، تو میں اس کو اختیار کر لیتا ہوں اور اگر ان میں اختلاف ہو تو پھر میں ان خود ترجیح دیتا ہوں، اور زیادہ راجح چیز کو اپنا لیتا ہوں۔ یہ تین چیزیں مسلمہ الاصول ہیں، صحابہ کے بعد کسی کی پروا نہیں کرتے بلکہ خود اجتہاد کرتے ہیں کہ اسی میں طہارت ہے۔

امام ابن تیمیہؒ بھی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں: **هَٰذَا لَقَدْ تَقَرَّرَ**
الْمَعْلُومُ وَتَبَيَّنَ یعنی سنت ہی قرآن کی تفسیر کرتی ہے اور اس کو

بیان کرتی ہے۔ جو لوگ سنت کا انکار کرتے ہیں، وہ قرآن کریم کے سمجھ سکتے ہیں، ان کا انکار سنت محض اس لیے ہوتا ہے تاکہ وہ قرآن پاک کی من مانی تفسیر کر سکیں۔ چنانچہ پر ویز کہتا ہے کہ جو نماز ہم ادا کرتے ہیں، یہ درست نہیں ہے جب تک اسلامی حکومت قائم نہ ہو۔ اس کے مطابق جب پر ویزیوں کی حکومت قائم ہوگی اور پھر وہ نماز کا طریقہ وضع کریں گے تو اس کے مطابق نماز درست ہوگی۔ ہماری موجودہ نماز بیکار محض ہے (نمودار نماز) حالانکہ تمام مملکت عالمگیر اور کرام، ہندوگان دین، محدثین، مفسرین وغیرہم اسی نماز پر اتفاق کرتے اور پڑھتے پڑھاتے آئے ہیں۔ نماز اسلام کے فرض اربعہ میں سے اہم فرض ہے جس کے ارکان میں کسی کو اختلاف نہیں مگر سنی سنت کے نزدیک یہ نماز ایک رحم سے زیادہ بکود نہیں۔

فرمایا ہم نے آپ کی طرف قرآن پاک نازل فرما کر آپ کو تشریح کا حکم بھی دیا ہے۔ اب یہ لوگوں کا فرض ہے وَلَقَدْ كَلَّمْنَا نُوْحًا کہ اس کلام الہی میں غور و فکر کریں کہ جن احکام الہی کی اللہ کے نبی نے تفصیل بیان کر دی ہے، اس پر کس طریقے سے عمل کرنا ہے قرآن میں غور و فکر کی روش غور قرآنی پاک نے متعدد مقامات پر دی ہے، اب یہ اہل ایمان کی فہم داری ہے کہ وہ اس پر کس حد تک عمل درآمد کرتے ہیں۔

ربیعہ ۱۲

الشمس ۱۶

میں انہیں ۱۱

آیت ۳۵ تا ۵۰

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ
 بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ
 لَا يَشْعُرُونَ ﴿٣٥﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقْلِبِهِمْ
 فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٣٦﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى
 تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَؤُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٣٧﴾ أَوَلَمْ
 يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّؤُوا
 ظِلَّاهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالْشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ
 وَهُمْ ذَاخِرُونَ ﴿٣٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَوَاتِ
 وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ
 لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٩﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ
 يُطِيعُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٤٠﴾

ترجمہ:- کیا نڈر ہو گئے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کائنات میں لڑائی

کر اللہ تعالیٰ دھنا سے ان کو نہیں میں :۔ اُن کے ان کے پاس

غلاب جہاں سے ان کو پتہ بھی نہ ہو ﴿۳۵﴾ یا پھر اُن کو

چھٹے پھرنے میں :۔ پس نہیں وہ عاجز کرنے والے ﴿۳۶﴾ یا پھر

ان کو خوف کے بعد پس جیسا کہ ہوا پروردگار اپنے بہت

نہی کرنے والا اور مہربان ہے ﴿۳۷﴾ کیا ان لوگوں نے نہیں

دیکھا کہ اللہ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں ان کا سایہ ڈالتا ہے
 (مائل ہوتا ہے) دائیں طرف اور بائیں طرف سبھہ کرتے ہوئے
 اللہ کے سامنے اور وہ عاجز ہوتے ہیں (۴۸) اور اللہ ہی
 کے سامنے سبھہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو
 زمین میں ہیں مانند اور فرشتے اور وہ متحیر نہیں کرتے (۴۹)
 غوث کھاتے ہیں اپنے پیروکار کا اوپر سے اور کرتے
 ہیں وہ جو کچھ ہیں کو حکم دیا جاتا ہے (۵۰)

پہلایات

گزشتہ سیم پورہ دس میں اللہ تعالیٰ نے شرک کا رد فرمایا اور پھر گزشتہ
 دس میں ان جوین مہاجرین کی حوصلہ افزائی فرمائی جن پر بڑے مظالم ڈھائے گئے مگر
 انہوں نے خدا تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے صبر کے دامن کو نہ چھوڑا۔
 اللہ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو دنیا میں بھی بہتر ٹھکانا میرا ہے گا اور آخرت کا اجر تو
 بہت بڑا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسالت کے سابقہ بیان کے قتل
 میں فرمایا کہ ہر قوم میں مردوں ہیں جو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اگر مکرین توحید و رسالت کو اس
 بارے میں کوئی شک و تردید ہے تو وہ تاریخی واقعات کو یاد رکھنے والوں سے
 تصدیق کر لیں۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اللہ نے اپنے رسولوں کو
 کھلی ٹکناں میں مہجرات اور صیغے شے کر بھیجا، اور پھر آخر میں حضور علیہ السلام پر آکر
 یعنی قرآن نازل فرمایا۔ آپ کو اس بات کا پابند کیا کہ آپ اس قرآن پاک کی تشریح
 و تبیین کا کام بھی انجام دیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فریضہ بطریق
 احسن انجام دیا۔ اور یہی مسنت ہے۔ پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کو بھی
 حکم دیا کہ وہ اس قرآن پاک میں خود دست کو کریں تاکہ صحیح نتیجے پر پہنچ سکیں۔

اب آج کے درس کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مکرین قرآن و
 و رسالت کو ان کی ریشہ وراثتوں پر سخت تنبیہ فرمائی ہے اور بعض سزاؤں کا ذکر

مکرین کیلئے
 سخت دھم

کر کے فرمایا کہ کیا یہ لوگ اس بات سے غور ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر مختلف قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ ارشاد ہوتا ہے أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا الشَّيْءَ کیا یہ لوگ بے خوف ہو گئے ہیں۔ أَمِنَ كَافِرِينَ میں یہ جو کافر ہیں، ان پر ایسے خوف ہو جاتا ہے۔ فرمایا جو لوگ برائیوں کا کاروبار کرتے ہیں، انبیاء کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، اللہ کے پروگرام کو کام نہ لیا جانتے ہیں، اس کی توجیہ کی مخالفت کرتے ہیں، انبیاء کی جلالت کے مد پے ہیں۔ اور اہل ایمان کو ان کے دین سے روکنا چاہتے ہیں، تو کیا یہ اللہ کے عذاب سے بالکل بے خوف ہو چکے ہیں؟ پھر آگے اللہ تعالیٰ نے عذاب کی وہ مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ جن میں یہ لوگ گرفتار ہو سکتے ہیں۔

فرمایا اللہ کے عذاب کی پہلی صورت یہ سَعَانٌ يَخْشَعُ اللَّهُ جھٹکاؤں پر کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے۔ ان لوگوں کو کچھ احساس نہیں کہ خدا کی پیدا کردہ جس زمین پر یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں وہ کاروبار کرتے ہیں اللہ چاہے کہ اسی زمین میں ان کو غرق کر دے، اس قسم کی مثال دنیا میں پہلے ہی قائم ہو چکی ہے جب اللہ تعالیٰ نے قادیان کو مع اس کے مال و دولت اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا۔ اس قسم کے واقعات ہر زمانے میں پیش آتے رہے ہیں۔ بھاری شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نہایت غرور و تکبر کی حالت میں پل پر سے گزر رہا تھا، اس کی گردن اکڑی ہوئی تھی اور وہ عجیب از چال سے پل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی حالت میں اسے زمین کے اندر دھنسا دیا۔ یہ شخص تب سے زمین میں دھنسا چلا جا رہا ہے اور اس کا قدم اٹھنے کا وقت کہیں ٹکے گا جب قیامت برپا ہو جائے گی۔ اللہ نے اس کے تکبر کی اتنی سخت سزا دی۔ ۱۹۴۹ء میں اخبارات میں پڑھا تھا کہ مشرقی پنجاب کے ضلع فیروز پور کی ایک بستی میں بچے سکول میں پڑھ رہے تھے کہ اس دوران سارا سکول زمین کے اندر دھنسا گیا۔

۱۱۱
زمین میں
دھنسا دیا

۱۹۲۳ء میں جاپان میں زبردست زلزلہ آیا تھا، زمین میں بڑی بڑی ٹہریاں
پڑ گئی تھیں اور اس حادثے میں تین لاکھ افراد لقمہ اجل بن گئے تھے۔ ابھی
پندرہ برس سال کا عرصہ گزر اساطلی کنارے پر آباد بارہ ہزار کی آبادی بدلتے کا
یہ پر فضا شہر ورے کا پورا تباہ ہو گیا تھا۔ ایسا زبردست زلزلہ آیا کہ کوئی چیز
باقی نہ بچی۔

اللہ نے عذاب کی دوسری صورت پر بیان فرمائی ہے أَوْ يَذُفُّهُمْ
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ كَانُوا يَكْفُرُونَ یا ان پر ایسی جگہ سے
عذاب سے آئے جہاں سے ان کو خبر بھی نہ ہو۔ بعض اقوام کو ایسے ذرائع
سے بھی سزا ملتی رہی ہے جو ان کے دھم دگمان میں بھی نہ تھے، مثال کے
طور پر مسلمانوں کے ہاتھوں کے دلوں پر میدان بدر میں جو آفت آئی، وہ
اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ مکے سے سامان ضرب حرب
سے بیس ایک ہزار فوج لے کر نکلے تھے، کھانے پینے اور رنگ و سرود
کے تمام سامان موجود تھے، وہ ایک ہی جست میں مسلمانوں کو ختم کر دینا
چاہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھر
بے سرو سامان مسلمانوں کے ہاتھوں کھار کو ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا، ستر
مار سے لگے جن میں بڑے بڑے املاک تھے اور ستے ہی قیدی بنے، اسی
یے اللہ نے فرمایا کہ کیا یہ لوگ اس بات پر خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے
پاس ایسی جگہ سے عذاب سے آئے جو ان کے گمان میں بھی نہ ہو۔

سزا کی تیسری شکل اللہ نے یہ بیان فرمائی ہے أَوْ يَأْخُذْهُمْ
فِي غَفْلَةٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ يَكْفُرُونَ یا ان کو چلے پھرنے کے وقت ہی پکڑ لے، اللہ تعالیٰ
قادر مطلق ہے اور جب چاہے اپنی مخلوق کی گرفت کرے۔ کوئی آسمانی
آفت نازل ہو جائے، عادیہ پیش آجائے یا کوئی طوفان بار و باران جائے
اور یہ چشم زدن میں مانوڑ ہو جائیں ایسے لوگوں کو اپنی فکر کرنی چاہیے کہ

(۳۱)
بیرانی ذرائع
سے عذاب

(۳۱)
چلے پھرتے
گرفت

خدا تعالیٰ ان کی گرفتگی کے ستر بھی کر سکتا ہے اور چلتے پھرتے، کھڑے کرتے، جتنے مناسبتے یا لہو و لعب میں مصروف ہونے کی صورت میں بھی وہ گرفت کرنے پر قادر ہے، لہذا انہیں اللہ کی پکڑ سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ **فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ** وہ اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں وہ اللہ کی گرفت کو ٹال نہیں سکیں گے۔

چوتھی صورت غلاب کی یہ بیان فرمائی **أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَالِي مَخْلُوفَاتٍ** یا انہیں خوف دلانے کے بعد پکڑ لے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی دوسری قوم یا فرد کو قبلانے بلا دیکھ کر خوف پیدا ہوتا ہے اور پھر آخر میں خود خوف زدگان کی باری بھی آجاتی ہے اور وہ بھی غلاب کا نشانہ ہو جاتے ہیں۔

(۱۴)
غلاب بعد
از خوف

اکثر مفسرین "تخوف" کا معنی خوف دلانا ہی کرتے ہیں مگر حضرت عمرؓ کو اس لفظ کے صحیح معانی کے لحاظ میں تردد تھا، صاحب "معجم المعانی" لکھتے ہیں کہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا، لوگو! مجھے بتلاؤ کہ خوف کا کیا معنی ہے، بعض نے جن میں حضرت عبداللہؓ کی جاسٹش بھی شامل ہیں فرمایا کہ اس کا معنی تنقیر یعنی کسی چیز کو کم کر دینا یا گھٹا دینا ہے۔ آپ نے فرمایا، کیا تم اس کا ثبوت عربوں کے کسی کلام سے پیش کر سکتے ہو۔ تو اہل عربوں نے ایک شخص نے کہا، ہاں قبیلہ بنی لہی کے عمر بن عبد شمس نے کہا میری عمر بڑھ گئی ہے۔

تَخَوُّفٌ رَحُلٌ مِّنْهَا تَامِكًا قَرِيًّا
كَمَا تَخَوُّفُكَ مُؤَوِّدًا لِّجَنَّةِ السَّعْنِ

کہا دے نے اس اونٹنی کے منبر پر کھڑے ہو کر اس طرح گھٹا دیا ہے جس طرح کھان کی ٹکڑی کو ریتی گھٹا دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دوران سفر بمبوں کی پیاس کی وجہ سے بار برداری کا جانور کمزور ہو جاتا ہے۔

کی یہ خاصیت ہے کہ وہ دس دس بیس بیس دن تک بھوک پیاس کی شدت برداشت کر سکتا ہے۔ جب لوشٹ کی خوردہ غذا ختم ہو جاتی ہے تو اس کے جسم کی چربی پھیل پھیل کر غذا بنتی رہتی ہے جسکی وجہ سے اس کی کوڑاں کمزور ہو کر کم ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس شعر میں توف کو گھسانے کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

ننانجاہیت
کے اشعار

اس موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا عَلَيَّ كَلٌّ يَدُ قِيَامٍ كَلٌّ قَمِيحٍ
دوران کو لازم بحر طوبہ لوگوں نے دریافت کیا، حضرت! ہمارا دیوان کون ہے
تو آپ نے فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت کے اشعار ہیں، ان کو سیکھا کرو، اور
پڑھا کرو فَإِنْ هُنَّ إِلَّا قُصَبٌ يَنْكِتُ أَبْكَرٌ وَمَعَانِي عَدَا مَكْمُومٌ
کہ اس سے تمہاری کتاب کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی سمجھ میں آتے
ہیں۔ چنانچہ عربی شعر کا قدیم کلام اب بھی عربوں میں پڑھا جاتا ہے، مولانا
مفتی محمد طیفؒ صاحب تفسیر معارف القرآن لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت
کے اشعار پڑھنا جائز ہے اگرچہ ان میں بد اخلاقی، جنگ و جدال اور فتنہ
و فساد کا ذکر ہی کیوں نہ ہو۔ ان کا فائدہ یہ ہے کہ کلام الہی کی سمجھ میں آوے
مٹی ہے کہ نہ کہ قرآن پاک اس وقت کی ترقی یافتہ عربی زبان میں نازل ہوا تھا
بعض عربی الفاظ کے معانی سمجھنے میں بھی دقت آتی ہے مثلاً یہ کہ کسی لفظ
کا مادہ کیسا ہے اور عربی محاورے میں یہ کس طرح استعمال ہوتا ہے اور صیغہ
اس کا معنی کیا جاتا ہے، چنانچہ اس پر علما نے کرم اللہ مضمرین نے کتابیں
لیکھی ہیں۔

فرمایا، یاد رکھو اِقَاتِ رَجُلًا كَرِيمًا وَهَيَّجْ رَجُلًا رَجِيمًا
یہ دو دو گار بٹا نرم اور مہربان ہے۔ اس کی شفقت کا تقاضا ہے کہ وہ
بعض اوقات مجرموں کو مہلت دیا رہتا ہے اور اہمال و تدبیر کے
کام لیتا ہے، اور نہ حقیقت یہ ہے اِنْ كُفَّشَتْ رِيَالٌ كُفِّرَ يَدَاهُ

(البعج) بلیک تیرے رب کی پکار بڑی سخت ہے۔ جب وہ کسی کو کھڑے پر آتا ہے تو پھر چھوڑا نہیں۔ یہ اللہ نے مخالفین کو تنبیہ فرمائی ہے کہ انہیں اس بات سے خوف کھانا چاہیے کہ کسی نہ کسی صورت میں ان پر خدا تعالیٰ کی گرفت نہ آجائے۔

آگے پھر اللہ نے اپنی وحدانیت اور معبودیت کی طرف توجہ دلائی ہے أَوَلَمْ يَخْلُقْنَا إِبْرَاهِيمَ مَا خَلَقْنَا اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ كَمَا كَانُوا زُكُورًا نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیزیں پیدا کی ہیں يَتَفَكَّرُونَ فَلَئِنَّ عَوْنِ الْيَمِينِ وَالشَّامِئِلِ مُجْتَمِعَانِ لَّهُ ان کے سامنے ڈھل جاتے ہیں دائیں اور بائیں طرف اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہوئے۔ وَكَمْ مِّنْ دَحِيسَةٍ اور وہ عاجز ہوتے ہیں۔

سجائے کا
سجدہ

ہم دوسرے زندگی میں پہاڑوں اور ختوں، ٹیلوں اور عمارات کے سیلوں کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ دن کے پہلے صبحے میں تمام چیزوں کے سامنے گھٹے رہتے ہیں۔ دوپہر کو ایک خاص صبح پر پیچھو رک جاتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ بڑھنے لگتے ہیں۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ دوپہر کے وقت جب سورج سر پر آتا ہے تو ہر چیز کا سایہ ٹھہر جاتا ہے۔ اور جب دن دھندلا ہے تو سایہ جھکتے جھکتے شام تک زمین پر پڑ جاتا ہے۔ ان سایوں کی سجدہ ریزی بالکل اسی طرح ہے جس طرح کوئی آدمی پہلے قیام کر لیتا ہے، پھر رکوع میں جاتا ہے اور پھر سجدہ میں گر پڑتا ہے اسی طرح ہر ایسا تندرہ چیز یا آدمی اور خستہ عمارات وغیرہ پہلے سایوں کے ذریعے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اور پھر یہ ہے کہ جبرائیلی لحاظ سے یہ سایہ کسی ملک میں کسی موسم میں دائیں طرف جھکتا ہے اور کہیں بائیں طرف۔

چند ہی آخری شریعت میں اللہ کے سوا کسی کے سامنے سجدہ روا نہیں خواہ وہ سجدہ عبادت ہو یا سجدہ تعظیم۔ عبادت کا سجدہ تو قطعی حرام

اور کفر سے خواہ وہ کسی کے سامنے بھی کیا جائے۔ البتہ سجدہ تعلیمی جو بادشاہوں یا دیگر بڑے لوگوں کے سامنے کیا جائے، وہ حرام ہے مگر کفر نہیں ہوتا۔

ہر چیز
سجدہ ریز
ہے

اس کے بعد اختیار ہی اور غیر اختیاری دونوں قسم کے سجدے کے متعلق فرمایا وَلِلّٰهِ كِسْفٌ مِّنَ السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ زمین میں موت ڈاکیٹ پلٹے پھرنے والے جاندار ہیں، اور آسمان پر وَالصَّلٰبُ كَمَا فرشتے ہیں۔ البتہ انسانوں کے متعلق دو سجدہ مقام پر فرمایا ہے کہ ان کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ اپنے اختیار اور رضا و رغبت سے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے جب کہ دوسرا، کافروں اور کافروں کا گروہ ہے جو نیکر کرتا ہے اور سجدہ نہیں کرتا۔ باقی تمام چیزیں خدا تعالیٰ کے سامنے منقاد ہیں۔ وہ سب عاجزی کرنے والی ہیں۔ جانور، حیرند، بیاض وغیرہ سب اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں وَقُلْ لِّاَنۡ كَسِبَ كُفُورًا اور وہ تکبر نہیں کھتے بلکہ عاجزی کہتے ہیں۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ مغرور لوگوں کے لیے زمین پر سر رکھنا شکل ہوتا ہے کیونکہ ایک گروہ نے ان کے غرور کا سر نیچا ہوتا ہے اور انہیں ذلیل ہونا پڑا ہے۔ حالانکہ انسان کی بڑائی اپنے پروردگار کے سامنے قاصر، اجنبی اور خضوع و خضوع کے اظہار میں ہی ہے۔ بلائکہ کے متعلق حضور علیہ السلام کافران ہے۔ کہ فرشتوں کی وجہ سے اَحَلَّتِ السَّمٰوَاتُ اَسْمَانَ چرچرا ہے۔ جس طرح نیا کھادہ جانور پر رکھا جائے تو وہ چرچراتا ہے، اسی طرح آسمان بھی چرچراتا ہے کیونکہ آسمان پر ایک باشت بھی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو یا کسی دوسری عبادت میں مصروف نہ ہو۔ تو فرمایا کہ نہ تو جانور نیکر کرتے ہیں اور نہ ہی فرشتے بلکہ وہ خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

فرائض کے متعلق خاص طور پر فرمایا يُخَيَّرُ فَيُؤَدِّيهِ وہ اپنے
پروردگار سے خوف کھاتے ہیں اور کہتے ہیں فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ
يُؤَخِّرُونَ اور کہیں خدا تعالیٰ کی گرفت نہ آجائے وَيُخَيَّرُ فَيُؤَدِّيهِ
يَوْمَ تَأْتِي السَّحَابُ اور کہتے ہیں جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ فرائض اللہ
کے حکم سے سر موڑنا ہی نہیں کرتے۔ اسی طرح جائز اور دوسری چیزیں بھی
اپنے طبعی فرائض انجام دیتے جاتے ہیں۔ یہ صرف انسان اور جنات ہیں
جو مکلف مخلوق ہیں، انہی میں سے بعض لوگ تکبر کرتے ہیں اور اپنے
پروردگار کے حکم کی تعمیل سے گریز کرتے ہیں۔

سجدہ کی مختلف قسمیں ہیں جیسے سجدہ عبادت، (غناز) سجدہ شکر اور سجدہ تحقیر
ہے۔ سجدہ عبادت واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کثرت کے اختتام پر
بھی پڑھنے اور سننے والوں پر سجدہ ثلاث واجب ہو جاتا ہے۔ یہ قرآن پاک
کے کل چودہ مقامات میں سے ایک ہے۔ جہاں پہنچ کر سجدہ کرنا لازم آتا
ہے۔ اگر کوئی آیت سجدہ پڑھتے یا سننے وقت سجدہ کرنے کی حالت میں ہے
یعنی با وضو ہے تو فوراً سجدہ کرے، اگر نہ طہارت حاصل کرنے کے بعد
سجدہ کرے کیونکہ طہارت سجدہ کے لیے شرط ہے۔

ربما ۱۳ :

النحل ۱۶ :

درس ۱۲

آیت ۵۱ تا ۵۶

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَهَيْنِ إِلَّا هُوَ إِلَهٌُ وَاحِدٌ ۚ فَإِنِّي فَأَرْحَبُوكُمْ ۝ (۵۱) وَلَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَتَّبِعُونَ ۝ (۵۲) وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَرِمْنَ ۚ ثُمَّ إِذَا مَتَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْرُونَ ۝ (۵۳) ثُمَّ إِذَا كُفَّتِ الضُّرُّ عَنْكُمْ إِذَا فَرِّقُ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ (۵۴) لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَسَّوْا فُسُوفَ تَعْلَمُونَ ۝ (۵۵) وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَمْلِكُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۚ تَاللَّهِ لَكُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ ۝ (۵۶)

ترجمہ :- اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے نہ بناؤ دوسرے ۔ ایک

وہ ایک ہی معبود ہے ۔ پس خاص مجھ سے ہی ڈرو (۵۱)

اور اُنہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین

میں ، اور اُنہی کے لیے ہے اطاعت دہنی ۔ کیا تم اللہ

کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہو (۵۲) اور جو کچھ تمہارے

پاس نعمت ہے ۔ ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہے ۔ پھر

جب تم کو پہنچتی ہے تکلیف تو اُنہی کے سامنے جھکتے

ہر (۵۳) پھر جب وہ اللہ کو دیتا ہے تم سے ملکیت کو تو اپنا ایک گروہ تم میں سے اپنے رب کے ساتھ شریک کرنے والا ہوتا ہے (۵۴) انکو (نتیجہ یہ ہوا) یہ مانگنی کریں اس چیز کے ساتھ جو ہم نے ان کو دی ہے۔ پس فائدہ اٹھاؤ، پس عقیب تم جان لو گے (۵۵) اللہ مٹاتے ہیں یہ لوگ اس کے بدلے کہ جس کو نہیں جانتے، حسد، اُس میں سے جو ہم نے ان کو بخشی دی ہے۔ اللہ کی قسم تم سے فرود سوا کیا جانے گا یہی باتوں کے بارے میں جو تم انفرادی کیا کرتے تھے (۵۶)

پہلا آیت

گہ مشہد آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعثت انبیاء کا ذکر فرما کر مشرکین کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا۔ ہر نبی نے اپنی امت کو یہی تعلیم دی اَن تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَكُفُّوا عَنِ الْجُنُسِ جُہَا الطَّاغُوتِ یعنی صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی پرستش سے بچ جاؤ۔ پھر اللہ نے مختلف طریقوں سے توحید کے دلائل سمجھائے۔ اور آخر میں فرمایا کہ کائنات میں خدا کی پیدا کردہ تمام چیزیں جو جسم گھا ہیں۔ اللہ کے سامنے سجدہ دینے ہوتی ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ ہر ایسا وہ چیز کے سامنے زمین پر سجدہ کرتے ہیں۔ فرمایا آسمانوں کی ہر مخلوق خواہ وہ فرشتے ہوں یا جانور سب اللہ کے سامنے سجدہ دینے ہوتے ہیں اور انکار نہیں کرتے۔ اس کے برخلاف صرف انسانوں کا ایک گروہ ایسا ہے جو کلمہ لگا کر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے گریز کرتا ہے۔ اب آج کی آیات میں بھی اللہ نے توحید پر مضبوطی سے جکسنے کی تمہیں کی ہے۔ اور شرک کی بعض صورتوں کا رد فرمایا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے وَقَالِ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذْ اِلٰهًا مِّنْ دُونِہٖ الشِّرْکِ اللّٰہ نے فرمایا وہ مہدوت باؤ۔ جو مشرکین میں سے جو سب سے ایک گروہ ایسا ہی ہے

مختصرہ
اثباتیت

موجودہ معبودوں کا قائل ہے۔ اس باطل عقیدہ کا ذکر سورۃ النعام کی ابتدا میں بھی ہو چکا ہے کہ الشِّرْكَ فِتْنَةٌ وہ ہے جس نے کائناتوں اور زمین کو پیدا کیا وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ یہ لوگ کہتے ہیں کہ روشنی یا نیکی کو پیدا کرنے والا ایک خدا ہے جبکہ تاریکی یا بُرائی کا پیدا کنندہ دوسرا خدا ہے۔ خدا تعالیٰ نے دلوں پر اس باطل عقیدے کا رد فرمایا تھا کہ انہ جیوں اور روشنی کا خالق خدا کے واحد ہے۔ نہ کوئی یزدان ہے اور نہ اور میں جبکہ الشِّرْكَ وسعہ لا شریک ہے جو ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ اب آج کے دس میں بھی یہی قسم کے شرک کی تردید فرمائی ہے کہ وہ معبود نہ بناؤ۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ کَاذَبُوْا وہ معبود ہیں اور گئے پھر اَشْکِیْنَ کی تاکید بھی فرمادی ہے کہ الشِّرْکِ وحدانیت کے مقابلے میں اِثْمِیْتَ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے اِنَّحَا هُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وہ تو ایک ہی معبود برحق ہے اور انہی نے فرمایا تھا یَا عٰدِیّ قَدْ هَبْتُوْا کہ مرث تجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ میرے علاوہ نہ کوئی نفع نقصان کا مالک ہے اور نہ کوئی کسی کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کر سکتا ہے۔ خدا تو ایک ہی ہے اور باقی ساری اُن کی مخلوق ہے۔ اور مخلوق میں سے کسی کو اللہ کے درجے پر پہنچا دینا تو عبادت اور سخت ظلم ہے۔ غرضیکہ ایک آیت کریمہ میں الشِّرْکِ لے دو خداؤں والے عقیدہ کی تردید فرمائی ہے۔

عقیدہ اثنیت کے علاوہ عقیدہ تثلیث والے اس وقت اربوں کی تعداد میں دنیا میں موجود ہیں۔ عیسائی تین خداؤں کو مانتے ہیں۔ جس کی قرینہ سورۃ المائدہ میں آچکی ہے لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ کَانَ اَبْنَاءَ اللّٰہِ ثَلَاثَ کَلِمَۃٍ تینوں دن لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا۔ جنہوں نے کہا کہ الشِّرْکِ جنہوں میں جیسر ہے۔ یہ لوگ آپ اَیُّہَا اللّٰہُ رُوحِ الْقُدُسِ تین خدا مانتے ہیں۔ آپ سے مراد اللہ تعالیٰ، بیٹے سے مراد مسیح علیہ السلام اور روحِ الْقُدُسِ سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ ایک عقیدہ کے لحاظ سے آپ اَیُّہَا اللّٰہُ

مجموع تین خدا بننے ہیں مگر اللہ نے وہاں پر اس عقیدے کی سختی سے نفی فرمائی
 ہندوؤں میں آریہ سماجی مسلمانوں کے عقیدہ توحید سے کسی قدر متاثر ہونے
 اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ساتن دھرمی تو غلط ہیں جو کہ وڑوں معبودوں کو ماننے
 ہیں کیونکہ یہ عقیدہ عقل کے خلاف ہے، مگر وہ خود بھی تثلیث میں آکر پھنس
 گئے (عیسائیوں کی طرح انہوں نے بھی تین خدا بنائے ایک پر ماتا، خدا اور سر
 روح اور تیسرا مادہ، انہوں نے ان تینوں کو قدیم تسلیم کیا، بھاری شریعت کی
 روایت میں آتا ہے كَانَ اللّٰهُ وَلَدًا لِّكَ لَنُفَعَّدَنَّ مَنَ عَمَلًا
 یعنی ابتدا میں صرف خدا تعالیٰ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ دوسری کوئی
 چیز نہیں تھی، نہ روح تھی اور نہ مادہ، یہ مخلوق ہے جسے خدا نے اپنی صفت
 اور عقلی سے ظاہر کیا، اُس وقت نہ کوئی فرشتہ تھا، نہ جن اور نہ انسان، نہ
 اللہ کی ذات اور اعلیٰ کے ساتھ اس کی صفات تھیں، اس کے علاوہ کوئی
 چیز نہیں تھی، تو آریہ سماجیوں نے روح اور مادہ کو قدیم کیسے تسلیم کر لیا، ہندوؤں
 کے لاکھوں کروڑوں معبودوں کا انکار کرنے کے باوجود بھی یہ لوگ عقیدہ تثلیث
 کی بناء پر مشرک کے مشرک ہی ہے۔

سکڑوں
 معبود

جیسا کہ پہلے عرض کیا ہندوؤں کی ایک کثیر آبادی لاکھوں اور کروڑوں
 دیوتاؤں کو مانتی ہے، پرانے مصریوں میں بھی شرک کی بیشمار قسمیں پائی جاتیں،
 حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کوئی حقیر سے حقیر چیز بھی ایسی نہیں جس کی شرکوں
 نے پوجا نہ کی ہو، گوہر کے پجاری گج بھی موجود ہیں جوئے پرتہ بھگت کی اس
 کی پوجا کرتے ہیں، ناگ، چھپی والے سانپ کی پرستش کرتے ہیں، بلی کو
 معبود ماننے والے مشرک بھی دنیا میں موجود ہیں، سورج، چاند اور ستارے تو
 بڑی بڑی چیزیں ہیں جن کے پجاری بائبل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
 عقائد کے گواہی بھی دیتے، پھر پتھر کے دیوتاؤں کو ماننے والوں کی بھی
 کمی نہیں، حتیٰ کہ خردنگ کے پجاری بھی ہیں جو اگر محاسن کو پوجتے ہیں۔

یہ شرک کی مختلف قسمیں ہیں، جبکہ اللہ نے فرمایا کہ مجھ کو صرف ایک اللہ ہے۔ خالق صرف وہ ہے، باقی سب مخلوق ہے۔ وہی قادر مطلق، علیم کل، ہمد دان، ہمد بین اور ہمہ توان ہے۔ فرمایا جب وہ ایک ہی خدا ہے اگر پھر ان کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور خالص ان ہی سے درود۔

ارشاد ہوا ہے۔ وَلَا تَكْفُرْ بِاللَّهِ الْمَلَكُوتِ وَالْآرِضِ اُنہی اللہ تعالیٰ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ ہر چیز خلقِ ربِّ اللہ کے (محافظت) مگر (حکومت کے لحاظ سے) اور تصرفِ اللہ کے (محافظت سے) اُنہی ملک الملک کی ہے۔ ہوش کا خالق، مالک اور مدبر وہی ہے۔ سورۃ آل عمران میں ہے يُكَذِّبُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ

الْمُشْكِكِ الْإِيمَانِ الا تمہیں خلیفۃ اللہ کی بندگیوں سے لے کر زمین تک اور تحت القمری تک تدبیر کرنے والا وہی ہے۔ وہ کلی اقتدار کا مالک ہے، اُس کا کوئی نائب نہیں جو کسی کی عاقبت روائی کرے اور وَلَا

الْوَيْتِ وَأَصِحَّ اور اُنہی کے لیے ہے وَاللَّهُ اعْلَمُ وَأَحْسَبُ کا حق دانہ اور لازم ہوا ہے جیسا کہ سورۃ الصفات میں شیاطین کے متعلق فرمایا وَكُفَّارُ عَذَابٍ وَأَصْحَابُ يُعْنِي ان کے لیے دائمی

عذاب ہو گا۔ غرضیکہ فرمایا کہ دائمی اطاعت بھی اُنہی وعدہ لا شریک کی ہے۔ ملائکہ جوں یا ارض و سما کی تمام چیزیں، انکو جی طور پر اللہ تعالیٰ جن کی اطاعت کرتے ہیں۔ عقل کے دائرے میں رہ کر انسانوں میں سے

بہت سے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وعدہ نیت پر یقین رکھتے ہیں۔ وَكُفَّارُ عَذَابٍ علیہم العذاب (الحج) اور بہت سے ایسے ہیں جن پر سزا ثابت ہو چکی ہے۔ کیونکہ وہ توحید کو تسلیم کرنے کے باوجود

شرک کے مرتکب ہوتے ہیں اسی لیے فرمایا أَفَلَيْسَ اللَّهُ مُتَّقِي کیا تم اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہو؟ جن کو تم نے خدا کا شریک

بنا رکھا ہے۔ ان سے خواہ مخواہ ڈرتے ہو۔ حالانکہ انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے۔ نہ ان کی پاس تصرف ہے اور نہ وہ سب چیزوں کا علم ہی رکھتے ہیں۔ بھلا ان سے تم کیوں خوف کھاتے ہو؟

انعام
النہ

فَرَلَا وَمَا يَكُومُ مِنْ لَحْمَةٍ تَبَارَكَ بِاسْمِهِ
نعمت ہے هَكَذَا اللَّهُ وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے، نعمت حتیٰ ہو یا معصی، مادی ہو یا روحانی، ظاہری ہو یا باطنی، سب ان ہی کی طرف سے ہے سورۃ لقمان میں ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آسمان وزمین کی ہر چیز مسخر کر دی ہے وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ لَحْمَهُ ظاہر کہ وَبَاطِنَهُ اور اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتوں کو تم پر کامل بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کے اندر اتنا دار نہیں رکھی ہیں مگر ان کی کسی ایک نعمت کا بھی فکیر نہ انہیں کر سکا۔ اسی طرح بیرونی نعمات کا بھی کوئی شمار نہیں اللہ نے انسان کو وجود دیا، صحت، تندرستی، اندر کی، اولاد، زمین، مکان، تجارت، ساری عزت، اقتدار اور سوسائٹی میں اعلیٰ مقام عطا کیا، یہ سب کچھ بجانب اللہ ہے اور اس میں کسی دوسری ذات کا کوئی حصہ نہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ تمہارے پاس ہر وجود ہر نعمت اللہ ہی کی عطا کردہ ہے۔

مصیبت
میں صحت
الی اللہ

فَرَلَا إِذَا مَسَّكُمْ الشَّقِیُّ پھر جب تک کہ کوئی تکلیف پہنچتی ہے فَالْکَیْدُ یَجْعَلُکُمْ تَرْقُمُ اسی کے سامنے چلائے ہو، اور رو کر دعا مانگتے ہو۔ جب مریض کے سر پرانے کھڑے مادی ڈاکٹر عاجز آجاتے ہیں۔ کسی کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تو پھر دھمالہ انسان خدا کا ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ مولا کریم! ظاہری اسباب تو ختم ہو چکے ہیں اب تیری شفقت سے کتاب ہے، مگر دیکھو! لَقَدْ إِذَا تُكْفِتُ الشَّقِیُّ هَکْکُمْ جس وقت خدا تعالیٰ تم سے وہ تکلیف دور کر دیتا ہے إِذَا فَرَّقَ مَنْکُمْ مِنْ آهَمِهِ فِیْکُمْ تو اپنا کسم میں سے ایک

شر کا دکا ہے۔ اس طرح وہ غیر اللہ کے تقرب کے لیے حق کی نذر دنیا دہشتہ ہیں۔ لاکھ بھینس کا دودھ تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے مگر مشرک لوگ اسے شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیدہوں کے نام پر دیتے ہیں۔ بکرا یا دنبہ بھی خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ وہ ذات صاحب کی نیاز کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے یہ تو اللہ کی عطا کردہ روزی میں سے غیر اللہ کا حصہ نکالنے والی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مشرکانہ عقیدے کی سخت تردید فرمائی ہے۔

نذر غیر اللہ کی کئی مثالیں مذکورہ مشاہدے میں آئی ہیں۔ ایک دفعہ ہوائی اڈے سے تانگے پر سوار ہونے۔ ایک پلوان صاحب نے ایک سرٹا آڑہ دنبہ بھی تانگے میں سوار کرایا۔ اگر جبرائیل کی طرف آتے ہوئے میں نے پوچھا کہ قربانی کا موسم تو نہیں ہے، پھر یہ دنبہ کہاں لے جا رہے ہو، کہنے لگے یہ ذات صاحب کی نیاز ہے۔ میں نے کہا، اللہ کے بندے! اللہ کی نیاز کرو۔ کہنے لگے، اللہ کیا اورداتا کیا، ایک ہی بات ہے۔ بعض لوگ شرک میں اتنے پختہ ہوتے ہیں، محمود مالدہ غازی کے نام کی لکھنے دہستان میں مشہور ہے۔ شیخ سدھو کا بکرا بھی دیا جاتا ہے۔ دہلی کے بی بی کی صاحب خیمتے ہیں۔ ایک بڑے کھلے برتن میں کھانا رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے صرف عورتیں ہی کھائیں گی، مرد نہیں کھا سکے، اور عورتوں میں بھی دو خصوصی عورت (دوسرے نکاح والی) نہیں کھا سکتی۔ امام جعفر کے گوندے بھی تیار کیے جاتے ہیں جنہیں صرف چھت کے نیچے ہی کھایا جاتا ہے اس قسم کی نذر غیر اللہ مختلف علاقوں میں مختلف طریقوں سے دی جاتی ہے اور اس پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کر کے خود ہی اسے مشکل بنا دیا جاتا ہے حیدر آباد دکن کے ایک بزرگ نے جبار میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا تھا۔ ان کی قبر پر لوگ درخواستیں پیش کرتے ہیں۔ میں نے خود وہاں درخواستوں کا اتنا انبار دیکھا کہ جس سے پر اثر شرک بھر جائے۔ شاید لوگ

سمجھتے ہیں کہ اس بزرگ نے وہاں کلک مقرر کر رکھے ہیں جو لوگوں کی دھناتیں ان کے پاس پیش کرتے ہیں۔ بعض لوگ قبر پر قرآن خوانی کرتے ہیں کہ بزرگ خوش ہو کر ہمارے مقصد پر راہ کر دے گا۔ قبروں کو غسل دیا جاتا ہے، ان پر پادریں چڑھائی جاتی ہیں۔ وہاں کی خاک کو منہ اور آنکھوں پر نکالا جاتا ہے، کوئی قبر کو چوم رہا ہے۔ کوئی وہاں ناک رگڑ رہا ہے اور کوئی اس پر سر رکھے ہوئے ہے بعض لوگ قبروں سے پتھر، کھنڈ وغیرہ اٹھا کر لے جاتے ہیں کہ ان سے شفا پائی جاتی ہے۔ صوبہ سرحد میں قبروں پر جینٹل لہرائے کا عام علاج ہے جن پر بڑی مقدار میں کپڑا لٹکایا جاتا ہے حالانکہ یہی کپڑا کسی غریب کے تن ڈھانپنے کے کام آسکتا ہے۔ یہ سب خدا کی عطا کردہ چیزوں میں سے چیزوں کا حصہ مقرر کرنے کی مثالیں ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ شرک لوگ یہ سب شرکیہ باتیں کرتے ہیں۔ مگر ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ یہ رسم کیوں ادا کی جاتی ہے اور اس کا موجب کون ہے۔ مگر یاد رکھو! تَاللّٰہُ الشُّرَکِیُّ قَسَمٌ۔ اللہ نے خود اپنی قسم اٹھا کر مندرایا ہے لَئِنْ سَأَلْتُمْ عَمَّا کُنْتُمْ تُفَعِّلُونَ کہ جو کچھ تم افراء کرتے ہو، اس کے متعلق ضرور سوال کیا جائے گا۔ قیامت والے دن تمہیں جواب دینا ہو گا کہ یہ شرکیہ رسم تم نے کہاں سے نکالی اور تمہارے پاس اس کی کیا دلیل تھی۔ کیا کسی الہم نے یا بزرگ نے کہا تھا کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی نیاز دیا کرو۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی ساری کاروائیاں افراء کے ذمے میں آتی ہیں اور انہیں ایصالِ ثواب یا صدقہ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ تو چیزوں کی نیاز ہے جنہیں نفع اور ضرر سمجھ کر دی جاتی ہے۔ فوت شدگان کے لیے صدقہ خیرات اور استغفار کرنا لازماً ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کا ثواب سونے والوں کو پہنچائے اور یہ ملت ابڑھی لاسد اصول ہے۔ مگر خذو نیاذ کی مراد حسب فضلیں شرک ہیں

یہ ہے ایسی چیزیں کہ جن میں شریعت کا حکم ہوتا ہے۔ لیکن اس
 سے میں کیا سنتوں کے نام سے غرور ہوا ہوں۔

ربعا ۱۳

النحل ۱۶

درس سیزدہم ۱۳

آیت ۶۰، ۶۱

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَلَاءَ سُبْحَنَهُ وَلَهُمْ مَا
 يَشْتَهُونَ ﴿۵۷﴾ وَإِنَّا بِبَشَرِهِمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَمَ
 وَجْهَهُ مُسَوِّدًا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ
 مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ
 يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۵۹﴾
 لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلَّهِ
 الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۶۰﴾

ترجمہ :- اور شہادت ہے یہ لوگ اللہ کے لیے جلیاں پاک
 ہے اس کی ذات ، اور اپنے لیے وہ کچھ ج وہ پہنتے ہیں ﴿۵۷﴾
 اور جب خوشخبری دی جائے ان میں سے کسی کو بیٹی کی تو ہر ہانا
 ہے اُس کا چہرہ سیاہ اور وہ غم میں مبتلا ہوا ہوتا ہے ﴿۵۸﴾
 چپتا ہے قوم سے اس بری خبر کی وجہ سے (اور خیال
 کرتا ہے کہ) لوگ انکے اس کو ذلت پر ، یا داب سے اس
 کو مٹی میں پسند آ پڑا ہے وہ جو یہ فیصلہ کرتے ہیں ﴿۵۹﴾
 ان لوگوں کے لیے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ، یہ بری مثال
 ہے اور اللہ کی مثال جلد ہے اور وہ زبردست اور حکمت
 کا مالک ہے ﴿۶۰﴾

گزشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے دو خدا بننے والے پرسیوں یا تفریق فرستے رہدایات

وہ لے مشرکوں کا رد فرمایا۔ پھر مطلق شرک کرنے والوں کی خدمت بیان فرمائی کہ وہ اپنی کمائی میں سے غیر اللہ کے تقرب کے لیے ان کے نام کی تندہ دنیا دہیتے ہیں۔ فرمایا نعمتیں تو ساری کی ساری خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں تو اس میں سے دوسروں کا حصہ نہ لے لے گا کیا مطلب؟ تکلیف تو اللہ تعالیٰ کو دے کر اسے مگر تندہ دنیا ز اختیار کی دی جاتی ہے۔ فرمایا یہ لوگ اس چند روزہ زندگی سے فائدہ اٹھالیں، آگے چل کر انہیں پتہ چل جائے گا۔ جو یہ افتراء کیا کرتے تھے اب اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی ایک اور قسم کا رد فرمایا ہے فرمایا **وَيَجْعَلُكَ كَلِمَةً يُدْفَعُ الْبَلَاءُ** اور مٹھارتے ہیں یہ لوگ اللہ کے لیے بیٹیاں۔ پھر ان کو دیویاں مان کر ان کی پوجا کرتے ہیں اور حاجت بھلا اور مشکل کٹا مانتے ہیں۔ دیویوں کا تصور عربوں کے علاوہ دیگر اقوام میں بھی پایا جاتا تھا۔ مثلاً ہندوؤں میں کھنکھنے والی کالی دیوی مشہور ہے جس کے نام پر کھنکھتے میں منہ بھی نہا ہوا ہے۔ بیاں پر ان لوگوں، خاص طور پر جسٹے بھگوں کو کالی دیوی کی جینٹ (قرالی) اچھلایا جاتا ہے اگر اس کا حصہ مٹھرا ہوا جائے اور وہ لوگوں پر قہر کا باعث نہ بنے۔ اسی طرح یونانی زہرہ سارے کو دیوی مانتے تھے اور اس کے نام پر مندر بھی بنا رکھا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا۔

يُجْعَلُكَ كَلِمَةً يُدْفَعُ الْبَلَاءُ

يُجْعَلُكَ كَلِمَةً يُدْفَعُ الْبَلَاءُ

یعنی زہرہ دیوی کی دہلیز پر قسمت کی دو شیشیاں رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک بوتل میں خیر ہے اور دوسری میں شر ہے۔ اگر یہ دیوی خیر و شر کی مالک ہے۔ پرانے آئینوں میں بھی اس قسم کا تصور پایا جاتا تھا۔ عرب کے بعض قبائل جو غزاعہ و عین و فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے اور کھنکھتے، اگر جنہیں (مادر جن) ان کی مائیں ہیں۔ اسی باطل عقیدے کے متعلق اللہ نے سورۃ الصفات میں فرمایا ہے **وَجَعَلُكَ كَلِمَةً يُدْفَعُ الْبَلَاءُ**

نَسَبًا اِنْ پختوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ داری قائم کر رکھی ہے۔ گویا جنات خدا تعالیٰ کے کسرال ہیں اور پھر اس کے نیچے میں فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔

فرمایا، دیکھو! یہ کتنا باطل عقیدہ ہے۔ حقیقت میں مُسَبَّحَاتُ خدا تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے پاک ہے۔ خدا کی طرف اولاد کی نسبت کن نہایت ہی گستاخی اور بے ادبی کی بات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان رفیع کے بالکل خلاف ہے کہ اس کی کوئی بیوی اور اولاد ہو۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے قریشیوں کا تصور رکھتے ہیں وَلَهُمْ عَمَّا يَتُمْسِكُونَ اور اپنے لیے وہ کچھ چاہتے ہیں جو انہیں پسند ہے۔ یعنی خدا کی بیٹیوں کے مقابلے میں اپنے لیے اپنے پسند کرتے ہیں جو کہ جیسے بھی عقل کے خلاف ہے۔ فاری کا مفہور ہے "اچھڑ بر خود پسندی اور دیگرہ ہندی" یعنی جو چیز خود پسند نہیں کرتے اور دوسروں کے لیے کیسے گوارا کرتے ہوں؟

اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے بعض عرب قبائل کے اس غم و غصہ کا ذکر کیا ہے جس کا اظہار وہ اپنی بیٹی کی پیدائش پر کیا کرتے تھے۔ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنثَىٰ أَتَىٰ نَفْسًا كَرِهَ اللَّهُ مُطَاعًا خواجہ غفری دی بانی ہے۔ یعنی کسی شخص کے گھر میں پیدا ہوتی اور اس بات کی اطلاع اسے دو دن میں نہیں دی جاتی، تو پھر اس کی حالت یہ ہوتی فَكَرِهَ مُطَاعًا اس کو مُطَاعًا ہوتا ہے۔ یہ خبر اس پر پہلی بن کر گئی کہ وہ ایک بیٹی کا باپ بن گیا ہے وَقَتْلُ كَاهِنَةٍ اور وہ غم سے تعلق ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ بیٹی کی پیدائش پر ان مشرکین کی یہ حالت ہو جاتی ہے مگر انہی بیٹیوں کی نسبت اللہ کی طرف کرنے میں فدا شرم نہیں کھاتے۔ اور پھر وہ اپنی اس ہنسی کے سر خود دلخ کو دھونے کے لیے طرح طرح کے جیلے بنائے کرتے ہیں۔ فرمایا يَكُونُوا زِينَةً الْقَوْمِ مِنَ سُوءِ مَا كُتِبَ لَهُمْ پھر وہ اس بڑی غیر کی وجہ سے

پر کیا جی

قوم سے چھپتا پھرتا ہے، کسی کو اپنا منہ نہیں دکھانا چاہتا کہ لوگ کہیں گے اس کے دل میں بیٹی پیدا ہوتی ہے اس شرم کے بارے میں وہ اپنی بہن اور گھراں میں چھوڑ دیتے۔ چنانچہ امام باقرؑ نے ”البيان والتبيين“ میں ایک عورت کے چند اشعار لکھے ہیں۔ جن میں اسی تہج صورت حال کو بیان کیا گیا ہے، بھیجی کی پیدائش پر جب اس کا خاوند گھراں ہی چھوڑ بیٹھا ہے تو وہ لے اس طرح خطاب کرتی ہے۔

مَصَادِقَ هَمَزَةٍ لَا يَأْتِيكَ
نَبِيْتُ فِي بَيْتِ الْاِثْنَيْنِ

اے ابوہزہ! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو ہمارے پاس نہیں آتا بلکہ پڑوسیوں کے گھر میں رہتا ہے۔

عَشَّامَاتُ اَلَا يَلِدُ الْبَنَيْنَا
فَاَللّٰهُ مَا ذَاكَ بِاَيُّ دِيْنٍ

تراس بات سے ناراض ہے کہ ہم بچے نہیں جنیتیں
مالک بن نوید کی قسم یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے

تَحْتِ كَعْدِجٍ لِّسَا
فَدَّ كَدَعُونَا فَيَسَا

ہم عورتیں تو کہیتی کی مثال ہیں کہ جیسا بچ پڑا
ہے ویسی ہی پیداوار مورتی ہے۔

وہ بد نصیب جو بیٹی کی پیدائش پر پریشان ہو جاتا ہے، اس سے

گھونڈا سی کے لیے طرح طرح کے منصوبے بناتا ہے، اپنے دل میں سوچتا

ہے اَيْمُنُ كَدَّ عِلَّافٍ هَوْنٌ كِيَا مِيْنَ ذِلَّتِ بَرْدِ اَشْتِ

کرتے ہوئے بھی کہ روک رکھوں آئم یہ کدشتہ فی القواب

یا بیٹی میں راب دوں۔ وہ بے وقوف لوگ بھیجی کو اس لیے باعثِ فحش

بیٹی سے
گھونڈا سی

سمجھتے تھے کہ بڑی ہوگی تو اس کی شادی ہوگی اور پھر لوگ کہیں گے کہ یہ
 فلاں کا داماد ہے وہ یہ نہیں سوچنا کہ وہ بھی تو کسی عورت ہی کا جنا ہوا ہے
 اگر عورت نہ ہوتی تو اس کی اپنی پیدائش کب ممکن ہوتی۔ وہ لوگ محض خود غم
 مائلانہ بغیرت کو دیکھنے سے ٹھکانے بیٹھے تھے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے
 فرمایا اَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ، دیکھو یہ کتنا بڑا فیصلہ کرتے ہیں، بہر حال
 سارے عرب بچوں کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک نہیں کرتے تھے بلکہ چند قبائل
 بنو خزاعہ، بنی کنانہ، بنو نصر اور بنو تمیم تھے جو عام طور پر بچوں کو زندہ درگور
 کر دیتے تھے۔

اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب بچی چھٹے سال میں پنجنی تو اس کو خوب شہلاہ زندہ درگور
 کر اور نئے کپڑے پہنا کر باہر جنگل میں لے جاتے اور پھر اس مقصد کے
 لیے پہلے سے کھودے گئے گڑھے میں پھینک کر اوپر مٹی ڈال دیتے
 بعض بد بخت پانی میں ڈبو کر چوک کر میتے یا کسی پارٹی سے نیچے گرا دیتے
 بہر حال لومولود بچوں کا یہ قتل عربوں میں رائج تھا۔ اس کی جگہ بنی کا ذکر اللہ
 تعالیٰ نے سورۃ النکور میں کیا ہے وَلَئِذَا السَّعُودُ كَذَّبْتُمْ بِآيَاتِهِ
 ذُنُوبَ قَتَلْتُمْ قِيَامَتِ دَاوُدَ وَكَانَ يَكْفِي سَ
 پہنچا ہونے لگتا، کچھ کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ ان بے نصیبوں
 کو اس وقت پتہ چلے گا۔ جب انہیں اس ظلم کا انکار نہ پڑے گا۔

حضرت علیہ السلام کے صحابی حضرت قیس نے آپ کی خدمت میں
 عرض کیا کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں، بہت پریشان رہتا ہوں۔ وجہ
 یہ ہے کہ میں جاہلیت کے دور میں آٹھ بچیوں کو زندہ درگور کر چکا ہوں
 مجھے اب محسوس ہوتا ہے کہ میں کتنے بڑے ظلم کا مرتکب ہوا ہوں۔
 آپ علیہ السلام نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلام پہلے سے کئے گئے
 گناہوں کو منہم کر دیتا ہے۔ اب تمہارے کرنے کا کام یہ ہے کہ انہیں

سے ساجد گناہوں کی معافی طلب کرو۔ نیز ہر زندہ و دگر کردہ بچی کے عوض ایک غلام آزاد کرو۔ اس شخص نے عرض کیا حضور! میرے پاس غلام نہیں ہیں جو آزاد کر سکوں، البتہ میرے پاس جانور ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر بچی کے بدلے ایک اونٹ دی کر دو، شاید گھبراگاہ رب العزت میں کچھ کفارہ بن جائے۔ تاہم عام قانون یہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کردہ گناہوں پر گرفت نہیں ہوگی۔

امام رازیؒ اور بعض دوسرے مفسرین نے بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ جب سے اسلام لایا ہوں۔ سخت پریشانی میں مبتلا ہوں حتیٰ کہ راتوں کی پندرہ بجی اچاٹ ہو گئی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں میرے ملاں بچی پیدا ہوئی جس کا میں نے بہت عزائم کیا، تاہم میں نے اُس کو زندہ سُننے دیا۔ پھر جب وہ مجھے ملال میں داخل ہوئی تو میں نے اس کی ماں سے کہا کہ اسے بتلاؤ، اچھے کپڑے پہناؤ، سرمہ لگاؤ اور خوب زینت کا سامان کرو۔ پھر جب وہ تیار ہو گئی تو میں نے کرجنگل کی طرف چل دیا۔ میں اسے ایک گھر سے گزرتے ہوئے گیا جو میں نے اس مقصد کے لئے پہلے ہی کھود رکھا تھا۔ میں نے بچی سے کہا کہ ذرا اس کنوئیں میں جھانک کر تو دیکھو۔ جو نئی اُس نے اُدھر قریب کی میں نے قہقہے سے دھکاتے کر اُسے کنوئیں میں گرا دیا۔ وہ بڑی چیخی چلائی اور ابا ابا کہہ کر پکارتی رہی، مگر میں نے گور سے سٹی ڈال کر اُسے زندہ گاڑھ دیا۔ مجھے یہ حرکت بہت پریشان کر رہی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام لانے سے پہلے کے گناہوں کے متعلق اب سوائے استغاثے اور کچھ نہیں کیا جاسکتا، یا پھر صدقہ خیرات کرو۔ غلام آزاد کرو یا جانوروں کی دی بے بیش کرو تاکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دور ہو۔

حضرت علیؑ کے زمانہ میں عرب کے دو مشہور شاعر فرزدق اور عمریہ

ہوئے۔ دونوں مسلمان تھے مگر ناذانی عصبیت کی وجہ سے ایک دوسرے کے درمقابل تھے اور ایک دوسرے کی ہجریان کیا کرتے تھے۔ ان میں سے فردزدق کے متعلق آتا ہے کہ اُس کا دارا صفحہ حضور کا صحابی تھا۔ ناذان جاہلیت میں اُس میں یہ بہت بڑی غریبی تھی کہ جہاں کہیں اُسے پڑ چلا کہ فلاں شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے اور وہ اُسے زندہ درگور کرنا چاہتا ہے تو وہ اُس شخص کے پاس جاتا، اُسے بچی کے عوض دو اونٹ اور کچھ مال دے کر بچی کو حاصل کر کے اُس کی جان بچا لیتا۔ کہتے ہیں کہ اُس ناذان میں اُس نے تین سو ساٹھ بچیوں کی جان بچائی۔ اللہ نے اُس ناذان جاہلیت میں بھی اُس شخص کے دل میں ایسی شفقت پیدا کر دی تھی مگر بچیوں کو قتل کرنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی جو بچی کی پیدائش کو بدنامی کا باعث سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی واقعات کے متعلق -----

اشادہ فرمایا ہے کہ جب انہیں بچی کی پیدائش کی خبر ملتی تو ان کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور سوچنے لگتے کہ ایسی بچیوں کو زندہ رکھو کہ بدنامی مول لی جائے یا اُسے زندہ درگور کر دیا جائے۔

مفسرین کرام قرآن مجید فی التراب کے دو مطلب بیان کرتے ہیں۔ ایک مطلب تو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہ لوگ اپنی نام نہاد وحیرت کی بنا پر بچیوں کو قتل کر دیتے تھے، اور دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ معاشی بد حالی کی وجہ سے اپنی اولادوں کو قتل کر دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ ان کو لاکھوں کھائے گا۔ اللہ نے ایسے ہی باطل خیال کا رد کرتے ہوئے فرمایا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ إِنَّكُمْ مَرِضُونَ (مائدہ ۳۱) یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ جو خدا تعالیٰ تمہیں روزی دے رہا ہے، وہ ان کے لیے بھی بندوبست کرے گا۔ اسی طرح پنجاب میں

ہمیزگی
لعنت

بچپنوں کے نکاح میں جیسا کہ مذکور دوسرا بنا ہوا ہے۔ والدین جیسا کہ پہلے
کی وجہ سے بچپنوں کا نکاح نہیں کر سکتے اور اسی اختیار میں بچپنوں کو مردک لیا
جا آتا ہے۔ بعض والدین بچپنوں کو خالی ہاتھ رخصت کرنے میں اپنی ناکامی
بنالیتے ہیں اور اب بعض لڑکے کے طے بسے چوڑے جیسا کہ ملاحظہ فرمائیے
ہیں جس کی وجہ سے کتنی ہی لڑکیوں کی عمر برباد ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ
سب کو ہدایت دے تاکہ بچپنوں کے نکاح سنت کے مطابق ہمارگی
سے انجام پائیں اور لوگوں کو جیسا کہ لعنت سے نجات حاصل ہو جائے۔

عورت نصف
انسانیت ہے

عورت کو ذلیل اور حقیر سمجھنا محنت جہالت کی بات ہے اللہ تعالیٰ
نے اپنی حکمت بالاسے جیسی تفریق پیدا کر دی ہے، کسی کو مرد بنایا ہے
اور کسی کو عورت۔ کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ عورت کو محض عورت سمجھنے
کی بنا پر حقیر سمجھے۔ کسی کو لڑکے کے برابر کی ایہ بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں
ہے کسی مخلوق کے بس میں نہیں ہے۔ یہ اللہ کی مملکت کے مطابق
ہوا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تاہم عورت نصف
انسانیت ہے۔ متحد دنیا میں عورت کی بھی اتنی ہی ضرورت ہے
جتنی مرد کی۔ اگر مرد کو اللہ نے عورت پر فوقیت عطا فرمائی ہے تو اسے خدا
کا شکر ادا کرنا چاہیے اور عورت کو ذلیل سمجھے۔ اللہ نے عورت کے لیے
بھی خاص احکام مقرر فرمائے ہیں اور اس کو خاص فرائض سر پہے ہیں۔ قانون
کی نظر میں وہ بھی مرد کی طرح باعزت ہے۔ اس کو بھی کرامت و راحت کی ضرورت
ہے جس طرح مرد کو۔ ذیل انسانی کی بقا کے لیے عورت اور مرد دونوں کی
ضرورت ہے، لہذا اپنی کی پیدائش پر بھی اسی طرح خوش ہونا چاہیے جس
طرح بچے کی ولادت پر ہے۔

فَرَأَىٰ الرَّكَبَ يُنَادُوا بِرَأْسِهِمْ يَا غَسَقُ مَا أَهْلَكَ الشُّوْبَ
جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی برکی مثال ہے جیسا کہ حقیر و ذلیل

کام کرتے ہیں وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی اور اللہ ہی کی مثال بلند و برتر
 ہے۔ وہ وحدہ لا شریک ہے، نہ اس کی بیوی ہے نہ بچے، وہ غنی، مسکین
 اور بے نیاز ہے وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وہ کمال قدرت
 اور حکمت کا مالک ہے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنانا چاہیے
 فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مقررانا باطل عقیدہ ہے۔ ان آیات میں اللہ نے
 مشرکوں کا ذہنی پس منظر بیان فرمایا ہے۔

وَلَوْ يَوَازِدُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا
 مِنْ دَابَّةٍ وَلَئِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَى أَجَلٍ
 مُسَمًّى فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ
 سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا
 يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنُهُمُ الْكُذِبَ أَنَّ
 لَهُمُ الْحُسْنَىٰ لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ
 وَأَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ ﴿٦٢﴾ تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ
 أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَرِيقٌ لَّهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالُهُمْ
 فَهُوَ وَلِيُّهُمْ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾
 وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِلْبَيِّنِ لَهُمُ
 الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ
 يُؤْمِنُونَ ﴿٦٤﴾ وَاللَّهُ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَالِهًا
 بِهِ الْأَرْضُ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً
 لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٥﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ نوازہ کن لوگوں سے ان کے
 ظلم کی وجہ سے تو نہ چھوڑتا اس (زمین) پر کوئی پلٹے پھرنے

والا ۔ لیکن اللہ مہلت دیتا ہے ان کو مقررہ وقت تک ۔
 پس جب کہا جائیگا ان کا مقررہ وقت تو نہیں دیکھے ہوں گے
 ایک گھڑی بھر (اس سے) اور نہ آگے (۶۱) اور عطا کرتے ہیں
 یہ لوگ اللہ کے لیے وہ چیز جس کو یہ خود ناپسند سمجھتے
 ہیں ۔ اور بیان کرتی ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کو ان کے
 لیے سبھائی ہے ۔ مقررہ پر مقررہ جیک ان کے لیے (کوئی)
 کی (آگ) ہے ۔ اور وہ آگے بٹھائے گئے ہیں (۶۲) اللہ کی
 قسم جیک ہم نے سیمیا استوں کی طرف آپ سے پہلے
 رسولوں کو ۔ پس ستریں کیا ان کے لیے شیطان نے ان
 کے (خطا) اٹھال کر ۔ پس وہی آج کے دن ان کا فریق
 ہے ۔ اور "یہ لوگوں کے لیے عذاب الیم ہے (۶۳)
 اور نہیں اندری ہم نے آپ پر کتاب مگر اس لیے
 تاکہ آپ بیان کریں ان کے لیے وہ چیز جس میں وہ
 اختلاف کرتے ہیں ۔ اور یہ ہدایت اور رحمت ہے
 ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں (۶۴) اور اللہ
 کی ذات وہ ہے جس نے امارا آسمان کی طرف سے
 پانی ۔ پس زندہ کیا اُس کے ساتھ زمین کو (اس کے خشک
 ہونے کے بعد) ۔ جیک اس میں البتہ نشانی ہے
 ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں (۶۵)

راہِ آیات

مگر مشرکوں کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے دلائلِ توحید بیان فرمائے اور وہ
 لوگ ان علم میں فرمایا کہ وہ خدا نہ بناؤ بلکہ سمجھو برحق تو صرف ایک ہی ہے پھر اللہ
 نے مشرکوں کی مختلف کارگزاریوں کا ذکر فرمایا ۔ مجاہدان کے ایک یہ بھی سختی کر

خدا تعالیٰ کی بیٹیوں کا تصور رکھتے تھے جو کہ انہی کی شان میں گستاخی اور سخت
 بے ادبی ہے۔ فرمایا کہ اپنے لیے کبھی پسند کرتے ہو مگر خدا تعالیٰ
 کی نسبت اپنی ناپسندیدہ مخلوق بیٹیوں کی طرف کرتے ہو۔ ان کی حالت
 یہ تھی کہ اگر کسی شخص کو اس کی بیٹی کی ولادت کی خبر دی جاتی تو غم و غصہ
 اور حسرت کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور پھر وہ سوچنے لگتا کہ
 اس بیٹی کو زکات برداشت کرتے ہوئے زندہ ہٹ دوں یا پھر ذرا ہی
 زندہ نہ کر دوں۔

ظالموں
 کی گرفت

اب آج کی آیات میں بھی اللہ نے مشرکین ہی کا رد فرمایا ہے
 اور ساتھ ساتھ اپنی قدرت و امر اور حکمت بالغہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ
 کی قربانی کی وجہ سے اکثر و بیشتر مجرمین کو اس دنیا میں سست دی جاتی
 ہے۔ مگر نہ اس کی گرفت تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر بھی آسکتی ہے۔
 ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَوْ كُنَّا خِذْلًا لِّلنَّاسِ لَنُظْلِمَهُمْ
 اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کا مواخذہ کرنا مٹا دیتا
تَلَيَّهِمْ۔ آج آیت میں النَّاسِ کا لفظ عام ہے جبکہ اگلے لفظ
وَالْجِبَالِ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ گرفت
 کرنے پر گئے تو انسانوں کے گناہوں کا اثر جانوں پر بھی پڑے اور وہ انسانوں
 کے ساتھ ہی ہلاک ہو جائیں۔ باقی رہا ظلم کہ انہی کی حدود و قیود کیا ہیں، تو
 یہ لفظ بھی عام ہے اور ہر چیز سے چھوٹی خطا سے لے کر بڑے سے
 بڑے گناہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے مسجد میں داخل
 ہونے کے وقت، دائیں کی بجائے بائیں پاؤں پہلے رکھ لیا تو یہ بھی ظلم میں
 شمار ہوتا ہے۔ البتہ بعض مفسرین نے خاص کیا ہے۔ جیسے ان
الْمُشْرِكِ كَفَرًا عَصِيًّا (شُرک، کفر، عصیان) شرک بہت بڑا ظلم ہے

اور کفر کے متعلق بھی فرمایا **وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ** (البقرہ) کافر ہی ظلم کرنے والے ہیں۔ تو گویا اگر اللہ تعالیٰ سزا دینا چاہے تو اونی سے اونی یا بڑے سے بڑے گناہ پر کر سکتا ہے اور پھر اس کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نئے زمین پر نہ کوئی انسان نظر آنے اور نہ چھوڑنا پڑے اور کیسے ممکن ہے کہ اللہ سب کو ہی عیا سیٹ کرے مگر یہ چیز اس کے قانونِ اہمال و تدبیر کے خلاف ہے وہ بہا الوقت و دنیا میں مہلت دینا رہتا ہے۔ **سَيَسْأَلُ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حَبِطَ لَا يَكُفُّونَ إِلَّا الْقَلَمُ** وہ ایسے ذرائع سے مہلت دیتا ہے جو لوگوں کے دھم دنگان میں بھی نہیں ہوتے اور پھر جب وہ مہلت ختم ہو جاتی ہے تو اللہ کا فیصلہ آجاتا ہے۔ جسے کوئی روک نہیں سکتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ کے سامنے کسی شخص نے اس بات کا ذکر کیا کہ ظالم آدمی صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا، انہیں بلکہ ظلم کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔ **فَرَأَىٰ آتِ الْخَبَارَةِ يَسْأَلُ عَنْهُمْ لَوْلَا مَنَ الظَّالِمِينَ** یعنی بھلی مرغا (دوسرا) ظالم کی وجہ سے اپنے گھرنے میں لاغر ہو کر مر رہا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے یہی منقول ہے کہ کیڑا بنی بل میں ظلم کی وجہ سے مر رہا ہے۔ گویا ظلم کا اثر دوسری چیزوں پر بھی پڑتا ہے۔ بخاری، مسلم اور بیہقی امام ائمہ کی روایت میں آتا ہے کہ جب کوئی ظالم، فاسق اور مجرم آدمی مر جاتا ہے تو جانور، درخت، حتیٰ کہ ہر چیز خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہے کہ وہ ظالم کی کسوٹ سے چھوٹ گئی۔ ظلم ہر حال برا ہے خواہ وہ عقیقہ میں کفر و شرک کی شکل میں ہو یا اعمال میں جو روحِ جاکی صورت میں۔

مقررہ وقت
نہایت

فرمایا اگر اللہ تعالیٰ ظالموں کا مواخذہ کرے تو فرشتے اور ان کے گناہوں پر سے کیسی کھینچی جائے گا۔ **وَاللَّهِ أَجْبَلُ مَسْأَلَةٍ**

بکہ وہ لوگوں کو مقررہ وقت تک صلت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر فرد پر قوم ہر مٹی اور ہر ملک کے لیے اپنی حکمت کے مطابق ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ پھر جب صلت گزرنے کے بعد مقررہ وقت آجائے لَا يَسْتَأْذِنُ وَلَا يَكْفُرُ وَلَا يَسْتَأْذِنُ وَلَا يَكْفُرُ تو جس کو یہ صلوٰۃ ایک گھڑی بھی نہیں اس وقت سے پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے بکھینچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے ہے اور وہ لوگ خدا تعالیٰ کی گرفت میں آجاتے ہیں۔ یہ تو اللہ کا عام قانون ہے کہ وہ صلت دینا رہتا ہے مگر بعض اوقات وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق جلدی بھی گرفت کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس کی فضا میں کسی کو دخل کی مجال نہیں۔

برائے
مصلحت کی
ترقی

فرمایا، وَيَجْعَلُونَ لَكَ مَا يَكْفُرُونَ اور ٹھہراتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے وہ چیز جس کو خود ناپسند کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے لیے تو میٹوں کو پسند نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں بٹھراتے ہیں۔ خود تراپنی ملکیت میں کسی کو شریک کرنا پسند نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بٹھراتے ہیں اپنے حق میں ذرا بھر بھی کوتاہی یا استخفاف کو پسند نہیں کرتے مگر اللہ کے فرشتوں اور نبیوں کی گستاخی کرتے ہیں اور خود رب العزت کی بارگاہ میں بے ادبی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ فرمایا ان تمام زیادتیوں کے باوجود لَا يَصِفُ إِلَّا سِفْهُ عَمَّا كَذَبَ ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں۔ اگر کچھ الْحَسَنَاتِ کہ عبادہ اپنی کامیابی تمام تر خرابیوں، نافرمانیوں اور کفر و شرک کے باوجود ان کا دعویٰ یہ ہے کہ جلدائی اپنی کا حق ہے جو ضرور انہیں حاصل ہوگا۔ مشرک لوگ تو صاف کہتے تھے کہ اقل ترقیامت کا کوئی قصور ہی نہیں ہے اور اگر بالظن قیامت واقع ہو گئی تو وہاں پر

بھی ہیں ہی کامیابی حاصل ہوگی، اہلاری کسی سہولت میں کمی نہیں آئے گی۔ فرمایا یہ لوگ کسی جھوٹی بات کو سب سے ہیں۔ عقیدے کی ہر بنیاد پر ہر طرف سے ہر حال میں ہر بہ کڑاری کا منظر ہو کر رہے ہیں مگر توفیق اچھائی کی کر رہے ہیں۔

فرمایا حقیقت یہ ہے لَا جُنْدَ لَكَ لَهُمُ النَّارُ ان کے لیے تو ضرور ہر ضرور دوزخ کی آگ ہے۔ وَأَنَّهُمْ مِّنْ مَّوَدَّنَ اور محکم وہ آگے بڑھائے گئے ہیں۔ یعنی دوزخ کی آگ پر پیش کئے گئے ہیں۔ یہاں پر مِّنْ مَّوَدَّنَ وا کی ذریعہ کے ساتھ مفعول کا میضہ ہے اور معنی یہ ہے کہ وہ لوگ آگے بڑھائے گئے ہیں۔ اور اگر مفعول وا کی ذریعہ کے ساتھ ہو تو یہ فاعل کا صیغہ غائب ہے اور معنی یہ ہو گا کہ یہ لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔ یہ معنی بھی درست ہے کہ یہ لوگ اکفر، شرک اور معاصی کا ارتکاب کر کے زیادتی کے مرتکب ہوئے۔ فرط کا معنی فراموش کر دینا بھی ہوتا ہے۔ اگر ان معاصی پر محمول کیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ ایسے ناچاروں کو دوزخ میں ڈال کر فراموش کر دیا جائے گا۔ فرط کا معنی پیش رو بھی آتا ہے۔ جیسے حضور کا فرمان ہے أَنَا هُوَ مَكْتُومٌ عَلَى الْحَوْضِ میں حوض کوثر پر تھکا پیش رو ہوں گا، یعنی میں تم سے پہلے وہاں موجود ہوں گا۔ قبرستان میں جا کر کی جانے والی دعا جو حضور علیہ السلام نے سکھائی ہے، اس میں یہ الفاظ آتے ہیں أَسْتَغْفِرُكَ وَأَرْحَمُكَ تم ہمارے پیش رو ہو اور أَنَا بِكُمْ لَا أَجِئُونَ اور ہم بھی تمہارے ساتھ رہنے والے ہیں يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ وَكَمْ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری غلطیاں معاف فرمائے۔ بہر حال فرمایا کہ یہ لوگ مصلحتی کی توقع رکھتے ہیں جب کہ یہ دوزخیوں کے پیش رو ہوں گے یا انہیں دوزخ کی طرف لگے ڈھکایا جائے گا۔

آگے اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے قَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ

الْحَبْ اُمُّ سِرَّتٍ قَبْلَتْ اُمُّكَ قَسَمٌ بِيَكْبِہِم لَہٗ اَپ سے
 پہلے دوسروں کو مختلف قسموں کی طرف بھیجا۔ انہوں نے لوگوں کو انداز کب مگر
 فَزَيَّنَ لَہُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَا لَہُمُ شَيْطَانٌ لَہٗ اَن کے احوال کو
 مزین کر کے دکھایا۔ تمام انبیاء کے دور میں یہی کچھ ہوا کہ شیطان نے کفر،
 شرک، بدعت اور معاصی واسطے احوال کو بصورت کر کے دکھائے۔ ان کی
 خبریاں بیان کیں اور کہا کہ ایسا کرنے میں ہی عزت اور جبر و ثواب ہے، تو
 لوگ شیطان کے پیچھے لگ گئے اور خدا کے احکام کی نافرمانی کرتے رہے
 اللہ نے فرمایا فَهَوَّيْنِیْ لَہُمُ الْیَوْمَ اور آج بھی شیطان ہی ان
 کا دوست، رفیق اور ساتھی ہے اور وہ انہیں ہر بُری چیز میں کرنے
 دکھا رہا ہے۔ آج بھی لوگ اسی کے جہل میں چنس کر دوسروں کی بات کا انکار
 کرتے ہیں اور رسالتِ باطلہ پر کار بند ہیں۔

فرمایا اِس کا نتیجہ یہ ہے وَلَہُمُ عَذَابٌ اَلِیْمٌ کہ آخرت
 میں ان کے لیے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔ اللہ نے ہدایت کے
 تمام سامان مہیا کر دیے ہیں اور اب انہیں عذر ہیش کرنے کی کوئی گنجائش
 باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سب کچھ سمجھا دیا ہے
 مگر یہ خود عذاب کے مستحق ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ اِلَّا بِالْحَقِّ
 لَہُمُ الَّذِی اَخْتَلَفُوْا فِیْہِ اور نہیں انہی نے آپ پر کتاب
 مگر اس لیے تاکہ آپ کھول کر بیان کر دیں وہ چیز جس میں یہ اختلاف
 کرتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ترجید، رسالت اور معاد میں اختلاف کھتے
 ہیں، آپ کی بات کو تسلیم نہیں کرتے لہذا آپ انہیں اچھی طرح بھی دیں
 نبی کے یہ فرائض میں داخل ہے کہ وہ کتابِ الہی کی مراد کو لوگوں کے
 سامنے کھول کر بیان کرے تاکہ کچھ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے مختلف

تبیین کا
 کافرین

قسم کے حوادث است، ماجرات اور حالات انان کر پیش آتے رہتے ہیں۔ اللہ نے بعض کا مدار انان فی عقل پر رکھا ہے اور بعض چیزوں کو اہل علم کے سپرد کیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اچھی طرح وضاحت کر دیں۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی سب سے زیادہ علم عطا کرتا ہے اس لیے یہ ان کے فرائض منصبی میں داخل ہے کہ وہ ہر چیز کو خوب کھول کر بیان کر دیں۔ اللہ نے سورۃ ہود کی ابتدا میں فرمایا ہے کہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی آیات کو حکم کیا گیا ہے "لَقَدْ فَخَّخْنَاكَ مِنْ لَدُنْ حَرْجٍ كَثِيرٍ خَفِيٍّ يَجْرِي تَحْتِهَا" یعنی حکیم و خیر کی طرف سے وضاحت ہے۔ قرآن پاک میں ایسی ہی تعلیم ہے۔ اللہ نے تمام مطلوبہ اصول دیا کر دیے ہیں جن کی توضیح اللہ کا نبی اپنے قول اور عمل کے ذریعے کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ یہ لوگ عقیدے میں اختلاف کرتے ہوں یا اعمال میں، ہم نے یہ کتاب آپ پر اس لیے اتاری ہے تاکہ آپ اس کو کھول کر بیان کر دیں۔

اسی وضاحت کے ضمن میں حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا تھا کہ لوگو! میری بات کو اچھی طرح سن لو اور سمجھ لو "كُلُّكُمْ لَنَا رُءُوسٌ حَمِيصٌ" یعنی ہر ایک کی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کو قرآن کی قوم نے صاف صاف کہا "يَا أَيُّهَا الشَّعْبُ إِنَّا نَقُولُ لَكَ كَثِيرًا مِمَّا نَقُولُ" (ہود) اے شعیب! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہیں، حالانکہ اللہ کے نبی نے ہر چیز کی وضاحت کر دی تھی اور وہ لوگ محض اپنی ضد اور عناد کی وجہ سے ان کی بات کو قبول نہیں کرتے تھے۔ قرآن پاک سے متعلق نبی آخر الزمان کی تمام تعلیمیں و تشریحات آپ کی سنت اور احادیث کے ذخیرے میں محفوظ ہے۔ بعض گمراہ فرقے چمکڑاوی اور پڑوسی وغیرہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے قرآن میں ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ان سے

کوئی پرچھے کہ جن تبیین کا ذکر اللہ نے بار بار کیا ہے، وہ کہاں ہے؟ حقیقت یہ ہے قرآن پاک کے الفاظ کی تشریح حضور علیہ السلام کی سنت میں ہے۔ تمام صحیح احادیث قرآن پاک کی شرح ہیں۔ یہی امت کے مصلحت سے نیکو خدایت تک اس پر عمل کرتے آئے ہیں لوگوں میں کہنا یہاں ضرور پیدا ہوئی ہیں مگر وہ سنت تو محض وہ ہے جس پر اللہ کا نبی، خلفائے راشدین اور آپ کے متبعین چلتے آئے ہیں۔ یہی سنت ہے اور اس کے بغیر قرآن کی تبیین ممکن نہیں۔

ہدایت اور
رحمت

فرمایا کہ آپ پر نازل کردہ کتاب وَقَدْ دُفِئَ سِرِّهَا بِإِذْنِ رَبِّهِ ہے۔ ہدایت سے مراد یہ ہے کہ انسان کو زندگی کے جس سر پر بھی رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے، اللہ کی کتاب میں اس کے لیے رہنمائی بہم پہنچاتی ہے۔ البتہ اس ہدایت اور رہنمائی کو تلاش کرنا خود انسان کا کام ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک کی تعلیم ہی حاصل نہیں کر لگا اور اس میں عَزَّ وَجَلَّ ہی نہیں کر لگا تو اس کی ہدایت کے نصیب ہو سکتی ہے۔ اللہ نے سورۃ البقرہ میں فرمایا ہے هَآ أَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ۔ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْمُهْتَدِينَ۔ اللہ نے ہدایت اور ہدایت دو چیزوں کو ملا دیا ہے۔ ہدایت وہ چیزیں ہیں جو بالکل واضح ہیں اور آسانی سے سمجھ میں جاتی ہیں اور ہدایت ایسی چیز ہے جو استہسا کے بغیر سمجھ میں نہیں آتی۔ ہر وقت میں بھی ہے هُوَ الَّذِي مَكَّنَّ لَكَ الْغَلَاقِلَ وَأَوْسَلَ رَسُولُكَ رَبًّا اللہ کی ذات وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا تو یہ ہدایت اللہ کے رسول یا ان کے متبعین اور پیغمبروں سے سیکھا پڑتی ہے۔ اس کے لیے محنت کی ضرورت ہے اور وقت کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ تب جا کر ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

فرمایا ایک ترجمہ نے ہدایت نازل فرمائی اور دوسری چیز وَدَحَّحَتْ رحمت ہے۔ جب کوئی شخص اللہ کی نازل کردہ کتاب پر اس کی نازل

کرمہ ہدایت کے مطابق عمل پیرا ہو جاتا ہے تو پھر اس کے نتیجہ میں اللہ کی رحمت اور مغربانی شامل حال ہو جاتی ہے۔ انسان اگر اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے اور اسے نیکی کی مزید توفیق حاصل ہوتی ہے۔ سورۃ بقرہ کی ابتدا میں بھی ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا أُولَٰئِكَ عَلٰی هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ فرمایا یہ سارے انعامات ان لوگوں کے حصے میں آتے ہیں لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ جو ایمان رکھتے ہیں اور جن لوگوں کا ایمان ہی مکمل نہیں۔ وہ صدق قلب سے یقین ہی نہیں رکھتے۔ انہی کے لیے نہ ہدایت ہے اور نہ رحمت، وہ محروم ہی رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت اور رحمت کا ذکر کر کے انسان کی روحانی زندگی کا سامان چمکیا اور اب آگے مادی زندگی کے لازماًت کا تذکرہ فرمایا وَاللَّهُ أَنزَلَ كِتَابَكَ فِيهِ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ لِكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ مَنَافِعٌ وَأَنزَلَ الْقُرْآنَ فِيهِ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ رُبَّمَا نَزَلَ فِي الرُّوحِ اس کا فائدہ یہ ہوا فَإِنْ أَحْبَبَ إِلَيْكَ بعد پانی کے ذریعے اس کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ ظاہر ہے کہ خشک زمین میں کوئی پیداوار نہیں ہوتی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بارش برساتا ہے تو زمین میں ہریالی پیدا ہوتی ہے، اس میں انج اور چل کا اشتہار ہوتے ہیں جو انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ نہ صرف انسان بلکہ تمام جانور، چرند اور پرند حتیٰ کہ کھیرے مکھڑوں کی زندگی کا انحصار بھی پانی پر ہے۔ پانی ہی کے ذریعے انسان کے لیے چارہ، سبزیوں اور عطری بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو ان کی خوراک بنتی ہیں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی زندگی کے لیے اپنی کتاب نازل فرمائی جس میں ہدایت اور رحمت ہے اور مادی زندگی کے لیے پانی نازل کر یہ ضرورت بھی پوری فرمادی۔

زمین کے مختلف خطوں میں پانی کے مختلف اثرات مرتب ہوتے ہیں
 کوئی خط زمین پانی کو اچھی طرح جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے ۔
 وہاں خوب پیدوار ہو جاتی ہے اور کسی جگہ سے پانی گزر جاتا ہے ۔ وہ
 زمین پانی کو جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی
 لہذا پیدوار بھی نہیں دیتی ، ہدایت کا سلسلہ بھی ایسا ہی ہے
 یہ انسان کے قلب پر پڑتی ہے ۔ پھر جو قلوب اس کے طالب ہوتے
 ہیں اور اس کو اپنے اندر سمیٹ لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں ، وہ اس سے
 سرشار ہو جاتے ہیں ۔ اور بعض سخت دلوں پر اس کا پورا اثر نہیں ہوتا ۔ لہذا
 وہ اسی طرح محروم رہتے ہیں جس طرح کوئی چٹان پانی کے اثرات کو
 قبول نہیں کرتی اور وہ ادرھرا گھر رہتا ہے ۔

فَرَأَىٰ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾

اس میں لٹائی ہے کہ لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں ۔ جو لوگ بات کو شی
 کر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں ۔ اللہ
 انہی کی مدد مافی السماوات و الارض میں فرماتا ہے ۔ اور جو لوگ اس کی
 طرف توجہ ہی نہیں کرتے ، انہیں نہ ہدایت نصیب ہوتی ہے اور نہ اللہ
 کی رحمت ۔

دربار ۱۳

النحل

دس پارہ نمبر ۱۵

آیت ۶۶ تا ۶۷

وَلَا تَكُفُّ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبَرَةً تَنْقَبُكُمْ
 مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ
 لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرِ
 النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِفًا
 حَسَنًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ :- اور بیشک تہائے بے موشیوں میں البتہ
 عبرت ہے ۔ چلتے ہیں تم کہ اس سے جو اُن کے
 پیٹ میں ہے ۔ گوہر اور خون کے درمیان ہے دودھ
 خاص ، خوشگوار پینے والوں کے لیے ﴿۶۶﴾ اور کھجوروں کے
 پھلوں اور انگوروں سے بناتے ہو تم نشہ اور ابھی مذہبی
 بیشک اس میں ابنہ نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو
 عقل سے کام لیتے ہیں ﴿۶۷﴾

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے باطل عقائد کا رد فرمایا
 اور اُن کے بڑے انجام کا ذکر کیا۔ رسالت کے ضمن میں فرمایا کہ رسول کی امت
 کے بڑے اعمال کہ شیطان نے انہیں مڑی کر کے دکھایا وہ اپنے شرک و عبادت
 اور باطل رسالت پر ہی جمے رہے اور رسولوں کی بات کو نہ مانا۔ پھر آخری درجہ میں
 اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر آخر الزمان پر کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا تاکہ آپ اس کی
 ابھی طرح وضاحت کریں اور وہ تمام چیزیں واضح ہو جائیں جن میں لوگ اختلاف

دربار آیت

کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ کتابِ ہدایت اور رحمت ہے مگر اہل ایمان کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر یہ کتاب نازل فرما کر انسان کی روحانی زندگی کا سامان کر دیا اور آسمان کی طرف سے ارشاد برسا کر ان کی انسانی زندگی کا بندوبست کر دیا۔ فرمایا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں مگر ان لوگوں کے لیے جو کان لگا کر سنتے ہیں۔

روحانی
میراث
عبرت

آج کے دور میں اللہ تعالیٰ نے موشیوں اور بعض بھیلوں کا ذکر کھکے
ان کے فائدہ کو بیان کیا ہے اور یہ بات سمجھانی ہے کہ اس میں دراصل اللہ تعالیٰ
کی وحدانیت اور اس کی قدرتِ اسرار کے دلائل ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَكَذَلِكَ
إِنْ لَكُمْ فِي الْقُلُوبِ حِكْمٌ لے لو! بیشک تمہارے لیے
موشیوں میں ماہی عبرت ہے بحیرۃ الانعام کا ذکر سورۃ الانعام میں تفصیل کے
ساتھ ہوتا ہے۔ ان سے مراد آٹھ قسم کے وہ خر اور اونٹ جوڑے مراد ہیں جو
انٹوں کے قریب رہتے ہیں اور انہی انٹی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دراصل
اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو انسان کی نصرت پر آمادہ کر رکھا ہے چنانچہ انہی انٹی پر انٹوں کو شت
دو دو کھال اور اونٹ استعمال کرتے ہیں۔ یہ آٹھ جوڑے، اونٹ (دو اور اونٹ)
لگائے بھینس (دو اور اونٹ) بھیڑ (دو اور اونٹ) بکری (دو اور اونٹ) ہیں۔ اگرچہ
یہ طاقت ہیں انسان سے بہت زیادہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی سرشت میں
یہ چیز ڈال دی ہے کہ وہ انسان کا حکم مانیں اور اس کی خدمت کریں۔ پھر بھی
جب کسی جانور کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا انسان جو وجہ تک کرتا ہے تو
وہ انہیں ہلکے بغیر نہیں چھوڑتے۔ اس سلسلہ میں اونٹ کی دشمنی تو ضرب المثل
کے طور پر مشہور ہے۔ یہ حال فرمایا ان موشیوں میں تمہارے لیے عبرت لے لیا
ہے۔ عبرت کا معنی ہوتا ہے کسی معلوم چیز سے کسی معلوم چیز کو دریافت کرنا
یعنی مشاہدہ میں آنے والی چیزوں کو دیکھ کر مشاہدہ میں نہ آنے والی چیزوں پر

یقین کن۔ مذکورہ موشی ہمیں نظر آئے ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ کی حرکت، قدرت اور اس کی توحید کو سمجھنا ہی عبرت ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے دودھ کا غلط بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے
نُسْقِيكَ كَرِيمًا ہم پلانے ہیں تم کو اس چیز
 سے جو ابن موشیوں کے پیٹ میں ہے۔ یہاں پر میں تبصیر یہ ہے
 یعنی بعض جانوروں میں سے پلانے ہیں، سب کا ضروری نہیں۔ اور کیا
 پلاتے ہیں؟ کبنا خیر نصا خالص اور صاف تھرا دودھ جب
 موشی کے پیٹوں سے برآمد ہوتا ہے تو باطل خالص ہوتا ہے اس میں
 کسی قسم کی ملاوٹ نہیں ہوتی۔ اور بالکل پاکیزہ بھی ہوتا ہے کہ اس میں کسی قسم
 کی نجاست نہیں ہوتی۔ اللہ نے تو اس دودھ کو خالص اور پاکیزہ بنایا ہے
 جب یہ انسانوں کے پیٹوں میں آتا ہے تو یہ خالص نہیں رہتا بلکہ اس
 میں بانی یا دوسری چیزوں کی ملاوٹ ہو جاتی ہے اور اس کی پاکیزگی میں
 بھی فرق آتا ہے کہ بعض اوقات اس میں ظاہری یا باطنی نجاست شامل
 ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا پاک چیزوں میں سے
 حکمتِ عظیم یعنی گوبر اور خون کے درمیان پیدا فرمایا ہے۔ جانور کے
 پیٹ میں ایک طرف گوبر کا ذخیرہ ہے جو خوراک کا فضلہ، بدبودار اور نجس
 ہے اور دوسری طرف خون ہے جو کھانے خود عوام اور ناپاک ہے۔ مگر
 اپنی کے درمیان میں سے اللہ تعالیٰ نے دودھ جیسی نہایت ہی خالص اور
 صاف بختری چیز کو پیدا فرمایا ہے اگر انسانی اس کی لذت اور غذائیت
 سے مستفید ہوں۔

فرمایا یہ دودھ نہ صرف خالص اور پاکیزہ ہے بلکہ سَائِفًا خوشگوار
 بھی ہے۔ اس کا ذائقہ بھی اچھا ہے اور یہ آسانی سے حلق میں بھی اتر جاتا
 ہے یعنی اس کے استعمال کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی یہ لفظ

سورۃ ابراہیم میں آچکا ہے۔ جہاں دوزخیوں کو پیپ پانی پانی ٹپے جانے کا ذکر ہے۔ وہاں فرمایا کہ **يَكْنَادُ بَنِي قُلُوبَةَ قَوْهَ لَيْسَ** سے بچے نہیں آتا کیسے گے، اس قدر بدبودار اور کڑوا ہو گا۔ مگر یہاں پر دودھ کے متعلق فرمایا کہ یہ خوشگوار ہے جو آسانی کے ساتھ حلق سے اُتارھا جاتا اور ایک بہت بڑی نعمت ہے **لِلشَّيْبِ** پینے والوں کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ نامہ، حکمتِ بالغہ، اور اس کی وسعت کی دلیل ہے۔ فرمایا ان موشیروں میں تمہارے لیے عبرت کا سامان ہے۔ تمہیں غور کرنا چاہیے کہ اس نے اپنی ربوبیت کا کس طریقے سے اظہار فرمایا ہے۔

اس آیت کریمہ میں آمدہ لفظ **يَكْنَادُ** غور طلب ہے اور اس میں مفسرین کو ہم نے بحث کی ہے۔ اس میں ۴ کی ضمیر انعام یعنی جانوروں کی طرف لگتی ہے جو کہ جمع کا صیغہ ہے مگر یہاں پر ضمیر مفرد لائی گئی ہے۔ اس ضمن میں لغت کے نام کہتے ہیں کہ اگرچہ لفظ انعام جمع کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مگر لفظ کو بہر حال مفرد ہی ہے۔ جیسے بعض حضرات لفظ اخلاق کو بھی مفرد شمار کرتے ہیں اگرچہ اس کا معنی جمع والا ہے۔ اسی طرح اخبار عام لفظ ہے۔ اگرچہ یہ خبر کی جمع ہے مگر یہ استعمال واحد ہوتا ہے اور اس کی جمع اخبارات آتی ہے۔ لہذا لفظ مفرد ہونے کی بناء پر انعام کی ضمیر بھی واحد ہی لائی گئی ہے۔ امام بیضاوی اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ ۴ کی ضمیر انعام کی طرف نہیں بلکہ یہ محذوف لفظ ذکر کی طرف راجع ہے جو کہ واضح طور پر مفرد لفظ ہے۔ اس لحاظ سے بھی ضمیر کا مفرد آنا درست ہے۔ پہلے سے ذکر چیز بھی انعام ہی اور وہ بھی مفرد لفظ ہے۔ ضمیر کے مفرد آنے میں کوئی اشکال نہیں۔ پہلے سورۃ مؤمن میں انعام ہی سے متعلق ٹوٹ اور مفرد ضمیر تھا بھی لائی گئی ہے۔ **لَا تَكُونُوا مِنْهَا وَرَثَةً نَّاسُكُونَ**۔

دودھ ایک ایسی عظیم نعمت ہے جس کے متعلق حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جس شخص کو اللہ دودھ عطا فرمائے اُسے یوں دینا کرنی چاہیئے۔
اللَّهُمَّ زِدْنَا مِنْهُ اے اللہ! اس نعمت میں مزید عطا فرما
 اس کے علاوہ اگر کوئی دوسری نعمت حاصل ہو تو گنا چاہیئے **اللَّهُمَّ احْطِنَا خَيْرًا مِنْهُ** اے اللہ! ہمیں اس سے بہتر نعمت عطا کر۔ دودھ چونکہ بہترین نعمت ہے، اس لیے اس میں اضافہ کی درخواست کی جاتی ہے حضور علیہ السلام کا یہ بھی ارشاد مبارک ہے کہ اکل و شرب کی تمام اشیاء میں سے دودھ ہی ایک ایسی چیز ہے جو کھانے اور پینے دونوں کے کام آتی ہے یہ ایک بہترین اور لذیذ مشروب بھی ہے اور غذا ایست کے اعتبار سے بہترین غذا بھی ہے۔ اللہ نے دودھ میں غذا ایست کے تمام اجزاء نکلیات، لکھیات، پانی، چربی، روغن شامل کر دیے ہیں جو انسان کی جہانی ساخت اور لڑائی کے لیے ضروری ہیں۔ اسی لیے دو سال تک بچہ صرف دودھ پر گزارا کرتا ہے۔ دودھ کے علاوہ اگر کوئی دوسری چیز نہ بھی ملے تو یہی اس کی نشو و نما کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد موجود ہے کہ دودھ سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے لہذا اس میں اضافہ کی دعا کی گئی ہے۔ پھر یہ ہے کہ دودھ جنت کی نعمتوں میں بھی سرفہرست ہے۔ جہاں اللہ نے پانی شہد، مشروبِ شہر کی ضرورت کا ذکر کیا ہے، وہاں دودھ کی ضرورت کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

دودھ کی طہارت کے متعلق فقہائے کرام بحث کرتے ہیں۔ امام ابو بکر حبیب الرحمن نے بھی ”احکام القرآن“ میں لکھا ہے کہ اللہ نے دودھ کو اس قدر قوی طہارت عطا کی ہے کہ سردہ جانور کے عینوں میں موجود دودھ بھی پاک ہی ہوگا اگرچہ مرنے کے بعد جانور خود ناپاک ہو چکا ہے ہندوکان میں

میں البوطاب بھی فرماتے ہیں کہ انسان کے اعمال کو بھی دودھ پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح دودھ میں گوبر یا خون کی غلطی سے دودھ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر انسانی اعمال میں برائے ہوئی کی حادثہ ہوگئی تو وہ بھی قابل قبول نہیں ہوں گے۔ ریاکاری بھی اعمال کو ضائع کر دیتی ہے اور خواہشات نفسانہ اور بدعات بھی اعمال کے قاطع ہیں۔ لہذا انسان کے اعمال کو ان دو چیزوں سے پاک ہونا چاہیے۔

دودھ کا
کارخانہ

دودھ کی فراہمی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جانور کے جسم میں عجیب و غریب کارخانہ قائم کر رکھا ہے۔ جانور کی خوردہ غذا اس کے معدے میں جاتی ہے۔ پھر اس غذا کے تمام لطیف اجزاء ہر ایک ہر ایک رگوں کے ذریعے پہنچ کر جگر میں آ جاتے ہیں۔ جگر ان کو خون میں تبدیل کرتا ہے جو کہ پورے جسم میں گردش کرتا ہے۔ چونکہ اس خون میں انسانی ساخت کے تمام اجزاء شامل ہوتے ہیں اس لیے یہ خون جس جس ساخت میں پہنچتا ہے وہ اپنی مطلوبہ غذا حاصل کر لیتا ہے اور باقی دوسری ساختوں کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ اسی اصول کے مطابق جب خون جانور کے عضلات کے قریب پہنچتا ہے تو وہ اس سے دودھ پیدا کرنے والے اجزاء حاصل کر کے انہیں دودھ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کے جسم میں بہت بڑی فیکٹری لگا رکھی ہے۔ جہاں اللہ کے لاکھوں فرشتے کام کر رہے ہیں اور ہر جانور کی ضروریات کی چیزیں تیار کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال اللہ نے دودھ کو اپنی قدرت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ یہ رنگت، ذائقہ اور غذائیت کے لحاظ سے بہترین چیز ہے اور انسانوں کے لیے عبرت کا سامان بھی ہے۔

دودھ کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے کارآمد پھلوں کا ذکر فرمایا ہے اور انہیں اپنی قدرت کا اور وحدانیت کی دلیل

مشروع
اور انکی
دوری

کے طور پر پیش کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَحِثُّ ثَمَرَاتِ الْخَمَلِ
وَالْأَعْنَابِ کَجُورٍ کے چل اور انگوروں سے لے کر خمر سے
سکھنا تم نشے والی چیز بناتے ہو کہ وہ فاحشہ اور اچھی روزی
بھی تیار کرتے ہو۔ کجور اور انگور ایسی چیزیں ہیں جن سے شراب بھی بن سکتی ہے
اور اچھا، مر جے، چٹنی اور غذا ایست کی دوسری چیزیں بھی تیار ہوتی ہیں یہاں
پر یہ اضمحلال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شراب بیسی حرام چیز کا ذکر کیسے
فرمایا ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ مکی زندگی میں نازل ہوئی ہے۔
جب کہ ابھی شراب کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ
نے اس مقام پر شراب کا ذکر اس انداز میں کیا ہے کہ اس کو روکنا فاحشہ
و حلال اور پاکیزہ روزی اسے بالکل عقیدہ کر دیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے تو تمہارے لیے کجور اور انگور پیدا فرمادیے ہیں۔ اب تم اپنی صلوٰۃ
کے مطابق خواہ ناپسندیدہ نشاۃ و چیز شراب تیار کر لو یا اسے مشروب اور
سہرے کی صورت میں حلال طور پر استعمال کر لو۔

اس بات میں کلام نہیں کہ حرمت شراب کے سلسلے میں جن مراحل
سے گزرنے کے بعد قطعی حرمت کا حکم آیا، ان میں یہ آیت پہلا مرحلہ ہے
اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لطیف پیرایہ میں اس کی ناپسندیدگی کا ذکر
کر دیا ہے۔ اس کے بعد دوسرے مرحلے میں، سورۃ بقرہ کی آیت
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُنْزُوْا لِنَفْسِكُم مِّنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ حَلٰلًا وَطَٰيِبًا
مِّنْ اَمۡوَالِكُمۡ لَعَلَّكُمْ تَتَذَكَّرُوْنَ حضور علیہ السلام سے اس کی حرمت و طہت کے متعلق دریافت کرتے
تھے، تو اللہ نے فرمایا کہ شراب اور جوئے میں نقصانات بھی ہیں اور فوائد
بھی مگر ان کا نقصان ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ اس
طرح کیا شراب کی قباحت سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا ہے۔ پھر تیسرا مرحلہ
وہ آیا جب شراب کے نشے میں محذور ایک صحابی نے امانت کرائی کہ

قرآن پاک غلط طرح دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم آیا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ
وَأَنْتُمْ سُكَوٰی (النساء) یعنی نشے کی حالت میں نماز کے قریب
نہ جاؤ۔ لوگ پھر بھی گلبے بجائے شراب استعمال کرتے رہے اور بالآخر
چوتھے مرحلے میں جا کر جرمت کا قلعی حکم آگیا اِنَّهَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ
وَالْآفْصَابُ وَالْآزْدَامُ رَجُمٌ مِّنْ مُّكْرَلِ الشَّيْطَانِ
فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ (المائدہ) بہر حال اس وقت
بھک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اس لیے اللہ نے یہاں پر بطور احسان یا
دوایہ کہ اس نے تہادے لیے کھجور اور انگور پیدا کیے جس سے تم شراب
بھی کشید کرتے ہو اور طیب روزی کے طور پر بھی مستفید ہوتے ہیں۔

نشاۃ
کی تحقیق

امام ابو حنیفہؒ اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں پر "سکر" سے مراد
نشے والی چیز نہیں بلکہ "خوداک" مراد ہے۔ امام بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ غلط
خوداک یا غذا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ وہ اس کی مثال بیان کیے
ہیں کہ کسی نے کہا ہے جَعَلْتُ اَعْرَاصِي الْمَيْكُوَامِ مَسْكُوًا لِّقِي
شُرَاكِي عِزْرَتُوں کو خوداک بنایا ہے کشتی شاعر نے بھی کہا ہے لَعْنَةُ
مَنْ اَعْرَاضَنَا مَسْكُوًا لِّقِي خُوشُوَارِی ہو عزی کے لیے کہ انہیں
نے تباری ابروؤں کو کھایا ہے یعنی ہماری غیبت کر کے ہماری عزتوں کو
کھایا ہے۔ خدا کو کہ اس سے بچ جائیں هَبْنَا مَقْوِيَةً اَعِيْنَ كَا اَمِنْ
مَحْكَاہیں بالکل خوشگوار ہو اور بد بھی نہ ہو۔ اگر یہاں کا معنی خوداک بھی ہو تب
اس کے علاوہ امام ابو حنیفہؒ کے استاد امام شعبیؒ جنہوں نے پانچ سو صحابہ کی
زیارت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سکر سے مراد پینے کی چیز ہے نہ کہ نشہ آور
چیز۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ حبشی زبان میں سکر کے کو
سکر کہا جاتا ہے جو کہ حلال چیز ہے۔ بہر حال مفسرین کو اس نے سکر کا معنی خوداک
بھی کیا ہے اور محض مشروب بھی اور سکر کو بھی۔ اگر معانی کو پیش نظر رکھا جائے

تو نہ کہ چیز والا اشکال رفع ہو جاتا ہے۔ شراب ہماری شریعت میں بڑا
حرام ہے اور اس کا کشید کرنا، پینا، خریدنا اور بیچنا سب حرام ہے۔

فَرَأَىٰ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

اس میں صاحب عقل لوگوں کے لیے نشانی ہے۔ شراب کو خالص عقل
اسی لیے کہا گیا ہے کہ یہ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ شرابی آدمی تو اس کے
نظر میں ہی غمور رہے گا، البتہ جو اس کے قریب نہیں جاتا، اس کی عقل و
خود قائم ہے گی اور وہی اس نشانی سے مستفید ہو سکے گا۔ ایسا شخص اسلٹر
کی قدرت نامہ کو خوب سمجھ جائے گا اور پھر اسے وعدائیت خداوندی اور
مسعود پر یقین آجائے گا۔ بہر حال مذکورہ اشیاء قدرت الہی کے نمونے ہیں
جو روزِ مرہ ہمارے مشاہدے میں آتے ہیں اور ہم ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ربیعہ ۱۳

النحل ۱۶

درس شانزدہم ۱۶

آیت ۶۸ تا ۶۹

وَأَوْحِي رَبِّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي
 مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾
 ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي
 سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ
 مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِمَن كَسَّٰهُ إِنَّ فِي
 ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: اور وہی کی تیرے پروردگار نے شد کی
 مکھیر کی طرف کہ بناؤ پہاڑوں میں گھر اور درختوں پر
 اور ان جگہوں پر جو پھر بندھتے ہیں لوگ ﴿۶۸﴾ پھر کھاؤ
 ہر قسم کے پھل، اور چلو پہنے راستوں پر ہمارے گھنے
 نکلتا ہے ان کے بیٹوں سے ایک مشروب جس کی
 رنگت مختلف ہوتی ہے۔ اس میں شفا ہے لوگوں کے
 لیے۔ بیشک اس میں الٰہی نشانی ہے ان لوگوں کے
 لیے جو غور و فکر کرتے ہیں ﴿۶۹﴾

شرک اور مشرکین کے دلوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے توحید اور قیامت کے
 متعلق دلائل بیان فرمائے۔ ان میں سے پہلے آسمان سے پانی نازل کرنے کا
 ذکر ہوا۔ پھر موشیوں، انجوروں اور کچوروں کا تذکرہ ہوا۔ ان کے فوائد بیان کر کے
 اللہ نے انہیں بطور دلیل ذکر کیا کہ ان چیزوں میں غور و فکر کر کے انسان اللہ تعالیٰ

وہابیات

کی ولایت، اُس کی قدرت اور حکمت کو سمجھ گئے ہیں۔ اب اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے شدہ کی تکلیفوں کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کمال رکھا ہے جو انسان کے لیے نہایت لذتیز اور مشغلی مشروب عیا کرتی ہیں اس سورۃ کا نام سورۃ النحل اسی مناسبت سے ہے کہ اس میں نحل یعنی شدہ کی تکلیفوں کا ذکر ہے۔

ارشاد مذکور ہے وَأَفْخَىٰ رَجُلًا رَأْفًا الْفَخْلُ اور وحی کی آچکے پروردگار
نے شہد کی ٹکھیوں کی طرف بفسر ہی کلام فرماتے ہیں کہ اس وحی سے مراد رحمت
اور رحمت والی وحی نہیں ہے کیونکہ وہ کراہیدہ اہل بدعتوں کے ساتھ مختص ہے
البتہ اس وحی سے امام ملوایا جاسکتا ہے کیونکہ امام عام ہے جو انبیاء اور غیر
انبیاء سب کو ہو سکتا ہے۔ اس امام کی نوعیت بالکل وہی ہے جس قسم کا
امام اللہؑ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف کیا تھا۔ وہاں بھی یہی اتفاقاً استعمال
ہوئے ہیں وَأَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَمْرًا مِّنْ مَّوْسَىٰ (العنصر) ہم نے موسیٰ
علیہ السلام کی والدہ کی طرف امام کیا یعنی اُن کے دل میں یہ بات، ڈال دی کہ
اس بچے کی جان کی خاطر طے مسروق میں بند کر کے پانی میں بہا دیں۔ ظاہر ہے
کہ اُم موسیٰ نبی تو نہیں تھیں، لہذا اُن کی وحی کی نوعیت بھی امام والی تھی امام
کے ذریعے بعض اوقات اللہ تعالیٰ کوئی چیز دل میں ڈال دیتا ہے اور بعض
اوقات کوئی فرشتہ انسانی صورت میں متشکل ہو کر آتا ہے اور کوئی بات کہہ
دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مریم علیہا السلام کا امام بھی نوعیت کا تھا فَأَوْحَيْنَا
إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (المریم) ہم نے اُس کی طرف
فرشتہ بھیجا جو اُس کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا۔ امام کی ٹھیک
صورت یہ بھی ہے کہ کسی غیبی آواز و طاقت کے ذریعے کوئی اشارہ مل جائے۔
ناجم شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ شد کی ٹکھیوں یا ایسے ہی حد سحر
جانوروں کے امام کی صورت یہ ہے کہ اُن کے ہاں نادر بھی دنیا سے کوئی

طوبیہ

فرشتہ نہیں آتا اور نہ ہی وہ اتنے عقل و شعور کے مالک ہوتے ہیں کہ بوقت ضرورت ان کے قدم میں کوئی چیز ڈال دی جائے بلکہ ان کی طرف وحی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں کوئی چیز ڈال دی ہے جس کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کو صورتِ نوحیہ کے اعتبار سے کوئی بات سکھا دیا ہے۔ لڑکیاں شد کی نگھیوں کی طرف وحی کا سہی پہ ہے کہ اللہ نے ان کی طبیعت اور مزاج میں یہ بات ڈال دی ہے جس کا ذکر اگلے جگہ میں آ رہا ہے۔

مکھیوں کا
چھتہ

وہ بات یہ ہے کہ اَلْبَيْتُ الَّذِي فِيهِ الْيَتَامٰى يَتَذَكَّرُ ہم پھاڑوں میں اپنا گھر یعنی چھتہ بنا لو۔ بیت سے مراد یہ ہے کہ ہر پھاڑ کی ہر غاویں نہیں بلکہ بعض پھاڑوں میں اپنا چھتہ قائم کرو۔ یہی چھتہ شد کی مکھیوں کا گھر ہے جہاں وہ شد کا ذوق جمع کرتی ہیں جس میں سے خود بھی کھاتی ہیں اور بچوں کو بھی کھلاتی ہیں۔ یہ لڑکیاں شد کا ڈرو ہوتا ہے۔ پھر جب قرب و جوار کے لوگوں کو کسی ایسے چھتے کا علم ہو جاتا ہے تو پھر وہاں سے بیروں نہیں بلکہ منوں کے حساب سے شد پر آم ہوتا ہے۔

فرمایا پھاڑوں میں اپنا گھر بنا لو وَصَلِّ الشَّجْوٰى بِمَنْسَبٍ درختوں پر چھتہ لگا لو۔ بعض بڑے بڑے درختوں پر مکھیاں چھتہ بنا کر شد اکٹھا کرتی ہیں۔ وہ اپنی فطرت کے مطابق جہاں مناسب سمجھتی ہیں۔ کسی اونچی یا نیچی شاخ پر گھر بنا لیتی ہیں۔ اس کے علاوہ فرمایا وَصَلِّ الشَّجْوٰى بِمَنْسَبٍ اور لوگوں کے تعمیر کردہ چھتوں میں چھتہ لگا لا۔ چھتہ سے مراد مکھی کا وہ فریم ہے جو انگوڑی وغیرہ کی بیل چڑھانے کے لیے کھڑا کیا جاتا ہے۔ بیسن اور تکت کسی دیگر ضرورت کے لیے بھی عارضی طور پر چھتہ تعمیر کیا جاتا ہے اور شد کی مکھیاں ان جگہوں پر بھی اپنے چھتے بنا لیتی ہیں۔ الْعَرَضُ ! اللہ نے شد کی مکھیوں کی فطرت میں یہ بات ڈال رکھی ہے کہ وہ پھاڑوں میں

درختوں پر یا چھپروں کے اندر اپنا جھتہ تعمیر کر لیں۔

دوسری بات الشجر نے مکھیوں کی فطرت میں یہ ڈال دی کہ شجر حکیمی و صحت گئی الشجرات پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھاؤ۔ اس سے مراد دنیا بھر کے تمام پھل نہیں بلکہ وہ پھل مراد ہیں جو شجر کی مکھیوں کے طہانے سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مثلاً شجر کی مکھی اگر وٹ یا بادام وغیرہ کا پھل توڑ کر قرینہیں کھا سکتی، مگر وہ انگور، کھجور، اناناس، آبلہ، انجیر، تو آسانی سے کھا سکتی ہے اور شجر الشجرات سے ایسے ہی پھل مراد ہیں یہ بالکل اسی طرح کا طرز کلام ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر سب کے تعلق فرمایا وَأَوْثَقْتُ مِنَ الشَّجَرِ مَا كَانَ مِنْهُ کہ اُس کو ہر چیز عطا کی گئی۔ یہاں بھی ہر چیز سے دنیا بھر کی چھوٹی بڑی چیزیں نہیں بلکہ وہ چیزیں مراد ہیں جن کا تعلق اور ملکیت سے ہو سکتا ہے مثلاً فرج، لاسو، مال و دولت، امیر و وزیر، کارند و غلام یہاں پر اللہ نے شجر کی مکھیوں سے فرمایا کہ ہر قسم کے پھلوں میں سے کھاؤ فَأَسْكَنْتُ مِنْ بَيْنِ شَجَرٍ اور اپنے پروردگار کے ہمارے کردہ راستوں پر چلتی رہو۔ وَأَقْبَلْتُ إِلَى آسَانِ كَرَامِي آپ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شجر کی مکھی میں یہ خوبی ڈال دی ہے کہ وہ اپنے چھتے سے کتنی ہی دور چلی جائے، یہ واپسی پر عبور نہیں کیونکہ اللہ نے اس کے لیے راستے ہمارے اور آسان فرمائیے ہیں۔ یہ آسانی کے ساتھ بغیر جھوٹے اپنے چھتے پر پہنچ جاتی ہے۔

اب آگے اللہ نے مکھیوں کے ذریعے شجر کی پیالہ کی وضاحت فرمائی ہے يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الشَّجَرِ مَا كَانَ مِنْهُ شجر کے مختلف انواع کے پھلوں کے پھل سے مختلف رنگوں کا مشروب نکلتا ہے مثلاً سفید، زرد، نیل، سرخ، ہلکا، اور تھوڑا سا نیل بھی۔ کبھی یہ جودے رنگ کا ہوتا ہے اور کبھی گلابی رنگ کا۔ جس قسم کا ماحول اور جس قسم کی خوراک مکھیوں کو میسر آتی ہے اسی

قسم کا شد بھی ان کے پیٹوں سے برآمد ہوا ہے۔ اور پھر یہ شد بعض افراد کے
 طبع کا سامان نہیں بکریہ یہ شد لگتا ہے اس اثر کے اس میں لوگوں
 کے لیے شفا بھی رکھی ہے۔ ابن ماجہ شریف کی روایت میں آتا ہے کہ
 حضور علیہ السلام نے فرمایا عَلَيْكُمْ بِالشَّكَاكِينِ الْقَسَلِ وَالْقُرْآنِ
 یعنی شفا والی دو چیزوں کو لازم بخڑو، ایک شد ہے اور دوسری قرآن پاک
 سورۃ بنی اسرائیل میں موجود ہے وَنُفِخَ فِي سُورَاتِ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ
وَدَحْجَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ انہم نے قرآن پاک کو نازل فرمایا ہے جس میں دواؤں
 کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم باطنی بیماریوں
 یعنی سینے کے نام وگوں کفر، شرک، فتنہ، بدعتیہ گئی اللہ و اعلیٰ کی شفا
 ہے جب کہ شد میں اللہ کے ظاہری امراض کی شفا رکھی ہے۔ شد پر حکا گم
 اثر رکھتا ہے اس لیے یہ امراض بارہ یعنی مٹی بیماریوں میں بہت عیذاب
 ہوتی ہے۔ ایک لحاظ سے یہ زہر کا تراق (ANTISEPTIC) آئی بیڈکس ہے
 یعنی طب میں مجوزوں اور گروہوں کی افادیت کو اور نام نہ رکھنے کے لیے شد
 میں تیار کیا جاتا ہے جب کہ نئی میڈیکل سائنس میں اس کام کے لیے سپرہ کا
 استعمال ہوتا ہے۔ تاہم مضرین فرماتے ہیں کہ شد میں ہر بیماری کے لیے شفا
 نہیں بکریہ شفا لکڑہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کوئی بیماریوں کے
 لیے شفا ہے۔

ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں، عَلَيْكُمْ بِالشَّكَاكِينِ
وَالشَّكْوَاتِ یعنی سنا اور سنوت کا لازم بخڑو۔ تاکہ قسم کی جبری ہوئی ہے
 جس میں اللہ نے کوئی بیماریوں کی شفا رکھی ہے اور سنوت سوا یا شد کہتے ہیں
 فرمایا اس میں شفا ہے لیکن موت کی شفا کسی چیز میں نہیں، وہ اپنے وقت
 پر آکر رہے گی۔

ایک صحیح حدیث میں یہ واقعہ بھی آتا ہے کہ کسی شخص نے حضور علیہ السلام

کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بھائی کے اسہال کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا، اٹھ کر شہد چلاؤ۔ اٹھ ٹھنکس نے ہا کر لیا ہی کیا مگر مرض بڑھ گیا۔ وہ پھر حاضر ہوا تو آپ نے دوبارہ فرمایا کہ اُسے شہد چلاؤ۔ دوبارہ چلانے سے اسہال میں مزید اضافہ ہو گیا۔ جب حضور علیہ السلام کے پاس ذکر کیا گیا تو آپ نے قیسری مرتبہ شہد چلانے کے لیے کہا مگر پھر بھی اضافہ ہوا۔ جب وہ ٹھنکس چوتھی مرتبہ حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ نے فرمایا، اللہ کا فرمان سچا ہے کہ شہد میں شفا ہے، مگر تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ بہر حال جب مریض کو چوتھی مرتبہ شہد پلایا گیا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ جینٹلک گندہ مارہ پیٹ میں موجود رہا۔ وہ نکلنا رہا، اور جب ختم ہو گیا تو مریض کے اسہال بند ہو گئے۔ اللہ نے شہد میں اس قسم کے کامے کئے ہیں۔

حضرت علیؑ کے قول میں یوں بھی آتا ہے کہ کسی شخص نے بیماری کی شکایت کی تو فرمایا کہ کسی برتن میں قرآن کریم کی کوئی آیت لکھو۔ پھر اس کو بارش کے پانی سے صاف کرو۔ اس کے بعد اپنی بیماری کے حق میں سے ایک درہم لو۔ جب وہ اپنی خوشی خاطر سے ملے سے تو اس درہم سے شہد خریدو۔ پھر وہ شہد بارش کے مذکورہ پانی میں دلا کر پی لو۔ اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ اللہ نے بارش کے پانی کو مَسَاكَة حَلَاوُیْ تَرَاتِیْمِیْ پاکیزہ پانی فرمایا ہے اور شہد کے متعلق کہا ہے کہ اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ تو حضرت علیؑ نے ان دونوں چیزوں کے مرکب کو استعمال کرنے کی ہدایت کی۔

شہد کی پیداوار کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیکوں کے پیٹ سے مختلف رنگوں کے مشروب کی صورت میں نکلتی ہے۔ باقی ہر ہی بات کہ شہد کی پیداوار کیسے ہوتی ہے۔ اس میں مائتدافوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ عذاب کی شکل میں ٹھیک کے منہ سے نکلتا ہے۔ اس کی مثال ریشم کے کیر لے کی ہے۔ وہ بھی اپنے عذاب کے ذریعے ریشم پیدا کرتا ہے

وہ اپنے منہ سے نکلنے والا مادہ ہے مگر لیٹا رہتا ہے اور اس طرح ریشم کے لیے تیار کی ایک ڈھری سی بن جاتی ہے جسے بعد میں الگ کر کے ریشم حاصل کر لیا جاتا ہے اور اس سے لٹیس ترین لباس تیار کیا جاتا ہے اسی طرح مکھی کے منہ سے نکلنے والے لعاب کے شد کی صورت میں بہترین شربہ حاصل ہوتا ہے۔ البتہ بعض فرماتے ہیں کہ شد مکھی کے منہ کا لعاب نہیں بلکہ اس کا فضلہ ہوتا ہے۔ افلاطون کا شاگرد اور سکند کا استاد ارسطو بنی کا بت بڑا حکیم گنہگار ہے اس کا نام حضرت جیسے علیہ السلام سے تین سو سال قبل کا ہے اس نے ایک دفعہ تحقیق کرنے کی کوشش کی کہ شد مکھی کا لعاب ہے یا فضلہ۔ اس نے شیٹے کا ایک بہت بڑا بکس بنوایا اور اس میں مکھیوں کا جھڑ لگا کر مکھیوں کو شیٹے کے صندوق میں بند کر دیا تاکہ دیکھیں کہ شد کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ کتے ہیں کہ مکھیوں نے شد پیدا کر سنسے پہلے شیٹے کے اس صندوق کی ساری دیواروں پر موم لگا دی تاکہ باہر سے کچھ نظر نہ آسکے اور اس کے بعد صندوق کے شد کی پیداوار شروع کی، اور اس طرح ارسطو اپنی تحقیق مکمل کر سکا۔

شد کی مکھی میں اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ یہ اپنے جھٹے میں عجیب و غریب قسم کے چھوٹے چھوٹے سشش گوشہ گھومندے یا خائے بناتی ہے۔ نطف کی بات یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا انجینئر بھی ٹیک میک سشش گوشہ شکل جیو میٹری جس کے بغیر نہیں بنا سکتا مگر مکھی کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ بائیک بائیک دیواروں پر چھپکنے والا لیا گزرتا یا بناتی ہے کہ درجہ کر محفل رنگ رہ جاتی ہے۔ بہر حال شد ایک پاکیزہ اور مرغوب چیز ہے جو انسانوں کی غذا اور دوائی میں استعمال ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِبَّ الْحِكْمَاءِ وَالْعَسْكَلِ مِمَّنْ حَضَرُوا عَلَيْهِ الْمَلَأَةُ وَاللَّامُ مِثْلُ حَبِيزِ شَدِّ كَوْنَهُ فَرَاتِي تَحْتِ

مکھیوں کی
فضیلت

شد کی مکھی اگرچہ ایک چھوٹا سا جانور ہے مگر اللہ نے اس میں بڑی غایت رکھی ہے۔ اللہ نے اسے نہرِ طیب و طیب علیا کیا ہے۔ جس کے ذریعے وہ غنیمت سے اپنی حفاظت کرتی ہے۔ مولانا شاہ اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شد کی مکھی ایک چھوٹی سی چیز ہے مگر اللہ نے انسانوں کے فائدے کے لیے اس کے ذریعے لذیذ ترین چیز پیدا فرمائی ہے۔ اس سے مولانا یہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ کسی آدمی سے کوئی چیز کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک بھی ہے رَبِّهِ أَطْبَقَ اشْعَثَ كَوَافِسَهُ عَلَى اللَّهِ لَا يَبْقَىٰ عَيْنُ عَمَارٍ أَوْ دَابَّاءُ وَلَا يَكُونُ كَوَافِسُهُ إِلَّا كَوَافِسُهُ عَيْنُ عَمَارٍ قَسَمَ اللَّهُ لِيُفْلِحَنَّ الَّذِينَ هُمْ فِي شَيْءٍ مِّنْهُ يَتَذَكَّرُونَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْقَهُونَ مَا كَانُوا يَفْقَهُونَ (سورہ ابراہیم: ۱۸-۲۰)۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ درختوں کو مڑا بیٹھنے کے لیے موزی جانور سانپ، کچھو، مکھی، حیر و دوزخ میں جانیں لگے سوئے شد کی مکھی کے کہ یہ دوزخ میں نہیں جائیگی کیونکہ یہ لوگوں کے لیے نایت ہی مفید شد تیار کرے گی اس چھوٹی سی مخلوق میں اللہ تعالیٰ نے تعظیم کا وہ ادارہ رکھا ہے جو ان لوگوں کے لیے بھی درسِ عبرت ہے۔ شد کی مکھیوں کے بادشاہ کو یہ سب کچھ کہا جاتا ہے جو عام مکھیوں سے قدر کاٹھ میں بڑا ہوتا ہے ان کی مکھیوں میں اتنا نظم و ضبط (DISCIPLINE) و طہان ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ کے حکم کی ذرہ بھر بھی خلاف ورزی نہیں کرتیں۔ یہ فوج کی طرح منظم ہوتی ہیں اور ان کا بادشاہ جہاں جائے لا حکم ہے وہاں پہنچ کر خود راک حاصل کرتی ہیں اور جہاں پہنچے عرض کیا ہے۔ اللہ نے ان کے لیے راستوں کو آسان بنا دیا ہے، یہ درود نزدیک جہاں بھی جائیں پہنچنے والے پہنچا پس آجاتی ہیں۔ اس مکھی کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ یہ گندگی پر نہیں بیٹھتی۔ اگر کوئی مکھی کسی دوسری مکھی کو گندگی پر بیٹھی دیکھے تو فوراً بادشاہ کے پاس شکایت پہنچاتی ہے اس کا باقاعدہ کمیشن ہوتا ہے، گواہی ہوتی ہے اور اگر جرم ثابت ہو جائے تو فوراً کوڑے مارے جاتے ہیں۔ بادشاہ

مکھیوں کی
تعظیم

کی طرف سے اشارہ پا کر دوسری نگھیاں مجھ پر مرکب کر دو ٹکڑے کر دیتی ہیں۔
 آخر میں اللہ نے فرمایا اَلَمْ يَخْلُقْنَا مِنْ ذَلِكْ كَلِمَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ
 بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔
 سوچنے کی بات ہے کہ ایک معمولی شخص سے اللہ نے کتنی عمدہ چیزیں پیدا فرمائی
 ہے۔ ان نگھیوں میں کتنی تسکیم اور فراہم کردہ کامیابی کا گنا مجاہد موجود ہے۔ وہ فقرہ ہر ایک
 کی کس قدر پابندی کرتی ہیں۔ صرف پاک چیزیں کھاتی ہیں اور گندگی کے قریب
 بھی نہیں جاتیں۔ وہ اپنا گھر و ذرا کمال حکمت کے ساتھ بناتی ہیں جو صناعی کا
 بہترین شاہکار ہوتا ہے۔ یہ ساری چیزیں بنی نوع انسان کو دوست
 غور و فکر دیتی ہیں اور انہیں بھی قوانین کی پابندی کا درس دیتی ہیں۔ اگر انسان نگھیوں
 کی طرح اپنے اصولوں پر قائم ہو جائیں تو ان کی معاشرتی زندگی میں کبھی بگاڑ پیدا
 نہ ہو۔ اس وقت انسان جس ظلم و زیادتی، اسراف، حرام کاری، بدکاری، بیعتی
 اور قحاشی میں مبتلا ہیں، اس سے نکل جائیں اور انہیں آرام و سکون کی زندگی میسر
 آجائے۔ بہر حال شمد کی نگھیوں کے ہر فعل میں انسان کے لیے عبرت کا سامان
 ہے۔ جو شخص غور و فکر کرے گا وہ اللہ کی قدرت کو کچھ جانے گا اور اس کی وحدانیت
 پر ایمان لے آئے گا۔

رفہما ۳

النحل ۱۶

آیت ۵

درس ہفتم ۱۰

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُؤَدُّ إِلَيْنَا آذُنًا صَمًّا مُّسْمِئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿۵﴾

ترجمہ: اور اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو۔ پھر وہ وفات دیتا ہے تم کو۔ اور تم میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کو ٹٹایا جاتا ہے مڑیل عمر کی طرف تک نہ جانے وہ علم کے بعد کچھ بھی۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، اور قدرت نامہ کا مالک ہے ﴿۵﴾

تجوید آیات

اللہ تعالیٰ نے پہلے شرک اور شرکین کا رد فرمایا۔ اس کے بعد اپنی قدرت کی چند مثالیں بیان کیں جو اس کی وحدانیت کی دلیل بنتی ہیں۔ بخدا ہی کے آسمان کی طرف سے پانی کا نازل ہوا اس کے لیے مختلف چیزوں کی پیدائش کا ذکر ہے پھر موشیوں سے دو دھار پھلوں سے پاکیزہ روزی کا ذکر ہوا۔ شہد کی ٹکیوں کے ذریعے نہایت مفید اور مزخوب شدہ کا بیان ہوا جس میں اللہ نے بہت سی پیادوں کے لیے شکار بھی ہے۔ فرمایا یہ اس کی قدرت کے بیرونی دلائل ہیں۔ اور یہ کی دلوں کے لیے مفید ہیں؟ فرمایا لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ غور و فکر کرنے والوں کے لیے لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ عقل سے کام لینے والوں کے لیے لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ یقین رکھنے والوں کے لیے، اور لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ کون لگا کر سننے والوں کے لیے۔

اب آج کی کہیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندرونی مملکت کو موضوع

عطا کی، پھر ضعف اور بڑھاپے کی حالت طاری کر دی۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے بڑھاپے کی عمر سے پناہ مانگی ہے جس کے الفاظ اس طرح آتے ہیں۔ **اِنَّهُ اَشَدُّ بِكَ مِنْ الْبُغْلِ وَالْكُفْلِ وَمِنْ سُوءِ الْعُصْرِ وَمِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ وَالْحَبَلِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ** اے اللہ! میں قبری ذات کے ساتھ پناہ پوچھتا ہوں بخل اور سستی سے، اچھی عمر اور رذیل عمر سے، اسح و جبال کے فتنے سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے۔

ارذل عمر

فرمایا انہی زندگی کا دوسرا اور بہترین دور ہمیں ہے ساتھ تک کہ ہے اور اس کے بعد تیز و در بڑھاپے کا ہوتا ہے جو کہ پچھتر سال کی عمر تک چلتا ہے پھر جو کوئی اس عمر کو پہنچ جائے اس کا ارذل العمر شروع ہو جاتا ہے بعض فرماتے ہیں کہ یہ دور اسی سال کی عمر کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اسی حصہ زندگی کے متعلق اللہ نے اس آیت میں فرمایا ہے **وَمِمَّنْ كُنْتُمْ تَوَدُّ اَنْ لَا يَأْتِيَ الْاَرْذَلَ الْعُصْرَ** اور تم میں سے بعض وہ ہیں جن کو رذیل عمر کی طرف لوٹا جاتا ہے۔ اس عمر کو پہنچ کر انسان کے قویٰ مفصل ہو جاتے ہیں اور وہ کوئی کام ٹھیک طریقے سے نہیں کر سکتا۔ اُس کے اعضاء میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ کبھی معدہ خراب اور کبھی پیشاب کی تکلیف، کبھی آنکھوں میں تکلیف اور کبھی دانتوں میں خرابی۔ سماعت اور بینائی تو اکثر جواب دے دیتی ہے اور انسان بیکار محض ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے ارذل العمر سے خدا کی پناہ مانگی ہے۔ اصل کام کماج اور عبادت الہی کے لیے دوبارہ عمر و حیات ہی بہترین ہے، حضور علیہ السلام نے سات آدمیوں کے متعلق بشارت سنائی کہ ان کو عرش کے سایہ میں جگہ دیے گی ان میں وہ نوجوان بھی شامل ہے جس نے جوانی کی عمر عبادت میں گزاری۔

بچپن گزار کر جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے، پھر اس پر بڑھاپا پاری ہو جاتا ہے۔ ان میں سے
بعض کو زیادہ عرصہ نہیں ملتا اور وہ ابتدائی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں بعض جوانی میں اور
بعض بڑھاپے کی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں اور پھر بعض اس سے بھی آگے طبعی مدد پوری کر کے
فوت ہوتے ہیں اعلیٰ کہتے ہیں کہ جہانی ساخت کے اعتبار سے انسان کی طبعی عمر ایک
سئیں سال ہے اللہ نے انسان کے جسم کی مشینری کیسے عرصہ کے لیے کارآمد
بنایا ہے بشرطیکہ اس کے قویٰ میں کوئی عرابی واقع نہ ہو۔ حضرت حکیم بن
حزائم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی عمر کا فرمائی: پہلے زمانے میں لوگوں کی اوسط عمر
زیادہ تھی مگر اب ٹھانڈا رہی کوئی لمبی عمر رہا ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان
مبارک ہے: **أَعْمَلُوا لَكُمْ مَنَابِتُكُمْ سِتِينَ رَافًا مَسْلُوبِينَ**
وَقُلْ مَنَّتْ يَحْيُونَ ذَلِكْ یعنی میری امت کے لوگوں کی عمر پانچ
سائے سال کے درمیان ہو گی اور بہت کم ہوں گے جو اس سے
کے جائیں گے۔ علما اور محققین کہتے ہیں کہ ابتدا سے لے کر تیس برس
تک کی عمر کا ایک عرصہ ہوتا ہے اس عرصہ میں انسان کے قواسمے ظاہر اور
باطن مکمل ہوتے ہیں اور ان میں کوئی منفی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ پھر چالیس سال
کی عمر سے ساٹھ سال کی عمر تک دوسرا دور ہوتا ہے۔ یہ درمیان عرصہ حیات ہے
جو کہ انسان کا قیمتی سڑپ ہے۔ بچپن میں قویٰ نہ مکمل ہوتے ہیں اور انسان میں
ناپختگی ہوتی ہے۔ اسی لیے کہ مکلف بھی نہیں ہوتا۔ البتہ یہ درمیانی عرصہ ہی
بسترین عرصہ ہوتا ہے جس میں انسان دین اور دنیا کا کام صحیح طور پر انجام دے
سکتا ہے۔ اگر اس عرصہ زندگی کو انسان اپنے کاموں میں استعمال کرے
تو وہ ترقی کر لے اور پھر پورے زندگی گزارے۔ انسان کی ابتدائی زندگی کو ہی
اللہ نے صفت پر محمول کیا ہے۔ جیسے فرمایا: **اِنَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ**
وَمِنْ صُنْعِهِ لَمَّا جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ
مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً (الروم) اللہ کی ذات
رحمٰی ہے جس نے انسان کو کمزور حالت میں پیدا کیا، پھر اس کے بعد قوت

مخلوق بنایا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر انسان اپنی زندگی کے مختلف مراحل پر ہی غور کرے تو اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت بھر میں آسکتی ہے سورۃ الذاریت میں موجود ہے "وَقِفْ أَفْعَابُكُمْ أَحَلَّادًا تَنْصَرُّونَ" خود تبارے نفسوں کے اندر بہت سی نشانیاں ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں؟

زندگی اور موت

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تخلیق انسانی کا ذکر کیا ہے وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ اللہ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، یعنی انسان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ نے اُسے تخلیق کی نعمت عطا کی ہے اور وہ اللہ کی مخلوق ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے انسان کو پیدا فرما کر پرہیزی نہیں چھوڑ دیا کہ "قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (الاعلاق)" اُس نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے کائنات کے لیے بحیثیت مجبوری فرمایا "مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ" (الاحقاف) "وَأَحْبَل قُسَمِي" (الاحقاف) آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کے لیے وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آجائے گا۔ تو کائنات کا پورا نظام ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح قوموں کے لیے بھی اللہ نے مختلف اوقات مقرر فرمائے ہیں۔ ایک وقت میں انہیں عروج حاصل ہوا ہے تو دوسرے وقت میں ان پر زوال آجاتا ہے۔ اسی طرح ہر شخص کے لیے وقت مقرر ہے۔ اُس کی زندگی ایک خاص مدت تک کارآمد رہتی ہے اور پھر انحطاط کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اللہ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا ہے "فَعَوِّثُوْكُمْ" پھر وہ تم پر موت طاری کر دیتا ہے۔ جب تک اُس کو منظور ہوتا ہے، انسان کو زندہ رکھا ہے اُسے زندگی کے مختلف مراحل سے گزارا ہے اور پھر موت سے ہٹا کر دیا ہے۔

انسانی زندگی میں کئی عروج و زوال آتے ہیں۔ انسان پیدا ہوتا ہے،

زندگی کا عروج و زوال

پیرازہ سال کے اس دور کو ہر آدمی محسوس کرتا ہے، تاہم جب ایک شاعر اس مرحلے سے گزرتا ہے تو اس کے احساسات اشعار کی صورت میں اُس کی زبان پر آجاتے ہیں جگر مراد آبادی پر صغیر کا معروف شاعر ہے جسے دوست ہونے ابھی بیس سال کا عرصہ ہوا ہے۔ اُس نے اپنے غزلیں کہا ہے۔

نزدی و خزا باقی و بعد شبابِ اولیٰ

یعنی خواہ رندی ہو یا خزا باقی، یہ جوانی کی عمر میں ہی ہو چکی ہے۔ مطلب یہ کہ بڑھاپے میں اپنی کسی کام کا نہیں رہتا۔

قدیم شعرا میں مومن خاں مومن بھی صفت اول کا شاعر تھا، مثنوی سلطان، بیتہ احمد شہید بریلوی کا مرید اور شاہ عبدالغفر زبیر محدث دہلوی کا شاگرد تھا۔ وہ کہتا ہے

عجبِ شباب ہے زندگی کا مزا

پیری میں کہاں ہے وہ جوانی کا مزا

یہ بھی کئی دن میں فنا ہو گا

باقی ہے جو باتوں میں کہانی کا مزا

جگر مراد آبادی کا یہ شعر بھی ملاحظہ کریں۔

خصت ہوئی شباب کے ہمراہ زندگی

کتنی بات ہے کہ جسے جا رہا ہوں میں

صوفی شعرا میں عورتی بڑے مشہور ہیں، انہوں نے بھی اس دور کا بڑے لطیف انداز میں ذکر کیا ہے۔

افسوس کہ ایامِ جوانی بگڑا شست

سوائے عیشِ جاودہانی بگڑا شست

خفتہ بہ کنارِ جوئے چنداں

مگر جوئے میں آپ نہ گمانی بگڑا شست

افسوس جوانی کا ناز گزر گیا، حقیقت میں صبحِ ناز عیش وہی تھا۔ میں ندی کے

کنا دے آنا سوا کہ میری اپنی زندگی کی ندی کو اپانی ہی ختم ہو گیا۔
عربی شعرا میں سے ایک بکیر بدل اپنی بیٹی کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے

أَرْهَيْتُ هَلْ مِنْ شَيْبَةٍ قَدْ مَعَلَّ
أَمْ لَا سَمِئِلَ لَكَ الشَّبَابُ الْأَقْلَ

اے بیٹی! تم میرا کیا بڑھاپے سے ہلنے کی بھی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟
کیا اس جوانی کے زمانے کی طرف بٹھنے والی کوئی بات ہو سکتی ہے؟

أَمْ لَا سَمِئِلَ لَكَ الشَّبَابُ وَذُكُورُ
أَشْهُيَ لَكَ مِنَ الرَّحِيْقَةِ السُّكُلِ

یعنی مجھے تو کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ میرے نزدیک تو اس کا ذکر بھی شراب
مصفا سے زیادہ پیارا ہے۔

سَمِعْتُ تَحْكُمَ الْخَيَاةَ وَمَنْ لَيْشَ
تَمَانِيْنَ حَوْلًا لَا أَبَاكَ يَسْأَلُ

میں اسی زندگی سے دیگر ہو گیا ہوں۔ تیرا آپ نہ ہے جو آدمی اسی سال کی
عمر تک پہنچتا ہے، وہ یقیناً زندگی سے دیگر ہو گیا ہے۔

رَأَيْتُ الْعَيَا خَيْطَ عَشْوَاةٍ مَنْ لُصِبَ
لَوْثُهُ وَمَنْ تَخْلُطُ لَيْسَ فِيهِمْ

میں نے عورتوں کو ایسا دیکھا ہے جسے اذھی اور مٹی ٹانگ لڑکیاں مارتی ہے
جس کو بل لگنی اُس کو فنا کر دیا، اور جس سے خطا کر گئی اس کو عمر بے دی جاتی ہے
وہ ہر دم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ہر دم صنعت اور انحطاط کی عمر کو کا جاتا ہے۔
کسی نے یہ بھی کہا ہے۔

إِنَّ الشَّامَانِيْنَ وَبُلَغَتَهُمَا
قَدْ اتَّخَذَتْ سَمْعِي إِلَى تَرْجَانِ

تجسّس خدا تجھے اسی سال کی عمر تک پہنچائے، اُس نے مجھے تو ترجان کی طرف

محتاج کرنا ہے یعنی میرے قریبی استاد مضمحل ہو چکے ہیں کہ اب میں جہاں کے بغیر کسی سے بات بھی نہیں کر سکتا۔ رنج و کدو کسی کی بات سن سکتا ہوں اور مدد کر کو اپنی بات سن سکتا ہوں۔
 سورنا ابو الکلام آزاد نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ پچاس سال کے بعد انسان کی زندگی ایسی ہوتی ہے گرا کہ وہ غلط راستے **WRONG SIDE** راگت سا لہا پر چارہ ہوا وہ ہر وقت حادثات کے خطرہ سے دوچار رہتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔

”گئے اندر دست و گنجہ از دل گئے ز پائیم
 بسرعت می روی لے طرعی ترسم کہ او نامم
 مطلب یہ کہ کبھی اوتار میں تکلیف ہو گئی، کبھی دل اور کبھی پاؤں میں غزالی پیدا ہو گئی۔ عمر چڑی سے گزر رہی ہے اور پھر ایسا ہو گا کہ ہم اس کا ساتھ نہیں دے سکیں گے اور وہ نکل جائے گی۔“

”البيان والبيان“ دوسرے نے بتا رہا ہیں جو کلام عقل کی ہے

وَالْيَقِينُ شَيْئٌ لِّمَنْ أَدْرَسَ يَسَاحِقُهُ

بَلَاءٌ وَكَرَّاسُ الْوَالِدِ الْخَالِ

بڑھاپا تو ایک عیب ہے جس کے صحن میں اُتر جانے حقیقت میں زندگی کا بہترین دور وہی ہوتا ہے جب بال کا لے جوتے ہیں۔ سہی سکا نے کہا ہے ایک حضور علیہ السلام کا فرمان بھی ہے کہ شباب کو بچپن سے غنیمت سمجھو کہ یہ جلدی ختم ہو جائے گا۔ اور جو کچھ کرنا ہے شباب میں ہی کر لو۔ اس کو غنیمت سمجھو کہ یہ دور بھی ختم ہو جائے گا۔

میرے کن لے فلاں وغنیمت شمار عمر

زبان پیشتر کہ باگ بر آید فلاں نہ ماند

یعنی کلام کہ لو اور زندگی کے ان لمحات کو غنیمت سمجھو۔ ایک دلی آواز کہنے لگی کہ فلاں آدمی اس دنیا میں نہیں رہا۔

اسی طرح عمران ابن حنبل کا شعر ہے

فَاعْمَلْ فَإِنَّكَ مَنَعِيَّ قِيَامًا

حَسْبُ اللَّيْلِ بِهَذَا الشَّكْلِ مِنْ نَائِمِي

جو کچھ عمل کرنا ہے کر لو کیونکہ ایک دفعہ آواز اٹھے گی کہ فلاں آدمی سر گیا، اور اگر تم کسی ڈرانے والے کو تلاش کر رہے ہو۔ تو یہ بالوں کی سفیدی کافی ڈرانے والی ہے یہی موت کی خبر دیتی ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام کا فرمان بھی ہے کہ قیامت کے دن چار چیزوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اور جب تک کوئی ان کا جواب نہیں دے گا، اسے قدم نہیں اٹھانے دیا جائے گا۔ وہ چیزیں ہیں ان ان کا عالم شباب، اس کی عمر، مال اور علم۔

حافظ کی
مکمل رو

بہر حال زندگی کا درمیان عمر صرف ہی بہترین عرصہ ہے جس میں انسان کمال حاصل کر سکتا ہے، علم و ہنر سیکھ سکتا ہے اور عبادت و ریاضت کر سکتا ہے۔ مکی دفاع کے لیے اسی عمر کی ضرورت ہوتی ہے، ہر محنت طلب کام اسی عمر کے حصہ میں کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر نے فرمایا کہ ذرا غور کرو کہ تمہیں پیدا کیا پھر موت طاری ہوتی ہے۔ اور درمیان میں ارذل العمر کا دور بھی آتا ہے جبکہ انسان کی حالت یہ ہو جاتی ہے۔ لیکن لا یفیکم بعد علم شیئاً کہ علم ہونے کے باوجود کچھ نہیں جانتا۔ حافظ خراب ہو جاتا ہے۔ شباب کے عالم میں جو کچھ اوتھا۔ وہ بھول چکا ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ عالم ہونے کے باوجود بے علم ہو گیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ اس حصرائیت سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ اس امت میں کامل لوگ پیدا ہونے کے بعد چھ ہفتے لوگ پیدا ہونے لگیں گے واللہ اعلم۔ بقیہ ہر ہی حال نظر آئے تو وہی ان کے لوگوں کے حالات پڑھئے اور پھر اس زمانے کے ساتھ برتاؤ کیجئے۔

انفکلویت اور اجتماعیت، اخلاقیات اور عبادات ہر لحاظ سے درجہ منزل میں ابتر شاہ اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی کتاب کے

ساتھ تعلق رکھے گا، اس کی حد و تدبیریں میں مصروف رہے گا، اللہ تعالیٰ
 اس نسیان کے فائدہ عاجز ہے بخود رکھے گا۔ قرآن پاک کی برکت سے
 اس کی یادداشت قائم ہے گی۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ
 خدا تعالیٰ کی ذات سب کچھ جاننے والی اور قدرتِ تامہ کی ملک ہے
 تمام تغیرات اور تصرفات اس کے اختیار اور قدرت میں ہیں۔

النحل ۱۶

آیت ۱۳۱

ربما ۱۳

درس ہفتم ۱۸

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ
 وَنَحْنُ الَّذِينَ ۚ فَضِلُّوا بِرَأْدِي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ
 مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ
 اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿۴۱﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ
 أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَيْنًا
 وَحَفَظَةً وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ
 يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ﴿۴۲﴾ وَ
 يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ
 رِزْقًا مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا
 يَسْتَطِيعُونَ ﴿۴۳﴾ فَلَا تَضُرُّوهُ بِالْمِثَالِ
 إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: واللہ نے فضیلت بخشی ہے تم میں سے
 بعض کو بعض پر رزق کے سلسلے میں۔ پس انہیں ہی
 وہ لوگ جن کو فضیلت بخشی گئی ہے، دیکھنے والے اپنی
 رزق کو ان پر جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ
 اگر وہ اس میں برابر ہو جائیں۔ تو کیا اللہ کی نعمت کا یہ
 انکار کرتے ہیں ﴿۴۱﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جن نے بنائے ہیں

تہارے لیے تہا ہی جانوں میں سے تہاے جوڑے ، اور
 بنائے ہیں تہاے لیے تہاے جڑوں میں سے بیٹے اور
 پڑتے ، اور روزی بخشی ہے تمہیں پاک چیزوں سے کیا یہ
 لوگ باطل پر یقین رکھتے اور اللہ کی نعمت کے ساتھ انکار
 کرتے ہیں (۴۲) اور یہ لوگ عبادت کرتے ہیں ، اللہ
 کے سوا ان چیزوں کی کہ نہیں مانگ ان کے لیے روزی
 کے آسمانوں سے اور زمین سے کسی چیز کے بھی ، اور نہ
 وہ طاقت رکھتے ہیں (۴۳) پس نہ بیان کرو تم مثالیں اللہ
 کے لیے ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (۴۴)

ربط آیات

اللہ نے اپنی قدرت کی وہ نشانیاں بیان کیں جو اُنس نے انسان کے
 خدا اور بیرونی دنیا میں پیدا فرمائی ہیں ۔ پھر اسی مضمون کو شرک کی تردید میں بطور دلیل
 پیش کیا ۔ گذشتہ آیات میں بھی اللہ نے اپنے انعامات کا تذکرہ کیا تھا اور آج کی
 آیات میں اسی سلسلہ کی کڑی ہے ۔ اللہ نے مشرکین کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اُنس
 کے انعامات کی نافرمانی کرتے ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیں نعمتوں کا شمار ادا کرنا چاہیے تھا ۔ انکا
 کو چاہیے کہ وہ اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت کریں
 اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے ۔

ربط آیات
 تہاوت

اب اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ احسان بھی یاد دلایا ہے وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ
 عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَا يَذَّكَّرُ اُولٰٓئِكَ سِوَاكَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
 ہے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی کے معاملہ میں ۔ اللہ نے تمام مخلوق کے لیے
 روزی کے یکساں دروازے کھلا دیے ہیں بلکہ بعض کو زیادہ روزی دی ہے اور
 بعض کو کم ۔ اس کی بیش کی محنت اور مصامت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو
 خود بخود ہی دہاں ہے اور یہ کسی انسان کے میں کی بات نہیں ۔ دوسری جگہ تصریح

مَرْجُومٌ ۖ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ ۚ وَلَكِنْ يُكَفِّرُ بَعْدَ ذَلِكَ مَا يَشَاءُ ۚ (الشوری) اگر اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے لیے روزی کے یکساں دروازے کٹا دے تو وہ زمین میں بغاوت کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق روزی نازل فرماتا ہے۔ کسی کو زیادہ مال دے دیا اور کسی کو کم۔ کسی کو لفسر بنا دیا اور کسی کو باعزت۔ حدیث شریف میں آدم علیہ السلام کا ذکر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کی تمام روحوں کو تمثیل کر کے ان کے سامنے پیش کیا تو ان میں تفاوت نظر آنا تھا۔ آدم علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا، پروردگار! لَقَدْ لَاحَظْتُ بَيْنَ عِبَادِكَ تَوَسُّعًا فِيهِ بَدَلٌ كَثِيرٌ (میان برابر کی کیوں نہیں رکھی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر میں سب کو یکساں کر دیتا تو کوئی شخص میرا شکر ادا نہ کرتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ذہنی قوی اور جسمانی ظاہری اور باطنی طاقتیں ایک جیسی نہیں رکھیں، اس لیے ان کے علم و عمل میں بھی فرق ہے اور پھر ان کی روزی کا سلسلہ بھی کم و بیش رکھا ہے۔ کوئی امیر اور مسکین ہے اور اسی طرح کئی غریب اور غریب تر ہے حدیث میں آتا ہے کہ جب اپنے سے زیادہ نعمت والے کا خیال کئے تو اس کی طرف نہ دیکھو بلکہ اپنے سے کم تر کی طرف دیکھو اَلَا تَنْزِدُ رَوْحَهُمْ عَلَیْهِمْ لَئِنْ قَالُوا لَمْ يَنْزِلْ عَلَیْهِمْ رَوْحُ اللَّهِ لَيَقُولُنَّ سَمْعُكُمْ لَا يَسْمَعُ شَيْئًا وَبَصَرُكُمْ لَا يَبْصُرُ شَيْئًا وَهَبْ لَكُمْ أَمْثَلَكُمْ (مائدہ) اگر تم اللہ کی عطا کردہ نعمت کو حقیر نہ سمجھو۔ اللہ نے تمہیں بھی بہت سے لوگوں پر فضیلت دی، تم مال اور اولاد میں ان سے بہتر ہو، گویا تم سے کمتر لوگ بھی موجود ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اللہ کی نعمت کو حقیر نہ سمجھو اللہ نے انسانوں کے درمیان جو تفاوت رکھا ہے وہ بالکل فطری ہے جس طرح استعداد اور نعمت میں فرق ہے، اسی طرح روزی بھی برابر نہیں

یاد رکھنا چاہیے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے روزی زیادہ بخشی ہے اس کے ذمے حقوق بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ ہم بحورہ الروم میں پڑھتے ہیں فَادَّبْ

ہے۔ پہلا اگلی آیت میں اللہ نے اسی چیز کو شرک کے خلاف دلیل بنایا ہے کہ ان کو اپنے ہم جنس انسانوں کو بھی اپنے برابر انہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر شرک کا پتھر اپنا جانے۔

فرما: اللہ کی عطا کردہ نعمت کی قدر دانی کرو۔ اٹھنے پر حکم نہیں دیا کہ تم اپنا سارا مال خیرم کر کے اپنے سے کم تر لوگوں کے برابر بوجھاؤ بکھر دینا ہے کہ اپنے مال میں سے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حقوق لوگوں کو اور جس تک اپنا تفاوت قائم رکھو، یہ قسم پر اللہ کا انعام ہے نظام سرکاری میں یہی قیامت ہے کہ وہ مالی حقوق راہ نہیں کرتے جس کی وجہ سے فلسفی سوسائٹی مساب کا شکار ہو رہی ہے غریب اور کمزور لوگ مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، مذہب بڑی بڑی اور اشتراکیت کی طرف رجحیت، اسی چیز کا نتیجہ ہے۔ اگر ہر شخص کو اس کا جائز حق مل جائے تو اسے بناوٹ کرنی کی ضرورت ہے، آج حالت یہ ہے کہ غریب لوگ زمین اور مکان سے محروم ہیں، ان کے بچوں پر تعلیم کے حواضے بند ہیں، ان کے لیے حفاظتِ صحت کا کوئی انتظام نہیں، انہیں روزگار کی ضرورت ہے وہ بھی عزت نفس چاہتے ہیں مگر جب وہ ان چیزوں سے محروم ہوتے ہیں تو کبھی اشتراکیت کے گائے میں پناہ تلاش کرتے ہیں اور کبھی کسی دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرتے ہیں یہی کامیابی تو یہ ہے کہ خود تکلیف اٹھا کر بھی دوسروں کو اپنے دین میں اعلیٰ کرنی کی کوشش کروں گی یہاں اپنے بھی دوسروں کی طرف دیکھتے ہیں۔ سادہ حیثیت حقوق کی عدم فراہمی کی وجہ سے تمام سوسائٹی بکھر چکی ہے۔ کمزوروں کو سہارا دینے کے لیے کوئی تیار نہیں، اشتراک کی مساوات بالکل غیر فطری ہے جب کہ حقیقی مساوات دنیا و ظہیر اللہ کی تعلیم میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت اور شخصی اجتہاد کا انتظام کر کے انسان پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: وَاللّٰهُ جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا
أَنْفُسُكُمْ أَنْزَلْنَا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جس نے تمہاری ہی

کیسے اپنی صنعت و حرفت اور طرح طرح کے کاموں پر ہوتے ہیں اور سب روزی کے ذریعے ہیں۔ مٹل رزق میں عوام کی ملاوٹ نہ کرو، اور چھپر عیاشی، فحاشی، اسراف، بلڈنک سازی کی بجائے معاشرے کے کمزور لوگوں کو سہارا بنو۔ اللہ نے انسان کو سکھت بنالیا ہے۔ اس پر پابندیاں عاید کی ہیں۔ اگر اپنے تمام معاملات دائرہ قانون کے اندر رکھنا چاہو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے، حظيرة القدس کے ممبر بن جاؤ گے۔

فطری اور
غیر فطری
مسائل

اللہ نے فرمایا، جن لوگوں کو ہم نے نیارہ روزی دی ہے، مال نہ رکھو اور انی ہے۔ ان کا معاملہ ایسا ہے فَمَا الَّذِي كَفَرْتُمْ بِهٖ وہ لوگ جن کو دوسروں پر فضیلت دی گئی ہے فَاَوْفُوا بَرِّهٖمْ عَلٰی مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاَهُمُّوْا فِيْهِ مَسْاُوٓءًا وہ نہیں پاسے کہ اپنا مال اپنے غلاموں میں تقسیم کر دیں تاکہ وہ بھی ان کے برابر ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی نہیں چاہتا کہ اس کے غریب خدام بھی اس کے برابر حیثیت کے مالدار ہو جائیں۔ کوئی کارخانہ دار اپنے مزدور کو اپنا ہم پلہ نہیں دیکھنا چاہتا، کوئی زمیندار اور جاگیردار اپنے مزارع کو اپنے برابر بیٹھا نہیں دیکھ سکتا اور نہ کوئی حاکم برداشت کرتا ہے کہ اس کے سامنے اہمیت اس کی حیثیت میں برابر ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ ہر کس فاکس ایک جیسے ہو جائیں تو ایک دوسرے کے کام کوئی کرے گا اور دنیا کا نظام کیسے چل سکے گا۔ بگیا اس طرح کی تقسیم غیر فطری ہوگی۔ اللہ نے اپنی محکمت اور مصلحت کے مطابق ہر شخص کی استعداد، قوت اور علم میں تفاوت رکھا ہے تاکہ بنی نوع انسان ایک دوسرے کے کام آسکیں۔ فَرَا بِحُبِّ اللّٰهِ تَعَالٰی نے تفاوت قائم کیے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اَفَبِمَا نَحْنُ عٰلَمٌ بِّمَا يُخْفِیْہُ اللّٰہُ تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے کہ اس کی مہربانی سے اسے نعمت حاصل ہو گئی۔

جنس سے تمہاری بیویاں بنائی ہیں وَجَعَلْنٰی لَکَ حَکْمًا مِّنْ اَدْنٰی اَجَلٍ
 یَّوْمَئِکَ وَخَفَیْکَۃً اور پھر ان بیویوں میں سے تمہارے بیٹے اور پوتے
 پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی بقا کا یہ انتظام فرمادیا ہے کہ مردوں
 اور عورتوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں اور پھر ان میں سے ان کی اولادوں کو پیدا
 کیا ہے۔ اس طرح نسل انسانی قیامت تک چلتی رہے گی۔ عطف کا معنی خادم،
 غلام یا سہرا لے لئے بھی ہوتا ہے۔ تاہم عام معنی میں اس کا معنی پوتے
 کیا ہے کہ نسل انسانی کی بقا کی یہ صورت ہے۔ بہر فرزندانی ہے اور اپنی مقررہ
 عمر پوری کر کے مر جاتا ہے، تاہم اگر اس کی اولاد ہو تو وہ کھتا ہے کہ میں
 نہیں ہوں گا تو اس دنیا میں میری اولاد تو موجود ہوگی۔ اس کی ٹہلی کے بیٹے ہی
 بہت کافی ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرے بعد بھی میرا ذکر خیر ہونا ہوگا۔
 نیک اولاد اپنے آباؤ اجداد کے لیے دعائیں بھی کرتی ہے اور یہ بھی ان کی بقا
 کی ایک صورت ہوتی ہے۔ اسی لیے اولاد کی خواہش کو بڑھانیں کہا گیا، بلکہ
 نبیاء علیہم السلام بھی نیک اولاد کے لیے دعائیں کرتے رہے۔ حضرت ابراہیم
 علیہ السلام نے کہا اِنَّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الضَّیْعَةِ (الصفحت)
 یا اللہ! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی خدا تعالیٰ
 کی بارگاہ میں عرض کیا رَبِّیْ لَا تُذْخِرْ فِرْدًا وَّ اَنْتَ خَلِقُ الْوَارِثِیْنَ
 (الانبیاء) بہر حال نیک اولاد باپ و داد کے نام کو زندہ رکھتی ہے۔
 یہ تو نرمی بقاء کا سلسلہ تھا اب آگے فرمایا وَذَکَکُمْ مِّنْ
 الطَّیِّبٰتِ اور تمہیں پاک چیزوں کی روزی عطا فرمائی۔ ہر انسان خوراک کا محتاج
 ہے۔ اللہ تعالیٰ نے المارج اور میل پیدا کر کے انسان کی شخصی بقا کا انتظام
 بھی کر دیا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ خوراک
 ایک ایسی چیز ہے جس پر انسانی اور حیوانی زندگی کا دار و مدار ہے۔ حتیٰ کہ اللہ
 کے پاکیزہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے وَمَا جَعَلْنٰہُمْ

جَبَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ (الانبیاء) ہم نے انبیاء کے جسم
 ایسے نہیں بنائے کہ انہیں کھانے پینے کی ضرورت نہ ہو، غرضیکہ ایک زمانے تک
 انسان کی شخصی بقا کا انحصار رزق پر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا ہدایت کردہ ہے۔ فرمایا ہے
 اللہ نے انسان پر اتنے احسانات کئے ہیں أَفَلَا يَظُنُّونَ أَنَّا
 کے باوجود یہ لوگ باطل پر یقین رکھتے ہیں وَسَيُعَذِّبُ اللَّهُ النَّاسَ
 اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں! کئے انہوں کا مقام ہے
 فرمایا نسل انسانی کی شخصی اور فزعی بقا کا انتظام تو میں نے فرمایا ہے مَنْ
 کما مات یہ ہے وَيُعَذِّبُ الَّذِينَ مَنُّوا بِاللَّهِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
وَرِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِمَّا سَخَّرْنَا وہ اللہ کے سوا ان کی پرہا
 کرتے ہیں جو ان کے لیے زمین و آسمان سے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں
 رزقی رسال تو اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر یہ لوگ لات، مانتا، اعترسی، اجن، فرشتہ،
 حجر، شجر اور قبر کی پرستش کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی رزق کی گمان
 ہے اور نہ یہ کسی کی حاجت برداری اور عمل کشائی کر سکتے ہیں اس کے باوجود
 یہ لوگ اپنی مشکلات الٰہی کے سامنے پیش کرتے ہیں، الافاق الانبیاء اپنی کر
 پکار تے ہیں اور انہی کے نام کی نذر دنیا زبوتے ہیں۔ فرمایا وَلَا تَكْفُرْ بِاللَّهِ
 ان کے پاس ضابطہ ہے اور نہ طاقت، نہ یہ بارش برسا سکتے ہیں، نہ زمین
 میں روئید گیہ پیدا کر سکتے ہیں کہ الاج، اصیل اور سیریاں پیدا ہوں۔ نہ ان کا زمین
 میں تصرف ہے اور فضا میں کوئی دخل ہے، یہ کسی چیز کے مالک بھی نہیں
 نفع اور ضار بھی نہیں تو پھر کتے عظم کی بات ہے کہ ان کو خدا کا شریک عطا کر
 ان کی عبادت کی جانے۔ اور ایم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا تھا
لَيْتَ الْاٰدِيَّتُكَ تَعْبُدُوْنَ فَنَدِمْتَ فَوَلَّى اللّٰهُ تَكْفِيْدَكُمْ
لَكُمْ رِزْقًا فَابْدَعُوا عِندَ اللّٰهِ الرِّزْقَ (العنکبوت) اے لوگو!
 تم اللہ کے سوا جن دوسروں کی عبادت کرتے ہو ان کی کا رزق پر کوئی اختیار

شرک کی
 تردید

نہیں ہے۔ لہذا اللہ ہی کے پاس رزق تلاش کرو۔ تمام اسباب رزق اہل
کے قبضہ قدرت میں ہیں، لہذا ہمیشہ اُسی کی طرف رجوع کیا کرو۔ اُسی نے اپنے
اختیارات کسی مخلوق کو تقسیم نہیں کیے جب کہ مشرکین عرب کا دعویٰ یہ تھا، کہ
اللہ تعالیٰ نے خود بعض جتیوں کو اختیارات تفویض کر کے انہیں اپنا شریک
بنالیا ہے۔ چنانچہ وہ حج کے دوران عکبر میں لکھتے کہ لَا شَرِيكَ لَنَا
کے بعد یہ اضافہ کرتے تھے اِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَحْكُمُ بَيْنَنَا
وَمَا هَلَكُ (صحیح مسلم) کہتے تھے اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی
شریک نہیں سوائے اُسی کے کہ جسے تو نے خود اختیارات دے کر اپنا
شریک بنالیا ہے۔ بعض مشرک غیر اللہ کی عبادت کا یہ جواز پیش کرتے
تھے کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، چونکہ یہ اللہ کے مقبول بندے ہیں، اس
لیے اُن کی عبادت کے ساتھ مل کر ہماری عبادت بھی قبول ہو جاتی ہے بعض
یہ بھی کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی ذات جیسی بلند و بالا ہے، ہماری دُعاں اس
رسائی نہیں ہو سکتی، لہذا ہم اُن کے واسطے سے خدا تک رسائی حاصل کرتے
ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام اہل جہانم کی تردید فرمائی ہے۔

اللہ سے
براہ راست
تعلق

اللہ اور بندوں کے درمیان براہ راست تعلق کے متعلق شاہ ولی اللہ
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پرستی صفت کا نام تہی ہے۔ جب ماں کے پیٹ
میں انسانی ڈھانچہ تیار ہو جاتا ہے تو پھر اُس میں روح الہی داخل کی جاتی ہے اور
اس طرح ہر انسان کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی تجلی اعظم کا عکس پڑنے لگتا ہے
اللہ اور بندے کے درمیان یہی براہ راست تعلق ہے، زندگی میں تو انسان کو
اس کا شعور نہیں ہوتا، مگر جب انسان مر جاتا ہے اس کی روح اور ضمیر ہم سے
باہر نکل آتا ہے تو اُس وقت تجلی اعظم کی کشش انسان کو عالم بالا کی طرف
کھینچتی ہے جب کہ اُس کے برے اعمال اُسے نیچے کی طرف کھینچتے ہیں۔
اور پھر انسان کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اُس وقت انسان کو خدا خدا

کے ساتھ براہ راست تعلق کا احساس ہوتا ہے۔

غرضیکہ بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہ راست تعلق قائم ہے ،
 اللہ تعالیٰ اپنی مرضی اور ارادے سے جو چاہے کرتا ہے ، وہاں کسی واسطے کی
 ضرورت نہیں ہے بعض اوقات اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
 بعض کام فرشتوں کے ذریعے کرتا ہے ، لہذا براہ راست تعلق تو ثابت
 نہ ہوا۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے کوئی اختیار نہیں
 دیا بلکہ وہ تو اس کے حکم سے ہر کام کرتے ہیں کیونکہ وہ مامورین اللہ ہوتے
 ہیں۔ پیچھے گزر چکا ہے ”وَقَضَّ سَعِيدٌ الْحَبْلَ فَسَاءَ يُوسُفُ وَيُوسُفُ“
 وہ تو وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ انہیں یہ خود کسی کی
 حاجت برداری اور مشکل کشائی ، بدش برساتی ، اچل اگلے کا کوئی اختیار
 نہیں۔ لہذا جو کوئی اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کو توفیق الاسباب پکارے
 گا اور اس سے امید واپس کرے گا ، وہ مشرک ٹھہرے گا۔

فرمایا، تم ایسی مثالیں بیان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کے کسی مالک پر قیاس کے
 کہتے ہو کہ جس طرح بادشاہ ملک اس کے وزیر ، مشیر یا مساحک کے بغیر رسائی نہیں
 ہوتی ، اسی طرح اللہ تک بھی اس کے مقرب کے بغیر پہنچ ممکن نہیں ، تو یہ
 تمہاری خام خیالی ہے۔ ”فَلَا تَقْصُرْ بِنَافِلَتِهِ الْإِنْفَالُ مَثَلُ اللَّهِ“ کے لیے ایسی
 مثالیں مت بیان کرو، کیونکہ اُس کا قرآن قرآن ہے ”لَقَدْ جِئْتُمْ
 الْمُصْطَفَىٰ ذَا دَعَاؤٍ وَكَثِيفُ الشُّعْرِ“ (النحل) مصیبت زدہ
 کی پکار کر کوں سنتا ہے اور اُس کی تکلیف کو کون رفع کرتا ہے؟ ”وَاللَّهُ
 مَرَّجُ الدِّينِ“ اللہ کے ساتھ کوئی اور محمود ہے۔ نہیں بلکہ وہی براہ راست
 پکار کر سنتا ہے۔ اور تکلیف کو رفع بھی وہی کرتا ہے ، کوئی نبی ، ولی جن
 فرشتہ اللہ کے درمیان واسطہ نہیں ہے ، نہ اُن نے کسی کو کوئی اختیار دے
 رکھا ہے۔ لہذا اللہ نے فرمایا کہ اللہ کے لیے ایسی مشرک اد مثالیں مت

بیان کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يَفْتَلِحُ وَانْتُمْ لَا تَفْلَحُوْنَ ہر چیز
 کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، لہذا اس کی حکمت میں غفلت اور
 کی کوشش بے فائدہ ہے۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى
 شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنَّْا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ
 مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ يَسْتَوْنَ الْحَمْدُ لِلَّهِ
 بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۵﴾ وَضَرَبَ اللَّهُ
 مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ
 عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُ
 لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ
 بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۵۶﴾

۱۰
۱۱

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے۔ ایک
 غلام کی جو ملوک ہے اور نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر۔
 اور وہ شخص جسے ہم نے روزی دی ہے اپنی طرف سے
 اچھی روزی پس وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے پریشہ
 بھی اور ظاہر بھی کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ سب تعریفیں
 اللہ کے لیے ہیں بلکہ اکثر ان میں سے ایسے ہیں جو نہیں
 جانتے ﴿۵۵﴾ اور اللہ نے بیان کی مثال دو شخصوں کی ایک
 ان میں سے گرجا ہے جو نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر
 اور وہ ایسا ہے اپنے آقا پر۔ جس پر بھی اور اُس کو سزا کرتا

ہے، وہ نہیں لانا بستی کی بات۔ کیا برابر ہے وہ اور وہ
 شخص جو حکم دیتا ہے عدل کا اور وہ سیدھے راستے
 پر ہے (۶)

ربط الیٰت

گزشتہ آیت میں شرک اور مشرکین کا رد فرمایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
 نے غلط مثالیں بیان کرنے سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دنیا کے
 بادشاہوں پر قیاس کے مخلوق کی صفات، اللہ میں ثابت کرنا نہایت
 ہی بری بات ہے۔ اللہ نے اس بات کی سختی سے تردید فرمائی کہ عام
 آدمی کی اٹھ تک برائی نہیں ہے اور اُسے کسی وسیلہ کی ضرورت ہے
 بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تعلق براہِ راست اس کے بندے سے ہے اللہ
 نے اپنے لیے اس قسم کی مثالیں بیان کرنے سے منع فرمایا۔ اب آج کی آیت
 بھی شرک کی تردید میں ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود دو مثالیں بیان کر کے اپنی
 وحدانیت کا مسئلہ واضح فرمایا ہے۔ پہلی مثال ایک آزاد اور ایک غلام شخص
 کی ہے جبکہ دوسری مثال دو ایسے شخصوں کی ہے کہ ان میں سے ایک
 بہرہ ہے جو بالکل بیکار ہے جبکہ دوسرا آدمی عدل و انصاف کا دلدار ہے
 اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ ان دو مثالوں کو اللہ نے مشرک اور مژد کے مقابل میں
 بیان کر کے توحید کا مسئلہ سمجھایا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے: فَرِحَ عَبْدُ اللَّهِ مَنْ لَمْ يَلِدْ وَمَنْ لَمْ يُولَدْ اللَّهُ أَكْبَرُ
 نے مثال بیان فرمائی ہے ایک غلام کی جو کسی دوسرے شخص کی ملکیت ہے۔
 گزشتہ ورس میں مشرکین کی غلط مثالوں کا ذکر ہوا تھا۔ اب اللہ نے خود اعلیٰ
 درجے کی مثال بیان کی ہے کہ ایک غلام اور آزاد شخص کی مثال مشرک اور مژد
 کی ہے۔ ضرب کے مختلف معانی آتے ہیں۔ یعنی لڑنا سفر کرنا اور بیان
 کرنا۔ کہیاں پر یہ لفظ بیان کرنے کے معانی میں آیا ہے۔ عَبْدٌ کا لفظ
 انبیاء، فرشتوں اور اچھے لوگوں پر بھی ہوتا جاتا ہے بلکہ سورۃ بنی اسرائیل میں

غلام اور
 آزاد کی
 مثال

اس لفظ کا اطلاق نافرمان اور مغرور لوگوں پر بھی کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا کہ تمہاری نافرمانی کی وجہ سے "بَعَثْنَا عَلَيْكَ عِبَادًا لِّكَ اُولٰٓئِكَ بَاسٌ"۔ مثلاً یہودیہ ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی لڑنے والے بندے مسلط کر دیے، آہم عبد کا عام فہم معنی غلام ہوتا ہے۔ یہاں پر عبد کے ساتھ مملوک کا اضافہ کیا گیا ہے یعنی ایسا غلام جو کسی دوسرے شخص کی ملکیت ہو۔ آزاد آدمی کسی شخص کا مملوک نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اور صرف مشتری کا مملوک ہوتا ہے جس نے اسے پیدا کیا اور وہی اس کا حقیقی مالک ہے۔ مملوک اپنے مجاز مالک کے تصرف میں ہوتا ہے اس سے خدمت لے یا اسے فروخت کر دے۔ لَا يَفْذَرُ عَلَى شَيْءٍ ایسا شخص خود اپنا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہاں پر یقیناً اس کا معنی جسمانی طاقت نہیں کیونکہ یہ طاقت تو غلام اور آزاد میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے لہذا یہاں یقیناً اس سے مراد اختیار یا قدرت رکھنا ہے کہ غلام آدمی کا اپنا کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا ہر فعل اس کے آقا کی مشاد و چورق ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ غلام اپنی کالی کا بھی مالک نہیں ہوتا بلکہ اس کی آمدنی مالک کی آمدنی تصور ہوتی ہے اور وہی اس کا متصرف ہوتا ہے۔ ایک غلام آدمی اپنے آقا کی عبادت کے بغیر سفر بھی نہیں کر سکتا اور نہ وہ نکاح کر سکتا ہے اگر کوئی مالک اپنی لونڈی کو خود نکاح کی اجازت دے دے تو پھر اس کے اختیارات اس حد تک کم ہو جاتے ہیں کہ وہ اس سے خدمت تو لے سکتا ہے مگر قبضے کی مشورت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا حق وہ لونڈی کے خاوند کو دے چکا ہے۔ اگر کوئی غلام بھاگ جائے تو حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اس کی عبادت بھی مقبول نہیں جب تک وہ اپنے مالک کے پاس واپس نہ آجائے۔

بہر حال فرمایا کہ ایک شخص ہے جو کسی دوسرے کا غلام ہے اور وہ

کچھ اختیار نہیں رکھتا، اور دوسری طرف ایسا شخص ہے وَمَنْ رَزَقْنَاهُ
 مِنْ رِزْقَانَا سَتَا جَعَلْنَاهُ مِنْكُمْ اِذَا رَزَقْنَاهُ مِنْهُ جَدًّا
 اچھی روزی ہے مگر ادا پاک اور حلال روزی ہے جو بائز طریقے سے کافی گئی
 ہو اور جو حرام یا مشکوک نہ ہو یہ شخص آزاد ہے اور اللہ نے اسے رزق بھی لاغر
 عطا فرمایا ہے۔ فَهُوَ يَنْفِقُ وَمَنْ يَسْرِ لَا يُجْهَدُ اُسے وہ
 پرشیدہ طور پر بھی خرچ کرتا ہے۔ اور ظاہری طور پر بھی۔ فرمایا هَلْ
 كَسَبْتُمْ اَمْ لَا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُعْلَمُ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 كَسَبْتُمْ اَمْ لَا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُعْلَمُ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 لَا يَفْخَرُونَ بِذَلِكَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَانُوا فَخْرًا اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 بھی نہیں کھبر سکتے کہ جب غلام اور آزاد انسان ہونے کے اور برابر نہیں
 ہو سکتے تو اللہ کی عسری کرنا کر سکتا ہے جو ہر چیز کا مالک اور خالق ہے
 اور کائنات کی ہر چیز اسی کی ملک اور مخلوق ہے۔ لہذا اللہ کی مخلوق میں سے
 کسی کو اللہ کا ہم صفت نہ کرے اُس کا شریک ٹھہرانا جس قدر حماقت کی بات
 ہے۔ خاص طور پر بے ہوشی و غرور اور فقر کو اللہ کے ساتھ کیسے شریک ٹھہرایا
 جاسکتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں لفظ رزق تو جہ طلب سے یہ لفظ عام ہے اور اس
 سے رزق حلال بھی ہو سکتا ہے اور حرام بھی۔ ہر ایک مومن آدمی ہمیشہ رزق
 حلال کی تلاش میں رہتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ کا ارشاد ہے اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ
 اَللّٰهُ عَلٰمًا بِمَا تَكْفُرُوْنَ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَللّٰهُ عَلٰمًا بِمَا تَكْفُرُوْنَ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَللّٰهُ عَلٰمًا بِمَا تَكْفُرُوْنَ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَللّٰهُ عَلٰمًا بِمَا تَكْفُرُوْنَ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَللّٰهُ عَلٰمًا بِمَا تَكْفُرُوْنَ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَللّٰهُ عَلٰمًا بِمَا تَكْفُرُوْنَ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَللّٰهُ عَلٰمًا بِمَا تَكْفُرُوْنَ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَللّٰهُ عَلٰمًا بِمَا تَكْفُرُوْنَ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں
 اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَللّٰهُ عَلٰمًا بِمَا تَكْفُرُوْنَ اُنہوں نے کسب کیا یہ دواؤں میں غلام اور آزاد برابر ہو سکتے ہیں، یہ فرمایا ہرگز نہیں

رزق حلال

لذیذ اور خوشگوار چیز بناتے ہو۔ تاہم یہاں پر رزقِ حق سے وہ پاک روزی مزد ہے جس کے استعمال سے اچھے اخلاق پیدا ہوں عبادت کی قبولیت بھی محال روزی پر موقوف ہے۔ صدقہ و غیرت بھی وہی مقبول ہو گا جو محال مال سے کیا جائے گا۔ خود اپنی ذات پر پاک روزی استعمال کر لیا تو اس کا اچھا اثر ہو گا۔ تمام پاکیزہ اخلاق پاکیزہ روزی سے پیدا ہوتے ہیں اور حلیم روزی سے خبیث اخلاق جنم لیتے ہیں جو انسان کے لیے باعثِ وبال ہوں گے اور اُسے خدا کے غضب کا نشانہ بننا پڑے گا۔

باطنی اور ظاہری
خارجی

اس آیت کریمہ میں مذکور الفاظ فی بیل اثر کا مسئلہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ خرچ کے ظاہری اور باطنی دونوں طریقے درست ہیں اور ان کا انحصار حالات و واقعات پر ہوتا ہے۔ اگر دوسرے کو ترغیب دانا مقصود ہو تو ظاہری طور پر خرچ کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات پرشیدہ خرچ کرنا احسن ہوتا ہے کیونکہ اس میں بیاکاری کا شبہ نہیں رہتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ایک مؤمن آدمی دائیں ہاتھ سے اس قدر پرشیدہ خرچ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا خرچ کیا ہے پرشیدہ خرچ کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگاؤ کا عنصر غالب ہوتا ہے اور ظاہر خرچ کرنے میں انسانی سوسائٹی کا ماحظ ہوتا ہے۔ بہر حال اپنے اپنے مقام پر خرچ کے دونوں طریقے درست ہیں۔

گرم غلام
اسماء کا

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک گرمے غلام اور ایک عدل کار شخص کی مثال بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَمَنْ يَرْبِطْ الْغُلَامَ مِثْلَ نَجْدٍ اور اللہ نے مثال بیان کی دو آدمیوں کی۔ أَحَدُهُمَا آتٍ بَكَرًا لَا يَفْعَدُ رُبَّهُ عَلَى شَيْءٍ ان میں سے ایک گرمے غلام ہے جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا حتیٰ کہ وہ اپنے دل کی بات بھی دوسرے سے نہیں کہہ سکتا۔ اس قدر ہمارے لوگ سڑک ہونے کی بناء پر وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ وہ اپنے صاحب پر

جو چہرہ بچکا، اسکا مالک اس کے کوئی خدمت کرنے نہیں کیا، بلکہ اس کی طرف سے نقصان کا
 خطرہ ہوتا ہے۔ اَیْنَمَا یُوجَّہْ لَکَ اَیَاتٌ یَّخْیَرُ اَسْکَافًا جس کام
 کی طرف بھی اسے غلام کو متوجہ کرتا ہے، وہ کوئی بہتر چیز نہیں لاتا یعنی کچھ کام
 نہیں کرتا۔ بلکہ اسے خراب کر کے آتا ہے اور مالک کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے
 فرمایا اس کے معانی میں دوسرے شخص وہ ہے وَمَنْ یَّامُرُ
بِالْعَدْلِ جُوعَدِلْ والی نصاف کا حکم دیتا ہے۔ وہ آزاد ہے۔ بِاخْتِارٍ
 خود بھی مایل بالعدل ہے اور دوسروں کو بھی عدل کی وصیت کرتا ہے
 فرمایا یَا هَکَیْکَ تَوَجَّهْ کیا ایسا شخص اس کے برابر ہے جو غلام بھی ہے
 اور گونگا بھی، اور کوئی قدرت بھی نہیں رکھتا۔ مَطْلَبُ یہ ہے کہ یہ دونوں
 آدمی ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ بعینہ کوئی بہت بِاسْتِحْسانٍ، جِنِّ یا فرشتہ،
 یا کوئی انسان جسے کچھ اختیار حاصل نہیں، وہ اَلْاَشْرَافُ مالک، اختیار، ارفع اور
 عباد، قادر مطلق اور متصرف کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر بشر کے برابر
 مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں ہو سکتا تو پھر غیر بشر کی عبادت کیوں کرتے ہو؟
 ان کے نام کی نذر و نیاز کیوں دیتے ہو؟ اَلْاَفْوَقُ الاسباب ان کی کبر کیوں پہنارتے
 ہو؟ اپنی مہمات ان کے سامنے کیوں پیش کرتے ہو؟ اگر وہ اشخاص کی
 مثال سمجھا سکتی ہے تو پھر خالق اور مخلوق کا تفاوت بھی ان میں آنا چاہیئے
 اور ہر ایک کو اس کے مرتبے کے برابر حیثیت دینی چاہیئے نہ تو خدا تعالیٰ کی
 صفات مختلفہ کو انسانوں یا دیگر مخلوق میں ثابت کرنا چاہیئے اور نہ انسانوں
 کی صفات بشر کی طرف منسوب کرنی چاہئیں۔

غلام کی تہ تیغ بہت پرانی ہے یہ الہی سوسائٹی میں سزا کے طور پر
 رائج ہوئی۔ جنگ کے دوران دشمن کے جو لوگ گرفتار ہوتے تھے ان میں سے

سردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈی بنالیا جاتا۔ غلامی کی یہ لعنت انیسویں صدی میں آکر دنیا سے ختم ہوئی ہے۔ بیشی دور سے پہلے ہر چھوٹا بڑا کام انفرادی قوت سے لیا جاتا تھا اور اس کا سستا ترین ذریعہ غلام تھے جو ملک کی بلا ماضی خدمت کرتے تھے۔ بیشی دور میں اکثر کام مشینوں کے ذریعے ہونے لگے اور اس طرح انفرادی خدمت کے کام میں کمی واقع ہو گئی۔ اور غلامی کا دلچ بھی آہستہ آہستہ ختم ہو گیا۔ نزولِ قرآن کے زمانے میں اگرچہ غلامی کو کچھ ختم نہیں کیا گیا، بلکہ اسے برداشت کیا گیا اور غلاموں کے حقوق بھی اپکارنے کا حکم دیا گیا۔ مختلف جیلوں، بہانوں سے غلامی کا فواج ختم کرنے کی ترغیب دی گئی۔ غلامی کو غیر فطری قرار دیا گیا۔ اور مختلف جہالم کے کنارے کے طور پر غلام کی آزادی کا حکم دیا گیا۔ ان کو مکاتب بنانے کی ترغیب دی گئی اور اس طرح غلامی کے خاتمے کی بنیادیں اسلام نے رکھ دی۔ اسی زمانے میں غلاموں سے سخت ترین کام لینے کے علاوہ ان سے سخت ہول کی بھی کی جاتی تھی، حتیٰ کہ بعض لوگ محض لٹریچر طبع کے لیے غلاموں کو سر عام قتل کر دیتے تھے اور اس طرح غلاموں کو انسانیت سے قریب ہی جگہ نہیں دیتے تھے۔

اسلام میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کو بھی الٹی اہمیت حاصل ہے ایک موقع پر ابو مسعود انصاریؓ اپنے غلام کو بیٹا ہے تھے۔ حضرت علیؓ کا گزرا تو فرمایا اللہ اَفْذَرُ عَلَیْكَ مِنْ هَذَا امین جو قدرت تم کو اس وقت اس نظم پر حاصل ہے، اس سے زیادہ اللہ کو تم پر قدرت حاصل ہے۔ آپ کی اس تنبیہ پر ابو مسعود نے غلام کی پٹائی بند کر دی اور پھر اُسے بالکل آزاد کر دیا۔ ایک اور شخص نے اپنے غلام کو ٹیپسٹ مار دیا، حضرت علیہ السلام سخت ناراض ہوئے تو اس شخص نے فوراً اپنے غلام کو آزاد کر دیا۔ آپ علیہ السلام

غلاموں کے
حسن سلوک

نے فرمایا کہ اگر تم اسے آزاد نہ کرتے تو جہنم کی آگ کی لپٹ تم پر پڑتی۔ فرمایا اللہ نے کسی وجہ سے کہ غلام تمہارے ماتحت رکھیں ہیں، آخر یہ بھی انہی میں اہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ جو خود کھاتے ہو۔ ان کو بھی کھلایا کرو، اور جو خود پیتے ہو، ان کو بھی پیناؤ۔ ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔ اگر ان کے پسرو کوئی مشکل کام لگاؤ، تو پھر ان کے ساتھ تعاون بھی کرو۔ کام میں ان کا ملکہ بٹاؤ۔ بہر حال اسلام نے غلامی کو صرف برداشت کیا، کیونکہ یہ بھی انسانی رواج تھا۔ انسانی فطری طور پر آزاد ہے۔ اگر ساری دنیا کے انہی مل کر غلاموں کو آزاد کر دیں تو اس میں اسلام کا کیا نقصان ہوگا، بلکہ اسلام تو اس لعنت کو ختم کرنا چاہتا ہے، اور اس کی ابتداء بھی یہیں سے ہوئی۔

قرنی غلامی

شخصی غلامی تو اب پوری دنیا سے ختم ہو چکی ہے، البتہ قومی غلامی کا جو اثراتے فطری نہیں آتا، معاشی اور فوجی لحاظ سے مضبوط اقوام کی طرف سے کمزور قوموں کو غلام بنائے رکھنے کی مثالیں آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ انگریزوں نے دو سو سال تک دنیا کی مختلف اقوام کو غلام بنائے رکھا، طاقتور ملک ہمیشہ کمزوروں کو غلام سمجھتے ہیں اور ان پر فوجی دباؤ کے ذریعے اپنے مفادات حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ معاشی طور پر خوشحال ملک اپنے ہالی سال کی بنیاد پر بد حال لوگوں کو اپنی غلامی میں جکڑ لیتے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا امریکہ اور روس کی معاشی غلامی کا شکار ہے۔ مغرب ملک کی تمام اقتصادی پالیسیاں امیر ملکوں کے ہاتھ میں ہوتی ہیں اور وہ اس قدر بے بس ہوتے ہیں کہ امیر ملکوں کے بغیر ایک قدم آگے نہیں چل سکتے۔ ایسے ملک اپنی تذبذب بھی کھو بیٹھتے ہیں اور تہذیبی لحاظ سے بھی امیر ملکوں کے غلام ہو جاتے ہیں۔ ان کا لباس وضع قطع، طور و اطوار حتیٰ کہ ان کی سوچ بھی اسی غلامی کا شکار ہو جاتی ہے جو کسی قوم کے لیے انسانی بقا کی بات ہے۔ اسی بات کو ڈاکٹر اقبال نے اپنے الفاظ میں یوں کہا تھا۔

غلامی میں بدل جاتا ہے تو مول کا ضمیر
انگریز نے ہم پر جس قسم کی غلامی مسلط کی، اس کے نتیجے میں ہمارے لوگوں کے
خیالات بہت ہی گھٹیا ہو گئے ہیں۔ ان کی اپنی کوئی پالیسی تہذیب اور
عمل نہیں رہا۔ بلکہ وہ ہمیشہ اپنے آقاؤں کی طرف ہی دیکھتے رہے ہیں کہ ان
کی خوشنودی کیسے حاصل ہو۔

غلامی کا حکم

بہر حال اللہ تعالیٰ نے آزادی اور غلامی کا مسئلہ مثال کے ذریعے دکھا دیا
ہے۔ ایک طرف ایک غلام اور دوسرا بھروسہ آدمی ہے جو کچھ اختیار نہیں رکھتا
ہر کام خراب کر کے آتا ہے اور اپنے آقا پر بوجھ ہے۔ دوسری طرف
ایک آزاد ہے جو خود مختار ہے، خود بھی عدل و انصاف پر قائم ہے، اور
اسی کا حکم بھی دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
کہ میرے راستے پر بھی یہی شخص ہے۔ پھر جب ایک غلام اور آزاد شخص کے
برابر ہو سکتے ہیں؟ یہی حال ایک مشرک اور موجد کا ہے مشرک آدمی کسی قبر
پر چلے گا، کوئی رستم اختیار کرے گا۔ اپنا دین خراب کرے گا۔ جہاں جائے
گا، احرابی ہی سے کرے گا۔ اس کے برعکس موجد آدمی اپنے ایمان پر مضبوط
رہے گا۔ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت کا طلبگار ہوگا، اس کے
بنائے ہوئے سر کو تسلیم کرے گا۔ تو فرمایا مشرک اور موجد بھی برابر نہیں
ہو سکتے۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

النحل ۱۶

آیت ۷۹، ۸۰

ربما

ص ۲۰

وَاللَّهُ غَيَّبُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ
 إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ
 شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۷۹﴾ وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ
 أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ
 السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۸۰﴾
 أَلَمْ يَرَوْا أَنَّ الظِّيرَ مُسْحَرَبٌ فِي جَوِّ السَّمَاءِ
 مَا يُصِيبُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ
 لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے یہ پوشیدہ چیزیں
 آسمانوں اور زمین کی ۔ اور نہیں ہے سعادۂ قیامت کا منکر
 جیسا کہ ایک نگاہ کا پٹنا یا اس سے بھی زیادہ قریب
 بلکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۷۹﴾ اور
 اللہ تعالیٰ نے نگاہ ہے تمہیں قدرتی ماؤں کے بیٹوں سے
 تم نہیں جانتے تھے کچھ بھی ۔ اور بنائے اس نے تمہارے
 لیے کان ، آنکھیں اور دل ، تاکہ تم شکر ادا کرو ﴿۸۰﴾ کیا ان
 لوگوں نے نہیں دیکھا پتندوں کی طرف جو سفر کیے ہوئے
 ہیں آسمان کی فضا میں ۔ نہیں دیکھتا ان کو اللہ کے سوا

کرتی۔ بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۹۹﴾

دلیلِ اثبات

مذمتِ دروس میں اللہ نے شرک کی تردید میں بعض دلائل اور مثالیں بیان فرمائیں۔ ایک مثال یہ بیان فرمائی کہ ایک شخص غلام بھی ہے اور گونگا بھی۔ وہ بالکل نکمہ ہے، جو ابھی کلمہ اس کے سپرد کیا جائے وہ کوئی اچھا نتیجہ پیش نہیں کرتا اور اس طرح اپنے آقا پر کوجہد بنا ہوا ہے۔ دوسری طرف کیا آنا اور یمن آدمی ہے اور خود بھی عدل و انصاف پر قائم ہے اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتا ہے۔ یہ شخص اللہ کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم پر ہے اور اللہ نے ان دو شخصوں کا حال بیان کر کے فرمایا کہ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یہی مثال ایک مشرک اور مومن کی ہے۔ جس طرح مذکورہ دو شخص برابر نہیں، اسی طرح مشرک اور توحید پرست برابر نہیں۔ ان دونوں میں فرق ہے مومن اور مشرک میں تفاوت دراصل ہر آدمی کی استعداد اور عمل کی طاقت کی وجہ سے ہے۔ بظاہر تو سارے انسان برابر نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو اعضائے ظاہرہ اور باطنیہ سے نوازا ہے، مگر ہر انسان کے ہر عضو کی استعداد مختلف ہے جس کے مطابق وہ عمل کرتا ہے اور اس کا نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ انسان ظاہری آنکھ سے دیکھ کر کے ظاہر کو تو دیکھ سکتا ہے مگر اس کے دل کی کیفیت کو نہیں جانی سکتا۔

۔ نگاہ بانگاہ امینہ وادی دل باز دل جا کر دی

اللہ نے آنکھوں کو آنکھوں کے ساتھ تو مشابہت دیدی ہے مگر دل کو دل سے جدا کر دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کا حال معلوم نہیں کر سکتے۔ غرضیکہ ہر انسان کی استعداد، عمل اور پھر اس سے اخذ ہونے والے نتیجے کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہی اپنے علم کے مطابق ہر شخص کو بدلے گا۔ مخلوق میں سے کوئی ذات ایسی نہیں جو کسی کے تغیر سیل حالہ سے

استعداد
عمل اور جہد

واقع ہو۔ آج کی پہلی آیت کریمہ میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے۔

اِرْشَادُ ہر آیت قرآنیہ شَکُّوْا غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَوِ السَّاعِۃِ
اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں۔ جو چیزیں بھی انہوں
جنوں اور فرشتوں سے پوشیدہ ہیں، انکی کامل صورت اور صورت اللہ تعالیٰ
کے پاس ہے۔ پوری مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے علم کا دعویٰ نہیں کر سکتا
در اصل ایسے مواقع پر غیب کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر انسانوں یا دوسری مخلوق
کی نسبت سے کیا جاتا ہے یعنی جو چیزیں مخلوق سے پردہ غیب میں ہیں،
وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، اگر نہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز بھی غیب
نہیں۔ وہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے، اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس
کی نگاہ میں ہے۔ سورۃ یونس میں موجود ہے: وَمَا يَعْزُبُ عَنْكَ
شَيْءٌ مِّنْ ذَرَّةٍ وَّ لَا فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ
تیرے پردہ و گارے تو کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ تو
عالم الغیب والشہادۃ کا یہی مطلب ہے کہ مخلوق کی نسبت سے جو
چیزیں بھی ظاہر ہیں، یا پوشیدہ، محسوسات میں سے ہیں غیر محسوسات میں
سے ہیں۔ چیز خدا تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔
سورۃ الملک میں اس بات کو رد کراؤ کہ انداز میں بیان کیا گیا ہے: اَلَا يَعْلَمُ
مَنْ خَلَقَ وَهُوَ الْاَلِیْمُ الْغَیْبُ یَوْمَ کَ الْاَنۡصَادِ
خدا جس نے اُسے پیدا کیا، حالانکہ وہ لطیف (باریک بین) بھی ہے اور ہر چیز
کی خبر بھی رکھتا ہے۔

عالم الغیب والشہادۃ ہونا اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ نہیں سے
ہے اگر کوئی شخص مخلوق میں سے کسی میں یہ صفت تسلیم کرے گا تو وہ مشرک
بن جائے گا جس طرح اللہ کے سوا قادر مطلق کوئی نہیں۔ اسی طرح اس کے
سوا عالم الغیب بھی کوئی نہیں۔ ہر انسان کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن بھی

سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُ مَوْتُ تَرْبِعِ رَأْسُكَ مَعْرُوفٌ مَعْرُوفٌ مَعْرُوفٌ مَعْرُوفٌ
 ہوتا جو کہین وقت پر موت آجاتی ہے۔ ہر فرد کی موت قیامت صغریٰ کہلاتی
 ہے اور کائنات کی کوئی موت کو قیامت کبریٰ کا نام دیا گیا ہے جسو علیہ السلام
 کا ارشاد ہے **مَوْتُ مَنَاتٍ فَقَدْ بَدَأَ مَوْتُ قَبْرًا مَنَاتٍ**
 جو شخص مر گیا، اس کی قیامت قریب ہو گئی کیونکہ وہ جزائے عمل کی منزل میں
 داخل ہو گیا۔ موت کے بعد قبر کی منزل ہے، عالم برزخ ہے، پھر وقت
 قیامت اور محاسب کا پورا عمل واقع ہونے والا ہے۔ یہ ساری منزلیں آخرت
 کی منزل کی کڑیاں ہیں۔

قبر کی
منزل

انفرادی موت کے بعد انسان کو سب سے پہلے قبر کی منزل آتی ہے
 جسو علیہ السلام کا فرمان بھی ہے کہ عقبیٰ کی منزلوں میں سے قریبی منزل ہے
 اور اس کا معاملہ کبیت خطرناک ہے۔ اگر قبر کی منزل آسان ہو گئی تو لاف و الٹ
 آگے کی منزلوں میں بھی آسانی ہوگی۔ اور یہیں مشکل ہمیشہ آگئی تو اگلی منزل میں
 مزید مشکل ہو جائیگی۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ
 قبرستان میں بیچ کر بہت دوتے حق کو آپ کی دلدھی مبارک آنسوؤں سے
 تر ہو جاتی۔ دوستوں نے پوچھا، حضرت! آپ قبور کی زیارت پر بہت
 گریہ کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے یہی بات فرمائی کہ آخرت
 کی منزلوں میں سے قریبی منزل ہے اگر یہ آسان ہو گئی تو اگلی منزل میں بھی آسانی
 ہوتی جائیگی، وگرنہ معاملہ بڑا مشکل ہے۔

انسان کے
ذہن کا علم

آگے اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش اور پھر اس پر کیے گئے انعامات
 کا ذکر کر کے اسے شکریہ ادا کرنے کی تلقین کی ہے ارشاد ہوتا ہے۔ **وَاللَّهُ**
أَعْرَجَكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتٍ أَكْثَرٍ كَمَا أَلْهَمْتُكُمْ آلِهَةً كَمَا أَلْهَمْتُكُمْ
 نے تمہیں تہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا، یعنی تمہیں پیدا کیا۔ اور اسوقت
 تمہاری حالت یہ تھی **لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا** کہ تمہیں کسی چیز کا علم نہیں
 تھا۔

تھا تم اس دنیا میں بالکل اجنبی تھے مگر اللہ نے تمہارے لیے ذوالح علم پیدا
 کیے اور وہ اس طرح قَبَّحَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ
 وَالْأَفْئِدَةَ کہ تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل پیدا کیے۔ اللہ تعالیٰ
 نے انسان کو دو کان عطا کیے ہیں تاکہ اگر کسی ایک میں خرابی واقع ہو جائے
 تو دوسرے سے کام چلا جاسکے۔ کان اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہے
 کہ اگر نہ ہوتے تو انسان نہ کچھ سُن سکتا نہ دیکھ سکتا اور نہ بول سکتا۔ ظاہر ہے
 کہ چھوٹا بچہ اپنے ماحول سے سُن کر ہی باتیں کرنا سیکتا ہے۔ اگر وہ کوئی
 بات سنے گا نہیں تو اُسے بات کرنی کیسے آئے گی۔ اسی لیے جو بچے بدلتی
 گونگے ہوتے ہیں وہ دراصل کانوں کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں حالانکہ
 اُن کی زبان بالکل ٹھیک ہوتی ہے مگر وہ نہ سننے کی وجہ سے بات نہ کہتے
 ہی نہیں، لہذا وہ گونگے بھی ہوتے ہیں بہرے بھی۔

اسی طرح آنکھیں بھی بہت بڑی نعمت ہیں۔ آنکھ کی قدر دنیا سے
 بلچھے جس کے لیے سارا جہاں گلاب اذھر ہے۔ آنکھ نہیں تو کچھ بھی نہیں
 بیچارہ پڑنے لکھنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ کسی چیز کی حقیقت کو نظر
 سے نہیں دیکھ سکتا۔ جس کی بنا پر اُسے اشیاء کا مکمل علم حاصل نہیں ہو سکتا
 پھر انسان کا دل اس کے جسم کا مرکز ہے۔ اس کے ساتھ دماغ شامل ہر
 کہ ہر کام میں غور و فکر کرتا ہے۔ غور و فکر دماغ کے ذریعے ہوتا ہے
 اور علیٰ اقدام دل کی وساطت سے ہوتا ہے۔ غور و فکر کے معاملہ میں اللہ
 کے آخری پیغام قرآن پاک کو سب کے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اسی
 لیے تو سورۃ محمد میں اللہ نے فرمایا ہے اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْفُتُوٰتِ
 اَفْذُخْلَیْ وَتَلُوْا اَفْذُخْلَیْ لَکُمْ قُرْاٰنٌ پَاکٌ مِّنْ غُرُوْضٍ
 کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر آئے پڑے ہیں۔ غرضیکہ انسان کا
 دل بھی اُس کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تین اہم ترین چیزوں یعنی کائنات، اللہ اور دل کا ذکر کر کے انسان کو یاد دلایا ہے کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے، ہم نے یہ نعمتیں عطا کر کے تمہیں علم کے ذرائع مہیا کر دیے کہ ان کو بڑے کمال کا علم جس جی عظیم نعمت حاصل کرو کہ **لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** اور میرا شکر ادا کرو۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ انوں سے قرآن پاک اور دین کی باتیں سنی جائیں، نہ کہ غش گانے سماعت کیے جائیں۔ انھوں سے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے۔ اچھی کتابیں پڑھی جائیں۔ مشاعرہ اللہ کی زیارت کی جائے، نہ کہ ٹیلیوژن پر غش مناظر دیکھے جائیں۔ آنکھ کی حفاظت پر اللہ اور اس کے رسول نے بڑی تاکید فرمائی ہے۔ شرم و حیا کے تقاضے آنکھ کے ذریعے ہی پورے کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح انسان کا دل ہے جو نیکی پر ہی مائل ہو سکتا ہے اور برائی پر بھی۔ یہ مخلوق کی مدد کے لیے بھی کھڑا کر سکتا ہے اور کسی کی حق تلفی کے لیے بھی آمادہ کر سکتا ہے۔ دل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نشانیں میں غور و فکر کر کے اس کی وحدانیت کو سمجھنا چاہیے۔ قرآن میں ان نعمتیں اللہ نے عطا فرمائیں مگر اس کا شکر ادا کرو۔

بعض لوگ معاش کے مسئلہ کو بے تابنا کر اللہ تعالیٰ کے احکام کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں کہے ہیں کہ ہم روزگار کے مسئلہ میں ہی الجھے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم کوئی نئی کام نہیں کر سکتے، عبادت اور ریاضت کی طرف توجہ نہیں دے سکتے اور نہ ہماری علمی یا دماغی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اللہ نے معاش کا مسئلہ ایک مثال کے ذریعے بھیایا ہے **أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْفُلِ الْمَوْسَىٰ** **مُكَفِّرَاتٍ** **فِي** **جَبْوَاتِ الشَّكَاہِ** کیا ان لوگوں نے یہ بڑوں کی طرف نہیں دیکھا۔ جن کو اللہ نے فضا میں سفر بھجوا دیا۔ وہ جہر چاہتے ہیں نہ پھرتے ہیں اور کشتی نقل انہیں گرا نہیں دیتی۔ البتہ جب وہ خود چاہتے ہیں تو زمین پر اتر جاتے ہیں۔ **فَرَأَىٰ مَا يُخْبِرُكُمْ إِلَّا إِلَهُ مَضَىٰ**

غافل
مضی

اللہ کے سوا انہیں تھامنے والا کون ہے۔ سورۃ النکاح میں اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ لَکَافٍ
 الغافل آتے ہیں، یعنی انہیں کھلی فضاؤں میں تھامنے والا صرف رحمان ہی
 ہے۔ پرندے اپنے پروں کو پھیلاتے اور سیکڑتے ہوئے دور دور تک
 چلے جاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے اذان کے راستے آسانی کر دیے ہیں
 اور سیکڑوں کی سیل کا سفر آسانی طے کر دیتے ہیں۔ ترمذی شریعت کی روایت
 میں آگے کہ پرندے صبح سویرے خالی پیٹ اپنے گھونسلوں سے نکلتے
 ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں، اگر گرم پرندوں جتنا لاکھل بھی کھستے
 تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ایسے ہی روزی پہنچا جس طرح ان پرندوں کو پہنچا
 ہے۔ مگر انوس کا مقام ہے کہ انسان پرندوں جیسا تو کھل بھی نہیں رکھتا۔
 اگر انسان اللہ کے احکام کے مطابق اپنے فرائض کو نبھا لے اور روزی کے
 جائز ذرائع استعمال کرے تو اللہ اسے مایوس نہیں کرے گا۔ اسباب رزق
 بھی اللہ تعالیٰ ہی پیدا فرماتا ہے، لہذا ان اسباب کو اختیار کرنے کے
 بعد اسباب کی بجائے بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی کرنا چاہیے کیونکہ وہ
 چاہے گا تو اسباب میں اثر پیدا ہوگا اور نہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پرندوں
 کی یہ مثال بیان کر کے توحید خداوندی کا درس دیا ہے۔

فَرِیَّا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اِس قَم

کی مثالوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کی نشانیاں ہیں مگر
 ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور معاد پر
 یقین رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان سے غالی ہیں ان کے لیے یہ مثالیں کچھ
 فائدہ نہیں دیتیں۔ ذرہ اللہ کو صحیح طور پر پہچانتے ہیں اور نہ اسکی اطاعت کرتے
 کرتے ہیں، برضات اس کے حاضر، پرندے، چمڑے، کیرٹے، ٹکڑے
 شجر و حجر سب اللہ کے اطاعت گزار ہیں اور اس کے حکم سے ہر مومن و کافر
 نہیں کرتے، مگر انسانوں میں ایک گروہ ایسا ہے جو اللہ کا انستراں ہے

بکہ اکثریت ناشکر گزاروں کی ہے اور بہت کم لوگ ہیں جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ربما ۳

النحل ۱۶

مربا ۲

آیت ۸۰ ۲ ۸۳

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ
لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا
يَوْمَ ظَنَنْتُمْ أَنْ يَمْسِكَكُمْ وَيَوْمَ اقْصَمْتُمْ مِنْ أَصْوَابِهَا
وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۝۸۰
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ
لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ
تَقِيْكُمْ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ كَذَلِكَ
يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ۝۸۱
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْعُ الْمُبِينُ ۝۸۲
يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمْ
الْكٰفِرُونَ ۝۸۳

ترجمہ :- اور اللہ نے بنائی ہے تمہارے لیے قہارے
گھروں میں سے سکونت کی جگہ ۔ اور بنائے ہیں تمہارے لیے
موشیوں کی کھالوں سے گھر، جن کو تم ہلکا خیال کرتے ہو کچ
ٹٹے دین اور قیام ملے دیں ۔ اور ان کی اونی، پٹم اور بالوں
سے طرح طرح کا سامان اور فائدہ اٹھانے کی چیز ایک وقت
بیکر ۸۰ اور اللہ نے اپنی تخلیق میں سے تمہارے لیے سایہ

بنایا ہے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں۔ اور اس نے تمہارے لیے قیصیں بنائی ہیں جو بھاتی ہیں تمہیں گھرنی سے، اور قیصیں جو بھاتی ہیں تمہیں لڑائی سے اس طرح اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے اپنی نعمت تم پر، تاکہ تم فراموش نہ ہو جاؤ (۸۱) ہیں اگر روگردانی کی ہیں لوگوں نے پس بیشک آپ پر کھول کر بیان کر دینا ہے (۸۲) پہنچے ہیں یہ اللہ کی نعمت کو، پھر نکال کرتے ہیں اس کا، اور اکثر ان میں کفر کرنے والے (نافران) ہیں (۸۳)

یہاں پر

شکر اور مشرکین کے رد کے بعد اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت اور جزائے عمل کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا کہ انسانوں کے تمام منفی حالات سے صرف اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے جو کائنات کی تمام منفی چیزوں کو جانتا ہے قیامت کو جس پہلے وقت پر وہی برپا کرے گا۔ انسان قیامت کے وقت کے متعلق کچھ نہیں جانتے، اور وہ اچانک ہی آئے گی۔ انسان کی انفرادی موت بھی اچانک ہی واقع ہو جاتی ہے کوئی شخص اُس کے وقت اور مقام کو نہیں جانتا۔ گویا قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ میں اس لحاظ سے مناسبت ہے۔ پھر اللہ نے اپنی قدرت اور وحدانیت کے دلائل کا ذکر کیا۔ پہلے انسان کے جسم میں موجود بڑی بڑی خستوں کو یاد دلایا۔ پھر پندوں کو جو اس نے فاسقوں کو بیان ہوا کر یہ بھی اللہ ہی کی قدرت کا شاہکار ہے۔ فرمایا یہ ایمان والوں کے لیے نشانہ قدرت ہیں جن میں غور کر کے وہ اللہ کی قدرت اور اس کی عکسیت باعتراف کر سکتے ہیں۔

گھر، مذہب سکون

اب آج کے درس میں بھی اللہ نے انسان پر کیے گئے بعض اغلاط کا ذکر کر کے انہیں اپنی قدرت اور وحدانیت کی دلیل بنایا ہے اور شاہد ہوتا ہے

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا ۚ وَرَاسَتْ فِتْنَاكُمْ
یہ تمہارے گھروں کو سکونت کی جگہ بنایا ہے سکن کے سکون اور سکون
دو ذروں ماوے ہیں۔ اگر یہ سکون کے ماوے سے ہو تو مطلب ہے کہ ایسی جگہ
جہاں تم سکونت یعنی رہائش اختیار کرتے ہو اور سکون کے ماوے سے ہو تو مطلب
ہو گا سکون یعنی آرام بخشنے کی جگہ۔ سورۃ الانعام میں رات کے متعلق بھی فرمایا
جَعَلَ الْبُيُوتَ لَكُمْ مِّنْ اٰسَافِكُمْ سَكَنًا ۚ اَسْوَ مَا لَكُمْ مِّنْ اٰسَافٍ
کا ذکر یہ بتایا ہے۔ ظاہر ہے کہ ققام جائزہ دیں بھر روزی کی تلاش میں مشقت
کر کے تنگ پار جاتے ہیں تو پھر انہیں اپنی تحلیل شدہ قوتوں کو بحال کرنے
کے لیے آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو انہیں رات کے سناٹے میں حاصل
ہو جاتا ہے اور وہ اگلے دن کی مشقت کے لیے پھر تیار ہو جاتے ہیں۔
عربی زبان میں کہتے ہیں كَلْمًا خَلَا لَكَ وَ اَطْلُكَ جو چیز تمہارے
اور پسایہ افگنی ہوتی ہے اُسے کما کہتے ہیں اور اس کا اطلاق چھت پر بھی ہوتا
ہے کہ یہ بھی انسان کے سروں سے اُڑ رہی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا كَلْمًا
اَطْلُكَ جو چیز تمہیں اٹاتی ہے، وہ زمین ہے۔ اس پر قدم رکھ کر انسان
چلتا پھرتا ہے، اگر زمین اُسے اٹھانے ہوئے ہے۔ اور جو چیز انسان کو
اور گردے پر بٹھے کی صورت میں گھیرتی ہے وہ جدار یعنی دیوار ہے
یہ قبیلوں چیزیں یعنی زمین چھت اور دیواریں بل جالیں کہ مکان معروضِ رحمت میں
آجاتا ہے، جس کا ذکر اللہ نے اس آیت کریمہ میں بطور احسان فرمایا ہے
حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ خوراک پانی، لباس اَوْفَیَّتْ یٰکَ کُنُوْہُ
اور سکون پہننے کی جگہ مکان، انسان کی بنیادی ضروریات ہیں جو ہر انسان کو
بلا لحاظ مذہب ملت اور رنگ و نسل حاصل ہونی چاہیئے۔ موجودہ زمانے میں
ان میں دو مزید چیزیں شامل کر دی گئی ہیں یعنی تعلیم جس کے ذریعے انسان
اپنے فرائض کو پہچان سکے اور صحت۔ ان چھ بنیادی ضروریات کو انیسو

(UNESCO) کی تعلیم کرتی ہے۔ جنوری ۱۹۷۲ء میں عالم کافران سے طلبہ
 العلم هو فضيلة علیٰ من یسیر فی مسلماتہ یعنی ہر روز
 پر مطالعہ حاصل کرنا فرض ہے جس کے ذریعے وہ اپنے فرائض ادا کر سکے۔ چنانچہ
 فرائض کی ادائیگی صحیح و متدرجی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہ بھی بنیادی ضرورت
 شمار کی گئی ہے۔ چنانچہ کج کی دنیا میں بھی کامیاب حکومت وہی تصور ہوتی ہے
 جو اپنے باشندوں کو بنیادی ضروریات مہیا کرے۔ ملک میں کوئی بھوکا یا سارا
 ہو۔ ہرنیک و بے کے لیے خوراک اور پانی لازمی ہے جس کے بغیر وہ زندہ
 نہیں رہ سکتا۔ مکان اور لباس بھی ضروری ہے اگرچہ وہ ان کی قیمت کا ہی ہو۔ شادی
 جوڑے کے لیے تو مکان کی ضرورت مزید بڑھ جاتی ہے۔ حدیث میں اسکی
 تصریح ہے کہ اگر کوئی مکان کا بندہ بیت نہیں کر سکتا تو اس کی شادی بھی ممکن
 نہیں۔ کم از کم اتنا مکان تو ہونا چاہیے جس میں وہ اپنے اہل و عیال سمیت
 گزارہ کر سکے۔ بہر حال اس مقام پر اللہ نے مکان جیسی بنیادی ضرورت کا ذکر
 کیا ہے۔ عام طور پر مکان مٹی گائے اور اینٹ پتھر کے ہوتے ہیں۔ تاہم یہ
 خیموں کی صورت میں بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ قدیم زمانے میں ہوتے تھے۔
 اور جس کا ذکر آگے آ رہا ہے، بہر حال گرمی، سردی اور بادش و غیرہ سے بچاؤ
 کے لیے مکان ضروری ہے جسے اکثر نے یہاں پر انعام کے طور پر ذکر فرمایا ہے
 مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ لفظ "سکن" سے یہ بات بھی سمجھ
 میں آتی ہے کہ گھر کا مقصد آرام حاصل کرنا ہے اور گھروں ہی اچھا ہوگا جس میں
 آگے انسان کو آرام و راحت حاصل ہو۔ اگر انسان کو گھر میں داخل ہو کر سکون
 نصیب نہیں ہوتا تو اس کی عایشان، بلذاتک بھی بیکار محض ہے جو کہ مکان
 کے مقصد کو پورا نہیں کرتی۔ منہ احمک روایت میں آتا ہے کہ دنیاوی کلاظ
 سے سعادت منہ شخص وہ ہے جسے اچھا گھر، اچھی بیوی — اور
 اچھی سواری میسر ہو۔ اگر یہ تینوں چیزیں ناموافق ہوں، یعنی مکان میں گرمی، سڑی

اور گردن گنگی ہوگی تو ان کے آرام میں خلل واقع ہوگا۔ اسی طرح جامہ ہلکے پر بھی گنگی ہوگی تو مسافروں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا، لہذا ان دو چیزوں پر بول و براؤ کر کے نصرت کے مستحق نہ بنو۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں میں سے سایہ بھی ایک نعمت ہے۔

وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ أَكَنَّا ۖ فَأَوْدِهَارے لے
پھاڑوں میں غار بنائے۔ غار بھی ان لوگوں کو بارش یا دھوپ سے محفوظ رکھتے ہیں۔ دشمن کا خوف ہو تو غاروں میں پناہ لی جاتی ہے۔ تو اللہ نے پھاڑوں کی غاروں کو بھی اپنی نشانی اور انسان کے لیے نعمت قرار دیا۔

آگے ایک اور نعمت کا تذکرہ فرمایا۔ وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ أَكَنَّا ۖ فَأَوْدِه
اور تمہارے لیے قیسیں بنائیں لَقِيتُمُ الْحَرَّ جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ قیسیں ان کی گرمی اور سردی دونوں سے بچاتی ہے مگر یہاں پر سردی کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ پھر یہ بیان فرماتے ہیں کہ قرآن کے اولین مخاطبین صحرا لے عرب کے لوگ تھے، جہاں گرمی ہی بڑی ہے۔ وہ لوگ سردی سے جہاں مازیں نہیں تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے صرف گرمی کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ نے ایسی قیسیں بنائیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں۔ مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کے ابتدائی حصے میں موسیٰ کے تذکرہ میں یوسفؑ کا ذکر کیا ہے کہ ان میں تمہارے لیے گڑائش کا سامان ہے۔ ظاہر ہے کہ سردی کے موسم میں کپڑے، مال اور لباس کی ضرورت ہوتی ہے جو جالروں کے پٹم اور بالوں سے تیار ہوتے ہیں۔ چونکہ وہاں پر سردی سے بچاؤ کا ذکر ہو چکا ہے، اس لیے یہاں پر صرف گرمی سے بچاؤ کا بیان آیا ہے۔

فرمایا، اس کے علاوہ وَسَيُرِيكُمْ قِيَمَتَكُمْ بِأَنفُسِكُمْ
ہم نے ایسی قیسیں بھی بنائی ہیں جو تمہیں جنگ میں بچاتی ہیں۔ اس قیسیں سے

بچاؤ کی
قیسیں

مرد و سہ کی زدہ بکتر ہے جو لوگ دشمن کے دلسے محفوظ رہنے کے لیے
 پہنچتے تھے۔ موجودہ زمانے میں بکتر بند گاڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں جو اپنے سواروں
 کو دشمن کی گولہ باری سے محفوظ رکھتی ہیں سر پر خود پہننے میں بھی یہی مصلحت
 ہے کہ انسان کسی ٹنکڑ چوٹ سے نکل سکے خود حضور علیہ السلام نے زدہ کا انتقال
 کیا ہے، چنانچہ احد کے روز آپ نے اوپر پہنکے روزہ میں بہن دکھی تھیں۔
 اس قسم کے حفاظتی اقدام عالم اسباب کا لازمی حصہ ہیں اور انہیں اختیار کرنا چاہیے
 اس کے باوجود تکلیف اور سختی تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ جنگ احد
 میں ان تمام حفاظتی تدابیر کے باوجود مسلمانوں کو بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔
 فرمایا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ اسی طرح اللہ تعالیٰ
 تم پر اپنی نعمتیں پوری کرے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا مگر تم فرمانبردار
 بن جاؤ۔ مکان، لباس، غذا، سایہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں۔ یہی
 طرح بارش بھی اللہ تعالیٰ کا مخلوق پر بہت بڑا احسان ہے تو لوگوں کو چاہیے
 کہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا شکریہ ادا کریں۔ اور اس کی فرمانبرداری کریں
فَإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ تو اے پیغمبر علیہ السلام فَإِنْ كُنْتُمْ
حَابِلِينَ بِالْبَلَاءِ الْعَظِيمِ آپ کے ذمے تو کھول کر بیان کر
 دینا ہے۔ حق و باطل کو واضح کر دینا ہے۔ اگر یہ آپ کی بات کو نہیں
 مانیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ خود ان سے نمٹ لیگا۔

فرمایا حقیقت یہ ہے يَعْلَمُونَ فَتَحَهُ اللَّهُ کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ
 کی نعمت کو خوب پہچانتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تمام نعمتیں عطا کرنے والا
 فقط وہی لاشریک ہے۔ اس کے باوجود كُفَرُوا بِهَا وہ ان
 نعمتوں کی نافرمانی کرتے ہیں یعنی ان کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔ اور یہ ایسے
 لوگ ہیں وَأَكْثَرُهُمْ أَكْفَرُونَ کہ ان کی اکثریت کفر کرنے

والوں پر مثل ہے۔ ان میں سے بعض تو حقیقی کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمت
 ہی کا انکار کرتے ہیں اور انہوں نے طرہ طرہ کے شراب بنائے ہیں اور
 دعواتِ باطلہ پر ہی اڑے ہوئے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو حقیقی کافر تو نہیں
 مگر نعماتِ الہیہ کی ناشکری کر کے کفرِ ان نعمت کے مرتکب ہو گئے ہیں۔
 اور یہ چیز بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا
 يُفُذُّونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۸۴﴾
 وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يَخَفُوا
 عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۸۵﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ
 أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَائُنَا
 الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ فَأَلْقُوا إِلَيْهِمُ
 الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۸۶﴾ وَالْقَوْلُ إِلَى اللَّهِ
 يَوْمَ ذِي الْقَعْدِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
 يَفْعَلُونَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ: اور جس دن ہم ہر قوم کے ہر امت سے
 گواہ، پھر نہیں اجازت دی جائے گی ان لوگوں کو جنوں نے
 کفر کیا، اور نہ ان کو ماننے کا موقع دیا جائے گا ﴿۸۴﴾ اور
 جب دیکھیے گے وہ لوگ جنوں نے ظلم کیا ہے، عذاب
 کو اپنی نہیں تحنیت کی مانگی ان سے اور نہ ان کو ٹھیل
 دی جائے گی ﴿۸۵﴾ اور جب دیکھیے گے وہ لوگ جنوں نے
 شرک کیا ہے اپنے شرکوں کو لڑکیں گے، اے ہمارے
 پروردگار! یہ ہی ہمارے شرک ہیں کہ ہم پکارتے

تھے تیرے سوا۔ پس ڈالیں گے وہ اُن کی طرف بات اور کہیں گے، ایک تم البتہ جھوٹے ہو (۸۶) اور ڈالیں گے اس دن اللہ کے سامنے اطاعت اور گم ہو جائیں گی اُن سے وہ باتیں جن کو وہ افراء کیا کرتے تھے (۸۷)

انہی کے
خلاف گواہی

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے شرک اور مشرکین کے مذ میں بہت سے دلائل اور نشانات قدرت بیان فرمائے اور مشرکوں کی ہشکری کا ذکر کیا۔ اب آج کے درس میں کنار و مشرکین کو مذاب کی وجہ سے سنائی گئی ہے کہ جب محاسبہ کی منزل کیلئے ترانہیں سخت مذاب سے دوچار ہونا پڑے گا، جس میں تخفیف بھی نہیں ہوگی۔ ارشاد ہوا ہے وَكَيْفَ تَبْعَثُ مَنْ لَبَّىٰ أَعْيُنُ شَيْعِدَا اور جس دن ہم ہر امت سے گواہ کھڑا کریں گے، اس مقام پر گواہ سے مراد اللہ کے نبی ہیں اور گواہی سے مراد تبلیغ رسالت کی گواہی ہے۔ ہر نبی اپنی امت کے متعلق اللہ کے حضور گواہی دے گا۔ کہ اہل نے اللہ کا پیغام اپنی امت کے لوگوں تک پہنچا دیا۔ مگر انہوں نے اُسے تسلیم نہ کیا۔ ظاہر ہے کہ اُس وقت کتنا غمناک منظر ہو گا۔ اگلی آیات میں یہ بھی ارشاد ہے وَجِئْنَا بِكَ شَيْعِدَا عَلٰی هَٰؤُلَاءِ اور اے پیغمبر! آپ کو اس آنحضرت پر بطور گواہ پیش کیا جائے گا۔ ہر شخص کے حق میں یا خلاف گواہی نہ صرف انبیاء علیہم السلام کی ہوگی بلکہ بعض دیگر چیزیں بھی گواہ کے طور پر پیش ہوں گی مثلاً کوا کا کہیں فرشتے گواہی دیں گے جو ہر شخص کا آنحضرتی ریکارڈ مرتب کر رہے ہیں۔ ہر شخص کی مخالفت پر یا اور اللہ کے فرشتے بھی بندے کے حق میں یا اس کے خلاف شہادت دیں گے۔ اس کے علاوہ ہر شخص کے اپنے اعضاء و جوارح اس کے حق میں گواہ بن جائیں گے۔ سورہ ناس میں موجود ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی فَمِهِمْ وَنُكَلِّمُنَا اَنْفُسَهُمْ وَنُفْثُهُمْ اَرْجَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ

اس دن ہم ان کے غریبوں کو سزا دے دیں گے اور ان کی کاکڑی کے متعلق ان کے ہاتھ اور پاؤں بول کر گواہی دیں گے۔

حدیث شریف میں شجر و بھڑکی گواہی کا ذکر بھی آتا ہے۔ جب کوئی شخص نماز کے لیے اذان یا اقامت کہتا ہے تو شیطان جھینٹیں آ میل تک دور جھگ جاتا ہے اور اذان و اقامت کے اختتام پر پھر واپس آ جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص محض اللہ کی رضا کے لیے اذان کہتا ہے، اللہ اس کی آواز سننے والی ہر چیز کے لئے اس کے حق میں اللہ کے حضور گواہی دیگی اس میں شجر، حجر، عمارت، منار، غرضیکہ ہر چیز کی گواہی آجاتی ہے۔

بہر حال فرمایا کہ اللہ کے نبی تبلیغ رسالت کے متعلق قیامت کو گواہی دیں گے کہ ہم نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا۔ ﴿لَا يُوْذَنُ لِلْكَافِرِيْنَ كَلِمًا وَّ لَا يَحْمِلُوْنَ اَمْرًا وَّ لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ اَلْعَذَابُ وَّ هُمْ فِيْهِ مُّخْلِطُوْنَ﴾۔ یعنی ان کی کوئی بات نہیں دی جائیگی کہ وہ کوئی عمل رجحان کر سکیں ﴿وَلَا هُمْ يَنْتَفِعُوْنَ﴾ اور نہ ہی ان کے منانے کا موقع دیا جائیگا۔ یعنی ان کی کوئی وقت توبہ کرنے کی اجازت بھی نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنی سابقہ کارکردگی پر تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکیں۔ اس وقت عمل کا وقت ختم ہو کر جزائے عمل شروع ہو چکا ہوگا لہذا وہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی بھی نہیں مانگ سکیں گے۔ اگر دنیا کی زندگی میں تائب ہو کر اللہ کو راضی کر لیتے، اس کو مانیے توبہ کرنے کے وقت سزا دینا تھا، مگر اس وقت وہ موقع گزر چکا ہوگا، اور کفار کوئی جلد باز نہیں کر سکیں گے۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر یہ ذکر ملتا ہے کہ قیامت کے دن کفار اللہ کے حضور عرض کریں گے کہ انہیں دنیا میں دوبارہ لٹا دیا جائے تو وہ اس کی اجازت نہ مانگیں گے۔ مثلاً سورۃ النعام میں ہے کہ جب انہیں دوزخ پہنچا دیا جائے گا۔

﴿حَقًّا لَّوْ لَا يَكِيْنُتُنَا فِرْقًا وَّ لَا مَكْدِبَ اِلٰیْهِ رَيْبًا وَّ لَا مَكُوْنًا مِّنَ الْمُتَوَسِّلِيْنَ﴾ اس وقت وہ کہیں گے کاش کہ ہمیں دنیا میں واپس

کھدک
بے بجا

لوا دیا جائے تو ہم اپنے پیر و نگار کی امتوں کو نہیں جھٹلائیں گے اور موسیٰ بن جانیس
 جے۔ سورۃ السجدہ میں ہے کہ بھرم لوگ کہیں گے لَوْ بَدَّلْنَا آدَمُ مَعْرُوفًا وَ سَمِيعًا
فَأَنزَجْنَا نَارًا سَلَاطًا پیر و نگار! ہم نے اپنی آنکھوں سے تیرے
 عذاب کو دیکھ لیا۔ میرے احکام کو منی یا، اب ہیں دنیا میں وہیں بھیج دے، ہم
 نیک اعمال انجام دیں گے۔ مگر اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اگر ان کو
 دوبارہ بھی موقع دے دیا جائے تو پھر بھی یہ غلط کام ہی کریں گے کیونکہ ان کی سرشت
 میں غلط بات ہی داخل ہو چکی ہے۔

فرمایا وَإِذَا كَانُوا لَكَ الْذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابِ جب ظالم لوگ عذاب
 کو دیکھیں گے۔ هَلَّا يَخْفَتُ عَنْهُمْ تو اس میں تخفیف نہیں کی جائے
 گی۔ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ اور نہ ان کو ٹھیل دی جائیگی۔ یہاں پر عذاب
 کے مشابہ کے لیے ظالم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کفر
 اور شرک سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین، اس کی توحید،
 قیامت، رسول، کتب اور علامہ کا انکار کرتا ہے وہ بہت بڑے ظلم کا مرتکب
 ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ الظَّالِمُونَ
(البقرہ) کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔ اور شرک کے متعلق فرمایا إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ
عَظِيمٌ (النحل) شرک بہت بڑا ظلم ہے اور شرک بہت بڑا ظلم ہے، کفر و
 شرک کے بعد ظلم کی تعریف میں کہا کہ اور صفات معاصی آتے ہیں۔ صفات کو بھی
 کرنے سے ٹھو بھڑد معاف ہوتے بہتے ہیں مگر کہا کہ بغیر کی تو بہ کے معاف
 نہیں ہوتے۔ تو فرمایا کہ ظالم لوگوں کو جب عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو پھر نہ
 تو اس میں تخفیف ہوگی اور نہ انہیں صلت دی جائے گی۔ سورۃ بقرہ میں بھی جوہر
 ہے کہ جو لوگ کفر کی حالت میں مر گئے، ان پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور عام لوگوں کی
 لعنت ہوگی، وہ اس میں ہمیشہ جہنم کے لیے رہیں گے۔ لَا يَخْفَتُ عَنْهُمْ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ اُن کے عذاب میں نہ تو تخفیف کی جائیگی اور

ذہنیں دلیل دی جائیگی۔ دوسری جگہ ہے کہ یہ لوگ خود تباہ کر دیں گے کہ ایک دن کے لیے ہم سے عذاب میں تخفیف کر دی جائے تاکہ ہم مقبوضی دہرے کے لیے سکون حاصل کر سکیں مگر اس وقت ان کی کوئی درخواست مقبول نہیں کی جائے گی۔

شرک کا
انکار

فَسَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۚ اَشْرَكَ كَمَا اَشْرَكَ اٰبَاءُ هُمْ اَوْ جِب
مشرک لوگ اپنے شرکاء کو رہنمائی کریں گے، قیامت کے دن اپنے باطل معبودوں
سے ملاقات ہوگی قَالُوا رَبَّنَا هَلْ وُكِّلَ لَنَا شُرَكَاءُ مَا تَدْعُوْنَا
بِهَاسِطٍ يَوْمَئِذٍ یہ ہیں ہمارے وہ شرکاء اللہ تعالیٰ نے تم کو
مَنْ ذُو فَتْنٍ جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔ وہ شرکاء جن کو
ہم مصیبت میں پکارتے تھے، جن کے نام کی نذر و نیاز تھیں اور جن کی
ہم عبادت کرتے تھے۔ یہ ہے ہمارے وہ معبود۔ قَالُوا اِلٰهِنَا هُمْ
اَلْقَوَلُ تو اُدھر سے ان پر بات ڈالی جائے گی یعنی وہ معبودان جواب دیں گے
اِنَّكُمْ تَكْذِبُوْنَ کہ بیشک تم جھوٹے ہو۔ معبودیت سے انکار کرنے
والے ہر قسم کے معبود ہوں گے۔ جیسا کہ سورۃ الباقیہ میں گزر چکا ہے کہ خود شیطان
بھی انکار کرتے گا۔ جب لوگ قیامت کے دن اُس کا گھیر لیا کریں گے کہ
تو دنیا میں ہیں بے گناہ، لہذا آج ہم سے عذاب دور کرنے کا کوئی بندوبست
کر دو جواب دیا وَمَا كَانَ لَكَ عَلَيْهِمْ كَفْرٌ وَّمَنْ سُلْطٰنُ
اِلَّا اَنْ دَعَوْتَهُمْ فَاَسْتَجَبْتُمْ لِهٰی (ابراہیم) میرا تم پر کوئی ظلم
تو نہیں تھا یعنی میں نے تم سے کوئی بات نہ کہی تھی تو نہیں منوائی تھی۔ میں نے
تمہیں کفر، شرک اور برائی کی محض دعوت دی تھی جسے تم نے بلا سوچے سمجھے
قبول کر لیا۔ لہذا اب مجھے علامت نہ کرو، بلکہ خود اپنے آپ کو علامت کرو
تم اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہو۔

بعض فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں ماننے والے اور ان کی پرہیزگار بننے والے

دوبی دواؤں کو مجموعہ ملنے والے، اُن کی نیاز دینے والے اور عبادت کرنے والے
جب اللہ کے حضور فرشتوں کو بطور مجہود پیش کریں گے تو وہ بھی جواب میں
جسے سُبْحٰنَكَ اے اللہ! تیری ذات پاک ہے۔ ہم تو تجھے ہی کارِ ماز
سمجھتے ہیں، بے بلا ہم انہیں کیسے کہہ سکتے تھے کہ اللہ کو چھوڑ کر جس اپنا
موجود بنا لو۔ یہ لوگ مجھوٹے ہیں۔ غرضیکہ تمام اقبیاء و اعلیاء اور نیک لوگ انکار
کر دیں گے کہ ہم نے قرآن میں نہیں کہا کہ جس اپنا موجود بنا لو۔ مسیح علیہ السلام
کے متعلق سورۃ قادمہ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ درپست
کریں گے کہ کیا آپ نے لوگوں سے کہا تھا کہ بے اور میری والدہ کو اللہ
کے سوا موجود بنا لو، تو مسیح علیہ السلام عرض کریں گے، پروردگار! مجھے یہ کیسے
حق پہنچا ہے کہ میں کوئی ایسی بات کروں جس کا تو نے مجھے حکم نہیں دیا۔
میں نے قرآن سے ہی کہا۔ آیت اَعْبُدُوا اللہَ رَبَّکُمْ کَلِمَۃً
صرف اللہ کی عبادت کرو جتنا ہمارا بھی رب ہے اللہ میلا بھی رب ہے
جو لوگ قبروں کے ساتھ شرکیہ معاملات کرتے ہیں، وہ قبروں والے بھی بڑی
کا اعلان کر دیں گے اللہ صاف کر دیں گے کہ لے شرک کر فدا ہوا اے کون
لکھ لکھو تم اپنے دعوئے میں مجھوٹے ہو۔ ہم نے تمہیں اپنی پرستش کے
لیے کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ غرضیکہ سب انکار کر دیں گے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حجاب کتاب کی منزل کے بعد جب
جنی جنت میں اور بدنی دوزخ میں پہلے جائیگے تو آپس میں کرداروں میں کے
بعد کے باوجود وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے اور آپس میں مکالمہ بھی کریں
گے چنانچہ سورۃ الصفات میں موجود ہے کہ ایک سو میں آدمی کسی کافر و منافق
کو دیکھتا ہے کہ اَفْوَءُ خُفٍّ مَسْقُوۃٍ الْخَیۡسِرَ تو وہ اُسے جہنم میں
پڑا پایگا۔ پھر سو میں اُس سے کہے گا کہ اگر میں بھی تیری بات پر چلا تو آج تیرے
ساتھ جہنم میں ہوں۔ اللہ نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا کہ مجھے کفر و شرک سے محفوظ

جنی اور
بدنی کا
مکالمہ

رکھا جس کی بنا پر میں آج راحت کے مقام میں ہوں اور تم تکلیف میں ہو۔ اسی طرح جب ملائکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت عزیز علیہ السلام کی پرستش کر نیوالے اُن کو جنت میں دیکھیں گے تو کہیں گے، پروردگار! یہ ہیں ہمارے معبود، مگر کہ گئے سے جواب آیا کہ ”اِنَّكُمْ تَكْفُرُونَ“ تم جھوٹے ہو۔ ہم نے تو تمہیں اپنی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ تم نے خود شیطان کا اتباع کیا اور آج اس کا بیگنان کر رہے ہو۔

جب کفار و مشرکین ہر طرف سے پیوس ہو جائیں گے تو یہی خاص مسئلہ کی طرف رجوع کریں گے۔ وَالْقَوْلُ الْحَقُّ الَّذِي يُؤْتِي بِذِي الشَّلْوَةِ آج کے دن اللہ کے سامنے اطاعت کی بات ڈالیں گے یعنی اُن کی فرمانبرداری کا دم بھریں گے کہ اب ہم تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہیں مگر اُس وقت اس جذبے کا اظہار کسی کام نہ آئے گا۔ عَلَّامٌ بِذُنُوبِهِمْ اور پھر اُن وقت وَقَضَىٰ عَنْهُمْ مَصَاصِنَا اَلَا يَكْفُرُونَ وہ سب باتیں اُن سے گم ہو جائیں گی جن کو وہ افترایا کرتے تھے۔ جو بھی شرکیہ یا کفریہ عقائد رکھتے تھے وہ اُن پر عمل کرتے آگئے یا جن شرکیہ عبادت کو عمر بھر سینے سے لگائے رکھا، وہ سب ختم ہو جائیں گی، کوئی چیز ان کی مدد کو نہیں پہنچے گی۔ اُن وقت اطاعت کا اظہار بعد از مرگ بلاویلا کے مترادف ہو گا۔

سعدی
مترجم
علامہ

النحل ۱۶

وہبما

آیت ۸۸ تا ۸۹

درس بہتر ۱۳

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَهُمْ
عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَ
يَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ
أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَاكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا
عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً
وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾

۸۸ تا ۸۹

ترجمہ :- وہ لوگ جنہوں نے کفر کا مشہورہ اختیار کیا ہے
اور دھکا ہے اللہ کے راستے سے، ہم زیادہ کریں گے اُن
کے لیے عذاب کے اُپر عذاب، اس وجہ سے کہ وہ فساد
کرتے تھے ﴿۸۸﴾ اور (اس وقت کو اپنے خیال میں ہوگا)
جس دن ہم انہیں گے ہر ایک امت سے گواہ اُن پر
انہی میں سے اور ہمیں گے ہم آپ کو گواہ بنا کر :-
لوگوں پر ۔ اور امانی ہے ہم نے آپ پر کتاب، جو کمال
کو بیان کرتی ہے ہر چیز کو اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری
ہے فرماؤ اُن کے لیے ﴿۸۹﴾

دہلی آیات

شرک اور مشرکین کے دوسرے بعد اللہ نے عذاب کی وجہ شہادت اور مشرکین
کلمہ کے متعلق فرمایا کہ جب وہ عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے تو پھر نہ تو اس میں نصرت
ہوگی اور نہ ہی انہیں صلت دی جائیگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکیں۔ مشرک لوگ

پانچہ مجوروں کو دیکھ کر اقرار کریں گے کہ ہم ان کی عبادت کرتے رہے مگر وہ صاف انکار کر دیں گے کہ ہم نے تو انہیں نہیں کہا تھا کہ ہمیں مجبوراً ان کی عبادت کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ یہ تو خود ہی من مانی کرتے رہے۔ فرمایا اس وقت ان کی تمام خورد و ساندہ کار و انشیاں گم ہو کر رہ جائیں گی۔

اسلام کے
راستے میں
رکاوٹ

اسی خطاب کی وحید کے نقل میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْكُمْ لَئِنْ رَأَوْا سُلُوكًا مِنْكُمْ لَيَنْصِفُنَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ کفر کا راستہ اختیار کیا۔ کفر و شرک، فتنہ و خیر و فتنہ ان پاک کی اصطلاحات ہیں۔ کفر کا لغوی معنی چھپانا یا انکار کرنا ہے، مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ایمان کی بات کو چھپا یا اور اللہ کی وحدانیت کا انکار کیا، اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وَصَدُوا عَنْهُمْ سَبِيلَ الْمَلِكِ اللہ کے راستے سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ اصل میں یہی فعل فساد کی بنیاد بنتا ہے خود بھی اللہ کی وحدانیت کو تسلیم نہ کیا اور پھر دوسروں کے راستے میں بھی رکاوٹ بنے سورۃ النعام میں اس بات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: "وَعَصَوْا عَنْهُ وَكَانُوا عَنْهُ مُكْرِبِينَ" اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ اسلام کے راستے سے روکا صرف مشرکین مکہ تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ہر مذہب میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ فرعون بھی روکتا تھا۔ قوم نوح اور قوم شعیب بھی اسی ڈگر پر چلتی تھی۔ حضرت نعیم علیہ السلام نے قوم سے اسی طرح خطاب کیا تھا: "وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصْلُوا سَبِيلَ اللَّهِ مِنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْقُوا نَهَارَ غَوَجٍ" (الاحزاب) ہر راستے پر مت بیٹھا کرو کہ تم شخص ایمان لاتا ہے تم اسے روکتے ہو اور راہ خدا سے روکتے ہو اور اس میں کبھی تلاش کرتے ہو۔

دنیا کی کافر قوتیں آج بھی لوگوں کو اسلام کے راستے سے روکنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ عیسائی مشنریاں اسی کام پر لگی ہوئی ہیں نہایت گہری سازش کے ذریعہ لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس معاملہ میں برطانوی، روسی، فرانسیسی، جرمنی عیسائی سب اکٹھے ہیں۔ انگریزوں نے اپنے عروج کے دوسو سالوں میں اس معاملہ میں بڑی پیش رفت کی۔ انہوں نے پس افذا اترام کو لالچ سے کر عیسائیت کی طرف راغب کیا۔ ان کے وزیر اعظم گولڈ سٹون نے ایبلی میں قرآن کریم کو پتھر میں اٹھا کر کہا تھا کہ جب تک دنیا میں یہ کتاب موجود ہے، دنیا مذہب نہیں بن سکتی۔ یہی کا ازل و آخر مقصد قرآن پاک کو دنیا سے ختم کر کے دین اسلام سے لوگوں کا تعلق ختم کرنا ہے مگر اس عظیم کتاب کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے، اسی لیے پوری کوشش کے باوجود دنیا کی کوئی طاقت قرآن کریم کا ایک حرف بھی اٹکے نہیں کر سکی۔ چہ جائیکہ اسے نابود کر دیا جائے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کی عیاشی، فحاشی، ہیرانی اور بے حیائی کی قاطع سی کتاب ہے۔ جب تک یہ ختم نہ ہو ان کی فحش تہذیب پر دان نہیں چڑھ سکتی۔ یہ اتنے گندے لوگ ہیں کہ مرد و زن کی مرضی سے یکے کے زنا کرنا ہی نہیں سمجھتے ان کے نزدیک زنا صرف وہ ہے جو باہر کیا جائے۔ داخلہ ان کے دل کوئی جبرم نہیں اور دنیا کی ہر برائی ان کے دل جبرم نہیں میں داخل ہے۔

غرضیکہ کبھی خوشنما تہذیب کی آڑ میں لوگوں کو دین سے روکا جاتا ہے۔ کبھی پیسے کے لالچ کے ذریعے، کبھی سکول اور ہسپتال قائم کر کے اور کبھی قرآن اور دین کے حدود بن کر اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش کئے جاتے ہیں۔ روسی اور چین تشدد کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ مسلمانوں کو سرعام عبادت سے روکتے ہیں ایسا پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسلام کے ماننے والے ملک میں پڑ جائیں اور آہستہ آہستہ دین سے بیزار ہو جائیں۔ اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنی آواز نکال نہیں سکتے۔ یہ تیار نہیں اگر وہ ایسا کرتے تو غیر مسلم لیڈر کا جواب دے سکتے مگر انہیں تو اسلامی شاہدیر کی بجائے سیوی، عیسائی اور اشتراکی شاہدیر ہر قدر ہے اور انہی کے گٹن گاتے ہیں۔ یہاں سے جاں مسلمانوں کو اپنے دین سے متنفر کرنے کے لیے پہلے جاسے ہیں مگر مسلمان غفلت کی نیند سونے

اور بدعات کی راہ نکالنے والا اس کردہ جرم کا مجرم بھی ہوگا اور پھر اسی ہی دم پہنچنے والے ہر شخص کے بسے ایک ایک گناہ اس کو یاد کثرتہ کے نامہ اعمال میں بھی درج ہونا رہیگا۔ آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کا اور اس قتل ناحق کیا تھا۔ اب قیامت آگے جتنے بھی قتل ناحق ہوں گے اُن میں ہر قتل کا ایک گناہ آدم علیہ السلام کے اُس بیٹے کے رجسٹر میں بھی درج ہوتا ہے گا جو اور اس قتل ناحق کا سر ملکہ ہوا۔

غرضیکہ کفر و شرک، معاصی اور خدا کی شریعت کی خلاف ورزی زمین میں فساد ہے۔ ان امور سے زمین بگڑتی ہے، انسانی سوسائٹی میں خوف پھرتا ہے اور بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے۔ زمین کی اصلاح اطاعت سے ہوتی ہے اور اس کا بگاڑ معاصی سے ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ زمین میں فساد رہا کرنے والوں کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔

قیامت کے دن ہر فردی کے خلاف گواہ پیش کرنے کی بات گذشتہ درس میں بھی گزر چکی ہے۔ اگلی آیت میں اسے پھر دوہرا یا بار بار ہے وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ اور اُس وقت کو یاد کرو جب قیامت کے دن ہم ہر امت پر خود اپنی میں سے گواہ پیش کریں گے۔ ہر امت کا اپنی امت کے خلاف گواہی دینا کہ اس امت نے کس طرح اُس کی بات کو منکر یا یاد نہ کیا لیکن ہم نہیں۔ اللہ کی وحدانیت کا انکار کیا، اختیار کی پہچان کرتے ہیں شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ پھر اس گواہی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ ہر امت کے متعلق فیصلہ کریں گے۔ فرمایا یہ تو سابقہ امتوں کی بات ہے لَا يَخْزِي الزَّانَ! وَجِئْتُكُمْ بِاتِّ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ اور ہم آپکو اس آخری امت کے لوگوں پر بطور گواہ لائیں گے۔ آپ ہی اپنی امت کے حق میں یا اللہ کے خلاف گواہی دیں گے اور پھر اس کے مطابق فیصلہ کیا

خدا کی
عزیز

جائیگا۔ اُس وقت کتنا خوفناک منظر ہوگا اور کتنی پریشانی کا عالم ہوگا جب مخالفیہ کی منزل آئے گی اور اللہ کی بارگاہ میں گواہیاں پیش ہوں گی۔ انسان کو پہلے یہ کہ وہ اپنے نبی کا اتباع اختیار کرے تاکہ قیامت کے دن اس کی بہتر گواہی کا مستحق بن سکے۔

قرآن مجید
تبیان

ارشاد ہوتا ہے وَكُنْتُ عَلَيْكَ الْكَتَبُ اور ہم نے انارسی ہے آپ کی طرف کتاب تَبْيَانًا لِّمَا لَمْ يَصْلُحْ لَكَ شَيْءٌ جو ہر چیز کو کھول کر بیان کرتی ہے یعنی ہر چیز کی بہت زیادہ وضاحت کرتی ہے۔ ایک سلی نظر میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں ہر چھوٹی بڑی چیز کی وضاحت تو نہیں ہے، پھر تبیان سے کیا مراد ہے۔ تو مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کسی چیز کو کسی مقام پر اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہیں تفصیل موجود ہے۔ بعض مقامات پر نبی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے قول اور فعل سے کسی حکم کی جزئیات سے آگاہ کر دیں گے۔ لہذا نبی کی وضاحت بھی قرآن پاک کی طرف سے ہی حجت سمجھی جائے گی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی مسئلہ قرآن و سنت میں بالوضاحت موجود نہیں مگر اُس پر مسلمانوں کا اجماع ہو گیا ہے تو وہ بھی منجانب اللہ ہی سمجھا جائے گا اور قرآن پاک کے تبیان ہی میں شمار ہوگا۔ سورۃ النساء میں موجود ہے کہ جو شخص چاہت کا راستہ واضح ہو جائے کہ باوجود مومنوں کے راستے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو ہم اُسے اُدھر ہی پھیر دیں گے، جدھر وہ جانا چاہتا ہے اور اُس کا ٹھکانا آخر جہنم ہوگا۔ یہاں غائیہ تک پہنچنے کی ضرورت نہیں کہ یہی مطلب ہے کہ کوئی شخص مسلمانوں خصوصاً آخر القرون کے مسلمانوں کے متعلقہ راستے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے، گویا اجماع امت کا فیصلہ بھی قرآن پاک کے تبیان ہی کا حصہ شمار ہوگا۔

ناسے کے ساتھ ساتھ سنے نظر پڑا ہونے والے مسائل کے حل و عقد

کے لیے اللہ نے اجتہاد و استنباط کا اصول بھی بیان کیا ہے۔ جبکہ جگہ
 فَأَعْتَبَ مِنْ قَوْلِهِمْ أَنَّ الَّذِينَ أُخْلُوا فِي مَقَادِرِ الْغُلَامِ مَعَهُمْ
 عقل و بصیرت لوگو! قرآن پاک میں بیان کردہ اصولوں پر غور و فکر کر کے مسائل
 کا استنباط کرو کہیں فرمایا: «لَعَلَّكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكْتُمُونَ كَلَامَ وَهْمٍ
 وَالنِّسَاءُ» اگر کوئی مشکل پیش آئے گی تو اجتہاد و استنباط کرنے والے آپ کو
 بتائیں گے، لہذا اہل کی طرف رجوع کر کے بھی بتایاں ہیں داخل ہے۔ امام
 ابوحنیفہؒ کا نظریہ یہ ہے کہ شرعیات کے چار اصول ہیں یعنی کتاب اللہ
 سنت رسول اللہؐ، اجماع صحابہ اور قیاس۔ اگر پہلی تین چیزوں سے مسئلہ
 حل نہ ہو تو ائمہ مجتہدین کے قیاس کو دیکھ لو۔ ان میں پہلے دو اصول یعنی
 قرآن اور سنت مثبت ہیں اور یہ کسی چیز کو ثابت کرتے ہیں۔ البتہ دوسرے
 دو اصول یعنی اجماع اور قیاس منظر ہیں۔ یہ کسی چیز کا قطعی ثبوت نہیں مگر یہ
 کسی چیز کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ امام ابوہریرہؓ، امام شافعیؒ، شاہ ولی اللہؒ
 اور مولانا گنگوہیؒ امام ابن تیمیہؒ وغیرہم فرماتے ہیں کہ ہر مسئلہ کی اصل بنیاد تو قرآن پاک
 ہی ہے اور سنت بھی قرآن کی شرح ہی ہے۔ تاہم امام ابوہریرہؓ جیسا کہ یہ بھی
 فرماتے ہیں کہ کائنات کے ہر مسئلہ کے بارے میں اللہ کا حکم موجود ہے۔
 اس حکم کو یا تو خود اللہ کی کتاب نے واضح کیا ہوگا، یا اس کا بیان اللہ کے
 نبی کی زبان سے ہوا ہوگا۔ یا مومنین کا اتفاق اس پر شام ہوگا، یا پھر اللہ
 مجتہدین ائمہ دلیل کو واضح کر دیں گے جس پر اس مسئلہ کی بنیاد ہوگی۔ فرماتے
 ہیں کہ قرآن پاک ہر مسئلہ کی حقیقیات بیان نہیں کرتا بلکہ اس میں اصول و قوانین
 موجود ہیں جن کی روشنی میں ہر جزو کامل پیش کیا جاسکتا ہے۔

فرمایا: اللہ کی یہ کتاب ہے جس کی ہدایت ہے اور ہر موثر پر انسان کی رہنمائی
 کرتی ہے۔ پھر جب لوگ اس ہدایت پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں تو فرمایا یہی کتاب
 وَرَبُّكُمْ بِالْحَقِّ رَحِيمٌ جانتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سرکاری شال حال

ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ علیہ السلام و بشاری القسلیوں بھی سب کہ
 اللہ تعالیٰ کے ہیں انہیں اعلیٰ مقام حاصل ہوگا۔ سورۃ یونس میں بھی موجود ہے کہ
 ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجئے "اِنَّ لَهُمْ فِيْ عِندِ
 رَبِّهِمْ" تم اسے پروردگار کے پاس تمہارا سچائی کا قدم پڑا ہے، لہذا تجلزل
 نہیں، تم اچھے ٹھکانے پر پہنچ جاؤ گے۔ اگر ایمان میں استقامت حاصل رہی
 قرآن پر عمل کرتے رہے اور معاصی سے بچتے رہے، کفر شرک اور بدعات
 سے پرہیز کیا تو تمہارے لیے خوشخبری ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے ہیں کامیاب
 ہو جاؤ گے۔

وہب ص ۳۲

النحل ۱۶

درجہ ہشتاد ۲۲

آیت ۹۰

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي
الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ: ایک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل کرنے کا
احسان کرنے کا، اور قرابت والوں کو اپنے کا۔ اور منع کرتا
ہے بے حیائی سے، نامشربہاتوں سے اور منکرتوں سے
وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑ لو ﴿۹۰﴾

گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی گواہی کا ذکر کیا۔ قیامت کے
دن انبیاء علیہم السلام اللہ کی بارگاہ میں شہادت دیں گے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کا پیغام
اپنی اپنی امتوں تک پہنچا دیا۔ اور پھر آخر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اپنی آخری امت
پر بطور گواہ پیش ہوں گے۔ گذشتہ آیت میں اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہم نے
آپ پر ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کو واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ نیز
فرمایا کہ یہ کتاب فراموشیوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے

گذشتہ درس میں دیکھا کہ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمَاتٍ إِلَىٰ نُورٍ بِإِذْنِهِ﴾ کا ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن پاک میں
ہر چیز کی ایسی تعلیم موجود ہے۔ چنانچہ آج کی آیت اس دعوے کی دلیل کا ایک نمونہ
نمود ہے۔ اس مختصر آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے چھ باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جن
میں سے تین مثبت ہیں اور تین منفی۔ کلمات میں کوئی ایسی یا نہی کا چیز بھی نہیں ہے
جو ان چھ چیزوں سے باہر ہو۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس آیت کے
متعلق فرماتے ہیں لَجَّعَ إِلَيْنَا فِي الْقُرْآنِ يَمْنَىٰ بِأَيْتِ الْقُرْآنِ كَرِيمِ كِ

صحیح ترین
آیت

جامع ترین آیت ہے۔ اگر انہی ہی ایک کثرت پر عمل کرے تو اس کی منہاج کے لیے یہ کثرت کافی ہے۔

اس آیت کی جامعیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ کئی حضرات صرف یہی آیت کریمہ میں کراہیان لائے۔ حضرت عثمان ابن مظعونؓ ابتدائی دور میں ہی اسلام لے آئے۔ یہ حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی ہیں، مدینہ طیبہ پہنچ کر صحابہ کرامؓ میں سے سب سے پہلے فوت ہونے والے بھی آپ ہی ہیں۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ بتداء میں میں اسلام قبول کرنے سے ہچکچاتا تھا۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ آپ پر غاصب کیفیت طاری ہوئی، آپ نے دو دفعہ اوپر دیکھا، پھر نگاہ سہارک نیچے کی طرف کر لی۔ اس کے بعد آپ نے مسئلہ گفتگو پھر شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس کیفیت کے متعلق حضور علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپ نے یہی آیت پڑھ دی جو اس خاص کیفیت کے دوران نازل ہوئی تھی، اتنی جامع کلمات آیت میں کہ میں قرآن ایمان لے آیا۔

اکٹھویں سیخ اپنی قوم کے سردار تھے حضور علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے متعلق سب تو رد و اڑیوں کا ایک دفعہ حضور کی خدمت میں بھیجا، کہ آپ کے حالات معلوم کیے جاسکیں۔ یہ دونوں بڑے کھلم کھلا آدمی تھے۔ آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سوال کیا مَنْ أَنْتَ وَمَا أَنْتَ یعنی آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟ پہلے سوال (آپ کون ہیں) کے جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا أَنَا مُحَمَّدٌ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ یعنی میں محمد بن عبد اللہ کا بیٹا محمد ہوں۔ البتہ دوسرے سوال (آپ کیا ہیں) کے جواب میں فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اُمّی کارِ رسول ہوں۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی اِنَّ اللّٰهَ يَاسْمُوْ... اور یہ سن کر وہ بڑا ماثر ہوا اور انہوں نے واپس جا کر اکٹھے کیا کہ ہم نے اس شخص سے دو سوال کیے پہلے سوال کا

مقتضای کاتب نامہ معلوم کرنا تھا کیونکہ عرب لوگ نسب پر بڑا فخر کرتے تھے مگر آپ نے اس سوال پر زیادہ توجہ نہیں دی، بلکہ مختصر جواب دیا کہ میں محمد ابن عبد اللہ ہوں۔ البتہ دوسرے سوال کا جواب آپ نے تفصیل کے ساتھ دیا اور یہ آیت بھی پڑھی۔ وہ نے سفارش کی کہ آپ اپنے دھرم نبوت میں سچے ہیں لہذا آپ کی دولت قبول کر لینی چاہیے، چنانچہ آیت مذکورہ حاضرین میں گرا کر اکثر کہنے لگے کہ میں دیکھتا ہوں کہ مغیرہ اسلام تمام عہدہ ہاتھ اور اعلیٰ اسباق کا حکم دیتے ہیں اور تمام ذلیل اخلاق و اعمال سے روکتے ہیں۔ کہنے لگے، اے لوگو! میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ آپ کے سامنے میں جلدی کرو **فَکُونُوا مِنْ هَٰذَا الْأُمَّرَةِ وَأَنَا وَأَنْتَ کُونُوا آدِنًا** اس معاملے میں سرسری سرور ابن کرہل گئے اور جیسے سہنے والے ٹھیکے زبوروہ دین کی قبولیت میں جلدی کرنا جبری سعادت کی است ہے اور سفایاں اپنے خاندان سمیت فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور دین کے ذریعہ عالمی بن گئے۔ آپ نے اسلام کے لیے کاروائیے نمایاں انجام دیے مگر انہوں نے کیا کرتے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں ٹہری رہ کر دی۔

یہ حقیقت یہ آیت کریمہ اسلام کے عالمی پروگرام پر مشتمل ہے، اسی لیے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانے سے یہ آیت جمعہ کے خطبہ میں پڑھی جاتی ہے مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے بھی قرآن پاک کی بہت زیادہ خدمت کی ہے آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ جلا وطنی میں گزارا مگر قرآن پاک کو سینے سے لگائے رکھا اور جہاں بھی گئے قرآن پاک پڑھاتے رہے۔ تو آپ نے پنتالیس برس تک قرآن کی تعلیم دی اور سات سو ہزار علماء نے آپ سے کتاب فیض کی۔ دوس گئے تو کوہاں پر دیگر لوگوں کے علاوہ مولیٰ جبار اللہ جیسے بڑے عالم نے آپ سے قرآن پڑھا۔ چار سال تک ترکی میں رہے، تو ارباب حکومت کو خبردار کیا کہ تم اکھاڑ کے سیلاب میں بہتے جا رہے ہو۔

اسلام کا عالمی پروگرام

تو جمع ہمیں قرآن پاک کی چالیس سورتوں کا ایسا خلاصہ بتا آجوں کہ اس کو اپنے
 پروگرام میں شامل کر لے گا تو بے دینی سے بچ جاوے گا۔ مگر مصطفیٰ اکمال نے
 آپ کی دعوت کی طرف توجہ نہ دی تو کسی سے آپ کو کچھ نہ آئے اور بارہ
 برس تک لوگوں کو قرآن پاک کی تفسیر نہ دیتے تھے۔ جب وطن واپس آئے تو
 فرمایا کہ بڑھاپے کی اس عمر میں کوئی شخص صوم شریعت کو چھوڑنے کے لیے تیار
 نہیں رہتا مگر میرے بیٹے میں قرآن کریم کا ایک پروگرام ہے، میں چاہتا ہوں
 کہ یہ پروگرام موت سے پہلے تمہیں بھی بتا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ سورۃ الفحل
 کی یہ آیت "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ..." اے اسلام کا عالمی پروگرام ہے
 مسلمانوں کا یہ فخر ہے پروگرام ہے جو کسی دیگر قوم کے پاس نہیں ہے۔ اس کو
 لے کر آگے بڑھو تو فلاح و کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ مگر انہوں نے کامیاب
 رہے کہ خود مسلمان اس پروگرام کو پس پشت ڈال چکے ہیں اور اس کی بجائے
 عیسائیوں، یہودیوں اور دھرمیوں کا پروگرام اپنانے میں فخر محسوس کرنے لگے
 ہیں۔ مشرقی لوگ اب مغربی ملک کے پروگرام کے مطالعہ کے لیے جاتے ہیں
 ان کے مشیر یہاں آتے ہیں تو اپنے پروگرام کی روشنی میں یہاں کے بے شکمیں
 بہتے ہیں جنہیں ہم خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ ہم غیر مسلم اقوام کی شاگردی اختیار
 کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اختیار کے پروگرام پر عمل کر کے
 ہی ترقی یافتہ بن سکتے ہیں۔ ہم نے وہ عالمی پروگرام ترک کر دیا ہے جس پر عمل پیر
 ہونے پر اللہ نے پہلے ہی اقوام عالم میں سرخیز کیا تھا اور آئندہ کے لیے بھی جاری
 عزت و وقار کا دار و مدار اسی پروگرام پر ہے۔

اس پروگرام کے پہلے حصے میں تین مثبت چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔
 "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ" اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے۔ یہ سبلی چیز ہے
 حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ایک بزرگ محدث ابن کعب قرظیؓ سے کہا کہ بھائی
 ذرا عدل و انصاف کی تعریف تو کرو کیونکہ اس آیت کو میرے اللہ نے سب

تین مثبت
 چیزیں
 عدل

سے پہلا حکم عدل کا رہا ہے، کہنے لگے، آپ نے یہ بڑا مشکل سوال کیا ہے، تب ہم
 حق اور عدل کا مفہوم یہ ہے کہ **لَا تَقْبَلُوا عِلْمًا بِغَيْرِ عِلْمٍ** یعنی چھوٹے شخص کے لیے
 باپ کی طرح شفیق اور رحمدل بن جاؤ۔ اور بڑے شخص کے لیے بیٹے کی مانند
 مؤدب بن جاؤ، کیونکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے **مَنْ لَمْ يَكُنْ قَوِيًّا كَيْفًا وَتَوَكَّلْ**
يَنْجَحْ صَغِيرًا كَيْفًا جس کا علم ہے اس کا علم ہی جبر سے ہے۔ فرمایا جو تمہارے برابر ہو، اُسے
 بھائی کی مانند سمجھو کیونکہ **الْمَرْءُ أَكْثَرُ دِينِهِ بِخِيَرَةٍ**۔ عربی لوگ کہتے ہیں کہ انسان
 کو بھائیوں کے ساتھ اکثریت حاصل ہوتی ہے۔ جس شخص کے جتنے بھائی ہوں
 گئے، اتنے ہی اُس کے بازو ہوں گے اور اُسے قوت حاصل ہوگی۔ روح البانی نے
 کہتے ہیں **فَكَذَلِكَ** اے اللہ! اور عمر فاروق کے حق میں بھی ایسے ہی بن جاؤ۔ ان کو
 بھی نظر انداز نہ کرو مدین کے حق میں بھی شفقت و مہربانی کا اہلہ کرو۔ محمد بن کعب
 قرظی نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابی مجرم کو اس کے جرم سے زیادہ سزا دو حتیٰ کہ
 کسی کے حق میں ایک کوڑا بھی زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ فرمایا یہ سب چیزیں عدل
 انصاف میں داخل ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ چار اصول ایسے ہیں جن کی تعلیم تمام انبیاء نے
 دی ہے۔ پہلی شریعت میں بھی یہ اصول پائے گئے ہیں۔ **عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ** تمام اسلافی تفریع کا پہلا
 یہ چار اصول ہیں۔ پہلا اصول طہارت یعنی پاکیزگی ہے۔ دوسرا اغبات یعنی مجبور و شکنجہ
 ہے۔ تیسرا اصول مباحث یعنی ذیل اخلاق سے پرہیز، اور چوتھا اصول عدل ہے
 اجتماعی معاملات عدل کے بغیر درست نہیں ہو سکتے۔ عدل کے متعلق اللہ تعالیٰ
 کا فرمان ہے **وَإِذَا حُكِمْتُمْ بَيْنَكُمْ بِالْحَقِّ** اے انسان! **أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ**
وَالنِّسَاءُ جب تمہیں لوگوں پر حاکم بنایا جائے تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ نیز فرمایا
وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدُوا (الانصاف) جب بات کرو تو انصاف کی کرو۔
 اللہ نے یہ بھی فرمایا **إِنَّمَا لَكُمْ فِي مَالِكُم مَّا تَكْسِبُ** (المائدہ) عدل کیا
 لے ہمت ملے **وَحُجَّةُ اللَّهِ أَكْبَرُ** ۱۵

کہو، کہ یہ تقویٰ سے قریب تر عمل ہے۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ معاملہ اپنوں کا ہو یا بیگانوں کا عدل کو ہاتھ سے نہ چھوڑو چاہتے ہیں کتنی بھی نقصان اٹھانا پڑے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ عدل کرنے والوں کو قیامت کے دن کستوری کے بیسروں پر بٹایا جائے گا۔ یہ ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے انصاف کرتے وقت اپنے رنگانے کا لحاظ رکھا، نہ دوست اور دشمن میں فرق کیا تھا نہ کو حق اور اکرتا، معاشرے میں عدل اور توازن قائم رکھنا بڑا مشکل کام ہے آج دنیا میں عدل ختم نہیں بلکہ خربہ بنا پڑا ہے۔ عدالتیں بڑی منگنی ہیں۔ کہ نہ کی غیس اور کیوں کا معاوضہ ادا کرنا کمزور آدمی کے بس کی بات نہیں بلکہ لوگ سراسے کے بل بوتے پر اپنا ہرجائز اور ناجائز مقصد حاصل کر لیتے ہیں۔ منصف اور وکیل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، اس لیے غریب آدمی کو انصاف نہیں ملتا۔ کہاں اسلام کا نظام عدل ہو جو حاکم اور محکوم، امیر اور چھوٹے، آقا اور غلام، اگر سے اور کالے، اپنے اور بیگانے میں کوئی امتیاز روا نہ رکھے۔ عدل کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات اور جذبات انصاف کے ترازو میں تھے ہوئے ہوں۔ افراد اور گروہ کی وجہ سے کوئی پلٹا جھکے یا اٹھنے نہ پائے، سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے، انسان کے ظاہر و باطن یکساں ہوں، جو بات اپنے لیے ناپسند کرے، وہ بھائی کے لیے بھی پسند نہ کرے۔ امام حسینؑ دیکھتے ہیں کہ عدل میں سب کے پتلے توجید کا درجہ ہے کیونکہ توجید تعطیل اور تشکیک کے درمیان ولادت ہے۔ ایک طرف تعطیل ہے یعنی خدا تعالیٰ کو محض تعطل تصور کر لیا جائے کہ وہ کوئی کام کاج نہیں کرتا، اس کی کوئی صفت نہیں، وہ کسی کا حاجت روا اور مشکل کن نہیں، میں محض نام کا خدا ہے (نمود بالمشا) اور دوسری طرف عبادت، ریاضت اور صفت میں غرق ہوں

کو شریک بنایا جائے۔ ان دونوں خرابیوں کے درمیان تو حید ہی نقطہ عدل ہے اور اسی کو اختیار کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا بھی عین عدل ہے۔ اس کے برخلاف عبادت میں اس قدر غرق ہو کر انسان راہب بن کر دنیا ہی ترک کر دے، یہ افراط ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ انسان خدا کی عبادت سے بالکل ہی منہ موڑ جائے اور بالکل بیکار ہو کر بیٹھ جائے، یہ تفریط ہوگی تو گرامیج طریقے سے عبادت کرنا بھی عدل کے زمرہ میں آتا ہے۔ اسی طرح سخاوت یا جود سے جو جھل اور اسراف کے درمیان عدل کی منزل ہے۔ انصاف کی بات یہی ہے کہ انسان بخل اور فضول خرچی سے بچے ہوئے اعتدال کی راہ اختیار کرے جسے جود کا نام دیا گیا ہے۔

(۳) **احسان** تین مثبت چیزوں میں سے دوسری چیز فرمایا **وَ اَلْاِحْسَانُ** وہ احسان ہے۔ ایک حدیث کی اصطلاح میں اعلیٰ درجے کی عبادت کو احسان سے تعبیر کیا گیا ہے حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے کہ احسان اس چیز کا نام ہے **اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنْكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَكَانَتْ** یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریقے سے کہ گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ صورت حال پیدا ہو سکے تو کم از کم اتنا تو تصور کر لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے یہ تو احسان کا ایک معنی ہے۔ البتہ اس مقام میں احسان سے مراد نیکی، ہمدردی، فیاضی، اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح، ان کے حقوق کی اور نیکی وغیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دو سکر پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ ۖ وَاللَّهُ يَخْبِتُ الصَّاحِبِينَ (آل عمران)** تاروں سے بھی لوگوں نے کا تھا **أَحْسَنُ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ الْكَلِمَاتُ** (القصص) تم بھی لوگوں پر احسان کرو جیسے اللہ نے تم پر احسان کیا ہے مگر وہ کہنے لگے **إِنَّمَا أَوْفَيْتُنَا عَهْدَ عَلِيمٍ عَيْنَا**

میں نے یہ دولت اپنے علم و ہنر کی بنا پر جمع کی ہے، اس میں اللہ کے احسان کی کیا بات ہے؟ اس پر اللہ نے اسے مال و دولت سمیت زمین میں دھندلایا احسان کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا کرے۔ اگر خود نیکی عمل نہیں کرتا تو دوسروں کو تبلیغ کرنے کا کیا اثر ہوگا؟ اگرچہ دوسروں کو نیکی کی تلقین کرنا بچائے خود اچھی بات ہے اور طلبائے کرام فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ مگر حقیقت کے اعتبار سے یہ بڑی کمزور بات ہے کہ خود تو فرائض کا مارک ہے مگر دوسروں کو حکم دیتا ہے، یا خود سنت پر عمل نہیں کرتا مگر دوسروں کو اس کی تلقین کرتا ہے۔ اچھا نتیجہ اسی وقت نکلے گا جب خود عامل بن کر دنیا کے سامنے آئے گا۔ اگر قرل و فعل میں تضاد پایا گیا تو دنیا ایسی نیکی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ آج بھی لبرپ، امریکہ اور جاپان وغیرہ کے لوگ مبلغ کے کردار کو دیکھتے ہیں جس شخص کا کردار درست ہوتا ہے ان کی بات بھی مانگے جلتی ہے۔

بہر حال نیکی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہنا بہت بڑی بات ہے سورۃ الرحمن میں موجود ہے "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ" احسان کا بدلہ تو احسان ہی ہے، یعنی نیکی کا بدلہ نیکی ہے، اور یہ نیکی اپنے، بیگانے دوست اور دشمن سب کے ساتھ ہونی چاہیے، یہی احسان کی منزل ہے

فرمایا، تیسری مثبت چیز یہ ہے قَرِيبًا ذِي الْقُرْبَىٰ قُرْبَتِ دَاوُدَ کَا حَقِّ اَدَاكَرْنَا، بہر شخص کے ساتھ اچھا سلوک کرنا احسان کی منزل ہے جب کہ قرابت دَاوُدَ کَا حَقِّ اَدَاكَرْنَا ہے۔ ایک دین کا اثر ہوتا ہے اور دوسرے قرابت کا۔ لہذا دوسرے لوگوں کی نسبت ان کا حق خافق ہوتا ہے۔ اسی لیے اس آیت کریمہ میں احسان کے بعد حق قرابت کو علیحدہ عنوان کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قرابت دَاوُدَ کے حقوق بھی ادا کرے

(۱۳)
قرابت دَاوُدَ
کَا حَقِّ

رشتہ دار خواہ مخافت ہوں یا موافق اُن کا خیال رکھو، اگر محتاج میں تو اُن کی امانت کرو۔ شریعت میں مصلحت کی بڑی تاکید آئی ہے۔ لہذا اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک سے ہمیشہ آداب معاشرے کی اصلاح کے لیے یہ بہت بڑا عمل ہے۔

تین شہتہ چیزیں بیان کرنے کے بعد اللہ نے تین متقی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ اول شکر ہوتا ہے وَلَا يَنْهٰی عَنْكَ الْمَغْتَشَاءُ اللہ تعالیٰ تمہیں بے حیائی سے روکتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ تین قوتیں ایسی ہیں جو ساری چیزوں کی جڑ ہیں۔ پہلی قوت ہمسیرہ شکرانہ ہے۔ دوسری قوت ہمسیرہ شیطانیہ ہے اور تیسری حقیقیہ سعیدہ ہے۔ یہ تینوں قوتیں فحاشی سے تعلق رکھتی ہیں جن کا منشا شہوت اور ہمسیرت کی ناپاکی ہوتا ہے۔ عروا، زنا، زنا طاعت، گالی گلوچ، دقت و سرور، بد اخلاق اور اسے وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو انسانیت شہوانیت میں اضافہ کرتی ہیں۔ فحاشی قول کے ذریعے بھی ہوتی ہے اور عمل کے ذریعے بھی۔ اگر انسان کا عقیدہ اور اخلاق خراب ہو جائے تو عرب لوگ کہیں فحاشی سے جمیر کر رہے ہیں۔ عروا کے نزدیک کھل بھی اسی ذمے میں آتا ہے۔ مگر کج پوری دنیا عربی کی بھٹ میں چلاؤ اس سے اجتناب کرنے کی بجائے اس پر فخر کیا جاتا ہے۔ نیم برہنہ تصاویر، ناچ اور گانا وغیرہ باطنی کی باتیں ہیں جن سے خدا نے منع کیا ہے۔ جو شخص فحاشی کی باتوں میں ملوث ہو گا۔ وہ نکاح نہیں پاسکا۔

(۲) دوسری مغلطی بات وَالْمَغْتَشَاءُ ہے۔ اس میں وہ تمام برکی چیزیں آجاتی ہیں جن سے شریعت بھی منع کرتی ہے اور عقل بھی بڑا سناپی ہے ہر نامحفل بات جو فطرتِ طہیرہ اور عقلِ صمدیہ کے خلاف ہو مصلحتی تعریف میں آتی ہے۔ اس کا منشا قوتِ ہمسیرہ اور قوتِ شیطانیہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ اللہ نے ایسی تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

(۳) تیسری ممنوع چیز کے متعلق فرمایا وَالْبُخْتِ یہ بغاوت اور سرکشی ہے

تین ہفتی
پیریں
فحاشی

(۲) مغلطی

(۳) سرکشی

جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے، ہر قسم کا ظلم، زیادتی، تعدی، مادیت
گالی گھونچ، جھینا جھپٹی، سبے عزتی، ناقصی، کمزوری، ذلت و خوارگی کی تعریف
میں آتے ہیں ان سے بچنا چاہیے۔

الغرض قین کام کرنے اور قین کام نہ کرنے کا بیان فرما کر اللہ
نے اس آیت کریمہ میں اہل اسلام کا اجتماعی پروگرام واضح کر دیا اور آخر میں
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم نصیحت پکڑ لو، اور لو اسروں کو بھی کہ کچھ
جاؤ اور پھر ان پر عمل پیرا ہواؤ۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا
الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلَهُ اللَّهُ
عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يُفْصِلُ مَا
تَفْعَلُونَ ⑨١ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِي تَقَصَتْ
غَزَلُهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَأَ تَتَّخِذُونَ
أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ
هِيَ أَرْبُ مِنْ أُمَّةٍ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ
وَلِيُبَيِّنَ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ
تَخْتَلِفُونَ ⑨٢ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً
وَّاحِدَةً وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي
مَنْ يَشَاءُ وَلَنُسْخَرَنَّ عَنْكُمْ كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ⑨٣
وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَزَلَ
قَدَمُكُمْ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا الشَّوْءَ بِمَا
صَدَدْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ⑨٤ وَلَا تَسْأَلُوا عَهْدَ اللَّهِ ثَمَنًا
قَلِيلًا إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ

کُنْتُمْ قَعْلَمُونَ ﴿۹۵﴾

قہجہ۔۔ اور پڑا کر اللہ کے عہد کو جب کہ تم عہد کرو، اور نہ توڑو تم قسموں کو ان کے پختہ کرنے کے بعد اور تحقیق عطا تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اور خاص۔ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کہتے ہو ﴿۹۱﴾ اور نہ ہو اُس صحت کی طرف کہ جس نے توڑ دیا اپنا کافرا مضبوطی کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔ جانتے ہو تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد کا ذریعہ، اس لیے کہ ایک گروہ زیادہ بڑھا ہوا ہوتا ہے دوسرے سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تم کو آگاہ ہے اس کے ساتھ، اور وہ کھول دینا تمہارے سامنے بن بائیں کہ جن میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿۹۲﴾ اور اگر اللہ چاہتا تو کر دیتا تم کو ایک ہی امت لیکن وہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے، اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے، اور تم سے سوال کیا جانے لگا ان کاموں کے بارے میں جو تم کیا کرتے تھے ﴿۹۳﴾ اور نہ بتاؤ تم اپنی قسموں کو فساد اور خرابی کا ذریعہ اپنے درمیان پس پھل جائیں گے قدم پختہ ہونے کے بعد۔ اور چکھو گے تم سزا اس وجہ سے کہ تم نے خدا کا اللہ کے راستے سے۔ اور تمہارے لیے عذاب عظیم ہو گا ﴿۹۴﴾ اور نہ غیور اللہ کے عہد کے ساتھ قیمت ضروری۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بتر ہے تمہارے لیے اگر تم جانتے ہو ﴿۹۵﴾

اہل کائنات

گزشتہ سے ہر سترہ برس میں قرآن کریم کی جامعیت کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو **تَبَيَّنَ** بنا دیا ہے۔ یعنی اس کتاب میں بنیادی طور پر ہر چیز کی وضاحت موجود ہے۔ اس کے بعد گزشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے جامع ترین آیت **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ يُؤْتِي** میں تین مثبت اور تین منفی اشیاء کا ذکر فرمایا یعنی تین کام کرنے کا حکم دیا اور تین سے منع فرمایا۔ کرنے والے امور میں عدل و احسان اور حق سبب و آدمی کے حقوق کی ادائیگی ہے اور نہ کرنے والے کام بے حیائی، بربائی اور سرکشی ہیں۔ یہ آیت کہ قرآن کے بیان کی بہترین مثال ہے کہ کوئی اچھی یا بُری چیز ایسی نہیں جو ان چھ باتوں سے باہر ہو۔ اس کی تشریح سابقہ درس میں عرض کر دی گئی تھی۔ یہ آیت خطہ جمع میں بھی پڑھی جاتی ہے۔

تخریفات معنوی کی وجہ سے

قرآن پاک کی اس عظیم آیت کے معانی بہت سے بعض فرقوں نے پوری پوری کوشش کی ہے۔ مثلاً رافضیوں کی باجمعی ملاحظہ فرمائیے کہ انہوں نے مثبت چیزوں کو تو اپنے اصلی معانی پر محمول کیا ہے۔ جب کہ منفی چیزوں میں اس طرح معنوی تخریفات کی ہے کہ قحط اور ستم سے مراد ابو بکرؓ، ستم سے مراد حضرت عمر فاروقؓ اور یحییٰ سے مراد حضرت عثمانؓ ہیں (العیاذ باللہ) کہتے ہیں کہ یہ تخریفات نے ان تینوں بزرگ ترین بہتوں سے منع کیا ہے اور اس طرح لوگوں کو ان حضرات سے متنفر کرنے کی کوشش کی ہے۔

تخریفات معنوی میں قادیانی بھی مدافض سے پیچھے نہیں رہے انہوں نے از خود ایک بستی آباد کی جس کا نام زبور رکھا۔ پھر چاہوں کو دھوکہ دینے کے لیے کہہ دیا کہ دیکھو اس بستی کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔ سورۃ المؤمنین میں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں انعام یاد دلایا ہے **وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ الْكَبِيرِ** اور انہیں **وَمَعَيْنَيْنِ** ہم نے مسیح علیہ السلام اور آپ کی والدہ کو اپنی لکائی بنایا اور انہیں

جائے قمر اور جاری پانی والی جگہ پر پناہ دی۔ قادریانی طبقہ کہتا ہے کہ یہاں پر بہن ہٹیم سے مراد خود ان کا گروہ ہے۔ کہتے ہیں کہ دیکھو قرآن پاک میں ہمارا ذکر ہے۔ ہم دریا کے چناب کے کنارے پر ربوہ میں آباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے عقیدے اور ایسی تحریریت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ کہاں ابن سرہیم اور آپ کی والدہ اور کہاں قادریانی فتنہ اور ان کا خود ساختہ ربوہ۔

عہد کی
پابندی

بہر حال اللہ تعالیٰ نے عین مثبت اور عین منفی چیزوں کا حکم دینے کے بعد عہد و پیمان پر قائم رہنے کا حکم بھی دیا ہے۔ عہد و پیمان ایک انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی کر سکتا ہے اور اپنے ہم جنس بندوں کے ساتھ بھی۔ دونوں قسم کے عہد کا مطلب یہ ہے کہ جو عہد و پیمان اللہ کے نام پر اس کو جانشینِ ظہر جان کر یا اس کے نام کی قسم اٹھا کر کیے جائیں، ان کو پورا کیا جائے۔ پھر یہ ہے کہ عہد عمومی بھی ہوتے ہیں اور خصوصی بھی۔ عمومی عہد یہ ہے کہ جب ایک مسلمان کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اور اللہ کی وحدانیت اور حضور علیہ السلام کی شریعت کی پابندی اپنے ذمے لازم قرار دیتا ہے، تو اب اس کا فرض ہے کہ اس عہد کو پورا کرے اور اس کے خلاف نہ چلے خصوصی معاہدات وہ جتنے میں جو ایک انسان کسی دوسرے انسان کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اس کا پورا کرنا بھی ضروری ہے ورنہ انسان اخلاقی طور پر منافق ہوگا۔

ارشادِ بھوتا ہے وَأَوْفُوا بِعَهْدِ الْمِيثَاقِ الَّذِي كُنْتُمْ عَلَيْهِ اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب تم عہد کرو وَلَا تَقْضُوا الْآيَاتِ كَانَتْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُنَّ اور قسموں کو پختہ کرنے کے بعد مت توڑو۔ وَلَقَدْ جَعَلْنَاكُمْ عَهْدَكُمْ كَفَيْتُمْ اور تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر کفیل یا ضامن بنایا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کو گواہ بنا کر عہد کی پابندی کا وعدہ کیا ہے۔ تو پھر اپنے وعدے کی پوری پوری پابندی کرنا اور عہد شکنی کے لیے کسی جیلے بدلنے کا سہارا نہ لینا إِنَّ اللَّهَ يَكْفُلُكُمْ مَا تَفْعَلُونَ بیشک اللہ تعالیٰ تماری

کارگزاری کو جانتا ہے۔

عہد شکنی کی مثال اللہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ
نَقَضَتْ عَزْوَاهُمْ ثَبَاتِ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَحَافًا اور اس عہد
کی طرح نہ ہو جیسا جو اپنے کلمے ہوئے سوت کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔
مشرع ہے کہ عہد کی ایک صاحب ال عہدیت دن بھر سوت کاتنی اور شام کو ان
کی ہوئی ایٹوں کو توڑ دے۔ قرآن ہی بعض کہتے ہیں کہ وہ عہدیت سال کا اکثر حصہ سوت
کاتنی رہتی کہ جب کپڑا بنانے کا موسم آجیگا تو اس سے کپڑا بنوا کر کسی کو تنہ میں منے
دوں گی جب وہ موسم آتا تو کپڑا بنوانے کی بجائے سوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے
پھینک دیتی ہے ایسی بیوقوف عہدیت تھی۔ قرآن نے فرمایا کہ عہد و بیان کی مثال
کتنے ہوئے سوت جیسی ہے۔ بیان کو پختہ کرنے کے بعد قرآن انا کہتے ہوئے
سوت کو منقطع کر ڈینے کے مترادف ہے۔

عہد شکنی کی
مانعت

ارشاد ہوا ہے بِتَجَدُّونَ لِقَائِكُمْ وَتَحْلُوْا بَيْنَكُمْ
تم اپنی قسموں کو چنے درمیان خدا اور خدائی کا ذریعہ بنائے ہو اُن تَکُونُ امْتًا
ہی اَنْبِیَءٌ مِنْ اُمَّةٍ اس واسطے کہ ایک گروہ دوست سے بٹھا ہوا ہوتا ہے
پہلے تم ایک گروہ سے معاہدہ کرتے ہو، پھر دیکھتے ہو کہ دوسرے گروہ اس سے
بڑھا ہوا ہے تو پہلے گروہ کا عہد و بیان توڑ کر دوسرے گروہ کے ساتھ سمجھ کر لیتے
ہو نہ فرمایا یہ بہت بڑی بات ہے۔ عہد و بیان پر سختی سے قائم رہو۔ عہد شکنی
منافق کی صفت ہے اِذَا عَاهَدَ عَدُوَّكُمْ وَهَبَ وَهَبَ وہ عہد کرتا ہے تو اس
کی خلاف ورزی کر آجے۔ اس کے برخلاف یمن کے لیے حکم یہ ہے۔
”اَوْفُوا بِالْعُقُوبِ“ (المآبہ) عہد کو پورا کرو۔ عہد شکنی کے نتائج بڑے خراب
دیکھتے ہیں، انسان سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور وہ ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔

صاحبِ تعمیر حسینی لکھتے ہیں کہ مکی زندگی میں بھی بعض لوگوں نے حضور
علیہ السلام کی حمایت کا عہد کیا تھا۔ اُن وقت مسلمانوں کی حالت بڑی کمزور تھی۔

جب انہوں نے قریش کا پیر بھاری دیکھا تو آپ سے یکے کے ساتھ ہونے کی
کچھ پروا نہ کی اور قریش کی حمایت کا فیصلہ کر دیا۔ اسی میں منظر میں اللہ تعالیٰ نے
عمر بنی کی سخت مذمت بیان فرمائی ہے۔ برخلاف اس کے اسلام کے ابتدائی
دور میں مسلمانوں نے حدودِ پیمان کی سختی سے پابندی کی، جس کی وجہ سے ان کا اعتماد
بہال ہوا اور اسلام کو ترقی حاصل ہوئی۔

بغداد کی
عمر بنی

انگریزوں نے اپنے دورِ عروج میں مختلف اقوام سے جو معاہدے کیے،
ان کی پابندی نہیں کی۔ پہلی جنگِ عظیم میں انگریزوں نے ترکوں کے ساتھ معاہدہ
کیا تھا مگر جب انگریزوں کو فتح حاصل ہو گئی تو معاہدے کی تکمیل میں بیٹھ لعل
کرنے لگے۔ جب ان کی قریب اس طرف دہلی گئی تو برطانیہ کے وزیر جنگ
لارڈ ہارچ نے برہادر دیکھا کہ اس قسم کے معاہدے پر اگے کے لیے نہیں بلکہ
محض وقت گزاری کے لیے کیے جاتے ہیں۔ ہر کچھ پاکستان کا شروع سے
طبیعت ہونے کا دعویٰ کیا آ رہا ہے مگر جب بھی ضرورت پڑی اس نے وعدہ
ایکنا کیا۔ پاک ہند ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں امریکہ نے اپنی ذمہ داری پوری نہ
کی۔ ملک دو بکھت ہو گیا۔ مگر راجا جی دور انداز رہے اور غلطی طور پر معاہدے کا حق
اور نہ کیا۔ یہ منافق قسم کے لوگ ہیں، جو ہمیں اپنا اعتماد دیکھا، دھوکا کھا جانے کا مار کچ
اور برطانیہ عربوں کے ساتھ دوستی کا دم بھرتے ہیں مگر وہی یہودی اسرائیلی کے ساتھ
ہے۔ اسرائیلی کو اٹھی طاقت بنانے والے ہی لوگ ہیں اور نہ اس کی کواچیت
ہے، بہر حال غیر مسلم قوم کے برخلاف اسلام ہر قسم کے عداوت پر اگے کی تعلیم
دیتا ہے خواہ اس میں کتنا بھی نقصان کیوں نہ ہو۔ اسی لیے فرمایا، اپنی قسموں کو
اپنے درمیان فنا کا ذریعہ بناتے ہو کہ ایک قوم کے ساتھ معاہدہ کرتے ہو اور پھر
دوسری طرف پیر بھاری دیکھ کر دھوکا دیتے ہو یہ ہرگز روا نہیں۔

فرمایا اِنَّ مَا يَسْتَوْفِيكَهُ اللّٰهُ بِهٖ بِحَبِّ اللّٰهِ تَعَالٰی تَمِيْلُ اس
قسم کے واقعات ہے آنا ہے کہ یہ حدودِ پیمان میں کس قدر سخت ہیں اور اپنی

بات پر کس حد تک ثابت قدم رہتے ہیں۔ فرمایا: یا ادرکھوا! وَلَکُم مِّنْهُ
 لَکُم مِّنْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَا لَکُمْ فِیْهِ تَخْلِفُونَ
 اور قیامت والے دن اللہ تعالیٰ وہ تمام چیزیں تمہارے سامنے کھول کر رکھ
 دے گا۔ جن میں تم اختلاف کرتے ہو، اس وقت حقیقت حال پر سے طریقے سے
 واضح ہو جائے گی۔

گمراہی اور
 پرستار

یہ اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت ہے کہ سب لوگ ایک جیسے نہیں، کئی مومن ہے
 کئی کافر اور کئی نیک اور کئی بد۔ فرمایا وَلَوْ کَانَ الذِّمَّةُ لَجَعَلَ کُلَّ شَیْءٍ
 وَاحِدَةً اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت یا گروہ بنا دیتا، مگر
 یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ سورۃ الاحقاف میں گزر چکا ہے "وَلَوْ کَانَ
 الذِّمَّةُ لَجَعَلَ کُلَّ شَیْءٍ عَلٰی اَلْهَدٰی" اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ہدایت
 پر جمع کر دیتا، مگر یہ جبری ہدایت ہوتی جو اس کے مشاء کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ
 نے ہدایت اور گمراہی خود انسان کی صوابدید پر رکھی ہے۔ ایمان دہی قابل قبول
 ہوگا جو وہ اپنی رضا و رغبت سے اختیار کرے گا، اور اگر کفر کا راستہ اختیار کرے گا۔
 وَعِزَّ اللّٰہُ فَاخُوْذُ ہُوْکَا۔

فرمایا اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی گروہ میں شامل کر دیتا، مگر وہ کیسی
 یُفْضِلُ مَنۢ شَآءَ کَیۡفَآءُ بَلٰکُمۡ جَعَلَ ہُوَ جَعَلَ ہُوَ گمراہی کے راستے پر ڈال
 دیتا ہے، اور گمراہ وہی ہوتا ہے جو ہٹ دھرمی اور ظلم و زیادتی کی بنا پر اپنی استعداد
 کو خراب کر لیتا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ نے واضح طور پر اعلان فرما
 دیا ہے وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (الصافات) اللہ تعالیٰ
 نافرمان کو ہدایت نہیں دیتا "وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ"
 اللہ تعالیٰ ظالم کو گمراہ کرنے والوں کو گمراہ راستہ پر نہیں لے آتا "وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی
 الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ" اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نصیب نہیں کرتا۔
 ایسے لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا مَبٰلَغُ اللّٰہِ عَلَیْہَا یُکْفِّرُہُمْ

(الذین) اللہ نے ان کے گھر کی جگہ ان پر بھیجے، ماریے میں سورۃ مطمئن
 میں ہے كَلَّا بَلْ لَّعَنَّاكَ شَٰمُوتُ فَاٰتُوْهُمْ مَّا كَانُوْا
 يَكْسِبُوْنَ اِنَّ اِيَّكَ يَكْرِهُوْنَ اُن کی کارکردگی کی جگہ ان کے دلوں پر ناک چڑھ گیا ہے
 اللہ تعالیٰ جلدی کسی کے دل پر سر نہ گا کہ اسے ہدایت سے محروم نہیں کر دیتا اور
 دوسرے ایمان سے محروم نہ کرے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل کے
 منافی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہدایت کی ہماری باتیں واضح کرنے کے بعد گمراہی کا
 راستہ اختیار کرنے والوں کو اسی طرف ڈال دیتا ہے۔

فرمایا اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے وَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
 اور جسے چاہتا ہے ہدایت کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور اس کی اصل
 صفت ہدایت کی طرف ہی ہوتی ہے۔ جو شخص ہدایت کا مشلاشی ہوتا ہے
 اللہ تعالیٰ اسے لیسب کر دیتا ہے بلکہ اللہ نے فرمایا ہے وَالَّذِينَ
 اهْتَدَوْا زَاۤفَعْنَاهُمْ هُدًى (محمم) جو ہدایت کے راستے کی طرف
 آگیا جاتے ہیں، اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے۔ اور رجوع کرنے
 والے کو زیادہ گمراہ کر دیتا ہے۔ فرمایا وَلَئِنْ لَّمْ يَنْفَعَا كُفْرًا
 لَّعَلَّكَ تَكْتُمُونَ اور تم سے سوال کیا جائے گا ان کاموں کے متعلق جو تم کرتے
 تھے۔ اُن کے منزل آنے والی ہے جب کوئی خدا نہیں مانتا جائے گا، لہذا
 کسی کے ساتھ چھپی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ ہر ممکن اور کافر کے عند کو پورا
 کرنا چاہیئے۔

فرمایا وَلَا تَجِدُوْا اٰیٰمَنَا كُفْرًا دَخَلًا لَّيْسَ كُفْرًا
 اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد کا ذریعہ نہ بناؤ۔ پہلے تم اٹھا کر پتھر حملہ کر لیا اور
 پھر اس کی خلاف ورزی کی اب اخلاقی طور پر برائی میری بات ہے۔ اگر
 دیکھو گے فَ تَنْزِيْلٌ فَكَمْ يَبْعَثُ مُبْدِرُوْهَا۔ تو قدم مضبوط نہ ہونے کے
 بعد پھر اصل بہاؤ لگے۔ اس کا نتیجہ باجماعی کی صورت میں نکلے گا۔ کوئی بہادر

جمہوری
 ذرا پتہ
 ہے

حاجی نہیں ہوگا۔ اگر قم عہد کی پابندی نہیں کرو گے تو لوگوں کو دین سے جدا کرنے کا ذریعہ بنو گے۔ اور اس طرح تمہاری یہ بدعہدی گمراہی کا ذریعہ بنے گی۔ قرن اول کے مسلمانوں کی طرح اگر عہد پر قائم رہو گے، ذاتی اور اجتماعی محاذات میں صلح و جنگ کے معاملات میں اگر بدعہدی نہیں کرو گے تو ساری دنیا اسلام کی برتری کی قائل ہوگی اور دین کو سچا مذہب تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیگی۔

قرآن مجید کا یہ ترجمہ بھی ہوگا وَقُولُوا الْحَقُّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اور تم اس وجہ سے سزا کا مستحق ہو گے کہ تم نے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا۔ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ اور تم بہت بڑے عذاب کے مستحق بن جاؤ گے۔ تمہیں دنیا میں بھی ناکامی ہوگی اور آخرت میں سخت سزا سے دوچار ہو گے۔ دنیا کے حقیقی مال کی خاطر کی گئی بدعہدی دنیا میں بھی کام نہیں آئے گی۔

قرآن مجید کا یہ ترجمہ بھی ہوگا لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ
وَقُلْنَا لَهُمْ كَلِمَاتٍ لَا تَعْلَمُونَ اللہ کے عہد کے ساتھ مثنوی قیمت۔ اللہ کے نام کی قسم اٹھا کر عہد کیا مگر اُن عہد کو توڑ کر حقیقی مال کو قبول کر لیا۔ یہ بڑا ہی خلیق کا سودا ہے۔ اگر تم اپنے عہد و پیمان پر قائم رہتے إِنَّمَا عَسَايَا عَسَايَا لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ
وَقُلْنَا لَهُمْ كَلِمَاتٍ لَا تَعْلَمُونَ اور اس کو مثنوی تمہارے لئے بہتر ہوتا۔ ان کلمات کو تم نہیں جانتے ہو۔ عہد و پیمان کی کھٹکی کی صورت میں تم پر دنیا میں بھی لوگ اتنا دیکھتے نہیں جتنا یہاں بھی مصلحتی حاصل ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے لئے بھی بہتر اجر ہوتے۔

کاش کہ تمہیں اس بات کا علم ہو۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَ
 الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا
 يَعْمَلُونَ ﴿۹۲﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ
 ذَكَرٍ أَوْ أَنشَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً
 طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا
 كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ
 بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۹۴﴾ إِنَّهُ لَيْسَ
 لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ
 رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۹۵﴾ إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى
 الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ
 مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ :- اور جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے
 گا۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی کہنے والا ہے۔
 اور البتہ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے
 صبر کیا۔ ان کا اجر بہتر ہو گا ان کاموں کے بدلے
 میں جو وہ کیا کرتے تھے ﴿۹۲﴾ جس شخص نے اچا کام
 کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو۔

ہیں ہم زندگی بسر کرناں گے پکیزہ ۔ اور ہم ضرور بدلہ دیں گے اُن کو اُن کے بسترِ کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے ⑨۰ ہیں جب کہ قرآنِ کریم پڑھے ، ترپاہ بنگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان مرود سے ⑨۱ بچک وہ (شیطان) کہ نہیں ہے اُس کا تعلق اُن لوگوں پر جو یہاں دُسنے اور جو اپنے دلب پر جھوسا رکھتے ہیں ⑨۲ بچک اس کا دور اُن لوگوں پر ہے جو کہ اس کے ساتھ دوست نہ رکھتے ہیں ، اور جو اس کی دہ سے شرک کرنے والے ہیں ⑨۳

گلدستہ درس میں اللہ تعالیٰ نے عمدہ بیان کو پرا کر نے کی سخت تہنیت فرمائی تھی ۔ اپنی قسموں کے ذریعے حقیر مال حاصل کرنے کی مذمت بیان فرمائی ۔ اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے اُس مال کی حقیقت بیان فرمائی ہے جو عکس کنجی کے ذریعے کما یا جاتا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے مَا يَصْلُحُكُمْ تَبْتَغُوا جو کچھ تمہارے پاس ہے ، وہ خرچ نہ ہو جائے گا ۔ جس مال کی خاطر تم نے جھوٹی قسمیں اٹھائیں اور پھر عہد کو توڑا ، وہ تمہارے پاس نہیں رہے گا ۔ مفسرین کرام فرماتے کہ لفظ مَا عام ہے اور اس سے مراد مال و دولت ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر چیز زندگی ، صحت ، زمین ، مکان ، امانت ، کمیتیاں ، کدغائے دُخیرہ اس میں شامل ہیں ۔ تمہیں اس دنیا سے باگڑ جانا ہے اور پھر تمہارے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا ، اس دنیا کی ہر چیز فنا ہے وَمَا يَصْلُحُكُمْ تَبْتَغُوا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے ، وہ باقی رہنے والا ہے ۔ ہر چیز کا والی کُدرت اللہ ہی ہے ۔ فنا کا ایمان ، نیکی ، اخلاص ، خضوع ، طاعت ، اعمال صا کو سب اللہ کے پاس محفوظ رہتے ہیں ، ان میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی ۔ لہذا دنیا کی ناپائیدار چیزوں کی خاطر ہر چیز چھوڑنے کی بجائے نیکی کر اپنا شمار بنالو کہ یہی چیز باقی رہنے والی ہے

جو تین کام رہیں گے۔

صبر صبر صبر ہر بھی کام اصول اور نکی کی بات ہے۔ اللہ نے جنسِ انثیٰ کو کفایتِ نیک الدین صبر و اجور ہستہ ہم صبر کرنے والوں کو ضرورت ان کا اجر عطا کریں گے۔ جنوں نے ایسے عمدہ کیے نکالیں جو ان کی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس نیک کو ضائع نہیں کرے گا بکرا انیں اجر دے گا بِأَحْسَنِ مَا كُنْتُمْ أَنْتُمْ كَيْفَ تَكُونُونَ ان بستر کاموں کے بدلے میں جو وہ انجام دیتے ہے اس کا یہ معجزہ ہی ہو سکتا ہے کہ ہم صبر کرنے والوں کو ان کی کارکردگی کا بستر سے بستر بدل دیں گے۔ مگر ان کا بدلہ ان کے اعمال سے بہر صورت بستر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے مَنْ جَاءَهُ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَفْئِدَةٍ لِقَاءِ (الانعام) ہر نیک کا کم از کم بدلہ دس گنا ہے، تو معلوم ہوا کہ ہر نیک کا بدلہ اُس نیک سے بستر ہو گا اور نیک میں جس قدر انخلاص ہو گا جیسکا اسی قدر اجر میں بھی اضافہ ہوا جائے گا۔

حیاتِ طیبہ

فرمایا مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْشَىٰ جَسَدًا جَسَدًا نَّيِّبَ اَعْمَالِ کے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ نیک اعمال کے صلے میں مرد و زن میں کوئی تفاوت نہیں۔ ہر صنف کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ نزولِ قرآن کریم کے نازل ہونے میں بعض عورتوں کے دل میں خیال پیدا ہوا تھا کہ ہر میدان میں مرد ہی پیش پیش ہیں اور ہر مقام پر اللہ نے انہی کا تہ کو رکھا ہے حالانکہ ہم بھی نصفِ انسانیت ہیں۔ ان کے اس تردد کے جواب میں اللہ کے قرآن پاک کے مختلف مقامات پر مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کی اولین مثال قرآنی آیت ہے جس میں مرد اور عورت دونوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ دونوں مسننوں میں سے کوئی بھی ہو۔ اس کے نیچے اعمال کا بستر بدل دیا جائے گا۔ سورة نساء میں لَقَدْ جَاءَكُمْ فِيْهِمْ وَتَمَّ اَلْكُفْرَانُ وَوَلَلَيْتُمْ اَوْ فِصْيَبٍ وَتَمَّ اَلْكُفْرَانُ یعنی مردوں کے

یہ بھی ان کی کمائی میں سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے بھی ان کی کمائی میں سے حصہ ہے، یعنی ان میں کوئی فرق برائیاں رکھا جائے گا۔ آیت زبردستی کی طرح کی آیت سجدہ نما میں بھی موجود ہے وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذِكْرِىْ اَوْ اَنْتَ خَيْرٌ لِّمَنِ عَمِلَ سَلَامٌ اِذَا جَاءَ نُوَاہِیْ سِرِّهِیْ طَرَفٌ مِّنْ عَمْرِئِکَ طَرَفٌ سَ، اللہ تعالیٰ سب کو رحمت میں داخل کرے گا۔ سورۃ الاحزاب میں اللہ نے مردوں اور عورتوں کا ان کی عمریں کے ساتھ اکٹھا ذکر کیا ہے اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْغَنِیَّتِیْنَ وَالْغَنِیَّاتِ وَالصَّادِقِیْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالشَّهِیْدِیْنَ وَالشَّهِیْدَاتِ وَالْمُشْفِیِّیْنَ وَالْمُشْفِیَّاتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّابِرِیْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْحَافِظِیْنَ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّکَرِیْنَ اللّٰهُ کَرِیْمٌ وَالذَّکَرَاتِ اَعْبُدُ اللّٰهَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ان احسان کے حاملین تمام مردوں اور عورتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یکجہش اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

فرمایا جس نے بلی نیک کلام کی خواہ وہ مرد ہو یا عورت، شرط یہ ہے کہ وہ کھوکھلوں میں کرے ایساں کی دوست حاصل ہو۔ اگر ایساں کی بنیاد وجود ہوگی تو اعمال صاکیں پیل وٹیں گے۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ نے وعدہ فرمایا **قُلْ كَيْفَ يَكُونُ حَيَاتُ طَيْبَاتٍ** کہ ہم انہیں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے یعنی اس دنیا میں وہ بھی زندگی بسر کریں گے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حیات طیبہ سے مراد محض خوشحالی کی زندگی نہیں جس میں مال و دولت اور ظاہری آرام و راحت میسر ہو، بلکہ نیکو چیزیں تو بعض اوقات بچے بچے ایذا دہن کو بھی حاصل نہیں ہوتیں۔ پاکیزہ زندگی سے مراد یہ ہے کہ انسان کو رزقِ حلال اور قناعت نصیب ہو، مسلم شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام

نے ارشاد فرمایا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرِزْقُ كَمَا فَاوَحَتْهُ
 اللَّهُ بِمَا آتَاهُ تَحِيثُ وہ شخص کامیاب ہو گیا جس کو حقیقت اسلام حاصل ہو
 گئی، جسے بقدر رکافت روزی میسر آگئی اور جسے اللہ نے عطا کردہ روزی پر
 قناعت نصیب فرمادی۔ یہی حیات طیبہ ہے کہ زبان پر اللہ کا ذکر ہو، دل
 میں اللہ کی محبت اور سکون حاصل ہو۔ فرائض کو ادا کرتا ہو اور مستقبل کے متعلق
 اچھا عقیدہ رکھتا ہو۔ جب کسی شخص کو رزق حلال میسر آجائے گا تو اسے قناعت
 میں ملاوت، سکون اور مزا آئے گا۔ جو شخص قناعت کرتا ہے، اور اللہ کے
 ہر فیصلے پر راضی ہوتا ہے اسے نیک کلم کرنے کی توفیق ملتی ہے اور صحیح
 معنوں میں اللہ بھی اُمس پر راضی ہوتا ہے۔ یہی حیات طیبہ ہے۔

سعدی صاحبؒ نے ایک نیک آدمی کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ چچے کا
 زخم خوردہ دریا کے کنارے بیٹھا شکر خداوندی بجالا تھا۔ کسی نے کہا کہ اتنی تکلیف
 کے باوجود اللہ کا شکر کس بات پر ادا کرتے ہو تو کہنے لگا "الحمد للہ بمرضیت
 گرفتار آدم نہ مصیبت؟"

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُمس نے مصیبت میں تو گرفتار کیا ہے۔ مگر
 مصیبت سے محفوظ رکھا ہے۔ حضرت مولانا شیخ الحدادؒ ماٹھیل میں انگریزوں
 کے امیر تھے، ہر روز دس پارے تلاوت بھی کرتے تھے، اکثریت کھڑا دُشربین
 بھی پڑھتے اور ساتھ ساتھ اللہ کا شکر بھی ادا کرتے کہ اس نے مصیبت میں
 مبتلا کیا، کہیں مصیبت میں مبتلا نہیں کر دیا۔ آپ نے جہاں پر کھیل کر انگریزوں
 کے خلاف فتویٰ دیا جس کی پاداش میں آپ کو سنت ترین سکالیف برلاشت
 پکنا پڑی مگر آپ کے پاس استقلال میں لغزش نہ آئی۔ بہر حال ایمان سے خالی
 لوگوں کو اگر دنیا میں آرام و راحت بھی میسر آجائے۔ تو یہ حیات طیبہ نہیں بلکہ
 حیات خبیثہ ہوگی کہ جلدی کہی وہ جہنم کے کندھا تا تراش بننے چلے ہیں۔

فرمایا ہم اعمال صاکیا انجام دینے چلے رہے ہیں کہ حیات طیبہ سے لڑیں گے۔

وَلَجِبْنَ يَنْهَضْنَ بِأَجْزَمٍ مِّمَّكَانًا يُفْعَلُونَ
 اور ہم ان کو ضرور بیدار دیں گے ان کے بستر کاسوں کا جو وہ کیا کرتے تھے ۔
 اس سے مراد جنت کی زندگی ہے کہ وہ بھی بہترین حیات طیبہ ہوگی ، ایسی ہی زندگی
 ہوگی جس کو موت نہیں ، ایسا عذاب ہوگا جس کے بعد فقر نہیں ، ایسی صحت ہوگی
 جس کے بعد بیماری نہیں اور ایسی سعادت ہوگی جس کے بعد شقاوت نہیں
 ہوگی ، غرضیکہ دنیا میں اگر مصائب کا دم بھی چوں تو پھر بھی مومن کی زندگی پاکیزہ زندگی ہوگی
 اللہ نے اُسے اطاعت کی توفیق دی ، وہ فرائض ادا کر رہا ہے ، یہی حیات طیبہ
 ہے ۔ اس کے برخلاف ایمان سے محروم عنکبت میں پڑے ہوئے ہیں ، ان
 کی زندگیوں بڑے کاموں میں صرف ہو رہی ہیں ، ہمیشہ جاہ و اقتدار کے بھوکے
 رہتے ہیں ، اللہ کے ساتھ کوئی تعلق قائم ہے اللہ نہ بنی نوع انسان کے ساتھ
 جہد و جدی ہے ، نہ فرائض کی ادائیگی ہوتی ہے اور نہ آخرت پر ایمان ہے ۔
 ایسے لوگ پاک زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ انہیں حیات طیبہ حاصل نہیں ہو سکتی ۔
 گذشتہ درس میں اللہ کا یہ احسان ذکر ہو چکا ہے وَمَنْ لَنَا عَلَيْكَ
 الْكِتَابَ رَبِّیْكَ نَا تَحْصِلُ شَیْءٌ اُہم نے یہ قرآن پاک نازل فرمایا جس میں
 ہر چیز کی تفصیل موجود ہے ۔ اب اگلی آیت میں اس عظیم کتاب کے آداب
 کے سلسلے میں فرمایا ہے فَاِذَا هَزَلَّتِ الْعُقُورُ جَبَّ قُرْآنِ کریم
 کی تلاوت کریں فَاَسْتَقْبَعَتْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِیْمِ
 تو سب سے پہلے اللہ کے ساتھ شیطان مردود سے پناہ طلب کریں قرآن کریم
 کی عظیم و عظیم اللہ اس کی تلاوت چونکہ اعلیٰ و ارفع کا ہے اس لیے شیطان
 اس میں کھل کر اُڑنے کی کوشش کرتا ہے ۔ شیطان نہیں چاہتا کہ کوئی مسلمان
 تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کرے ۔ اس لیے فرمایا کہ تلاوت شروع
 کرنے سے پہلے اللہ کے ساتھ پناہ مانگ لیا کرو ۔ مذکورہ سورہ میں بھی
 تلاوت قرآن پاک ہی ہے ۔ حدیث شریف میں سورہ کے مختلف کلمات

پہلے تلاوت سے

آئے ہیں جیسے اَسْتَعِذُّ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اور دیگر فقہاء و کرام
 اَسْتَعِذُّ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ نماز میں سورۃ فاتحہ
 کی تلاوت سے پہلے تعوذ ضروری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر فقہاء و کرام
 فرماتے ہیں کہ ہر نماز کی پہلی رکعت میں تعوذ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم دونوں
 سنت ہیں جب کہ باقی رکعتوں میں صرف بسم اللہ مستحب ہے۔ امام
 شافعیؒ ہو رکعت کی ابتدا میں تعوذ اور بسم اللہ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ فقہ مالکیہ
 کی تلاوت سے پہلے تعوذ تو اس آیت میں آگیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض
 مقامات پر تعوذ کی تعلیم دی گئی ہے۔ مثلاً بیت الحمد میں جانتے وقت
 اَسْتَعِذُّ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کے الفاظ سکھائے گئے ہیں برائے
 سے پہلے بھی شیطان سے تعوذ کر لینا چاہئے اَللّٰهُمَّ جِدِّبْكَ الشَّيْطَانُ
 اے اللہ! ہم سے شیطان کو دور رکھ۔ اسی طرح ہر نیک کام کی ابتدا میں ہم
 کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر اپنے وقت، کھا نا کھانے وقت سواری پر سوار ہوتے
 وقت، باہر قدم رکھتے وقت بسم اللہ پڑھ لینی چاہئے کہ یہ باعث برکت
 اور سونوں ہے۔

شیطان کا

فرمایا تلاوت کرتے وقت شیطان سرور سے پناہ پکڑ لیں مگر یاد
 رکھیں اِنَّهُ لَيَسُوْا لَكَ الشَّيْطَانُ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
 بیشک اس کا غلبہ ایمان والوں پر نہیں ہو گا۔ اور اہل پر بھی نہیں ہو گا۔ وَاَعْلٰی
 رَبُّهُمْ يَتَوَكَّلُوْنَ كَجُوعٍ عَلَىٰ رِجْلِ مَّارِجٍ يَّخْرِجُهُ رَبُّنَا وَلَهُ الْحُكْمُ
 ایمان لوگوں پر شیطان کا دائرہ نہیں چلتا۔ دوسری جگہ آئے کہ جب شیطان
 اُن سے ہمیشہ چھڑا کر آئے تو انہیں فوراً کھڑا جاتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ
 کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ فرمایا اِنَّهَا سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ
 يَتَوَكَّلُوْنَ اِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ غَلْبَةً لِّاُولٰٓئِكَ لَوْ كَانُوا يَدْرُسُوْنَ
 دوستی کرتے ہیں۔ جو اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ انہی کے دوسرے

میں پھنسے رہتے ہیں اور پھر بائیسوں کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔ گویا تمام سماجی شیطان کی دوستی اور رفاقت کی وجہ سے سزا دہوتی ہیں۔

فرمایا شیطان کا قسط اُن لوگوں پر بھی قائم ہو جاتا ہے قَالَ الَّذِي
هُوَ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے ہوتے
 ہیں۔ شرک یہ رسوم اور کرتے ہیں اور شیطان کے چننے میں پھنس جاتے ہیں
 پھر وہ بدھم چاہتے انہیں لیے پھرتا ہے جبکہ کاترجمہ دو طریقے سے کیا جاتا
 ہے ایک یہ کہ پہلے مراد اللہ کی ذات ہے یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ
 کی ذات کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ وہ شیطان کے جال میں پھنس جاتے
 ہیں۔ نیز پہلے کی تب بہنید بھی تسلیم کیا جاتا ہے یعنی جو لوگ شیطان کے
 سبب کی وجہ سے شرک کرتے ہیں اُن پر بھی شیطان کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے
 حقیقت بھی یہی ہے کہ لوگ شیطان کی دوسرا انداز اور اخلاق کی وجہ سے
 شرک میں مبتلا ہوتے ہیں اور جو ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ
 کرتے ہیں، اُن پر شیطان کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا
يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفَوِّزٌ بَلْ أَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ
رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ
هُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ عَلِمُوا
أَنَّ اللَّهَ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ
الَّذِي يُوحِيهِ إِلَيْهِ أَعْجَزُ وَهَذَا لِسَانٌ
عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ﴿۱۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷﴾ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ
هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ :- اور میں وقت ہم تبدیل کر دی ایک آیت
کہ دوسری آیت کی جگہ ، اور اللہ بتر جانتا ہے جو کچھ میں
وہ اُتاتا ہے ۔ کہ کہتے ہیں (یہ نافرمان لوگ) کہ بھلا تو
افسوس کرنے والا ہے ۔ نہیں ، بلکہ اکثر ان میں سے ہے کہ
ہیں ﴿۱۴﴾ آپ کہہ دیجئے کہ اُتاتا ہے اس کو روح القدس

نے تجربے رب کی طرف سے حق کے ساتھ، تاکہ ثابت کرے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے۔ اور یہ ہدایت اور غور و فکر ہے قرآن پڑھنے والوں کے لیے (۱۲) اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ بیک یہ لوگ کہتے ہیں کہ کھانا ہے اس کو ایک انسان، اُس شخص کی زبان میں کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں جی ہے۔ اور یہ قرآن عربی اور عجمی زبان میں ہے (۱۳) بیک وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے اللہ کی آیتوں پر، اللہ اُن کو راہ نہیں دکھاتا۔ اور اُن کے لیے حجاب الیم ہے (۱۴) بیک افراد ہندوستان میں جبرٹ وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہی لوگ ہیں جھوٹے (۱۵)

گزشتہ درس میں آپ تلاوت قرآن سکھائے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلاوت شروع کرتے وقت شیطان مردود سے اللہ کے ساتھ پناہ پکڑیں تاکہ آپ اس کے دوسرے سے بچ جائیں۔ فرمایا شیطان کا تسلط اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو اس سے دوستانہ نہ سمجھتے ہیں اور پھر اسی کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ پر ہر دوسرے سمجھنے والے کامل ایمان والوں پر شیطان کا اثر نہیں پڑتا۔

اب آج کی آیت میں قرآن پاک ہی سے متعلق مشرکین کے بعض شکوک و شبہات کا دلائل کے ساتھ ازالہ کیا گیا ہے۔ اس طرح گویا ان آیات کا گزشتہ مضمون کے ساتھ رابطہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم کو پڑھے بغیر ایمانیات اور دین کے صحیح اصول معلوم نہیں ہو سکتے، حالانکہ ایک مومن جن کا محتاج ہے اسی طرح فردی مسائل کا حل بھی قرآن کریم کو پڑھے بغیر معلوم نہیں ہو

سکتا، چنانچہ یہی بات آئے اسی وقت میں ادھی ہے کہ کسی چیز پر علت و محنت کا حکم لگانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، ہم اپنی زبان سے کسی شے کو محال و حرام قرار نہیں دے سکتے۔ غرضیکہ اللہ کا یہ پاک کلام زندگی کے ہر موڑ پر ہماری رہنمائی کر رہا ہے اور یہ رہنمائی اس کی مخلوق سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

نسخہ ایات

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کے اس اعلیٰ و ارفع کلام کا ہر قسم کی تحریف اور شک و شبہ سے پاک ہونا ضروری ہے، اگر اسی میں شک پیدا ہوگا تو پھر اس کے احکام پر عمل درآمد کیسے ہوگا اور اس کی مخلوق سے صحیح نتیجہ کیسے مرتب ہوگا۔ چونکہ کٹر کفرین و کفران پاک کے من میں بعض اعتراضات کرتے تھے، اس لیے اللہ نے ان کا مدلل جواب دیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: وَإِذَا أَكْبَدْنَا آيَةً مِّنْكَ بَعَثْنَا آيَةً اور جب ہم تبدیل کرتے ہیں ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ سے کسی حکم کی تبدیلی پر فَمَا لَوْ إِذْ تُسْعَا أَمْتٌ مُّطْفِئَةٍ "کافر اور شرک لوگ کہتے ہیں کہ تو قرآن اتراد کر رہا ہے، یعنی جھوٹ بانڈھا ہے کہ خداں حکم خداں کے ساتھ بدل گیا ہے۔ بھلا اللہ تعالیٰ کو اپنا حکم بدلنے کی کیا ضرورت تھی، کیا اللہ کو پہلے معلوم نہیں تھا کہ کون سا حکم اُن کی مخلوق کے لیے سودوں ہے اعلیٰ از اللہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ پر جمالت صادق آتی ہے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے درمیان آیت فرمایا: وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُكْرَمُ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس چیز کو وہ نازل کر رہا ہے۔ اسے پہلے پہلے حکم کا بھی اچھی طرح علم ہے اور وہ اس کی حکمت اور مصلحت کو بھی جانتا ہے نیز وہ اپنے نے حکم یا آیت کی حکمت و مصلحت سے بھی خوب واقف ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ جس طرح زمانہ اور واقعات بدلنے کہتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام بھی بدلتے کہتے ہیں۔

نسخہ ایات
کی حکمت

اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی مریض کو کسی وقت میں کسی دوا کی ضرورت

ہوتی ہے جب کہ کچھ وقت کے بعد اس کی حالت کے مطابق دوا تبدیل
 کرنا پڑتی ہے۔ کبھی سرد دوا مناسب حال ہوتی ہے اور کبھی گرم، گویا سرین
 کے مرض میں تبدیلی کے ساتھ طبیب دوا بھی تبدیل کرتا رہتا ہے اسی طرح
 اللہ تعالیٰ بھی انسانی معاشرے کے حالات و ضروریات سے واقف ہے
 اس لیے وہ انکی کے مناسب حال ہی احکام نازل فرماتا ہے۔ پھر جب
 معاشرے میں قدرے تبدیلی آجاتی ہے اور نئے دور کے احکام کی ضرورت
 ہوتی ہے تو پہلے احکام منسوخ کر کے

دوسرے جاری کر دیے جاتے ہیں۔ اب
 اللہ کی آخری شریعت پیغمبر آخر الزمان پر مکمل ہو چکی ہے۔ اب یہ دینی احکام
 ہیں جن میں تغیر و تبدل کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہذا جب تک دنیا کا یہ نظام قائم
 ہے۔ یہ احکام بھی بے دستور ناسخ العمل رہیں گے۔

نزل قرآن کے نامہ میں بعض احکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔
 مکی زندگی میں جو حکم تھا وہ مدنی زندگی میں جا کر تبدیل ہو گیا۔ مثلاً کفار و مشرکین
 کے ساتھ جنگ کے متعلق مکی زندگی میں قانون یہ تھا: **كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ
 وَأَقْبِصُوا الصَّلَواتِ وَأَتُوا الزَّكَاةَ** (النساء) یعنی لڑائی سے ہاتھ
 روک کے رکھو، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اس وقت جامعۃ المسلمین
 کمزور تھی اس لیے عدم جنگ میں ہی مسلمانوں کی مصلحت تھی۔ پھر جب
 مدنی دور میں مسلمانوں نے طاقت جمع کر لی اور وہ علی الاعلان جنگ کھینے
 کے قابل ہو گئے۔ تو اللہ کا حکم آگیا **قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
 بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ** (التوبة) جو اللہ اور آخرت کے دن
 پر ایمان نہیں لاتے ان کے خلاف اعلان جنگ کر دو گویا یہود و نصاریٰ اکابر
 اور مشرکین مسکے ساتھ لڑائی لڑنے کا حکم دیا گیا اور اس وقت مصلحت کا یہی
 نفاذ ہوتا تھا۔

سورۃ بقرہ میں آتا ہے "مَا تَنْفَعُ مِنْ آيَةٍ اَوْ نَفْسٍ هَا
 "كَاتٍ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ ضَلٰهَا حَبِيبٌ بِمِ كُنِي حُكْمٍ مِّنْهُ كَرِهَتْ هِي
 یا فراموش کر لیتے ہیں تو اس کے بدلے میں اس سے بہتر یا کم از کم اُس
 جیسا حکم لے آتے ہیں۔ بہتر سے مراد یہ ہے کہ نیا حکم اپنی نوعیت کو اجزا و ارباب
 کے اعتبار سے بہتر ہوتا ہے ایسے حکم پر عمل پیرا ہونے میں بھی تسیل کا پہلو
 نمایاں ہوتا ہے، لہذا ہم اسے تبدیل کر لیتے ہیں بَلْ اَكْثَرُكُمْ
لَا يَعْقِلُونَ ستر اکثر لوگ بے کھردہ ہوتے ہیں جو اس کی حکمت اور
 مصلحت کو نہیں جانتے۔

اشعار و جہات ہے قل لے پیغمبر آپ کے دیجئے تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ اس میں تَوَكَّلْ
يَلْمِزُكَ اس کو روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ
 آواز ہے۔ جو علم و دانش پر افتخار اور جھوٹ نہیں ہے اور اس کی غرض و غایت
 یہ ہے يُنذِرُكَ الَّذِينَ آمَنُوا اے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو پکارتے کر دے
 چنانچہ تلاوت قرآن میں کر ایمان والوں کے دل مضبوط ہو جاتے ہیں، ان کا
 ایمان پختہ ہو جاتا ہے، وہ اس پر یقین رکھتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہو جاتے
 ہیں۔ فرمایا قرآن فَقَدْ دَلِّيْ واضح دلیلت ہے جو انسان کی زندگی کے ہر موڑ
 پر رہنمائی کرتا ہے، انسانوں کی حکمت و درست کرتا ہے اور انہیں اندھیروں
 سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے وَاللَّهُ مُرِيدٌ یہ
 مسلمانوں کے لیے خوشخبری کا ذریعہ ہے۔ اس پر ایمان لانے اور عمل کرنے
 والوں کے لیے دینی اور بہتر زندگی کی بشارت بھی ہے۔ سورۃ بقرہ میں ایسے
 لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے اَنْ لَّهُمْ قَدْ مَرَّ صَدَقِيْ عِنْدَ رَقَبِهِمْ
 ان کے لیے لکھے رب کے پاس سچائی کا پایا ہے ایمان لانے والے سچائی کے پائے میں
 قدم رکھتے ہیں پس پر عمل کرنا ان کو خوشخبری دی جاتی ہے۔ یہ لکھی کا ضمن بھی ہو گیا۔
 اس آیت کریمہ میں لَعَلَّ اللہ کا لفظ توجہ طلب ہے اس سے

نور ال قرآن
کی غرض

ایک آغجی یہ لوگ جس شخص کی طرف قرآن کو منسوب کرتے ہیں اس کی زبان تو عربی ہے۔ یعنی وہ شخص تو عربی زبان پر ہی قادر نہیں۔ وَلَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ اور اللہ کا یہ کلام فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔ بھلا وہ شخص جو خود اپنا مافی الفہم بھی ٹھیک طرح لیتے سے عربی زبان میں بیان نہیں کر سکتا وہ قرآن پاک میں اس قدر کلام کیسے کھڑا کر سکتا ہے یہ ان لوگوں کا سر پر جھوٹ اور ہتان ہے۔ اس کلام کو سن کر تو عرب کے بڑے بڑے ادیب اور شعراء اشدت ہذاں رہ جاتے ہیں، بھلا اس روی گلی کی کیا حیثیت ہے کہ ایسے اعلیٰ درجہ کلام کی تعلیم دے سکے۔ قرآن کریم نے تو واضح پہنچائے رکھا ہے کہ اگر تمہیں اس کلام میں کوئی شک ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ (البقرہ) تو اس جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر آؤ۔ اس پہنچ کر قبول کرنے سے تو عرب کے بڑے بڑے شاعر بھی عاجز آ گئے چاہیں تو اس کا مصنف کوئی عجمی آدمی ہو۔

مشرکین
آپ کے
سزا

فرمایا اِنَّ الْكَافِرَ لَا يُؤْمِنُ بِالْآيَاتِ اللّٰهِ بِشَكٍّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی کی آیت پر ایمان نہیں رکھتے لَا يَكْفِيهِمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی ایسے لوگوں کو ایمان نہیں دیتا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ بلکہ ان کیسے ورنہ عذاب تدار ہے فرمایا اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِي لَا يُؤْمِنُ بِالْآيَاتِ اللّٰهِ بِشَكٍّ وہی لوگ جھوٹ بانڈتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ اُس نے قرآن خود گھڑ دیا ہے ایسے کسی عجمی نے سکھا دیا ہے۔ یہ حضری لوگ ہیں قَوْلًا مِّنْهُ هُمْ اَكْذِبُونَ اور حقیقت میں ہی لوگ جھوٹے ہیں بہر حال اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس اعتراض کا رد فرمایا ہے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے اور یہ کہ کسی غیر عربی نے سکھا دیا ہے۔ فرمایا یہ ایمان سے خالی لوگوں کا کام ہے اور یہی چیز خدا کی جبر طے جو انہیں غلط پراپیگنڈے پر آمادہ کرتا ہے

دربار ۱۳

دوسری بیت ہفت ۲۸

النحل ۱۶

آیت ۱-۶ ۱۰

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مِنْ
 اَكْرَهٍ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ
 مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ
 مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ
 بِاَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلٰى
 الْاٰخِرَةِ ۗ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ﴿۱۷﴾
 اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
 وَسَمِعَتْهُمْ اَنْصَارُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
 الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَلَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ
 هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ
 هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فَتَنُوْا ثُمَّ جَهِدُوْا
 وَصَابَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ
 رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ :- جس شخص نے کفر کیا اللہ کے ساتھ

بعد ایمان لانے کے ، مگر وہ شخص کہ جس کو مجبور کیا

گیا اللہ اس کا دل مطمئن تھا ایمان کے ساتھ

لیکن (مگر) اس پر ہے (جس نے دل کھول کر کفر کیا

ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔ (۱۰۶)

یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ لوگ ایسے ہی جنوں نے دنیا کی زندگی کو پسند کیا آخرت کے مقابلے میں اللہ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں راہ دکھاتا اس قوم کو جو کفر کرنے والی ہو (۱۰۷) یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے ٹہر کر دی ہے ان کے دلوں پر، ان کے کانوں پر اللہ ان کی آنکھوں پر، اللہ یہی لوگ غافل ہیں (۱۰۸) ضرور ہر ضرور بیشک یہ لوگ آخرت میں نقصان اٹھائے گئے ہیں (۱۰۹) پھر بیشک حیرا پر ہر دھار، ان لوگوں کے لیے جنوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ ان کو نفع میں ڈالا گیا، پھر انہوں نے جلا کیا اللہ مہر کیا، البتہ اس کے بعد بہت بخشش کرنے والا اللہ مہربان ہے (۱۱۰)

گذشتہ آیات میں رسالت کے علاوہ قرآن پاک کی حمایت اور رسالت کا ذکر تھا۔ یہ اللہ کا کلام ہے جسے جبرائیل امین نے اللہ کی جانب سے پیغمبر علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ مشرکین بہتان لگاتے تھے کہ قرآن پاک منجانب اللہ نہیں بلکہ ایک عجمی شخص سے سیکھ کر آپ اے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ قرآن حکیم تو فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے، بعد ایک عجمی آدمی یہ کیونکر پیش کر سکتا ہے حالانکہ وہ تو اپنا مافی الضمیر بھی عربی زبان میں پوری طرح بیان نہیں کر سکتا۔ اللہ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ ایسا افتراء وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انکار و انصراف کی حالت کے ماحول کا تذکرہ کیا ہے۔ اگرچہ کہ کفر کی حالت میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ تاہم اگر کوئی

ربط آیت

شخص مجبوری کی حالت میں اپنی جان بچانے کی خاطر اپنی زبان پر کفر و کفرانہ باتیں کہے، تو وہ شخص کافر یا مرتد نہیں سمجھا جاتا بشرطیکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ ایسے شخص کو کفر کا کلمہ کہنے کی وقتی طور پر رخصت ہوگی۔

وقتی طور پر رخصت

تاریخ اسلام ان واقعات سے مجبوری پر مبنی ہے جن میں مشاہیر اسلام نے بے شمار ذاتی قربانیاں دیں۔ کفر کا حق کو طے کرنا حضرت عثمان بن عفان کا واقعہ مشہور ہے۔ کفار کے آپ کو کفر کہنے پر مجبور کیا، حتیٰ کہ جان سے مارنے کی دھمکی دی آپ نے مجبوری کی حالت میں کفار کی بات مان لی، جان چھوڑ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: **كَيْفَ يَحْكُمُ هَٰؤُلَاءِ قَوْمًا سَلَّوْا دِيْنَهُمْ** کی کیفیت کیسی ہے۔ زبان سے کفر کفر اور کہنے کے باوجود دل دین پر مطمئن ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا: حضور! دل تو بالکل مطمئن ہے، فرمایا: **اِنْ سَلَّوْا دِيْنَهُمْ** اگر دوبارہ کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے اور کافرتیں مجبور کر دیں تو تم اسی طریقے سے اپنی جان بچا سکتے ہو۔ امام ابو یوسف جصاصؒ اپنی تفسیر احکام القرآن میں رقمطراز ہیں کہ خواہ جان کا خطرہ ہو یا جسم کے کسی عضو کے کٹ جانے کا ڈر ہو، متعلقہ شخص کو کفار کی بات ماننے کی صرف رخصت ہے، البتہ بلند رجب سے کہ انسان حق کی بات پر ڈرٹ جائے خواہ اس کے لیے شہادت ہی کیوں نہ قبول کرنی پڑے۔

دین کا خطرہ قربانیاں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبِ عزیمت صحابہ میں سے حضرت بلالؓ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کو کفار نے مجبور کیا **اَنْ يَّجْعَلَ** یعنی اسلام کو حیرت کر پانے دین میں واپس آجائے۔ آپ نے جواب دیا **اَنْ يَّجْعَلَ** یعنی میں واپس نہیں ہٹوں گا۔ کفر کفر کا کلمہ کہلا نا چاہتے تھے مگر آپ اِحد احد ہی پکارتے تھے۔ آپ کو گرم ریت پر دنا کو رو پر پتھر رکھا گیا، آپ کے جسم کو گرم سلاخوں سے داغا گیا مگر آپ اللہ اللہ کا ورد ہی کرتے رہے اور

کھڑکھڑ زبان پر نہ لائے۔ آپ نے فرمایا کہ کھارائش کے نام سے چڑھتے ہیں۔
 اگر مجھے کوئی کھڑ بھی معلوم ہو جس سے یہ چڑھتے ہیں تو میں وہ بھی زبان پر لائے گا۔
 سے نہیں رکوں گا۔ حضرت بلالؓ نے کمال عزیمت کا مظاہرہ کیا، سخت ترین
 جہانی سزائیں برداشت کیں مگر کھڑ کا کھڑ نہ کیا۔ اگرچہ آپ شدید نہیں ہوئے مگر
 آپ نے دین کی خاطر سر دھڑکی بازی لگا دی۔ حضرت عمارؓ کے والد حضرت
 یسارؓ کا بھی یہی حال تھا۔ وہ سخت ترین سزائیں برداشت
 کرتے ہوئے شدید ہو گئے، مگر کھڑ کا کھڑ اپنی زبان پر نہ لائے۔ آپ کی تلوار حضرت
 سیدؓ کی دلوں ٹانگیں دو مختلف اونٹوں کے ساتھ بندھ دی گئیں۔ پھر اجیل نے
 ان کے مقام مخصوص میں فیروزہ کر آپ کو ہلاک کر دیا اور اللہ نے انہیں بلند ترین
 مرتبہ عطا فرمایا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عقیب ابن زیدؓ نے
 کسی طرح میلہ گزائب کے اندر آگئے۔ میلہ کہنے لگا، کیا تم محمدؐ کی رسالت گنتے
 ہو؟ آپ نے فرمایا، وہ اللہ کے رسول ہیں اور میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔
 پھر پھر نے پوچھا کہ میرے بارے میں تمنا کیا خیال ہے۔ کیا مجھے اللہ کا
 رسول کہہ کر دے؟ ہو؟ حضرت غیبؓ نے فرمایا کہ یہ بات تو میں سننے کے
 لیے ہی بتا رہا ہوں۔ چہ جائیکہ تمہاری رسالت کا اقرار کروں۔ کہنے لگا میں بتا رہا
 ایک ایک عضو کاٹ کر ہلاک کر دوں گا۔ فرمایا تو جو چاہے کہ جڑھنہ آپ
 کا جوڑ جوڑ کاٹ کر آپ کو شہید کر دیا گیا۔ مگر آپ کھڑکھڑ زبان پر نہ لائے
 حضرت غیبؓ کا واقعہ بھی بڑا مشہور ہے۔ کافروں نے کھڑ کا کھڑ
 کھلوانا چاہا، رسولی پر چڑھانے کی دہکی دی مگر آپ کے پائے استقلال میں
 لغزش نہ آئی اور فرمایا اللہ کے راستے میں اُسی کی عطا کردہ جان قربان کر دینا کوئی

بڑی بات نہیں۔ میں اس کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ آپ کو سولی پر لٹکا کر شہید
 کروا دیا گیا۔ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ حضرت خبیث اور حضرت زید ابن دوسرہ
 کو کافروں نے ایک ہی دن شہید کیا۔ شہادت سے پہلے انہوں نے حضور علیہ السلام
 کی خدمت میں سلام بھیجا کہ اے اللہ! ہمارا اسلام ہمارے پیارے نبی تک پہنچا
 دے۔ جب یہ پیغام حضور علیہ السلام کو ملا تو آپ نے دونوں کے لیے دو حکم اسلام کہہ
 دیے۔ پہلا یہ کہ اگر آپ نے عافظ ابن حجاج کوڑے کے حوالے سے اپنی تفسیر میں یہ واقعہ نقل
 کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذیفہ سمیٹی اور آپ کے بعض ساتھی روٹیوں کے
 خلافت جہاد کرتے ہوئے ان کے قیدی بن گئے۔ انہیں بادشاہ کے سامنے
 پیش کیا گیا۔ تو اس نے آپ کو دین سے صبر کرنے کے لیے لالچ دینے کی
 کوشش کی۔ کہنے لگا اگر دین اسلام چھوڑ کر حیانت قبول کر لو تو میں نہیں نہ
 صرف اپنی حکومت میں شریک کر دوں گا۔ بلکہ ازواج و بچے اپنی بیوی کا نکاح
 بھی تجھ سے کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا اگر تم اپنا سارا ملک اور دارا عرب بھی
 مجھے دے دو تو میں آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی تمہارے دین سے ہٹنے کے لیے
 تیار نہیں ہوں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ آپ کو سولی پر چڑھا کر ہلاک کر دیا جائے۔
 آپ نے فرمایا۔ اللہ کے راستے میں ہلاک ہو جاؤ گے بڑی بات نہیں۔ میں اس
 کے لیے تیار ہوں۔ پھر بادشاہ نے اسے کی ایک بہت بڑی دیگ منگوائی
 بعض روایات میں ہے کہ اسے گلاب بڑا لگے گا بہت بڑا گلاب بھی آتا ہے۔ بہر حال اس دیگ
 یگانے میں تیل یا کوئی اور چیز ڈال کر اسے خوب گرم کیا گیا۔ پھر آپ کے ساتھیوں
 میں سے ایک شخص کو اس تیل میں پھینک دیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا
 جسم جل کر کوئلہ بن گیا اور اس کی ہڈیاں ذراں ہو گئیں۔ اس کے بعد پھر حضرت
 عبداللہؓ سے کہا کہ ابی جابرؓ خود نہ قتل ہو بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔ آپ نے
 فرمایا کہ میں ایک لمحہ صبر کے لیے بھی دین حق کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں
 بادشاہ نے پھر حکم دیا کہ اسے سولی پر چڑھا کر اس کے دائیں بائیں تیر چاروں منگوا کر آپ

منظر
 علیہ السلام
 کا بیان

پھر بھی اپنے ایمان پر قائم رہے۔ بادشاہ نے سولی سے اتروالیا اور کہا کہ اسے
 پتی ہوئی دیگی میں پھینک دو۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو کچھ کر بادشاہ نے
 اپنے پاس بلایا اور کہنے لگا کہ شاید تم اپنا دین چھوڑ کر نصرانی بننے پر تیار ہو گئے
 ہو۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا میں اپنی جان کے تکلف کے تصور سے
 نہیں روتا، بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ اللہ نے مجھے ایک ہی جان دی ہے
 جو میں اس کے راستے میں قربانی کر رہا ہوں۔ اگر میری ہزار جانیں بھی ہوتیں
 تو ایک ایک کر کے اللہ کے نام پر قربان کر دیتا۔ اس پر بادشاہ نے اپنے
 قریب بلا کر کہا کہ اگر تم میری پیشانی کو برسے دو تو تمہیں رہا کر دوں گا۔
 فرمایا اس کام کے عوض میں اپنے سارے ساتھیوں کی رہائی چاہتا ہوں۔ بادشاہ
 نے یہ شرط قبول کر لی۔ حضرت عبداللہؓ نے بادشاہ کی پیشانی کو برس دیا اور پھر
 اپنے لشکر کے ہمراہ رہائی پا کر واپس آ گئے۔ حضرت عمرؓ کے سامنے سدا
 واقہ بیان کیا تو آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، لوگو! سب
 سے پہلے میں عبداللہؓ کی پیشانی کو برس دیا ہوں، تم بھی ایسا کرو۔ پھر سب لوگوں نے
 آپ کی پیشانی کو برس دیا۔

بشرطی
 حالت کے
 سبکی

اب مکے کی فرحیت یہ ہے کہ عزیمت تو اسی میں ہے کہ انسان کفر کا
 کلمہ کہنے کی بجائے شہادت قبول کرے، مگر مفسر قرآن تاحی ثناء اللہ تعالیٰ تعالیٰ
 اپنی "تفسیر منظر" میں لکھتے ہیں کہ تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب
 جان جانے کا خطرہ ہو تو انسان کو کفر زبان سے ادا کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کا ہر
 ایمان کے ساتھ مسلطن ہو۔ یہ اجازت ہے اگرچہ عزیمت اس کے خلاف
 ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو مجبور کیا جائے کہ وہ کسی مسلمان کا مال
 تلف کر دو ورنہ جان سے مار دیے جاؤ گے یا تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے
 جائیں گے۔ تو ایسے شخص کے لیے گناہوں سے کہ وہ وہ کسی جانی کا مال تلف
 کر کے اپنی جان بچائے۔ ایسی صورت میں اگر انصاف والی حکومت ہوگی تو

مجبور کرنے والے شخص سے ضمانت لی جائیگی۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو مال بھٹ کھرنے والا مسلمان بھی مال کا لڑاکو کر سکتا ہے مگر اپنی جان کو خطرے میں نہ ڈالے۔ ہاں اگر کوئی دوسرے مسلمان کی جان تلف کرنے پر مجبور کرے تو پھر مسئلہ یہ ہے کہ مجبور آدمی اپنی جان کو رد سکر کی جان پر ترجیح نہ دے بلکہ خود ہلاک ہو جائے اور دوسرے مسلمان کی جان کے درپے نہ ہو۔ اسی طرح اگر کسی کو مجبور کیا جانے کہ فلاحِ عورت سے زنا کو رد نہ تہا دی جان ماری جانے لگی تو اس کی بھی ہمازت نہیں۔ اللہ کے نزدیک مسلمان عورت کی عزت و اکبر و بڑی اہم ہے، لہذا ایسا شخص اپنی جان پر تھیل کر مسلمان عورت کی عزت کو بچا لے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِٰتِیَهِمْ حِسَابُهُمْ جس نے کفر کیا اللہ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد اَلَا هُنَّ اَكْثَرُ وَّ قَلْبُکُمْ لَا یُطْعَمُ مِنْکُمْ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا حِسَابُهُمْ مگر وہ جس کو مجبور کیا گیا مگر اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا وَلٰ یُکُنْ مِنْ شَرِّ مَا کَفَرْتُمْ سَدْرًا لیکن گناہ اُس پر ہے جس نے سینہ کھول کر کفر کیا فَقَلْبُهُمْ شَرٌّ مِنَ الْکُفْرِ ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے۔ وَالَّذِیْنَ کَذَبُوا عَلٰی اَنفُسِهِمْ اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہ ہے کہ مجبوری کی حالت میں جان بچانے کے لیے تو کفر کما جاسکتا ہے بشرطیکہ دل مطمئن ہو۔ مگر جو کوئی دل کی گرائی سے کفر لڑا کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔

عزیمت
محبت

فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اسْتَحْبَبُوْا الْحٰیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْآٰخِرَةِ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کیا اور کفر کا کلمہ زبان سے ادا کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ کہ اللہ تعالیٰ کافر قوم کو راہ نہیں دکھاتا۔ صراطِ مستقیم اسی کے حصے میں آتا ہے جس میں طلب اور خواہش ہو۔ اور جو

کر لی کفر پر صبر کرے یا بت نصیب نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد
 ہوتا ہے اُولَئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللَّهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ
 اُن کے دلوں پر اللہ نے سرکڑی ہے۔ اُن کے دل سیاہ ہو چکے ہیں۔ کئی
 مَسْمُوعِہُمْ اور ان کے کان بند ہو چکے ہیں کہ حق بات کو سنتے ہی نہیں ،
 سنتے ہیں تو گواہی نہیں کرتے۔ وَابْصَارِہُمْ اور ان کی آنکھوں پر پردے
 پڑ چکے ہیں۔ سورۃ البقرہ میں ہے وَعَلٰی اَبْصَارِہُمْ عِشَابٌ غَرِیْبٌ
 وہ حق بات کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ یہ ان کے کفر کرنے کی وجہ سے ہے
 فَرَاہُ وَاُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ اور یہی لوگ غافل ہیں دنیا کی زندگی
 کو پسند کر کے خواہشات نفسانیہ پہنچنے والے لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت سے
 غفلت میں پڑے ہوئے ہیں لَاخْبَرُ مَا اَنْهَوْفِ الْاٰخِرَةِ
 ہُمْ الْخَاسِرُوْنَ کمزور ہرگز یعنی یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ یہ لوگ
 آخرت کی زندگی میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

فَرَاہُ اِنْ رَّبَّکَ لِالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْ اَقْدَمَ
 فِتْنًا پھر بیشک تمہارا پروردگار ستمیوں میں ڈالے گا مہاجرین کو
 جَہَدُوا وَمَسْکُوْرًا پھر جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور مسکوب
 قَامَ پھر کیا ان رَّبَّکَ مِنْ اَقْدَمَ لَعْنُوْرٍ رَّحِیْمٍ
 بیشک تمہارا پروردگار ان لوگوں کے لیے جہنم بہت بخشش کرنے والا اور
 ازہد صراحت ہے۔ اگر ان سے کوئی معمولی مغزش ہو بھی گئی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے
 فضل اور وسیع رحمت سے ان کو معاف فرما دیگا۔ ایسے لوگوں پر کوئی
 الزام نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کمزور لوگوں کو تسلی بھی دیدی کہ

النحل ۱۶

آیت ۱۱۱ تا ۱۱۳

ربیع الثانی ۱۳

درس ہفت و نہ ۲۹

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا
وَتُؤْفَفُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهِيَ لَا
يُظْلَمُونَ ﴿١١١﴾ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً
كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ
كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعَمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا
اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا
يَصْنَعُونَ ﴿١١٢﴾ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ
فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١١٣﴾
فَكُلُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ حَلَلًا طَيِّبًا
وَأَشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ
تَعْبُدُونَ ﴿١١٤﴾

ترجمہ :- جس دن آئے گا ہر ایک نفس مجاہد
کے گا اپنے نفس کی طرف سے وہ پورا پورا جانے
گا ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا اور اُن پر ظلم نہیں
کیا جائے گا ﴿۱۱۱﴾ اور اللہ نے بیان کی ہے ایک مثال
ایک ایسی بستی کی جو اس والی اور المینان والی تھی۔ آتی
تھی اس کی روزی کشادہ ہر طرف سے۔ پس اس بستی

دلوں نے کفر کیا اللہ کی نعمتوں کے ساتھ۔ پس چکایا اللہ نے اس کو جھوک اور غوث کا لباس، اس وجہ سے کہ جو کچھ وہ کرتے تھے (۱۱۲) اور البتہ تحقیق آیا اُن کے پاس دھول اُن میں سے۔ پس جھٹلایا انہوں نے اُس کو، پس پھڑا اُن کو عذاب نے، اور وہ ظلم کرنے لگے تھے (۱۱۳) پس (لے لوگو!) کھاد اُس میں سے جو اللہ نے روزی دی ہے تم کو حلال اور پاک، اور شکوہ اللہ کی نعمت کا اگر تم خاص اُسی کی عبادت کرنے والے ہو (۱۱۴)

عجائبات

پہلے قرآن مجسم کی صداقت و حقیقت کا بیان ہوا۔ فرمایا قرآن پاک کو خود مانتے یا کسی بھی شخص کا سکھایا ہو کہنے والے جھوٹے ہیں۔ نیز یہ کہ جس نے اپنے اختیار اور ارادے سے اپنی زبان سے کفر کی بات نکالی وہ خدا کے غضب اور لعنت کا نشانہ بنے گا۔ اُن! اضطرابی حالت میں جب کہ وہاں ہانے یا کسی شخص کے کٹ جانے کا خطرہ ہو، تو جان بچانے کے لیے کفر زبان سے نکل کر کے کی اہانت ہے بشرطیکہ دل مطمئن ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق فرمایا کہ وہ آخرت کے معاملے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں، اس لیے وہ کفر کی بات زبان پر لاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو محاسبہ اعمال کی کچھ فکریں نہیں۔ یہ عبادی لوگ ہیں جن کے دلوں پر حیرت گھب چکی ہیں، اکابر بند ہیں، اور آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ نہ حق بات کو محسوس کرتے ہیں، نہ سمجھتے ہیں اور نہ بڑے ٹیپتے ہیں۔ فرمایا حقیقت میں یہی لوگ غافل ہیں۔

اس حیرت دنیا کی خاطر کفر اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے آخرت کو مزید عمل کی منزل یاد دلائی ہے۔ فرمایا يَوْمَ تَأْتِي سَحَابٌ مِّنْ نُفُسِ اَنْسِ دُنْ كَرُو جب ہر نفس آئے گا تَجْعَلُ اُولَٰئِكَ لُغۃ ہا اپنے نفس کی

ذاتی طور پر
جاویری

طرف سے خود سوال جواب کرے گا۔ اُس کی طرف سے کوئی دلیل، بیرسٹر،
والترین، پہاٹی بہن یا اوراد کو جواب دینے کی اجازت نہ ہوگی، بلکہ اسے اپنے اعمال
کا خود ہی جواب دینا پڑے گا۔ مشرق کے میدان میں ہر شخص کو اپنی پٹی ہوگی۔ اور
دو ایک دو سکر کی طرف توجہ نہیں کر سکیں گے۔ صبح صلیب میں آنا ہے
يُؤْتَفِّ بِحُفَّتِهِ جَنَّمَ کی ستر ہزار زنجیریں پہن گی اور ہر زنجیر کو کھینچنے
پارے ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ جو اسے کھینچ کر قریب لائیں گے۔ اعلیٰ وقت
اس قدر دہشت کا سماں ہوگا کہ اللہ کے مقرب نبی بھی نفسی نفسی پکامہ بہتے ہوں
گے۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جب تمکبجے کی منزل آنے لگی
لَئْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فَنُجْجَانِ جتراس وقت اللہ اور ہندسے کے
درمیان کوئی ترجمانی نہیں ہوگا۔ بلکہ ہر شخص کو براہ راست جواب دینا ہوگا۔ سورۃ
جہنم میں فَرَلَا لِمُحَلِّ اَنْفُسٍ اَوْ قَتَلَتْهُمْ يُؤْفِكُ شَأْنَ لَّعْنَتِهِمْ
اس دن حالت یہ ہوگی کہ ہر شخص کو دو سکر سے استغنیٰ کر دے گی۔ کوئی کسی
کے کام نہیں آنے گا۔ ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی کہ کسی طرح میں نیکی جانوں پہنچال
فرما کہ اس دن کو یاد کر دو جس دن ہر نفس اپنی طاعت سے خود جواب دہی کرے گا۔
وَلَا تُؤْفِكُ اَنْفُسٍ مَّا عَمِلَتْ اَوْ مَرَّ لَيْكٍ اَوْ لَوْ اَوْ اَبَدًا دیا
جائے گا۔ جو اس نے عمل کیا۔ ہر نیکی اور ہر برائی کی پوری پوری جزا یا سزا ہے گی۔
وَقَدْ مَرَّ اَنْفُسُ حَقٌّ اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی جائیگی۔ نہ تو کسی کی نیکی
میں کمی کی جائے گی اور نہ کسی کی کوئی برائی دو سکر کے سر پر ڈالی جائے گی۔ ہر ایک
کے سامنے اُس کا اپنا کیا ہوا آنے گا۔ ہر شخص کا اپنا حقیقہ، اخلاق اور عمل ہی کا
آنے گا۔ سورۃ مدثر میں ہے كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنًا
ہر شخص اپنا ہی کافی میں چھپنا بھرا ہوگا، جس سے نکل نہیں سکے گا۔ اور کسی پر زیادتی
نہیں ہوگی بلکہ ٹھیک ٹھیک معاملہ کیا جائے گا۔

باشندوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی تو اللہ نے ان پر عذاب مسلط کر دیا۔
 ارشاد ہوا ہے وَضَعَىٰ يَدَ اللَّهِ مِثْلًا هَٰذَا لِمَن لَّمْ يَلْحَظْ لَآئِلَ اللَّهِ
 بیان فرمائی ہے کہ اُنٹ اُنٹ کاٹنے کا مصلحت ہے جو بالکل امن و اطمینان میں
 تھی۔ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس بیتی سے مراد اس کے
 کی بیتی ہے کیونکہ یہ سورۃ مکی سے اور اس بیتی کا ذکر ہے۔ البتہ شاہ ولی اللہ
 محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ مثال کسی ایک بیتی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے
 بلکہ ہر وہ بیتی مراد کی جاسکتی ہے جہاں اس قسم کے حالات پائے جائیں۔
 بہر حال اس کے کی یہ بیتی ایک خوشحال بیتی تھی۔ تمام ضروریات زندگی آسانی
 کے ساتھ دستیاب تھیں۔ امن و سکون تھا، کوئی شخص متعلقہ نہیں تھا اور نہ کوئی
 پریشان حال تھا۔ اشیائے خورد و روز کی حالت یہ تھی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
ذُكِّرْنَا لَكُمْ فِي هَٰذَا حَقٌّ اس کی کٹاؤں روزی ہر طرف سے آتی تھی۔
 غلہ، پھل اور کھانے پینے کی دیگر چیزیں باقراط موجود ہوتی تھیں۔ جہاں تک اس
 بیتی کے امور ہونے کا تعلق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی
رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَيْتًا آمِنًا (البقرہ) مولائے کریم اس
 بیتی کو امن والا بنائے۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا وَمَنْ دَخَلَهُ
حَتَّىٰ الْغَيْثِ (زل عمران) جو اس میں داخل ہوگا امن میں ہو جائے گا۔
 یہاں پر کوئی کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ فقرہ فَاذْكَا کوئی ڈر نہیں۔ باوجود اس
 کے کہ یہ جگہ آب و گیاہ ہے، اند زمین، دریاغات، نہ چھٹے اور نہ
 ہر ایسی مگر وہاں پر سارا سال لذت کی فراوانی رہتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
 نے دعا کی وَازِدْهُ مِنْ أَهْلِكَ (البقرہ) اس کے
 ہونے والوں کو بھلوں سے روزی عطا فرما، چنانچہ دنیا کے کسی بھی خطے میں پیدا
 ہونے والے ہر قسم کے پھل اس بیتی میں پہنچتے ہیں۔ اب بھی پہنچتے ہیں
 اور انٹ، اللہ ہمیشہ پہنچتے رہیں گے۔ بہر حال اللہ نے فرمایا کہ اس بیتی کی کٹاؤں

روزِ ہر طرف سے آتی تھی۔

ناقدی
کی سزا

مگر اُس بے وطن کی حالت یہ تھی فَكَفَرَتْ بِأَنْفُسِهِمُ الَّذِينَ انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ کفر کا معنی ایمان اور توحید کا انکار بھی ہے اور اس سے ناشکری اور ناقدی بھی مراد ہوتی ہے۔ عام طور پر بھی انسان کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّاظِرٌ (ہر لحاظ سے) بیشک انسان بڑا ظالم اور ناشکر گزار ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمیں عطا کی ہیں مگر وہ زبان سے انکار لٹکتا رکھتا ہے کہ۔ تو اس بے وطن کے لوگ بھی خدا تعالیٰ کے انعامات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان پر اللہ کے تین خاص انعامات تھے۔ یعنی امن، اطمینان اور کثرتِ روزی مگر ان کی ناقدی کی وجہ سے فَإِذَا فُجِّعَ الْفُلُ لَمْ يَمْسُجْ وَالْخَوَافُ اللہ تعالیٰ نے انہیں ٹھوک اور خوف کا لباس چھکایا۔ ان کا وسیع رزق بھوک میں تبدیل ہو گیا اور امن و اطمینان کی بجائے ان پر خوف طاری ہو گیا۔ فَمَا كَانُوا يَفْضَحُونَ اس وجہ سے کہ جو کچھ وہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بُری کارگزاری کی یہ سزا دی۔

انکارِ برکت
پہلے مذہب

پہلے اللہ نے اپنے تین انعامات کا ذکر کیا اب چوتھے بڑے انعام کے متعلق فرمایا وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ وَالْبَرَّةُ تَحْقِيقُ اللہ کا عظیم الشان رسول ان کے پاس آیا، جس کو وہ پہچانتے تھے کہ ان کے خاندان کا آدمی ہے، صادق اور امین ہے، راست باز اور نیک ہے، اُن کے اخلاق اتنے حمید ہیں کہ کوئی انکی نہیں ٹاٹا سکتا۔ پھر جب اللہ کے اُس رسول نے لوگوں کو پیغامِ سنا یا فکد بگوئے تو انہوں نے اُس عظیم الشان رسول کی تکذیب کی اور اُسے اللہ کا رسول تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا فَلَنَحْذَرُ الْعَذَابُ پس اللہ کے عذاب نے انہیں اپکڑاؤا وَهُمْ ظَالِمُونَ اور انھیں یہ وہ علم کرنے ملے تھے جو حضور علیہ السلام نے مکہ والوں کے لیے پڑھا فَرَأَى اللَّهُمَّ اجْعَلْ عَلَيْهِمْ مَسْنِينَ کسفی یوسف

اے اللہ! میں پر یوسف علیہ السلام کے زمانے والے سال یعنی قحط ڈال دے
 اللہ نے مکے والوں پر بھی قحط مسلط کر دیا۔ صبح صدمہ میں آتا ہے کچھ عورت
 خلیج تھی، ٹو پر دھواں سا نظر آتا، کھلنے کے لیے کچھ نہیں مٹا تھا۔ حتیٰ کہ
 لوگ چمڑا اور مردار تک کھانے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ نے ان کی کٹاؤں روزی کو
 اسی تنگی میں بدل دیا۔

آخر میں وہاں کی حالت بھی بگڑتی چلی گئی جب انہوں نے اللہ کے نبی
 کو جھٹلایا۔ اُسے طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں تو وہ ہجرت پر مجبور ہو گئے
 اور بالآخر مکہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ کو دارالاسلام بنایا۔ اللہ نے وہاں پر مسلمانوں کی مدد
 فرمائی، انہوں نے طاقت جمع کی اور مکے والوں پر مسلسل خوف کی حالت طاری
 ہو گئی اور جب تک بکھرے نہ ہو گیا۔ ان کے دل کا سکون اور راست کا چین ختم
 ہو کر رہ گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ حالات صرف مکہ کی بستی تک
 ہی محدود نہیں بلکہ جس جگہ بھی اشتر کی نعمتوں کی تاقیدی اور اللہ کے رسولوں کا انکار
 ہوگا۔ وہاں ایسے ہی حالات پیدا ہوں گے۔ آگے سورۃ سبا میں اللہ تعالیٰ
 نے اہل سبا کا حال بھی بیان فرمایا ہے۔ ان لوگوں کو بھی اللہ نے عیش و آرام کے
 بڑے سامان عطا فرمائے مگر انہوں نے ناشکری کا اظہار کیا تو اللہ نے سب
 بڑا سبب بھیجا جس کی وجہ سے ان کی زمینیں، باغات اور کھیتیاں تباہ ہو گئیں
 اللہ نے زمین سے روئیدگی کی طاقت ہی سلب کر لی۔ وہاں پر غلے اور پھلدار
 درختوں کی بجائے بھگی بیر پیدا ہونے لگے۔ ہر طرف کانٹے دار جھاڑیاں نظر
 آنے لگیں حالانکہ وہاں پر ڈیم کا پانی میسر تھا جس کی بنا پر میلوں لمبے باغات
 اور حق کے کھیت ہوا کرتے تھے۔ اللہ نے ہر چیز تباہ کر دی اور فرمایا
 وَهَلْ يَجْعَلُنَا إِلَّا اَنْكَقُوْنَ (سبا) ہم ناشکر کی اردوں کو ایسا ہی بدل
 دیا کرتے ہیں۔

اسن دکان
کی ضرورت

انسانی زندگی کے لیے اس دکان بڑی ضروری چیز ہے۔ اس کے بغیر کاغذ زندگی ٹھپ ہو جاتا ہے، اکاؤنٹس، ذراعت، صنعت و حرفت غرضیکہ کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ دوسٹر ملک کے ساتھ جنگ کی حالت ہو تو ہر وقت دشمن کا خوف رہتا ہے۔ بیماری ہوتی ہے۔ اعلیٰ تباہ ہو جاتی ہیں اور لوگ مرنے لگتے ہیں۔ اندرونی طور پر بھی پلمنی ہو تو ہر وقت چوری، ڈاکے کا خطرہ رہتا ہے، لوگوں کی جان، مال اور عزت غیر محفوظ ہو جاتی ہے، آج دنیا میں ہر طرف پلمنی کی فضا پھیلی ہوئی ہے۔ سڑک دارانہ نظام مصیبت نے حوص اور لالچ کو جنم دیا ہے جس کی وجہ سے ہر شخص جائز اور ناجائز طریقے سے سرٹنے کی فکر میں رہتا ہے، خواہ اس میں دوسروں کو کتنا ہی نقصان کیونکہ نہ اٹھا پڑے۔ اشتراکی نظام اس سے بھی بدتر ہے جس میں کسی انسان کی عزت نفس محفوظ نہیں ہوتی، انسانوں سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا ہے مسائل آمدن چند باتوں میں محدود ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس طرح پلمنی اور بے چینی مسلسل بآہنگ رہتی ہے اس کے برعکس آسمانی شرائع ایسا نظام بنائیں گے کہ اپنی ہی میں جیسا کہ کسی کی جان مال اور عزت و آبرو کو کوئی خطرہ نہ ہو، ہر شخص کو شمس کے حسب حال روزی میسر ہو اور پورا معاشرہ امن، امان، دوستی اور اخوت کا گوارہ ہو۔

سرمیٹ شریفین میں حضرت خلیفۃ کا بیان آتا ہے کہ ابتدائی دور میں بچے باہل اہلیانِ مملکت تھے ان کی بھی آدمی سے بلا خوف و خطر معاملہ کر سکتا تھا، لیکن بعد میں حالات تبدیل ہو گئے۔ اب میں خاص خاص آدمیوں سے معاملات کرتا ہوں۔ اسن کے دکان میں میں سمجھتا تھا کہ اگر میں کسی مسلمان سے معاملہ کروں گا اور مجھے کوئی نقصان پہنچے گا کیونکہ **لَا يَكُفُّ عَنْ رِزْقِهِ** دین کے تمام مسلمان کا دین میرے اس نقصان کو برداشت نہیں کرے گا یعنی وہ مسلمان مجھے دعوہ کرے یا نقصان پہنچائے کی کوشش نہیں کرے گا۔ کسی غیر مسلم یعنی یہودی، عیسائی یا مشرک سے معاملہ کرتے وقت مجھے یقین ہوتا تھا کہ اگر مجھے نقصان پہنچے گا کیونکہ **لَا يَكُفُّ عَنْ رِزْقِهِ**

سلطنت تو حاکم اس نقصان کی تلافی کرنے لگے یعنی میں اگر حاکم وقت کے پاس شکایت کروں گا تو وہ میرے نقصان کو برداشت نہیں کریگا بلکہ میرا حکم دلا دیگا۔ مجھے بالکل اطمینان تھا اور پچھے نظام کا یہی خلاصہ ہے۔ اس کے برخلاف ہم برسے نظاموں کا مشاہدہ بھی کر چکے ہیں، ان دنوں کو سون اور نہ رات کو آدم ہر وقت دشمن چور، ڈاکو، پڑوسی کا خطرہ رہتا ہے۔ کسی سے معاملہ کرتے وقت قتل نہیں ہوتی۔ یہ نظام معیشت کی خرابی ہے کہ زامن و زمین حاصل ہے اور دیکھا وہ روزی نصیب ہے، مکان، ٹھکانا، لباس، عزت نفس، صحت، تعلیم انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہے۔ جو ہر آدمی کو حاصل ہونی چاہیے، مگر یہاں حالت یہ ہے کہ ایک طرف سرکاری عمارات اور پرنسپلٹ زندگی ہے تو دوسری طرف دو وقت کی روٹی بھی نصیب نہیں سر چھپانے کو مایہ نہیں اور علاج کے بغیر لوگ موت کی آغوش میں جا رہے ہیں۔ ان حالات میں امن و امان کا تصور کہاں کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر بڑے احسانات کیے ہیں مگر یہ ان کی قدر نہیں کرتے غیبر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے ﴿كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ وَهُوَ غَدِيرٌ سَائِبٌ يَّجْعَلُ الْفَاكِرَ فِيهِ أَهْلًا﴾۔ حکایتاً اس کا اوس میں سے جو اللہ نے زمینیں روزی دی ہے حلال اور پاکیزہ چیزیں، حرام اور ناپاک کے قریب بھی نہ جاؤ۔ حرام دین اور اخلاق کو بگاڑ دیتا ہے اللہ نے اپنے سارے پیروں کو یہی تعلیم دی ﴿كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ﴾۔ حلالاً حکایتاً (البقدرہ) زمین کی پاک اور حلال چیزیں استعمال کرو۔ بغیر اشیاء کو استعمال نہ کرو۔ ظاہری نجاست یہ ہے کہ کوئی چیز گل سٹر جائے اور اس میں پلوں پیدا ہو جائے، ایسی چیز منہ صحت ہوگی اور مگر وہ سحر علی کے حکم میں کھانے کی اور باطنی نجاست یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کا نام لے کر بکری ذبح کرے مگر بدودہ چوری کی قرینہ طیب ہرگز نہیں ہو سکتی بلکہ ظاہری طور پر بے عیب ہونے

حلال اور
طیب لازمی

کے باوجود نجس ہی رہے گی۔ اگلے اللہ نے عورات کی مختلف اقسام بھی بیان فرمائی ہیں۔ حوری، زکری، رشوت، سسنگ، کمال بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ لہذا نجس کی کھائی، قرڑ سازی اور فلمی صنعت سے کایا ہوا مال کیسے طیب ہو سکتا ہے، کھیل، تماشا ہر کام کا بھانا سب حرام ذرائع آمدنی میں، ان ذرائع سے حاصل کردہ مال حلال نہیں ہو گا اور پھر یہ ہے کہ حرام اور نجس مال کھانے والے کی عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ دعا۔ ایسی چیزیں انسان کے لیے جہنم کا زاد روا نہیں گی۔

عمر گزری

ایک تر حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کی تلقین کی اور دوسرا فرمایا۔ اشْكُرُوا لِمَنِّكُمْ اَللّٰهُ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اَللّٰهُ تَعَالٰی کی نعمتوں کی قدر کرو، اگر تم خالص اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔ اللہ کی نعمتوں کی قدر کا یہی مطلب ہے کہ ہر نعمت جائز اور حلال ذرائع سے حاصل کی جائے اور اس کا استعمال بھی جائز ہو۔ فضول اور حرام کاموں پر مال ضائع نہ کیا جائے۔ حلال و حرام میں امتیاز رکھا جائے اور اللہ کے قانون کی پابندی کی جائے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ الْمِیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ
 الْخِزْرِ وَمَا اِهْلَ الْغَیْرِ اللّٰهُ بِهِ ۚ فَمَنْ اضْطَرَّ
 غَیْرَ بَآئِعٍ وَلَا عَآدٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۵ وَلَا
 تَقُوْلُوْا لِمَا نَصَبْتُمْ اَلِیْنَتُكُمْ اَلْكُذِبَ
 هٰذَا حَلْلٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْزَرُوْا عَلٰی اللّٰهِ
 اَلْكُذِبَ ۚ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْزَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ
 اَلْكُذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۝۱۱۶ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَلَهُمْ
 عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۱۷ وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادَوْا حَرَمُنَا
 مَا قَصَصْنَا عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ
 وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝۱۱۸ ثُمَّ
 اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا الشُّوْءَ یَجْهَالُہِ
 ثُمَّ نَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا
 ۝۱۱۹ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۹

ترجمہ :- بیشک حرام قرار دیا ہے تم پر (اللہ نے)
 مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جس پر اللہ کے
 سوا غیر کا نام پکارا گیا ہو پس جو شخص مجبور ہوا (اس علی

میں کہ) وہ سرکش کرنے والا نہیں ہے اور نہ وہ سے خباہت
 کرنے والا ہے۔ پس بیک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور
 مہربان ہے (۱۱۵) اور نہ کہ اس چیز کو کہ بیان کرتی ہیں
 تہداری قوانین جھوٹ، یہ حلال ہے اور یہ حرام، بلکہ انفرادی
 اندھو تم اللہ پر جھوٹ۔ بیک وہ لوگ جو انفرادی اندھو
 ہیں اور پر جھوٹ، وہ نہیں غلط پائیں گے (۱۱۶) فائدہ
 ہے غور کیا، اور ان کے لیے صفاک عذاب (۱۱۷)
 ان لوگوں پر جو سودی ہوئے، ہم نے حکم صادر
 کیا وہ چیز جو ہم نے بیان کی ہے آپ پر اس سے
 پہلے۔ اور ہم نے ان پر زیادتی نہیں کی، بلکہ وہ خود اپنی
 جانوں پر زیادتی کرتے تھے (۱۱۸) پھر بیک تیرا پروردگار
 اُن لوگوں کے لیے جنوں نے برائی کی نادانی کے ساتھ
 پھر توہ کی ہے اس کے بعد اور اصلاح کی ہے انہوں
 نے، تو بیک تیرا پروردگار اس کے بعد البتہ بہت
 بخشش کرنے والا اور مہربان ہے (۱۱۹)

عکس شدہ درس میں اللہ تعالیٰ کا حکم بیان ہو چکا ہے کہ مولیٰ اور مملوک
 چیزیں کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔ اب آج کے درس
 میں اللہ تعالیٰ نے حلت و حرمت کا مندرجہ بیان کرتے ہوئے چار قطعی حرام
 چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ حلت و حرمت کا یہ قانون اس سے پہلے سورۃ البقرہ،
 سورۃ مائدہ اور سورۃ النعام میں بھی بیان ہو چکا ہے۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے جس کی
 پابندی اصل ایمان کے لیے نہایت ضروری ہے ان نعمتوں میں ان چیزوں کا
 ذکر کیا گیا ہے جو مالکوت میں شمار ہیں اور لوگوں کا کثرت و بیشتر ان اشیاء سے

واسطہ پر رہتا ہے۔ یہ طریق بیان کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر شرک
مذکورہ محبت کو برائیاں سمجھتے تھے اور ان کو بڑے دریغ استعمال کرتے تھے،
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قطعی حرمت کا حکم لگایا ہے۔

ارشاد ہوا ہے اِنَّهَا حَرَامٌ عَلَيْكُمْ اَلْحَبِیْتُ سَدَ بَیْطٍ
اللہ نے تم پر مردار حرام قرار دیا ہے۔ اگر کسی حلال جانور کو شریعت کے بتلائے
ہوئے طریقے کے مطابق ذبح کر لیا جائے، تو اگرچہ وہ ذبح کیا گیا ہے، مگر
وہ مردار کے حکم میں ہی آئے گا۔ اگر کوئی جانور بغیر بکری وغیرہ خود بخود مر گئی تو
نہا ہر ہے کہ وہ مردار ہی ہوگی اور اللہ کے اس حکم کے مطابق اس کا کھانا
قطعی حرام ہوگا۔ سورۃ مائدہ میں مردار کی بعض دوسری صورتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے
یعنی وہ جانور بھی حرام ہے جو لگا گھٹ کر مر جائے، یا چوٹ لگنے سے مر جائے
یا کسی لادنی جگہ سے گر کر چمک ہو جائے، یا بے درندے بھاڑ کھائیں یا جو کسی تھن
پر ذبح کیا گیا ہو۔ اگر کوئی جانور بعد از اللہ کا نام لے بغیر ذبح کر دیا جائے تو وہ بھی
مردار کی تعریف میں آئے گا۔ بلکہ حمل کا کرتے ہیں یا انڈے جانور کی پیشانی میں
گولی مار کر چمک کر میتے ہیں۔ یہ دونوں طریقے حرام ہیں، کوئی مسلمان ایسے جانور
کا گوشت نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح اگر کسی زندہ جانور کے جسم سے کوئی حرکت
لیا جائے تو وہ بھی حرام ہوگا۔ نانہ جاہلیت میں جب کسی پر مجبوری کی حالت
ہوتی تھی، کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا تو اونٹ کی کوٹن کاٹ کر کھا لیتے تھے۔
زخم بعد میں ٹھیک ہو جاتا تھا۔ اسی طرح اگر کسی دنبے کی چٹنی کاٹ لیا جائے
تو وہ حرام کے حکم میں آئے گی۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے مَا اَبَیْنَا
مِنَ الْجَنْحِ فَهُوَ حَبِیْتُ جو عضو زندہ جانور سے کاٹ کر الگ کر لیا
جائے وہ مردار تصور ہوگا۔ مفسرین کرام مردار کی حرمت کی یہ حکمت بیان کرتے
ہیں کہ جسم کی سستی پیدا ہوتی ہے اور مردار کھانے میں لطافت و نفاذ کا عنصر
مفقود رہتا ہے۔ انسان میں اخلاقی رذیلہ پیدا ہوتے ہیں، لہذا اس کو حرام

قرار دیا گیا ہے ۔

فرمایا ایک تو مردِ حرام ہے اور دوسرا کافر یعنی بنے دلا خون کی حرام ہے ۔ جانور کو ذبح کرتے وقت جو خون بہہ جاتا ہے ۔ یہ ناپاک اور حرام ہے ۔ چونکہ خوراک انسانی اخلاق پر اثر انداز ہوتی ہے اس لیے خون کے استعمال سے انسان میں زندگی کی صفت پیدا ہوتی ہے ۔ خون گزار و دندے ، شیر ، چمکا وغیرہ کی طرح انسان بھی زندگی پر اثر آتا ہے ، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے خون حرام قرار دیا ہے ۔ البتہ اضطراری حالت کا ذکر آیت کے اگلے حصہ میں آ رہا ہے ۔ اگر کسی شخص کے جسم میں خون کی مقدار اس قدر کم ہو جائے کہ اُس کی زندگی کا بچاؤ مشکل ہو جائے تو ایسی حالت میں فقہائے کرام نے ایک انسان کا خون دوسرے انسان میں منتقل کرنے کی اجازت دی ہے ۔ عام حالات یا معمولی تکلیف میں انتقالِ خون درست نہیں ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ طہارت ، سماحت ، اجابت اور عدالت جیسے پاکیزہ اخلاق کی نشوونما میں خوراک کو بڑا دخل حاصل ہے ۔ انسان جس قسم کی خوراک استعمال کرے گا ۔ اُس کے اخلاق پر اسی قسم کے اثرات مرتب ہوں گے ۔

تیسری حرام چیز فرمایا قُلْ لَمْ يَنْفِزِ اللَّهُ فِیْ خَنْزِرٍ کَاغُوشَتَہٗ حقیقت خنزیر کی ہر چیز ناپاک ، کھانک ، پُڑیاں ، خون وغیرہ حرام ہیں تاہم چونکہ بعض اقسام میں عام طور پر اس کا گوشت کھایا جاتا ہے ۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے گوشت کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب حجۃ اللہ الباقیہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء کی شرائع میں خنزیر حرام ہی رہی ہے مگر یہ سب عیسائیوں کی بدخلقی سے جو اسے ہمیشہ بخیر کی طرح استعمال کرتے ہیں ۔ جب مسیح علیہ السلام دنیا میں دوبارہ نزول فرمائیں گے تو وہ اپنی قوم سے سخت ناراض ہوں گے کہ جس جانور کو مسائے نبیوں کی شریعت میں حرام قرار دیا گیا اُسے آپ کی قوم نے خوب

کھایا، چنانچہ اس کی ذلیل کی خاطر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کا قتل کر دیں گے۔ مرنے والا
 ہیدہ اللہ نہ ہو! اپنی تعمیر میں فرستے ہیں کہ اس جانور میں دو ایسی قیمتی خصلتیں پائی
 جاتی ہیں، جو انسانی فطرت کے خلاف ہیں، ایک یہ کہ یہ جانور گندگی کھاتا ہے۔
 لہذا اس کا گوشت کھانے والے شخص کے دل و دماغ میں بھی گندگی کے اثرات
 پیدا ہوں گے۔ دوسری بری خصلت یہ ہے کہ یہ ایسا بے غیرت جانور ہے کہ
 کسی گھنی نر ایک بار سے بیک وقت جھٹی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خنزیر
 قوموں میں انتہائی درجے کی بے غیرتی پائی جاتی ہے۔ جس کا منہ دہ دنیا میں
 کیا جا رہا ہے۔ بغیر شیعہ اللہ نے خنزیر کا گوشت بھی حرام قرار دیا ہے۔
 چوتھی حرام چیز نذر غیر مٹو ہے۔ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ مِن شَيْءٍ
 جو جانور اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کے تشریف اللہ خوشنودی کے لیے مشہور
 کیا گیا ہو، وہ بھی حرام ہے۔ اگر کوئی جانور یا دیگر کوئی چیز لالت، منات یا عزنی
 وغیرہ کی نذر کی گئی تو وہ حرام ہوگئی۔ اسی طرح شیخ مدھو کی گائے یا داکا بکرا
 اسی تعمیر میں آتا ہے اھلال کا معنی ہی آواز بلند کرنا یا تشریف کرنا ہوتا ہے
 مقصد یہ کہ اگر کوئی چیز اللہ کے نام پر منسوب کی گئی تو حرام ہو جائے گی۔
 البتہ ایصال ثواب مختلف چیز ہے۔ کوئی شخص اس نیت سے اللہ کے
 نام پر جانور ذبح کرے کہ اس کا ثواب فلاں بزرگ یا فلاں شخص کو ایصال کرنا
 مقصود ہے، تو اس میں کوئی حرج نہ انہیں۔ پیرانہ پیر کی گیارھویں کا بھی
 صحیح تصور ہی ہے۔ اور اگر عقیدہ یہ ہو کہ پیرانہ پیر یا کسی دوسرے بزرگ
 کے لیے قربانی نہیں کریں گے تو وہ نادم ہو جائے گا اور جان و مال میں
 نقصان کا خطرہ ہوگا تو یہی چیز نذر غیر اللہ ہے۔ غیر اللہ کے نام پر جانور
 ذبح کیا جائے یا چاول پکائے جائیں یا مٹھائی تعمیر کی جانے تو اگرچہ بظاہر تو اس
 میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی مگر محققین فرماتے ہیں کہ ایسی چیزیں روحانی
 سببست پائی جاتی ہے۔ ایسا مال کھانے والوں کی روح ناپاک ہو جاتی

ہے اور ان کا باطن مسخ ہو جاتا ہے۔ ان میں اچھے مذہبیت کی بجائے غلیظ مذہبیت جنم لیتے ہیں۔ اس سبب سے اور بڑے اخلاق کو صاحبِ نعمتیت لوگ بخوبی محسوس کرتے ہیں۔

میاں پر ایک اور مسئلہ بھی توجہ طلب ہے جس شخص کا عقیدہ گندہ ہے اگر وہ اللہ کا نام لے کر بھی ذبح کرے گا، تب بھی اس کا ذبیحہ مردار کی طرح حرام ہی ہوگا۔ ذبیحہ ان کا پاک ہوتا ہے۔ جن کا عقیدہ صحیح ہو۔ البتہ اہل کتاب کو یہ رعایت دی گئی کہ اگر وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کریں تو وہ جائز ہوگا کیونکہ وہ اپنی نسبت آسمانی کتاب کی طرف کرتے ہیں، البتہ کسی بہت پرست مجوسی یا مسند کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا، خواہ وہ ہزار دفعہ اللہ کا نام لیکر ذبح کرے بہر حال اللہ نے ان چار چیزوں کا ذکر کیا ہے کہ یہ حرام ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔

اس قطعی حکم کے بعد استثنائی صورت بھی بیان کر دی ہے فقہی اصطلاح جو کوئی اضطرری حالت میں ہو اس کے پاس حرام اشیاء کے خلاف کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہ ہو اور اس کی زندگی کو خطرہ پیدا ہو جائے تو اسے ایسی اشیاء استعمال کرنے کی وقتی طور پر اجازت ہے بشرطیکہ عین کرباخی مضطرب شخص سرکشی کرنے والا نہ ہو۔ کرباخی سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص جان بچانے کے لیے نہیں بلکہ لطف اندوز ہونے کے لیے حرام چیز استعمال کر رہا ہے۔ ایسی صورت یہاں کوئی حرام چیز مباح نہیں ہوگی۔ بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نافرمانی کے کام کے دوران کسی شخص پر اضطرری حالت وارد ہو جائے تو اس کے لیے بھی حرام چیز مباح نہیں ہوگی، مگر شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چوری یا داکے کی نیت سے سفر کر رہا ہے تو اسے سفر میں روزہ افطار کرنے اور نماز میں قصر کی اجازت نہیں ہوگی کیونکہ وہ بڑے مقصد کے لیے جا رہا ہے۔ البتہ لاسم البصیغہ کے نزدیک ایسا شخص گنہگار تو

بیمالت
اضطراری

مزد ہے مگر انکار اور قصر کا حق اُسے ہر مال حاصل ہے۔

فرمایا حرام کی اباحت کے لیے دوسری شرط ہے وَلَا عَاوَجَ مَضْطَرَب شخص حد سے بڑھنے والا نہ ہو۔ مثلاً اگر پاؤں بصر حرام چیز کا کر جائے بچا سکتا ہے تو اوروں پر کھانے کی کوشش نہ کرے۔ زیادہ کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اضطراری حالت میں اگر اس اباحت سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور اس کی جان بچا جاتی ہے تو وہ آدمی گنہگار ہوگا اگر اُس نے اللہ کی دی ہوئی رعایت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور اگر ایسی حالت میں حرام کھا یا ہے تو اللہ نے اس کی اجازت دی قَوْلَانِ الْفَكَهْ عَفِیْرٌ وَجِیْتُکُوْ وہ نہایت بخشش کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر کوئی عتاب نہ نہیں کرے گا۔

اگے اللہ تعالیٰ نے ایک اور مسئلہ بھی بیان فرمایا ہے۔ وَلَا تَقُولُوا اِلٰہَآ تَقُوْصُ اَنۡ یَّسۡبُکَکُمُ الْکَذِبُ ہٰذَا اَحَدَکَیْ وَہٰذَا اٰخَرُکُمۡ کسی چیز کو اپنی زبانوں سے حلال اور حرام قرار نہ دو۔ حلت و حرمت تمہارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کی مَّا اَحَلَّ اللّٰہُ وَہٰذَا اٰخَرُکُمۡ مَّا حَرَّمَ اللّٰہُ حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اگر میں اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت پر یقین رکھوں اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھوں تو کیا مجھے بھگت حاصل ہو جائے گی؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا، ہاں، بیشک تم بھگتی ہو۔

کسی چیز پر حلت و حرمت کا حکم لگانا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی صفت مخصوصہ ہے اور اس میں کوئی خدشہ نہیں۔ حلت و حرمت کا اختیار کسی بادشاہ کو ہے، نہ صدر کو اور نہ کسی پارلیمنٹ کو۔ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں تحلیل و تحریم ایک تحریری نفاذ کا نام ہے یعنی خدا تعالیٰ کے ہر چیز کے مالک ہونے کی وجہ سے یہ ایک قطعی حکم ہے کہ یہ کام

حلت و
حرمت
کا نفاذ

کر دے تو مؤمنانہ ہو گا اور فلاں چیز ترک کر دے تو انا خود جس کے بعض اوقات افعال پیدا ہوتا ہے کہ حلت و حرمت کا کام تو نبی کی طرف ہی منسوب ہے وَیُحِلُّ لَکُمُ الطَّيِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْکُمُ الْخَبَائِثَ (الاعراف) کہ وہ پاکہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔ اس کے جواب میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ نبی اپنی طرف سے کسی چیز پر حلت و حرمت کا حکم نہیں لگا تا۔ بلکہ نبی کو بیان کرنا اس بات کی قطعی دلیل ہوتا ہے کہ اللہ نے اس چیز کو حلال یا حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح مجتہد حضرات بھی بعض چیزوں پر حلت و حرمت کا حکم لگاتے ہیں۔ یہ بھی ان کی اپنی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ وہ قرآن و سنت میں خود کر کے بیان کرتے ہیں کہ بات اس طرح کچھ میں آرہی ہے کہ یہ چیز حلال ہے یا حرام اور اس کی یہ دلیل ہے سوائے اللہ نے فرمایا کہ اپنی زبانوں سے یوں مت کہو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے جب اللہ نے کسی چیز کو حرام نہیں کیا تو تم کہے یہ حکم لگاتے ہو۔ مشرکوں نے بیکراہ۔ سائبر وغیرہ کئی قسم کے محرمات بنائے تھے۔ آج بھی مختلف علاقوں میں لوگ نذر و نیاز کی بعض چیزوں کو بعض مسوڈوں یا بعض عورتوں کے لیے حرام سمجھتے ہیں مالا لکہ اللہ نے تو ان کو حلال قرار دیا ہے۔ جو شخص ایسا کرے گا وہ مشرک محشر ہے گا۔

فرمایا اپنی زبانوں سے حلال یا حرام قرار نہ دو لَتَقُولُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ کہ یہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والی بات ہے۔ فرمایا: إِنَّ لِلَّذِينَ یُفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا یُعْلِحُونَ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو خود حلال یا حرام ٹھہرانے کی بجائے شریعت کا حکم تلاش کر دے کہ اللہ نے کیا فرمایا ہے اور اللہ کے نبی نے کس طرح بیان فرمایا ہے۔ پھر مجتہدین اور علمائے کرام کی تحقیق کیا ہے۔ خود سامعہ حکم لگانے والوں کے

ترجمہ

فَرَأَى ثَمْرَانَ رَقِيقًا لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ
 پھر ایک تیرا پروردگار ان لوگوں کے لیے جنہوں نے نادانی کے ساتھ
 برائی کا ارتکاب کیا۔ عقل و شعور پر پردہ پڑ گئی اور کوئی غلط قدم اٹھا بیٹھے
 فَتَرَى ثَمْرَانَ مَوْتًا مُقَدَّةً ذَلِكُمْ سِمْسَرٌ اس کے بعد تو یہ کرنی غلطی کا
 اس اس ہو گیا وَأَصْحَابُ لُوطٍ اور اپنی اصلاح بھی کرنی۔ یعنی اگر کسی کا حق قتل
 کیا تھا تو وہ مارا کر دیا اور آئندہ کے لیے محتاط ہو گئے۔ وَفَرَأَى إِبْرَاهِيمَ
مَوْتًا مُقَدَّمَةً عَلَى الْعُقُوبِ یہ حیثیت پر ایک تیرا پروردگار اس
 کے بعد بہت بخشش کرنے والا اور نہایت مہربان ہے اگر کوئی شخص
 سچے دل سے تائب ہو جاتا ہے اور اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ
 بھی اپنی بخشش اور رحمت کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے، اس
 کی تمام سابقہ خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

رسمہ ۱۳

النحل ۱۶

دیں ہی ایک ۲۱

آیت ۱۳۰ تا ۱۲۴

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا،
وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۲۰ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ
إِجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۱۲۱
وَاتَّبَعْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۚ وَإِنَّا فِي
الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝۱۲۲ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۲۳

ترجمہ :- بیشک ابراہیم علیہ السلام تھے پشورا اور
الاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک طرف
لگے والے ۔ اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں
سے ۱۲۰) وہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے
اللہ نے ان کو برگزیدہ بنایا، اور ہدایت دی سیدھے راستے
کی طرف ۱۲۱) اور وہی ہم نے ان کو دنیا میں سبوتا،
اور بچک وہ آخرت میں بہتر نیک لوگوں میں سے
ہیں ۱۲۲) پھر ہم نے وہی کی آپ کی طرف کر آپ
پیروی کریں ابراہیم کی امت کی جو ایک طرف لگے والے
تھے، اور نہیں تھے شرک کرنے والوں میں سے ۱۲۳)

دلایات

اس سورۃ میں شرک کی مختلف قسمیں یہاں ہو چکی ہیں۔ منکرین کی طرف سے توحید و رسالت اور قیامت کے انکار کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ مشرکین کی طرف سے حلال و حرام میں دخل اندازی کا ذکر بھی ہو گیا ہے۔ اب آج کے دوسریں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات کا رابطہ گذشتہ سے پیوستہ دوس کے ساتھ ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک غوث اور اس والی بیٹی کا ذکر فرمایا تھا جس کے اشدوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان پر صہک اور خوف کو مسلط کر دیا۔ اس بات سے مراد مکر و شرک جتنی ہے جس کی ابتداء ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل کر کے کر دی تھی اور یہی چیز ان دونوں دوس میں قدر مشترک ہے۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل بیان فرماتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ آپ اللہ کے ایما دار بند تھے اور چھوڑ کر گزرتے، نیز آپ شرک سے سخت متنفر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے دھمکے کی سختی سے تردید فرمائی ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں۔ فرمایا کہتے براہی کے حقیقی وارث حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکار ہیں، لہذا آپ کو بھی ملت ابراہیمی کے اتباع کا یہی حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے: **إِنَّمَا هِيَ تِلْكَ الْأُمَّةَ بَنِيكَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**
 پڑھا اور انا ہوں تھے۔ قرآن پاک میں لفظ امت کی معنوں میں استعمال ہوا ہے
 امت کا عام فہم معنی جماعت ہے جیسا کہ نیچے گزر چکا ہے **وَأَكْثَرُ مَا
 لَفْظُهُ لِمَنْعَلِكُمْ أُمَّةً وَأَخِي كَذَلِكَ** اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو
 ایک ہی جماعت یا گروہ بنا دیتا۔ یا جسے فرمایا **مَنْ خَلَقَ أُمَّةً
 أَخِي كَذَلِكَ** میں نے ذرا لے کر ان کو ایک بہترین جماعت ہو جو لوگوں کو نیچے
 کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہوں۔ امت کا ایک اور معنی امت بھی
 ہوتا ہے جسے سورۃ یوسف میں **خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَهْلًا لَكُمْ** کے

امت
ابراہیمی

مصاحب کے متعلق اُتے ہیں وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فَبَدَّ اُمَّةً لِّكُلِّ اُمَّةٍ دت کے بعد یاد آئے کہ یوسف علیہ السلام نے اس سے کوئی بات کی تھی۔ امت کا معنی اطاعت اور نکت بھی آتا ہے۔ تاہم اس آیت کریمہ میں امت کا لفظ امام اور پیشوا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی ابراہیم علیہ السلام لوگوں کے امام تھے۔ سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان گزر چکا ہے اِنَّا جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا اے ابراہیم علیہ السلام! میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا کروں گا۔ جسے امت کا لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس لحاظ سے بھی صادق آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں وہ تمام کمالات جمع فرمائی تھے جو ایک پوری جماعت میں بحیثیت نگران ہوتے ہیں۔ وہ مالک ہے، پاس ہے تو ایک شخص میں جہاں بصر کی خوریاں جمع کر دے جیسا کہ مقولہ ہے لَيْسَ عَلَيكَ اَللّٰهُ بِشَيْءٍ اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمُ عَلَیْكَ وَاجِد۔ تاہم اس مقام پر مفسر اور پیشوا اور معلم مراد ہے۔

امام ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے۔ اِنَّا مَعَاذًا كَانَتْ اُمَّةٌ فَلَمْ نَأْتِ بِاَللّٰهِ یعنی حضرت معاذؓ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ایک مکمل امت تھے۔ کسی شخص نے آپ کے حق میں لفظ امت کے استعمال پر اعتراض کیا تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امت کا ایک معنی معلم الخیر بھی ہوتا ہے۔ حضرت معاذؓ بڑے پائے کے نبی کی بات بنلانے والے معلم تھے، اس لیے ان کے حق میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ آپ کی ذات وہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا ہو وہ ان چار آدمیوں سے سیکھے یعنی عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ اور سالمؓ۔ تو گویا آپ معلم الخیر تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر نبی کی بات بنلانے والا کون ہوگا۔ اسی لیے اللہ نے مندرجہ

ابراہیم علیہ السلام ایک امت یعنی امام پیشوا اہل حق اور مسلم الخیر تھے۔

اطاعت اور
حنیفیت

فرمایا ابراہیم علیہ السلام پیشوا تھے كَانَتْ اٰیٰتُ اللّٰهِ تَعَالٰی کی اطاعت اور
فرمانبرداری کرنے والے بھی تھے۔ قنوت کا معنی اطاعت اور خشوع و خضوع بھی
ہوتا ہے۔ جسے سورۃ الزمر میں ہے اَمَّا هُوَ فَاَيْتٌ اُنْزِلَ
اَلْیَلِ سَاجِدًا وَّ اَخْلَاطًا تاجدار جو شخص رات کی گھڑیوں میں سجدے سے
اور قیام کے ذریعے اطاعت کا حق ادا کرتا ہے کیا وہ ناشکر گزاروں اور
نافرانوں کی طرح ہو سکتا ہے؟ مطلب یہ کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے
مکمل اطاعت گزار تھے اور ساتھ ساتھ حَنِيفًا حنیف بھی تھے، یعنی
ہر طرف سے کٹ کر، ہر باطل دین سے ہٹ کر صرف اور صرف خدا کے
پچھے دین کی طرف نکلے والے تھے۔ لغوی طور پر حنف کا معنی چلنے وقت پاؤں
کا اندھ کی طرف مائل ہونا ہے اور حنیف اس اونٹ کو کہتے ہیں جو پاؤں ٹھیک
کر چلا ہو یعنی ایک طرف کو مائل ہو۔ تو ابراہیم علیہ السلام اس لحاظ سے حنیف ہیں
کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر صرف ایک طرف نکلے والے تھے۔

امام شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب الغور البکیر میں مزید وضاحت فرمائی ہے
فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والا ہو، غدار پڑھے دھت
اپنا رخ خارج کعبہ کی طرف کرنا ہو۔ بیت اللہ شریف کراچ کرنا ہو، غدار کرنا
ہو اور غلبہ جنبت کرنا ہو، وہ حنیف ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں یہ
ساری خوبیاں موجود تھیں۔ آپ کے سوا نہ تھے۔ خود قائد کبیر تعبیر کیا، خود کامی
کا حج کیا، اس کی طرف منہ کر کے غدار پڑھی، غدار کیا اور غلبہ جنابت ترک
کے بعد عمر بھر میں زمانہ جاہلیت میں بھی رائج تھا جو کہ ملت ابراہیمی کا ایک
جزو ہے تو اس لحاظ سے ابراہیم علیہ السلام حنیف تھے۔ پھر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے عام مومنوں کو بھی حنیفیت کا درس دیا ہے جیسا کہ سورۃ الحج میں ہے
مُحَمَّدٌ اَرٰسَهُ عَلٰی خُسْرٰی یعنی یہ تمام سب کے سب حنیف

جیسا کہ گذشتہ رکوع میں بیان ہو چکا ہے، ان کے لیے اللہ کا سب سے بڑا انعام یہ تھا: **وَلَقَدْ نَجَّيْنَاكَ وَأَهْلَكَ وَمُؤْمِنِي قَوْمِكَ** کہ ان کے پاس اپنی
 میں سے اللہ کا عظیم نشان رسول آیا: **فَكَذَّبُوهُ** منکران بد بختوں نے
 اُسے بھی جھٹلادیا، ایمان نہ لائے اور اس طرح اللہ کی ایک عظیم نعمت کی قدر دانی
 کی۔ کفرانِ نعمت کے متعلق سورۃ ابراہیم میں گزرا چکا ہے: **الَّذِينَ كَفَرُوا**
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ **لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا** آپ نے نہیں دیکھا
 ان لوگوں کی طرف جنہوں نے اللہ کی نعمت کی سخت ناقدری کی۔ یہ نعمت اللہ
 کا رسول ہی تھا جسے جھٹلادیا گیا۔ ان کے برخلاف ابراہیم علیہ السلام تو انعاماتِ الہیہ
 کے صحیح قدر دان تھے اور اس کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ امام رازی نے اپنی تفسیر
 میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کی طرف سے عطا کردہ روزی کے اس قدر قدر دان
 اور شکر گزار تھے کہ یہاں کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے کہ کہیں اللہ کی نعمت کی
 ناقدری نہ ہو جائے۔ یہاں رازی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ مسافر کے انتظار میں رہتے
 حتیٰ کہ جب سفر شے قوم لوط پر عذاب سے گرائے اور آپ کے پاس انسانی
 شکل میں حاضر ہوئے: **فَمَّا كَانَتْ أَنْ جَاءُوا بِعِجْلٍ حَنِيفٍ** (رہو)
 تو آپ فوراً کچھ ملائی کر کے آئے تاکہ مہمانوں کی خدمت کر سکیں۔ قرآن پاک
 نے آپ کی یہ صفت بھی بیان کی ہے: **كَانَ إِذْ هِيَ ذُو الْقُرَىٰ**
وَالنَّجَّىٰ ابراہیم علیہ السلام نے اپنا عہد لڑا فرمایا۔ جب ابتلا کا وقت آیا،
 آپ کو آگ میں پھینک دینے کی تیاری ہو گئی تو آپ کو وہی تمددِ یاد ہم نہیں
 ہوا بلکہ حکم خداوندی پر راضی رہے۔ سورۃ الصافات میں ہے: **إِذْ جَاءَهُ زُلْزُلَةٌ**
يَقُلُّ سَلِيمٌ آپ اپنے پردہ و کار کے پاس قلبِ سلیم سے کہہ رہے تھے
 آپ ابو الانبیاء اور امام الانبیاء ہیں۔ آپ حقیقت کے سب سے پہلے
 اور سب سے بڑے امام ہیں۔ فرمایا: **إِنَّمَا أَتَى النَّاسَ اللَّهُ بِالْحَقِّ** آپ کو
 بگزیہ بنایا: **وَهَذَا لَهُ الْبَصِيرَاتُ** مستقیماً اور آپ کو یہ ہے

راستے کی طرف ہدایت دی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے افعال میں جو اس نے
ہر ابراہیم علیہ السلام پر کیے۔ اور پھر آپ نے بھی اپنی احسانات کا پورا پورا شکریہ ادا
کیا، اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ کیا اور ایک لحظہ بھروسے کے لیے بھی اُس کی یاد
سے غافل نہیں ہوئے۔

دنیا کی
جھلٹی

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے فرمایا **وَإِنِّي نَذَرْتُ** اللہ تبارک و تعالیٰ نے
ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں جھلٹی جھلٹی فرمائی۔ روزی میں فراخی عطا کی۔
صاحب وجاہت اور کمال درجے کی ولادت دی۔ تمام حق پرست آپ کی
عزت کرتے تھے۔ اللہ نے آپ کو نیکی اور خیرت عطا فرمائی۔ آپ کی ولادت
میں سلسلہ نبوت قائم کیا۔ چنانچہ قیامت تک کے لیے آپ کے حق میں مٹا نہیں
ہوئے لگیں۔ ہم آخری امت کے لوگ بھی جب نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود پڑھتے ہیں۔ **اللَّهُمَّ صَلِّ**
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ اے خداوندی! خیر و برکت تو ساتھ ہی بھیجتے ہیں۔
كَعَاصِيكَ اے ابراہیم! خیر و برکت تو ساتھ ہی بھیجتے ہیں۔
اے مولا کریم تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی آل پر اپنی رحمتوں کا نزول
فرما جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل کو اپنی رحمتوں
اور برکتوں سے نوازا۔ یہود و نصاریٰ غلط کار ہونے کے باوجود حضرت
ابراہیم علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں۔ یہی دنیا کی جھلٹی ہے۔ پھر واضح کیا کہ دنیا
میں جھلٹی مائل ہونے کا مطلب نہیں ہے کہ آپ آخرت سے محروم رہ
جائیں گے، بلکہ **وَلَا يَنْفَعُ فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّلٰوٰتُ** آپ آخرت
میں بھی نیکی کار لوگوں میں شامل ہوں گے۔ اللہ نے دنیا میں آپ کو مقصد اور
پیشوا بنایا۔ دینِ قیم اور صراطِ مستقیم پر چلایا اور سب لوگوں کو اسی راستے پر چلنے کا حکم
دیا، تو آخرت میں بھی آپ اگلی صفوں میں نمک لوگوں کے ساتھ ہوں گے یہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل کا بیان تھی ہو گیا۔

طریقہ پر بھی
کا اقتداء

پھر فرمایا اَوْحَيْتُكَ اِلَيْكَ پھر ہم نے آپ کی طرف ہی نازل فرمائی
یعنی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا اِنَّ الشَّيْءَ وَاسِلَةٌ
اِبْرَاهِيْمَ حَنِيفًا کہ آپ ملت ابراہیمی کی پیروی اختیار کریں۔ آپ کی
ملت وہی دین حق اور دین اسلام ہے جو ابتداء سے چل کر رہا ہے۔ دین
تمام غیروں کا ہمیشہ ایک ہی رہا ہے، ملت بھی تقریباً سب کی ایک ہی
ہے۔ دین اور ملت سے مراد موٹے موٹے اصول ہیں جو ہمیشہ یکساں رہے
ہیں البتہ مختلف اُمم کی شرائع میں مکان و زمان کی مناسبت سے بعض
تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے مسائل اور جھڑپات ہوتی ہیں
جو مصلحت کے مطابق تبدیلی ہوتی رہتی ہیں۔ البتہ ملت اور دین تبدیل
نہیں ہوتا۔ اسی لیے فرمایا کہ آپ بھی ملت ابراہیمی کا اقتداء کریں۔ وہ
ابراہیم علیہ السلام جو حنیف یعنی ہر طرف سے کٹ کر اور ہر دین سے
بیزار ہو کر صرف ایک اللہ کی طرف اور اس کے دین کی طرف رجوع
کرنے والے تھے۔ وَمَا كُنَّا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِلاَّ مُنَاقِبَةً کہ آپ
مشرکوں میں سے نہیں تھے۔ اللہ نے شرک کی دوبارہ تائید نہ فرمادی کہ
وہی کہ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق سورہ بھی حتمی نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں
نے کبھی کسی قسم کے شرک کی حیثیت کی ہو۔ وہ تو بچے ٹوہرہ تھے، لہذا مشرکوں
کو آپ کا نام لینے ہوئے اور آپ کی طرف اپنی نسبت کرتے ہوئے
کچھ تو شرم آتی ہوا ہوئے۔

دبہما ۱۴

النحل ۱۶

دوسری دور ۲۲

آیت ۱۲۴ تا ۱۲۵

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۲۴﴾ ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ :- بیشک سب کو گنہ گار بننے کے دن کی تعظیم اُن لوگوں پر جنہوں نے اس میں اختلاف کیا۔ اور بیشک تیرا پروردگار البتہ فیصلہ کرے گا اُن کے درمیان ثابت کے دن ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿۱۲۴﴾ آپ دعوت دیں اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔ اور جھڑپا کریں اُن سے اس بات کے ساتھ جو بہتر ہے۔ بیشک تیرا پروردگار بہتر جانتا ہے اُس کو جو اُس کے راستے سے ہٹ گیا اور وہ بہتر جانتا ہے ہدایت والوں کو ﴿۱۲۵﴾

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل کلمات بیان فرمائے، اُن کی قوت کا ذکر کیا اور اُن کی پیروی کا حکم دیا۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی سب ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔ مشرکین

دبہات

عرب اگرچہ فنی طور پر ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے مگر وہ آپ کا طریقہ چھوڑ چکے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام تو ضعیف اور موندہ تھے اور شرک سے قلعہ طور پر بیزار تھے، مگر عرب کے لوگ شرک میں مہوش ہو چکے تھے ان کی اکثریت کفر پر اور شرک پر رسوم ہی میں پھنس کر رہ گئی تھی اور اصل دین بھول چکی تھی عرب میں کوئی جگہ بت پرستی سے خالی نہ تھی حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ خانہ کعبہ بھی بت پرستی کا گڑھ بن چکا تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ ان شرک پر اور کفر پر بغاں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا کتنی زیادتی اور مشرکوں کے لیے باعث شرم ہے۔

جنّت کے دن کا عظیم

بعض اہل کتاب اعتراض کرتے تھے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر ہیں تو پھر جنت کے دن کی تعظیم اور اس دن خاص عبادت کیوں نہیں کرتے۔ اللہ نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا إِنَّمَا حُجِّجَ الْكَثْبَةُ عَلَى الَّذِينَ احْتَكَمُوا فِيهِ بیشک جنت کے دن کی خصوصیت (تعظیم اور خاص عبادت) ان لوگوں کے لیے مقرر کی گئی تھی جنہوں نے اس دن کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔ جنت کے دن کی خصوصیت کا ذکر سورۃ البقرہ اور سورۃ مائدہ میں بھی موجود ہے، مگر اس دن کو یہ حیثیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوئی تھی، بلکہ اس کا حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نافذ ہوا تھا۔ کیونکہ اسی ردّ میں لوگوں نے اس خاص دن کے متعلق اختلاف کیا تھا۔ اس اختلاف کی حقیقت کا تذکرہ حضور علیہ السلام کی حدیث مبارکہ میں ملتا ہے۔ تغیری روایات میں بھی آئے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسجد کا خصوصیت دن مقرر فرمایا ہے، لہذا اس دن کا رد یا حرکت کر کے محض اللہ کی عبادت کیا کرو۔ مگر یہودیوں نے اس دن کی فضیلت کو تسلیم کرنے میں اختلاف کیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تو

اُس دن کو خاص دن تسلیم کریں گے۔ تعطیل منائیں گے اور کاروبار چھوڑ کر صرف
 اللہ کی عبادت کریں گے کچھ دن اللہ تعالیٰ کائنات کو پیدا کرنے کے بعد
 فارغ ہوا تھا، اور وہ ہفتے کا دن بناتا ہے۔ اس کی تفصیل تورات میں موجود
 ہے اور قرآن میں بھی اشارہ ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو چھ
 دن میں مکمل کیا اور پھر آدم علیہ السلام کی تخلیق جمعہ کے دن آخری وقت میں ہوئی۔
 کائنات کی تخلیق کا سلسلہ قرچھ دن میں مکمل ہو گیا۔ اور ہفتہ کا دن خالی تو انسانوں نے
 اس دن کو اختیار کر لیا۔ مگر انسانوں نے جمعہ کے دن میں اختلاف کیا۔ اسی طرح
 نصاریٰ پر بھی جمعہ کا دن پیش کیا گیا کہ اس دن اللہ کی خاص عبادت کیا کریں مگر
 انہوں نے بھی اس طرف توجہ نہ کی اور کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہود
 کی عید ہمارے بعد ہو، لہذا انہوں نے یہودیوں کے ہفتہ سے بعد والا دن اوار
 اختیار کر لیا کہ ہم اس دن چھٹی کر کے اللہ تعالیٰ کی خصوصی عبادت کیا کریں گے
 حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی سعادت ہمارے حصے میں
 رکھی تھی جب کہ یہود و نصاریٰ اس سے محروم ہے۔ آپ کا ارشاد مبارک
 ہے عَنْ الْأَخْزَرِيِّ قَالَ وَلَمَّا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَعَثَ
 أَنْ أَوْثَقُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ هُمْ سَبْعَ آخِرِينَ آتَيْنِ طَائِفَةً
 مِنْهُمْ قِيَامَتِ طَائِفَةٍ مِنْ سَبْعِ أَوَّلِينَ هُمْ سَبْعُ آخِرِينَ هُمْ سَبْعُ آخِرِينَ
 دن بعد اور نصاریٰ اُن کے ایک دن بعد یعنی علی الترتیب ہفتہ اور اتوار
 کو پیش ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کو تمام ایام پر فضیلت بخشی ہے
 اور اُسے سید الايام کا خطاب دیا ہے کہ یہ ان تمام دنوں کا سردار ہے۔
 صاحب تفسیر چینی لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک
 شخص کو دیکھا جو ہفتے کے دن سامان اٹھائے گا رو بار کے لیے جا رہا تھا۔
 آپ نے اُسے روک دیا اور حکم دیا کہ اس کی گردن اتار دو کیونکہ اس نے ہفتہ
 کے دن کی تعظیم نہ کر کے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ چنانچہ اُس شخص کو

قل کر دیا گیا اور اس کی دوش کھلے عام پھینک دی گئی جسے پالمیں دن بھر دھندے اور پردے سے نوج فرج کر رکھتے تھے۔ اس دن کی تعظیم کا اشتہار حضرت حکم تھا۔ پھر ائمہ علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں نے اس دن کی تحفیر کی۔ ان کو پہنچنے کے دن شکار سے منع کیا گیا تھا مگر وہ اس دن براہ راست تو بھلی کاشکار نہیں کرتے تھے، البتہ انہیں حوض میں بندھ دیتے اور ان کو کھلی العیض پکڑ دیتے تھے، اس طرح وہ جلد ساری سے اللہ کے حکم کی نافرمانی اور ہفتہ کے دن کی نافرمانی کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کا قہر نازل ہوا اور ان لوگوں کی نگلیں بندوں اور خنزیروں میں تبدیل ہو گئیں اور پھر صومراہی سے بالکل ہی نا پید کر دیے گئے۔ اللہ نے اتنی سخت سزا دی۔

مجموعہ کے
دن کتابی

اللہ تعالیٰ نے امتِ آخر الزماں کے لیے مجمع کا دن مقرر فرمایا ہے مگر زیادہ سختی نہیں کی بکہ اہل ایمان کے لیے آسانی پیدا فرمائی ہے۔ اس دن کے متعلق سورۃ جمعہ میں موجود ہے۔ اے ایمان والو! اِذَا نَادَىٰ بِالصَّلَاةِ وَانْصَلَوْا فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ "جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو فوری طور پر نماز کے لیے حاضر ہو جاؤ اور کاروبار ترک کر دو۔ اس حکم میں دو چیزیں ہیں ایک ذکر الہی یعنی خطبہ سنت اور دوسرا نماز پڑھنا۔ فرمایا اِذَا نَادَىٰ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ اِسْمَعُوا وَاسْتَعْمِلُوا فَمَنْ خَلَّىٰ عَنْ صَلَاتِهِ فَمِنْ غَيْرِهِ فَمَنْ كَفَرَ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ "مناز سے فارغ ہو جاؤ، قرآن میں پھیل کر روزی تلاش کرو، سارا دن قیام منانے کی ضرورت نہیں بلکہ نماز کے بعد اپنے کاروبار، کھیتی باڑی، شہارت، ملازمت، مزدوری، جہاں بھی تم کام کرتے ہو، صرف نماز جمعہ کا حکم ٹھوکر ہے۔ اگر کوئی شخص جلاوطن نہیں جیسے مسلسل ترک کر دے تو وہ منافقوں میں شمار ہوگا، دل پر ہر گز جانے گی۔ یہ حال اللہ نے ہمارے لیے یہی آسانی فرمادی ہے کہ سیدہ اایام بھی عطا فرمایا اور زیادہ سختی بھی نہیں فرمائی

ہفتے کے دن کی سختی ان لوگوں پر تھی جنہوں نے جمعہ کا دن تو قبول کر لیا اور اس کی بجائے ہفتہ کر لیا اور پھر اس پر پورے دائرے فرمایا وَأَنَّ
رَبَّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ بیشک تیرا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے تھے ان کا حتمی فیصلہ اللہ تعالیٰ کی آخری عدالت میں ہی ہوگا۔

فریضہ تبلیغ
 حکمت

ابراہیم علیہ السلام کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی بہت کی ہے۔ اور تبلیغ کا طریقہ کار بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے أَوْشَعَ الْحَىٰ سَبِيلَ رَبِّكَ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں جس کے لیے اللہ نے تین طریقے تجویز کیے ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ تاہم ہر نبی دعوت الی اللہ کا داعی ہوتا ہے کہ یہ امرائے کفرائے منہی میں داخل ہے۔ خود حضور خاتم النبیین کے متعلق قرآن پاک نے فرمایا کہ آپ فَرَاغَ عَنِ الْكَافِرِ بِالْإِيمَانِ وَسَوَّاءُ جَانِبَيْنِ (الاحزاب) ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل کی طرف دعوت دینے والے اور روشن چراغ ہیں۔ اللہ نے عام اہل ایمان کے متعلق بھی فرمایا وَمَنْ لَّحَسَنٌ قَوْلًا لَّحَسَنٌ دَعَا إِلَى الْكَلِمَةِ (حشر سجدہ) اہل شخص سے اچھی بات کہنے کی ہو سکتی ہے جو اللہ کے راستے کی دعوت دیتا ہے۔ خود بھی ایمان رکھتا ہے اور عامل بالا حکام بھی ہے۔ مومن، عامل اور داعی ہونا انبیاء کا طریقہ کار ہے۔ بہر حال اللہ نے دعوت کے تین طریقے بیان فرمائے ہیں جن میں سے پہلا طریقہ فرمایا بِالْحِكْمَةِ حکمت اور دانائی کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیں اہم ملکات کے سنت کہ حکمت سے تعبیر کیا ہے۔ گویا حضور علیہ السلام کی تمام صحیح، یقینی اور قطعی باتیں حکمت میں داخل ہیں۔ اسی کے ذریعے شکوک و شبہات دور ہوتے ہیں اور دل میں یقین پیدا ہوتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہے وَمَنْ لَّيُؤْتِ الْحِكْمَةَ

جاتے ہیں، لوگ فوق و شوق کے ساتھ سنتے ہیں۔

خود قرآن پاک کا ایک نام مَوْعِظٌ ہے کہ اسے پڑھ کر لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں، اس سے عقیدے اور اخلاق کی اصلاح ہوتی ہے عمدہ طریقے سے نصیحت کی مثال خود قرآن نے بھی بیان کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس جا کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا تو ساتھ فرمایا: فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا (ظہر) اُس سے نرم، لہجہ میں بات کرنا تاکہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈر جائے، مغرضیکہ نصیحت کئے وقت ہمیشہ نرم بات کرنی چاہیے تاکہ مخاطب کے لیے مؤثر ثابت ہو۔

حضرت علیہ السلام ایک موقع پر خطبہ ارشاد فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا اور دور ان خطبہ ہی کہنے لگا کہ حضرت! آپ مجھے وہ بات سکھائیں جس سے میں نواقف ہوں اور اللہ نے آپ کو اس سے واقف کیا ہے۔ آپ نے سوچے کی کرسی چٹوڑائی، اُس پر تشریف فرما ہونے، اس شخص کو بات سکھائی اور اس کے بعد اپنا پہلا خطبہ جاری رکھا۔ اسی طرح ایک دیہاتی حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: اِهْتَ سَايِلُكَ فَصَدِّقْ عَلَيْنَا۔ حضرت! میں ایک سائل ہوں۔ دیہاتی آدمی ہوں، اَدَب و آداب کی پاسداری نہیں، لہذا اسٹنچی سے سوال کر دوں گا، آپ ناراض نہ ہونا بلکہ میرے سوالوں کا جواب دینا۔ آپ نے فرمایا، پوچھو کیا پوچھو ہے، اس نے سوالات کیے اور آپ نے نہایت نرمی سے جواب دیے۔ ایک اور موقع پر آپ علیہ السلام ازمنیٰ پر سوار جا رہے ہیں کہ ایک شخص آگے بڑھ کر ازمنیٰ کی صبا پر چڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ آگے پھر جائیں، پہلے میری راہنمائی کر دیں۔ اُس شخص نے سوال کیا۔ حضور علیہ السلام نے تمام صحابہ کو جمع کر کے فرمایا کہ یہ شخص سوال پوچھ کر رہا ہے، تم بھی سنو، پھر اس شخص نے اپنا سوال دہرایا اور آپ نے اس کا جواب دیا۔ سائل کی تسلی ہو گئی اور صحابہ کو بھی اطمینان حاصل ہوا، آپ نے اس شخص

سے فرمایا خَلِّ یعنی اب ہمدرد چھوڑ دے اور ہمیں جانے دے۔ چنانچہ آپ
اگلے تشریف لے گئے۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام صواب کے ہمراہ نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک
شخص آیا اور نماز کے دوران ہی گفتگو شروع کر دی۔ لوگوں نے خاموش رہنے
کا اشارہ بھی کیا، مگر وہ شخص غصے میں بولتا رہا۔ پھر جب نماز ختم ہو گئی تو حضور
علیہ السلام نے اُسے قریب بٹھا کر سمجھایا کہ نماز اللہ کے ذکر اور اس کی تسبیح و تہلیل
کے لیے ادا کی جاتی ہے۔ اس میں قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے، اس لیے
نماز کے دوران کلام نہیں کرنا چاہیے۔ آپ نے اچھے طریقے سے اسکی اصلاح فرما
دی تو وہ شخص کہنے لگا، خدا کی قسم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں
نے آج تک ایسا شیخ مسلم نہیں دیکھا۔ آپ نے نہ تو مجھے ٹرائٹ ٹریٹ
کی، نہ مارا پیٹا اور نہ ہی کسی قسم کی زبردستی کی بلکہ نہایت اچھے طریقے سے
بات سمجھادی، غرضیکہ تبلیغ کا دوسرا طریقہ اچھی نصیحت ہے جو علماء پرانے
میں کی گئی ہو اور جو مخاطب کے دل و دماغ پر اثر کرے۔ فرمایا دو سکر
درست کے لوگوں کو اچھے طریقے سے نصیحت کریں۔

فرمایا تبلیغ دین کا تیسرا طریقہ یہ ہے وَجَّادٍ لِّهٖ سُرٌّ بِأَلْحَافٍ
اَحْسَنُ اور اگر مخاطب کے بحث مباحث کی ضرورت پیش آجائے۔ سوال و جواب کا
مرقع ہو، اعتراض کا جواب دینا مطلوب ہو تو سختی اور تند خوئی کی بجائے نرمی اور
حکمت علی سے ہر سوال کا جواب دیں گاں گویا کی تربیت نہیں آئی چاہیے کہ
کے ساتھ جھگڑانے کی ضرورت نہیں، اخلاقی مدد دیں کہتے ہوئے ہر اعتراض کو
خندہ پیشانی سے نہیں اور اس کا اچھے طریقے سے جواب دیں۔ اگر اچھے طریقے
سے معاملہ کر سچا نہیں گئے تو اس کا مثبت اثر ہو گا۔ برعکس اس کے ہمارے
ہاں ہر فرقہ کے پیروکار دو سکر فرقہ والوں کو مغلوب کرنے کی خاطر مارتے ہیں
اور پھر اس سلسلہ میں اخلاقی حدود کو پامال کرتے ہوئے گالی گلوچ اور طعن و تشنیع

(۲۱)
مباحث
بطریقِ احسن

بلکہ فوجت پہنچ جاتی ہے جو کہ کسی طرح بھی احسن طریقہ نہیں۔ اس سے نہ تو مقرر کو کچھ حاصل ہو سکتا ہے اور نہ لوگوں کے پہلے کچھ پڑتا ہے۔ یہ طریقہ تبلیغ ہرگز اسلامی طریقہ نہیں ہے اور اس سے پروہن کرنا چاہیئے۔ اہل کتاب بڑے جھگڑاؤ قسم کے لوگ ہیں مگر ان کے متعلق بھی اللہ نے فرمایا "وَلَا تَجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" (العنکبوت) اُن کے ساتھ بھی بحث و مناظرہ کی ضرورت پیش آئے تو اچھے طریقہ سے مجاہدہ کریں تقریر و تحریر میں دوسکڑ کے خلاف گندی زبان و قلم کا استعمال قطعاً پسندیدہ امر نہیں۔ اللہ کے نزدیک دوسکڑ کی تائید کرنا بہت بری بات ہے لہذا مباحث میں شریعت کی حدود سے تجاوز نہ کرو۔ ایسا کرو گے تو ٹاڈے کی بجائے نقصان ہی ہوگا۔

تین قسم کے لوگوں کے لیے اللہ نے تین طریقے بتلا دیے ہیں کہ ان اصول کی روشنی میں فریضہ تبلیغ لڑا کرو۔ تمام انبیاء نے ہی طریقہ اختیار کیے۔ منافقین نے انبیاء کے حق میں سخت ترین الفاظ استعمال کیے، جسمانی اور ذہنی ذریت پہنچائی مگر انہوں نے ہمیشہ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرم گفتاری کو اپنا شعار بنایا۔ نوح علیہ السلام کی قوم آپ کے خلاف سخت ترین الفاظ استعمال کرتی تھی۔ کہتے تھے میری بات ہماری کچھ میں نہیں آتی، قوم نے کہا، ہم تمہیں کھلی گمراہی میں مبتلا پاتے ہیں مگر اللہ کے پکے نبی نے جواب میں صرف "لَا فِرَیْءَ لَیْسَ بِیْ مِثْلَکُمْ" (بی مثلہ) گئے میری قوم! میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ تمام جانوں کے پروردگار کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اور تمہیں ان کا حکم سنا رہا ہوں۔ سورۃ ہام میں حضور علیہ السلام کی زبان سے کھلا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں "اِنَّ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَشٰی وَهٰذَا لَمِیْ خُشُوْ تَتَفَكَّرُوْا" کہ تم خدا کے لیے دو رہو کہ کیا فرماؤ؟ اگر کھڑے ہو کر غلّ کر دو تو اسی نتیجے پر پہنچو

گئے "مَسَايِمُكَ حَبِيبُكَ حَوْثُ جَنَّةٍ" کہ تمہارے صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ریواضعی کرنی بات نہیں ہے۔ وہ تو علم و حکمت کے دریا بہا رہا ہے۔ اس کے ایک ایک کلمے میں ہزاروں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ غرضیکہ تمام انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ دین کے لیے ہمیشہ نرم و خوی کو اختیار کیا اور یہی طریقہ اللہ نے عام لوگوں کو بھی سکھایا ہے۔

ہمارے دور کے مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ اس طریقہ تبلیغ کے مجسم نمونہ تھے۔ ان کے مؤلفات حسن سے کمال کا تھے اور ایمان کی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ جب کوئی آپ کو کسی دوسرے فرقے کے ساتھ مناظرے کی دعوت دیتا تو آپ انکار کر دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگر مخالف نے کوئی صحیح بات کہی تو میں فوراً ان باتوں کا اہم کم کو لے کر میں نے تمہاری تحقیق کرادی ہے، لہذا میں مناظرہ بازی کے چکر میں نہیں پڑوں گا۔ ہمارے مدارس میں علم مناظرہ کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق بات کو دلائل کے ساتھ واضح کر دیا جائے۔ اگر کوئی مخالف فریق حق بات کہتا ہے تو اس کو تسلیم کرنے میں آمیل نہ کرو اور جو غلط بات کہتا ہے اس کا حق طریقے سے جواب دو۔ مگر اب حالت یہ ہو چکی ہے کہ کوئی کسی کی حق بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ مخالفت برائے مخالفت کا عبوت سر پر مل رہا ہے اور سچی چیز اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے۔ آج ہم اسلام کا نام لے کر اٹھی کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور ہمیں اس کا احساس تک بھی نہیں ہے۔

فرمایا کسی کے ساتھ مناظرہ، مباحث یا جھگڑا کرو تو بہتر طریقہ سے ۔
 اِنَّ زُجَاجَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَقْتِ صَدِّقٍ عَنْ سَبِيلِهِ
 جھگڑا تیزا پورہ دیکار اس شخص کو جانتا ہے جو راستے سے ہٹا ہوا ہے
 وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اور وہ ہدایت والوں کو بھی خوب

جانتا ہے۔ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ سب
 لوگوں کے درمیان فیصلہ بھی اسی نے کرنا ہے، لہذا تم کبھی غلط راستہ
 اختیار نہ کرو۔

صفحہ ۱۳

النحل ۱۶

دوسری سورت ۲۳

آیت ۱۲۶ تا ۱۲۸

وَأَنْ عَاقِبْتُمْ فَاقْبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ
وَلَكِنْ صَبْرُكُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾
وَأَصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ
اللَّهِ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ :- اور اگر تم ہلہ لہا پس ہلہ لہا اس کی
مثل جتنی تم کر نکلیت پہنچائی گئی ہے ۔ اور اگر تم صبر کرو
تو بہتہ وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے ﴿۱۲۶﴾ اور
(لئے پیغمبر!) آپ صبر کریں ۔ اور نہیں ہے آپ کا صبر کرا
مگر اللہ (کی توفیق) سے ۔ اور نہ ٹھکین ہوں آپ لگ
(مخالفوں) پر ۔ اور نہ ہوں ٹکی میں اسی چیز سے جو ، تدبیر
کرتے ہیں ﴿۱۲۷﴾ بیشک اللہ تعالیٰ اسی لوگوں کے ساتھ ہے
جو ڈرتے ہیں اور وہ لوگ جو سچی کرنے والے ہیں ﴿۱۲۸﴾

سورۃ النحل کی این آخری تین آیات کے نزول کے متعلق مفسرین کی دو
راہیں ہیں ۔ امام ابوحنیفہؒ کے استاد محکم کے استاد احمدیث حضرت عطاءؒ کی روایت
سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ ہذا کی این تین آیات کے سوا باقی ساری سورۃ منلی
درمیں نازل ہوئی جب کہ یہ آیات منی دنگ میں نازل ہوئیں اور ان کا نزول
فتح مکہ کے قریب ہے ۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ ساری کی ساری سورۃ منلی

ہے اور ان آیات میں بیان کردہ انتقامی کاروائی کا قانون غزوہ اہد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر مکان و زمان کے لیے نافذ العمل ہے۔ اس لحاظ سے غزوہ اہد کے موقع پر پیش آمدہ حالات پر بھی اس قانون کا اطلاق ہوتا ہے۔

پہلے نظریہ کے مطابق ان تین آیات کا شاہین نزول غزوہ اہد سے وابستہ ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی، ستر مسلمان شہید ہوئے جن کے ساتھ کفار نے بڑی زیادتی کی۔ ان شہداء کے اعضاء کاٹ کر ان کا ٹکڑا بایا گیا حتیٰ کہ سید الشہداء امیر حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چھایا گیا۔ اس کاروائی کا مسلمانوں کو بڑا صدمہ ہوا۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے اپنے شہداء کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: **سَبَّحُوا**! اگر اللہ نے ہمیں کافروں پر علیہ عطا فرمایا تو ہم ان کے ساتھ اس سے بڑی انتقامی کاروائی کریں گے۔ ہم بھی ان کے سروں کے ٹکڑے پاؤں، ناک، کان وغیرہ کاٹ کر ان کو ٹھنڈا بنائیں گے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس عزم کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں اللہ نے زیادتی کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنے ارادے سے جمع کر لیا اور دو ستر لوگوں کو بھی کسی کا شہدہ بننے سے منع فرمایا۔

امام سیوطیؒ نے متذکرہ کے حوالے سے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے قسم کا کفار بھی اور ان کے آئندہ ایسی انتقام کاروائی کا ارادہ ترک کر دیا۔

ارشاد ہوتا ہے: **وَإِنْ حَاقَّتْ لَهُمْ رَاقِبَةٌ فَلْيُجَاهِدُوا فِى سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ** اگر تم بدلہ لینا چاہو فقہاً قیو! یہ سبیلِ اللہ کی خاطر لڑو، تاکہ تم کو رحم ملے۔

پہنچائی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ بدلہ لینے وقت زیادتی نہ کرو۔ بلکہ پہنچائی گئی تکلیف کی حدود میں رہتے ہوئے دشمن کو اتنی ہی اذیت پہنچاؤ۔ اور یہ بھی محض عبادت ہے، ضروری نہیں۔ اس کے برخلاف تو کہیں حکم ہے کہ اگر تم اس تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے صبر سے کام لو، یعنی بدلہ لینے کا ارادہ ہی ترک کر دو، دشمن کو ایسے ہی معاف کر دو کہ **لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ**

اگر دشمن نے تبار سے آدمی کی جان تلف کی ہے تو تم بھی اس کی جان لے گئے۔
 ہو۔ اور اگر دشمن نے کسی کا کوئی عضو کاٹا ہے تو تم بھی اس کا وہی عضو تلف کر سکتے
 ہو۔ اس قانون کی تفصیل اللہ نے سورۃ مائدہ میں بیان فرمادی ہے: **أَنَّ النَّفْسَ
 بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ
 بِالْأُذُنِ كَالْيَدِ كَالْيَدِ وَكُلُّ شَيْءٍ بِقِصَاصٍ مِّمَّا
 تَصَدَّقَ بِهِ هُمْ كَفَّارَةٌ لَّهُ** یعنی قصاص کی صورت یہ
 ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک،
 کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام اعضاؤں کا بھی قصاص
 ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص معاف کر دے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائیگا۔
 قتل کے معاملہ میں قانون یہی ہے کہ اگر ممکن ہو تو قاتل کو جیسے ہی قتل
 کیا جائے جس طرح اس نے خود قتل کیا تھا۔ مثلاً اگر کسی نے کسی شخص کا پیٹ
 کوئی عضو قطع کیا اور پھر اس کو مکمل طور پر جان سے مار دیا، تو اس کے قصاص
 میں بھی ایسا ہی کیا جاسکتا ہے۔ آہم عام قانون یہ ہے کہ قتل کے قصاص کے
 لیے تلوار سے یکساں گھردن لڑاوی جگے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی
 شخص نے کسی کو سسر آدمی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کھل دیا ہے
 تو اس میں بعینہ قصاص ممکن نہیں، لہذا اس کے بدلے میں اسے تلوار کے ساتھ
 قتل کر دیا جائے گا۔ البتہ جہاں نہایت ممکن ہو، وہاں ایسا ہی عمل کیا جائے گا۔
 مثلاً اگر کسی نے کسی شخص کی ٹانگ گھٹنے سے کاٹ دی ہے تو اس کے بدلے
 گھٹنے سے ہی ٹانگ کاٹی جائے گی، اگر کسی کا ہاتھ کسی سے کاٹا گیا ہے تو قصاص
 میں بھی ایسا ہی کیا جائے گا۔ البتہ اگر کسی نے کسی کی ٹانگ پر ضرب لگائی ہے
 اور وہ درمیان سے ٹوٹ گئی ہے تو اب عین اتنی ہی ضرب لگانا اور بالکل
 اس مقام سے ٹانگ کو توڑنا، یا بالکل وہی آلی استعمال کرنا اور پھر اس کے
 نتیجے میں بالکل اتنی ہی ہڈی کا ٹوٹنا اور اتنی ہی درد پہنچانا ممکن نہیں ہوتا۔ ایسی صورت

میں فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ قصاص کی بجائے اتنی سزا کی ضمانت دینا ہوگی۔
یعنی مضرہ شخص کو معاوضہ ادا کر دیا جائے گا۔

امام ابو بکر حباص فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ جس طرح اعضا کا معاوضہ ادا کیا جاسکتا ہے، اسی طرح مالی نقصان کا بھی
معاوضہ ادا ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی نے دوسرے شخص کی سگڑی چوری کر کے
اُسے چیت میں استعمال کر لیا ہے یا اس کا صندوق یا فرنیچر بنا لیا ہے۔ اسی
طرح کسی کی گندم چوری کر کے اُسے پھانسی کر دی گئی ہے، تو ایسی صورت میں
چوری شدہ چیز کا بعینہ واپس ہونا ممکن نہیں رہتا ہے۔ لہذا امام صاحب
فرماتے ہیں کہ اس مفسورہ چیز کی قیمت ادا کر پڑے گی، یہ انتقامی کارروائی
کا قاعداً اللہ نے بیان فرما دیا ہے۔

ممبر کی
ترغیب

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عزیمت کے مقام پر ممبر کی خاص طور پر تلقین
فرمائی ہے۔ اگرچہ یہ خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے مگر اس
خطاب میں آپ کے پیروکار بھی شامل ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے: وَاصْبِرْ
أَبِیْ مَرْکَبٍ وَكَأَنَّكَ لَمْ تَلِدْ إِلَّا بِإِلَهِیْكَ لیکن آپ کا صبر کرنا اللہ تعالیٰ
کی معاونت کے بغیر ممکن نہیں۔ ایمان والوں کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ
اللہ کی توفیق کے بغیر انسان کی کوئی بھی کام نہیں کر سکتا، لہذا جیسے اللہ تعالیٰ
سے توفیق کا طلب گار رہنا چاہیے۔ حضرت خلیف علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا۔
”وَمَا تَكُونُ فِیْهِ إِلَّا بِإِلَهِیْهِ“ (ہود) جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے
توفیق حاصل نہ ہو، میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ ہی کی توفیق سے انسان کام کج
کر رہا ہے، صبر اور برداشت کر رہا ہے، یہ حال اللہ نے صبر و قائم رہنے کی
تلقین فرمائی ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قتل دی ہے کہ آپ، کافروں، مشرکوں،
مناہلوں اور نافرمانوں کی کارگزاریوں کے بارے میں غور و فکر نہ کریں۔ وَلَا تَحْزَنْ

ممبر کی
ترغیب

عَلَيْكُمْ وَأَنْ يَرْغَبُوا فِي تَقَاتُلِكُمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَلَالٍ قَبِيحَةٍ
 تَكُنْ كَقَوْمٍ آوَدَتْهُمُ أَنْهَارٌ مِنْ تَحْتِهِمْ سَاءَ مَا يَكُونُ لِمَنْ يَكْفُرْ
 بِآيَاتِ اللَّهِ عَظِيمَةٍ ۝ وَلِلَّهِ خَيْرُ الْمَصِيرِ ۝

ہوں۔ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَصِيرِ ۝ یہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ
 کرنے والا ہے۔ وہ خود ان سے غلط ہے گا۔

پھر فرمایا اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا يُسُورَتِ الْاٰنِ
 کی مہربانی اور مدد ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور دوسری بات
 یہ کہ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ شُرَكَاءُ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ كُفْرًا بِآيَاتِ اللَّهِ
 عَظِيمَةٍ اس سے ڈرنے والوں اور نیکی کرنے والوں کو حاصل
 ہوتی ہے۔ انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم رہنا ضروری ہے اور اس
 کے لیے تقویٰ اور نیکی کی ضرورت ہے۔ جس شخص میں خوفِ خدا ہو گا وہ شریعت
 کی حدود کی پاسداری بھی کرے گا، کفر، شرک، انفاق اور بدعتیہ کی سے بچا رہے گا۔
 اللہ کے ساتھ معاملہ ہمیشہ سچائی کے ساتھ درست رہ سکتا ہے۔ اگر دل میں
 کسی قسم کا کھوٹ ہو گا تو تعلق باللہ درست نہیں رہ سکتا۔ البتہ مخلوق کے
 ساتھ تعلقات کی درستگی احسان پر موقوف ہے۔ انسان اپنے بھائی بندوں کے
 ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا، ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرے گا تو
 اس کا تعلق مخلوق خدا کے ساتھ درست ہو جائیگا۔ غرضیکہ اس حدیث میں
 محقق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا ذکر آ گیا ہے اور یہی دو چیزیں پورے
 دین کی جڑ اور بنیاد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی معاملہ صحیح ہو اور مخلوق کے
 ساتھ بھی نیکی کا سلوک ہو۔

تسلیم اور
 شہادت
 امام رازی فرماتے ہیں کہ دین کا پتھر دہا قیں ہیں۔ ایک بات الکتعظیم
 لا مِسْ اَللّٰہُ یعنی اللہ کے احکام کی تعظیم اور ان پر عمل درآمد ہے اور دوسری

خطبات شیخ الاسلام

از: شیخ العرب والہم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
مرتب و مقدمہ: حضرت مولانا سونے عبدالحی خان سواتی ہائی مدرسہ فقہ العلوم گوجرانوالہ
حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے یہ خطبات بڑی اہمیت
رکھتے ہیں۔ اپنے موضوع احوال و سیاست کے اعتبار سے اور علماء حق کی ایسی دینی
بتدرجہ جہد کے اعتبار سے بھی ان خطبات کی بڑی اہمیت ہے۔ انیسویں کو ایک یہ
یکجا نہیں تھے جب میرے علم پر ہند کی کارگزاریوں کے مد نظر بعض محترم ہستیوں نے
ان میں سے بعض خطبات کو اکٹھا کیا ہے لیکن تمام خطبات اس طرح اکٹھے نہیں تھے
جس طرح کہ چاہئیں تھے۔ اکثر کی بڑی خواہش تھی کہ جس طرح وہ سرکار کے خطبات
یکجا مل جاتے ہیں حضرت مدنیؒ کے یہ اہم ترین خطبات بھی اگر ایک جگہ جمع ہوتے
تو اچھا تھا۔ ان سے بھی عام لوگ استفادہ کرتے ایک دفعہ اکثر نے شیخ الاسلام
حضرت مدنیؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا احمد مدنی مدظلہ کے سامنے ذکر کیا تھا کہ
اگر آپ یہ کام کر دیں تو اچھا ہوگا لیکن شاید کہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ کی توجہ اعلیٰ
میں بدل رہی ہو۔ بالآخر بعض احباب کے اصرار پر اکثر کو یہ کام کرنا پڑا۔ بعض
احباب نے حضرت مدنیؒ کے جتنے خطبات دستیاب ہو سکے ان کو دیکھے اور کچھ
خطبات اکثر کے پاس بھی تھے وہ کتابت کے لیے دے دیئے۔ سرمدیہ
گیارہ خطبات میسر ہو سکے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے: (۱) خطبہ سیواریہ
(۲) خطبہ زکریا برنگال (۳) خطبہ دہلی (۴) کوکنا (۵) علی گڑھ (۶) جونپور (۷) لاہور
(۸) دہلی (۹) بمبئی (۱۰) جہد آباد دکن (۱۱) سورت۔ (۱۲) وفاقہ مقدسہ خطبات

ساز: ۳۲۵ صفحات ۵۰۰ صفحات کاغذ اعلیٰ، جلد مضبوط، قیمت ۸۰ روپے
ناشر: ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ فقہ العلوم نزد گنجشہ گھر گوجرانوالہ

ملنے کا پتہ: ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ فقہ العلوم گوجرانوالہ

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صوفی مدظلہ کی

بلیہ ناز اور حقیر عام تفسیر

معالم العرفان فی دروس القرآن

مکمل طبع ہو گئی ہے

اللہ رب العزت کے کلام پاک کو عوام کے ذہان کے قریب کرنے کے لیے مفسرین کرام نے بے شمار کوششیں کی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ یہ تفسیر بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم اور مبارک کوشش ہے۔ دوسری دواں اور آسان اردو زبان میں قرآن کریم کے الفاظ کا ترجمہ اور سہل الفاظ میں مستند تفسیر، ضروری مسائل کی توضیح، ضروریات وقت، زمانہ و ماحول کی غریبوں کی فلاحی اور امن کا ماحول، قرآن کریم کی آیات سے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ تفسیر اور صحابہ کرامؓ ائمہ کرامؓ اور جمہور مفسرین کی اختیار کردہ توضیحات کو ملحوظ رکھتے ہوئے شرک و بدعت اور مذہب باطلہ اور غلط فہمی کا مختصر طریق پر بہتر رد اس تفسیر کا خاص امتیاز ہے۔ اعلیٰ تکلیف و طاہت اور معیاری جلد بندی کے ساتھ میں ضخیم جلدوں پر مشتمل اس تفسیر کی قیمت Rs 55 روپے ہے۔

علامہ، طلباء، خطباء، اور عوام الناس کے لیے بے حد مفید اور معلومات افزا ہے۔

ناشر: مکتبہ دروس القرآن، قادیان، گنج گوجرانوالہ، فون ۲۸۵۳۰

معالم المعارف - کتب القرآن

آراء و افکار

مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب
مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب

روایت و تفسیر

جمال احمدی صاحب

معارف

الحاج اعلیٰ دین صاحب (مہر علم و ادب)

زیر اشراف

انجمن عہدہ اشاعت قرآن

صدر انجمن

شیخ محمد یعقوب صاحب

مفتی سید نورانی

بابو غلام حیدر صاحب

مفتی احمدی

محمد انور ریٹائرڈ ایجوکیشن

مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب

محمد رفیع صاحب

مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب